تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.
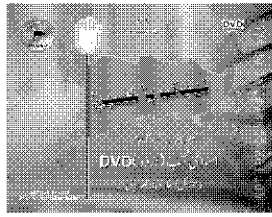
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
سبیل سکینہ

"ولاية علی بن ابی طالب حصنی
فمن دخل حصنی امن من عذابی"

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں
داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

دسویں جلد (۱۰)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؒ گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱۔۱۳۴۹

[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔اردو۔تلخیص]

غدیر؛ قرآن، حدیث اور ادب میں / مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹

ج ۱۰/ ۱۱۔

ISBN: 978-600-92030-7-9 (جلد ۱۰۔۱۱)

فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا

کتاب نامہ: بصورت زیر نویس

۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر۔ مجموع ھا۔ ۴۔ شعر مذھبی عربی۔

مجموع ھا۔ الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص

۲۹۷/۴۵۲ BP۲۲۳/۵۴/ الف ۱۸غ ۴۰۴۶۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: **غدیر**؛ قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۱۰۔۱۱)

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ناشر: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور

ناشر ہمکار: قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ مجتبیہ، قم المقدسہ)

پیشکش: مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)

اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اوّل

تعداد: ۵۰۰ جلد

قیمت: =/۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ مجتبیہ خیابان جحت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا، قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔﴿بھیک پور﴾ جمن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286

۲۔﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ نجفی (مقابل اجوا مٹھائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

فہرست مطالب

مناقب خلفاء ثلاثہ

عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کوترجیح دیتے تھے تو سب پر ابوبکر کو ترجیح دیا کرتے تھے، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان کو۔(۱)

یہی حدیث فضل عثمان کے باب (۲) میں یوں ہے کہ ہم رسولؐ خدا کے عہد میں کسی کو ابوبکر کے برابر نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان۔ پھر ہم رسولؐ کے اصحاب کو ایک دوسرے پر فضیلت دیئے بغیر چھوڑ دیا کرتے تھے۔

یہی راویت تاریخ بخاری، (۳) مسند احمد (۴) میں بھی ہے۔ داؤد (۵) اور طبرانی (۶) نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ: ہم لوگ رسولؐ کے سانے کہتے تھے افضل امت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رسولؐ خدا یہ سن کر انکار نہیں فرماتے تھے۔(۷)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس روایت کو اہل سنت کے علماء نے عقیدہ کی اساس کی حیثیت سے تسلیم

۱۔صحیح بخاری؛ ج۵،ص۲۴۳۔(ج۳،ص۱۳۳۷حدیث۳۴۵۵)

۲۔صحیح بخاری؛ ج۵،ص۲۶۲۔(ج۳،ص۱۳۵۲حدیث۳۴۹۴)

۳۔تاریخ بخاری؛ ج۱،قسم۲ص۱۳

۴۔مسند احمد؛ ج۲،ص۱۴،(جلد۲،ص۸۲،حدیث، ۴۶۱۲)

۵۔مسند ابوداؤد؛(ج۴،ص۲۰۶حدیث۴۶۲۸)

۶۔المعجم الکبیر؛(ج۱۲،ص۲۲۰حدیث۱۳۱۳۲)

۷۔فتح الباری ج۷ص۱۳(ج۷،ص۱۶) تاریخ ابن کثیر؛ ج۷،ص۲۰۵(ج۷،ص۲۳۰حوادث۳۵ھ) سنن ترمذی؛ ج۱۳،۱۶۱،(ج۵،ص۵۸۸حدیث۳۷۰۷) طرح التشریب؛ج۱،ص۸۲

کیا ہے اور متکلمین نے اسی روایات سے استدلال کیا ہے۔ علماء حدیث اس کے نقل میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ جھوم جھوم کر اس کی شرحوں کے انبار لگائے ہیں۔ خلافت راشدہ کی عمارت اسی روایت پر تعمیر ہوئی ہے، اسلام کی عظیم ترین بیعت سقیفہ کو اسی روایت سے توانائی ملتی ہے۔ اس لیے وضاحت کے لئے اس کا تفصیلی تجزیہ ضروری ہے۔

عبداللہ بن عمر زمانہ رسالت میں کسی خوبی و برتری کے حامل نہیں تھے، وہ اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ اسی لئے رسول خداؐ نے انھیں بدر واحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔ صحیح بخاری (۱) کے مطابق وہ جنگ خندق میں پندرہ سال کے ہوئے تو اجازت جنگ ملی، ارباب سیرت کے مطابق وفات رسولؐ کے وقت ان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی، فطری طور سے اس سن و سال کا آدمی محاسن و فضائل معین کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو طویل معاشرتی تجزیہ، رائے صائب اور باریک بینی و دقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ فضیلت کا معیار وہ معین کرسکتا ہے جو شخصیتوں کے نفسیات وعقائد پہچانتے ہوئے معیار فضیلت کی کسوٹی پر پرکھ سکے اور اس سلسلے میں وہ خواہش نفسانی کا شکار نہ ہو۔

ابن عمر کی اس روایت کے متعلق ابن حجر (۲) کا خیال یہ ہے کہ اس سکوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فضیلت کا دروازہ بعد کے لئے قطعی بند ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث غلط اس صورت حال میں غلط ہوجائے گی۔

ان حاشیوں نے جو زمانی قید لگائی ہے وہ حضرت علیؑ کے زمانہ یا رسولؐ بعد کے زمانوں میں فضائل نفسانی واخلاقی کے مقابل قطعی لچر یعنی لغو، بے ربط پوچ حضرت علیؑ کی مدح قرآن وحدیث میں ہے جس کی وجہ سے انہیں تمام صحابہ پر ترجیح حاصل ہے، عمر کی بزرگی و بڑھاپا کبھی فضیلت میں اضافہ نہیں کرتے۔

۱۔ صحیح بخاری؛ ج ۶، ص ۴۷۔ (ج ۲، ص ۴۸ حدیث ۲۵۲۱)۔ تاریخ طبری؛ ج ۲، ص ۲۹۶۔ (ج ۲، ص ۴۷۷)۔ عیون الاثر؛ ج ۲ ص ۷۰۶۔ (ج ۱، ص ۴۱۰) فتح الباری ج ۷، ص ۲۳۲۔ (ج ۷، ص ۳۹۳)

۲۔ فتح الباری؛ (ج ۷، ص ۱۷)

یہ بیعت ابوبکر کے سلسلے میں ارباب سقیفہ کی ان نادانیوں کے برخلاف قرآن وحدیث میں موجود مدح علی کو دیکھنا چاہیے اس کے علاوہ اگر صرف حدیث انس پر توجہ دی جائے تو فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا کہ ابن عمر کو اس کرتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ :ان اللّٰہ افترض علیکم حب ابی بکر وعمر وعثمان و علی کما افترض الصلاہ والزکاہ والصوم والحج .فمن انکر فضلھم فلاتقبل منہ الصلوۃ ولاالزکوۃ ولاالصوم ولاالحج .(۱)

اس کے علاوہ ابن عمر کا یہ خیال ہے اوران کے باپ عمر حضرت علیؑ کے متعلق کہتے ہیں کہ **''ھذامولای ومولاکل مومن .من لم یکن مولاہ فلیس بمومن۔'' (۲)**

ابن عمر کا اصحاب ثلاثہ کے بعد سکوت اس قدر لچر تھا کہ اسے صاحب استیعاب نے حدیث جعدبہ کے ذریعہ چھپایا۔حالانکہ وہ منکر الحدیث اور متروک ہے۔(۳)اس کی روایت میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ ہم لوگ عہد رسولؐ میں فضیلت کے سلسلے میں کہتے تھے کہ سب سے پہلے ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علیؑ۔

ایک دوسری روایت محمد ابی البلاط کے طریق سے ہے کہ ہم لوگ زمانہ رسولؐ میں کہتے تھے کہ یہ خلافت،رسولؐ کے بعد ابوبکر کا حق ہے پھر عمر کا پھر عثمان کا اور پھر علیؑ کا حق ہے۔اوراس کے بعد ہم سکوت کرتے تھے۔(محمد ابی البلاط کا ارباب جرح وتعدیل کے یہاں کہیں اتہ پتہ تک نہیں ملتا۔(۴)

ارباب فہم نے اگر الغدیر جلد ششم کا مطالعہ کیا ہوگا تو ان پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ ابن عمر کی رائے قطعی مہمل اور باطل ہے۔اگر یہ روایت صحیح ہے تو سقیفہ کے دن کیوں کر نہ پیش کیا گیا،وہاں تو صرف

۱۔ریاض النضرۃ؛ج۱،ص۲۹(ج۱،ص۴۳)

۲۔فتوحات الاسلامیہ؛ج۳،ص۳۰۷۔شرح المواہب زرقانی؛ج۷،ص۱۳

۳۔لسان المیزان؛ج۲،ص۱۰۵۔ج۴،ص۱۸۳۔(ج۲،ص۱۳۴نمبر۱۹۴۹۔ج۴،ص۲۱۲نمبر۵۶۸۶)

۴۔لسان المیزان؛ج۵،ص۹۶۔(ج۵،ص۱۰۹نمبر۷۱۰۷)

دلیل دی گئی کہ ابوبکر یار غار ہیں اس لئے مستحق خلافت ہیں۔ پھر تو دھواں دھار دھاندلی اور قتل وغارت گری کے ذریعے چار پانچ کی بیعت کو ساری امت پر تھوپ دیا گیا۔ خود یار غار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ جب ایک یہودی نے ابوبکر سے کہا کہ مجھ سے رسولؐ خدا کے اوصاف بیان فرمایئے تو انھوں نے کہا کہ میں رسولؐ کے ساتھ دو انگلیوں کی طرح تھا لیکن اوصاف رسولؐ بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ اس سلسلے میں علیؑ سے رابطہ قائم کرو۔ اور پھر حضرت علیؑ نے اوصاف رسولؐ بیان کئے۔

سوال یہ ہے کہ محض غار کی صحبت مستحق خلافت کیسے بنا دے گی؟ جب کہ حضرت علیؑ نے مہد سے لیکر لحد تک حق رفاقت نبھایا، رسولؐ کے ساتھ سائے کی طرح رہے، قرآن کی روشنی میں وہ نفس رسولؐ تھے، ان کی ولایت رسولؐ اور خدا کی ولایت سے متصل تھی، ان کی مودت اجر رسالت قرار پائی۔ حدیث: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے بعد بھی کسی دوسرے کو مستحق خلافت سمجھنا کس قدر حیرت ناک امر ہے۔

اگر متذکرہ حدیث مفاضلہ صحیح تھی تو صحابہ کے سامنے پیش کی جاتی۔ لیکن وہاں تو جوتم پیزار، الزام وجوابی الزام کے بعد حضرت علیؑ کو قتل کرنے تک کا منصوبہ بن گیا تھا۔ کسی کو یہ حدیث یاد نہ آئی۔ رسولؐ کا جنازہ اسی صورت میں تین روز تک پڑا رہا۔ ابوبکر وعمر نے جنازے میں شرکت بھی نہ کی۔ چنانچہ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر وعمر کی دفن رسولؐ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے اہم امر خلافت میں منہمک تھے۔ کیونکہ اگر بیعت کا معاملہ تاخیر میں پڑتا تو اختلاف شدید اور خطرناک مفاسد رونما ہوتے۔

اگر عبداللہ بن عمر کی حدیث صحیح ہے تو ابوبکر نے بروز سقیفہ عمر اور ابوعبیدہ کو خود پر ترجیح کیوں دی؟ یہ کیوں کہا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بیعت کرلو؟ ابوبکر نے ابوعبیدہ گورکن سے کیوں کہا کہ آؤ تمہاری بیعت کرلوں، تم بقول رسولؐ اکرم اس امت کے امین ہو۔

ابوبکر نے تقریر میں کیوں کہا کہ: بخدا! میں تم سے افضل نہیں ہوں اور نہ اس منصب کا سزاوار ہوں۔ انھوں نے اپنا جانشین عمر کو کیوں بنایا؟ دوسروں پر انہیں ترجیح دی تو صحابہ نے غم وغصہ کا مظاہرہ کیا

ہرایک اپنے کو مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ کیوں عشرہ مبشرہ کی فرد طلحہ نے ابوبکر سے کہا کہ سنگدل عمر کو خلیفہ بنا کر خدا کو کیا جواب دو گے؟ ابوبکر اپنی عمر کے آخری ایام میں پشیمانی کا مظاہرہ کیوں کرتے تھے کہ کاش میں نے یہ خلافت کا بار عمر یا ابوعبیدہ کی گردن پر ڈال دیا ہوتا؟ وفات پیغمبرؐ کے دن عمر نے ابوعبیدہ کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرنی چاہی؟ عمر نے ابن عباس سے کیوں کہا کہ بخدا مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ مستحق علیؑ ہیں؟

عمر زخمی ہوئے تو ابن عمر نے باپ سے کہا: آپ علیؑ کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے ؟ جواب دیا: میں پسند نہیں کرتا کہ میری زندگی میں یا میرے بعد علی خلیفہ ہوں۔ (۱)

ارکان شوریٰ سے کیوں کہا کہ بخدا اگر علیؑ کو حکمران بنا دیا جائے تو تمہیں حق پر چلائیں گے۔ پوچھا گیا: یہ جانتے، ہوئے، بھی، آپ، انھیں، خلیفہ، کیوں، نہیں، بناتے، جواب، دیا: اگر جانشین، بناؤں تو جو مجھ، سے بہتر تھا (ابوبکر) اس نے جانشین بنایا اور اگر نہ بناؤں تو بھی جو مجھ سے بہتر تھا (رسول خداؐ) اس نے معاشرے کو بے جانشین چھوڑا۔ (۲) آخر کیوں عمر نے زخمی ہونے کے بعد سالم کو خلیفہ بنانے کی آرزو کی کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو انھیں خلیفہ بنانے میں مجھے کوئی تردد نہ ہوتا۔ (۳) کبھی سالم کے ساتھ ابوعبیدہ جراح کے زندگی کی تمنا کرتے تھے۔ (۴) کبھی کہتے کہ ابوعبیدہ کی جانشین بنانے میں کسی سے مشورہ نہ کرتا۔ (۵)

عائشہ نے ابن عمر کو ذریعہ عمر کے سلام پہونچا کر جانشین نامزد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو عمر نے کہا کہ اگر ابوعبیدہ، معاذ یا خالد زندہ ہوتے تو بڑے فخر سے انھیں کو خلیفہ بناتا۔ (۶)

۱۔ انساب الاشراف: ج ۵، ص ۱۶ (ج ٦، ص ۱۲۰)۔ استیعاب: ج ۴، ص ۴۱۹ (القسم الثالث: ص ۱۱۵۴۔ نمبر ۱۸۷۸)؛ فتح الباری؛ ج ۷، ص ۵۵ (ج ۷، ٦۸)۔ شرح ابن ابی الحدید: ج ۳، ص ۱۷۰ (ج ۱۲، ص ۲٦۰ خطبہ ۲۲۳)

۲۔ ریاض النضرۃ: ج ۲، ص ۲۴۱۔ (ج ۲، ص ۲۵۱)

۳۔ التمہید باقلانی: ص ۲۰۴۔ طرح التثریب: ج ۱، ص ۴۹۔ تاریخ طبری: ج ۵ ص، ۳۴۔ (ج ۴، ص ۲۲۷ حوادث ۲۳ھ)

۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن: ج ۳، ص ۲۴۸۔ (ج ۳، ص ۳۴۳)

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۱٦۰۔ (ج ۲۵، ص ٦۱ ۴ نمبر ۳۰۵۱)

٦۔ الامامۃ والسیاسۃ: ص ۲۲۔ ج ۱، ص ۲۸۔ اعلام النساء: ج ۲، ص ۸۷٦۔ ج ۳، ص ۱۲۷

اس کے علاوہ ابووائل نے ابن عوف سے اعتراض کیا کہ علیؑ کو چھوڑ کر تم نے عثمان کی بیعت کیوں کی ۔(۱) معاویہ نے کہا کہ یہ خلافت بنی عبد مناف کی چیز تھی لیکن لوگوں نے ابوبکر وعمر کی بیعت کرلی ۔ عباس نے علیؑ سے کہا: ہاتھ بڑھاؤ میں تمھاری بیعت کرلوں ۔(۲) عباس نے ابوبکر کو لتھاڑا کہ قرابت وصلاحیت دونوں لحاظ سے ہم ہی حقدار ہیں ۔(۳) بیعت عثمان کے وقت عمار و مقداد کا اختلاف پھر بیعت کے بعد علیؑ کا عبدالرحمٰن بن عوف سے احتجاج کہ آج دیا ہے کل لینے کے لئے حالانکہ خدا ایسا نہ کرے گا۔

زبیر نے کہا تھا کہ اگر عمر مر گئے تو میں طلحہ کی بیعت کروں گا کیونکہ بخدا بیعت ابوبکر ایک ہنگامی حادثہ تھا جو ختم ہو گیا۔ زبیر نے طمع خلافت کے الزام میں سبقت وقرابت کی دہائی دی ۔حضرت علیؑ نے خطبہ شقشقیہ میں ابوبکر کے زبردستی پیراہن خلافت پہننے کا تذکرہ کیا۔شیخین کے بعد خدا اور رسولؐ کے محبوب ابوعبیدہ تھے۔عائشہ ان تین کا نام لے کر چپ ہو جاتی تھیں ۔ابن ابی ملیکہ کے جواب میں عائشہ نے انہیں تین کے نام کے بعد خاموشی اختیار کی ہے، آخر کیوں؟

ابن عمر کی حدیث مفاضلہ سے خود انہیں کی مروی حدیث میل نہیں کھاتی کہ لوگ بلال کو ابوبکر پر ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ خود بلال نے کہا:

میں تو خود ان کا عمل صالح ہوں۔

کہاں ابن عمر کی بکواس اور کہاں کعب بن زہیر، ربیعہ بن حارث، فضل بن ابی لہب، عبداللہ بن ابی سفیان،، نجاشی، جریر بن عبداللہ بجلی، زجر بن قیس کے شاندار اشعار، جن میں حضرت علیؑ کی ولایت ، وصیات اور طہارت کا اعلان کیا گیا ہے۔

آپ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ ابن عمر نے جو خلفاء ثلاثہ کو حضرت علیؑ پر ترجیح دی ہے اس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ انحطاط پذیر اور حکومت اسلامی اپنے اصلی مرکز سے قطعی دور جا پڑی ہے ۔نص

۱۔مسند احمد؛ ج۱،ص۵۷۔(ج۱،ص۱۲۰حدیث ۵۵۸)

۲۔تاریخ ابن عساکر؛ ج۷،ص۲۴۵۔(ج۲۶،ص۳۵۳نمبر۳۱۰۶)۔مختصر تاریخ دمشق؛ ج۱۱،ص۳۴۷

۳۔الامامۃ والسیاسۃ؛ ج۱،ص۱۵۔(ج۱،ص۲۱)

اور الٰہی تعیین کی جگہ پر چند افراد کے انتخابی تماشے نے حکمرانی کو مطلق العنان اور ڈیموکراسی کی طرف پہنچا دیا۔ خواہ لوگ راضی ہوں یا نہیں۔ پھر شوریٰ کا تماشہ ہوا جس میں عبدالرحمٰن، بن عوف کی شمشیر علیؑ کی گردن پر چمکی اور حکومت سراسر استبدادی ہو کر رہ گئی۔ طلیق ابن طلیق اور شجرۂ ملعونہ کے چھوکرے حکومت سے گیند کی طرح کھیلنے لگے۔ یزید جیسا بدکردار حکمراں بن گیا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ معزز، مشاہیر افراد جو خیر وصلاح سے آراستہ تھے، ان کا ذرا بھی حکومت میں اثر نہیں رہ گیا بلکہ وہ اقتصادی و سیاسی فشار میں مبتلا کر دیئے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ قانون الٰہی کا تیا پانچا کیا جارہا ہے، قرآن پس پشت ڈال دیا گیا ہے، سنت متروک ہوگئی ہے۔ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہے۔

خدا کی پناہ! لوگ کیسے گستاخ ہو گئے تھے کہ نہ اصحاب کا احترام تھا نہ حرمت رسولؐ کا لحاظ۔ حکم رسولؐ کے خلاف علیؑ کو خلفاء ثلاثہ سے پست دکھایا جارہا تھا۔ عام آدمیوں کی صف میں علیؑ کو لاکر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ احادیث رسولؐ جس میں علیؑ کو منتخب روزگار، اور احدالخیرتین، خیرالبریہ، محبوب خدا اور رسولؐ، بمنزلہ سر، بمنزلہ ہارون من موسیٰ اور اپنا گوشت و پوست اور خون کہا ہے، ان کی صلح و جنگ کو اپنی صلح و جنگ کہا ہے، ان کے مقابل اپنی من مانی بیان کر کے ثلاثہ کو برتری دی جارہی تھی۔ اگر ثلاثہ کے بعد سبھی لوگ برابر تھے تو کیا علیؑ کے لئے آیہ تطہیر، آیہ مباہلہ اور آیہ ولایت نہیں نازل ہوئی۔ یہ آیات ابن عمر کے قول سے متضاد نہیں ؟ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہیں ؟ کیا نور و ظلمت ، عالم و جاہل ، فاسق و مومن، اندھا بہرا اور آنکھ والا اور سننے والا برابر ہے؟ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے ؟ کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟۔

ذرا دیکھئے تو کہ علیؑ کو ثلاثہ کے بعد عام آدمیوں کے صف میں لایا گیا ہے جبکہ سابق الاسلام، اولین نماز گذار اور ساقی کوثر، محبوب خدا و رسولؐ اور لافتیٰ کے مصادق تھے۔ ابن عمر نے اپنی ذلیل ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو سبقت اسلامی، پاسداری اسلام اور زہد و پاکدامنی، بخشش و صدقہ اور جملہ محاسن و فضائل کے لئے علیؑ کے مقابل دوسرا کوئی نام پیش کرے۔ (۱)

۱۔ ثمار القلوب ثعالبی؛ ص ۶۷۔ (ص ۸۷ حدیث نمبر ۱۲۴)

ابن عمر کیسے ثلاثہ کے بعد سب کو ایک لکڑی سے ہانکتا ہے جبکہ اہل بیتؑ میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ خود احادیث کی روشنی میں ابوذر جیسے شبیہ عیسیٰ ہیں، (۱) عمار جیسے سراپا ایمان، (۲) ابن مسعود جیسے شبیہ محمدؐ، (۳) حذیفہ جیسے مقرب رسولؐ (۴) اور سلمان فارسی جیسے لقمان عصر تھے، (۵) عباس عم رسولؐ تھے جن کے واسطے سے عمر دعا کرتے تھے۔ (۶) معاذ و اسامہ اور دوسرے معزز اصحاب رسولؐ تھے۔ ابن عمر کو ان حضرات کی عظمت کا پتہ نہیں تھا۔ ابن عمر جیسا ذلیل اس بات پر بھی راضی نہ ہوا کہ عثمان سے افضل کہے جنھیں عادل صحابہ نے قتل کر ڈالا۔ معاویہ، مغیرہ، مروان، ابوبکر بن شعوب، ابوطلحہ جیسوں سے افضل ہوں جن کے لئے سیاہ کردار سے صفحات تاریخ بھرے پڑے ہیں۔

ابن عمر کی بیعت اور بیعت سے انکار

یہ ابن عمر کی حقائق فہمی کا معیار تھا اور اسی حماقت کی وجہ سے وہ امیر المومنینؑ کی بیعت سے روگرداں رہے اور عثمان کی بیعت کر لی بلکہ عثمان کے ساتھ آخری ایام تک جب کہ تمام مہاجرین وانصار خلع بیعت

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۴، ص ۱۶۷ و ۱۶۸، طبع لیدن۔ (ج ۴، ص ۲۲۸ ترمذی: ج ۲، ص ۲۲۱۔ ج ۵، ص ۶۲۸ حدیث ۳۸۰۱، ۳۸۰۲۔ سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۶۸۔ ج ۱، ص ۵۵ حدیث ۱۵۶۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۶۳ و ۱۷۵ و ۲۲۳۔ ج ۵، ص ۱۹۷۔ ج ۶، ص ۲۴۲۔ ج ۲، ص ۳۴۷ حدیث ۶۴۸۳۔ ص ۳۶۶ حدیث ۶۵۹۳۔ ص ۴۴۶ حدیث ۷۰۳۸۔ ج ۶، ص ۲۵۵۔ حدیث ۲۱۲۱۷۔ ج ۷، ۵۹۵ حدیث ۲۶۹۴۷۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۴۲۔ ج ۳، ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۶۰

۲۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۸۸۔ ج ۳، ص ۴۳۷ حدیث ۵۶۶۲۔ ص ۳۹۲۔ ص ۴۴۲ حدیث ۵۶۷۶ و ۵۶۸۰

۳۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۲۰۔ ص ۳۶۱ حدیث ۵۳۹۶

۴۔ صحیح مسلم کتاب الفتن: ج ۵، ص ۴۱۰ حدیث ۲۲۔ مسند احمد: ج ۵، ص ۳۸۶۔ ج ۶، ص ۵۳۳ حدیث ۲۲۷۷۰۔ ج ۵، ص ۳۸۸۔ ج ۶، ص ۵۳۶ حدیث ۲۲۷۸۰۔ دلائل النبوۃ بیہقی: ج ۶، ص ۴۰۶۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۹۴۔ ج ۱۲، ص ۲۶۶ نمبر ۱۲۳۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۴۹۔ الاصابۃ: ج ۱، ص ۳۱۸ نمبر ۱۶۴۷

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۰۳ و ۱۹۸۔ ج ۲۱، ص ۴۲۲ و ۴۰۸ نمبر ۲۵۹۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۱، ص ۴۵ و ۴۰

۶۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۴۔ ج ۳، ص ۳۷۷ حدیث ۵۴۳۸

کے طلبگار تھے یہ عثمان کے وفادار رہے۔عثمان کے ساتھ اسی فریب کاری نے انہیں قتل کرایا۔

بلاذری نے عمر نافع کا بیان نقل کیا ہے کہ ابن عمر نے مجھ سے کہا کہ عثمان نے ایام محاصرہ کے درمیان مجھ سے پوچھا:

مغیرہ بن اخنس کے مشورے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے، جو کہتا ہے کہ خلع بیعت نہ کرو گے تو قتل ہو گے،اس لئے حکومت چھوڑ دو؟

میں نے کہا:اگر حکومت نہ چھوڑو گے تو کیا قتل سے زیادہ کچھ ہوگا؟ کہا:نہیں۔ میں نہ کہا: تو پھر ایسی روایت قائم نہ کرو کہ عوام جب چاہیں خلع بیعت کر لیں۔جس جامے کو خدا نے تمہیں پنہایا ہے اسے بدن سے علیحدہ نہ کرو۔(۱)

اسی کے ساتھ دوسری روایات میں دیکھئے کہ بام خانہ پر عثمان کو دیکھ کر ایک بلوائی نے کہا کہ اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ معزول کریں گے۔عثمان نے کہا: میرے لئے قتل ہونا آسان ہے لیکن معزول ہونا مشکل ہے۔

کس قدر احمقانہ رائے ابن عمر نے دی تھی۔معزول ہونے کی روایت قائم ہونے سے کہیں زیادہ قتل ہونے کی سنگین روایت ہوگئی۔ جہاں تک حکومت کے وقار کی بات ہے وہ تو خلع اور قتل دونوں صورت میں ممکن تھا لیکن قتل ہونا زیادہ بدتر ثابت ہوا۔اگر عثمان علیحدہ ہو جاتے تو ان کے زندہ رہنے سے بے شمار فتنے جو بعد میں پیدا ہوئے وہ نہ ہوتے۔ایک یہی فتنہ کہ زندہ تھے تو آواز تھی کہ نعثل کو قتل کر دو جب قتل ہو گئے تو نعثل کے انتقام کی صدا بلند ہوئی۔اور پھر جھوٹ،فریب اور نیرنگی کا شرمناک تماشہ ہوا۔ایک خاتون نے ڈرامہ دوسرے شام کے عفریت نے ناٹک کیا۔ایک صاحب فلسطین سے چلائے مجھے عمرو عاص کہتے ہیں ہمیں نے وادی السباع میں بیٹھ کر عثمان کو قتل کرا دیا۔

یہ کہکے تیزی سے اپنے کو معاویہ کے پاس پہونچا دیا اور پھر انتقام خون عثمان کی گہار مچانے لگا۔صفین جیسی لڑائی ہوئی اور بے شمار صحابہ وتابعین کے ساتھ نیکو کار حضرات قتل ہوئے۔کیا یہ ابن عمر کی

۱۔انساب بلاذری ج ۵ ص ۷۶،جلد ۶،ص ۱۹۴

احمقانہ رائے کا نتیجہ نہیں تھا؟ اگر عثمان نے اخنس کا ہمدردانہ مشورہ مان لیا ہوتا تو معاشرہ میں شورش نہ ہوتی اور ملک آباد رہتا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ قتل عثمان کی وجہ سے صوبوں میں شورش ہوئی اور جمل وصفین اور نہروان جیسی لڑائیاں ہوئیں، یہ تینوں جنگیں یا تو قتل عثمان کی وجہ سے ہوئیں یا اس کا نتیجہ تھیں۔(۱) ارشاد رسول کہ اس پر مصیبت نازل ہوگی ان کا حادثہ قتل ہی مراد ہے۔(۲)

مجھے تو ابن عمر کے اقدام بیعت عثمان اور بیعت علیؑ سے انحراف میں کوئی دانشمندی نظر نہیں آتی نہ کوئی معقول دلیل ہی نظر آتی ہے۔ صرف ایک بہانہ جسے ابن حجر نے تراشا ہے کہ ابن عمر خلافت علیؑ کے قائل نہ تھے کیونکہ ان کی بیعت نہیں کی تھی چونکہ ان کی بیعت میں شدید اختلاف رونما ہو گیا تھا اور ابن عمر کا عقیدہ تھا کہ جس کی متفقہ بیعت ہوگی اسی کی بیعت کریں گے۔ اسی دلیل سے ابن زبیر اور عبدالملک کی بیعت نہ کی (کیوں کی یہ دونوں آپس میں برسرپیکار تھے)۔ یزید کی بیعت کر لی پھر ابن زبیر کے بعد عبدالملک کی بیعت کی (۳) وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے اس مدت میں ابن زبیر اور عبدالملک کی بیعت سے اپنے کو روکے رکھا جس طرح اس سے قبل علی یا معاویہ کی بیعت سے اپنے کو روکے رکھا تھا لیکن جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تو ابن عمر نے معاویہ کی بیعت کر لی۔ معاویہ کے بعد یزید کی بیعت کی۔ اسی طرح بعد میں اختلاف ہوا تو ابن زبیر اور عبدالملک کے ساتھ برتاؤ کیا جب ابن زبیر قتل ہوئے تو عبدالملک کی بیعت کر لی۔(۴)

ابن حجر کا لچر یعنی بے ربط۔ لغو اور بے بنیاد بہانہ محض عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق حضرت علیؑ نے اس سے بیعت کرنے کو کہا تو اس نے انکار کیا۔ فرمایا: تو پھر ضامن

۱۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۰۔ (ج ۱۳، ص ۱۳ و ۱۵)

۲۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۴۲

۳۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹

۴۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۱۳، ص ۱۹۵)

دو کہ شہر سے باہر نہ جاؤ گے۔ اس نے ضامن بھی نہیں دیا تو مالک اشتر نے امیر المومنینؑ سے عرض کی یہ تازیانہ اور تلوار سے آسودہ خاطر ہے، فرمائیں تو اس کی گردن مار دوں؟ فرمایا: میں زور زبردستی بیعت لینا نہیں چاہتا، یہ شخص بچپن سے بداخلاق تھا اور بڑا ہوا تو اور بھی بداخلاق ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ دوسرے دن آ کر امیر المومنینؑ سے کہنے لگا: چونکہ تمام لوگ آپ کے موافق نہیں ہیں اس لئے معاملہ کو شوریٰ پر چھوڑ دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: وائے ہو! یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے؟ کیا تجھے انبوہ بیعت کی خبر نہیں، نکل جا یہاں سے دفعان ہو جا۔ تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ دوسرے دن معلوم ہوا کہ وہ مکہ جا کر حضرت علیؑ کے خلاف شورش برپا کر رہا ہے۔ آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو آپ کی صاحب زادی ام کلثوم نے عرض کی: امیر المومنین! وہ مکہ چلا گیا ہے اور آپ کی حکومت کے خلاف بغاوت نہیں کر رہا ہے فقط وہاں پر سکونت پذیر ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے اس لئے سفارش کی کہ آپ کے شوہر کا لڑکا تھا اس لئے حضرت نے بیٹی کی بات مان کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔(۱)

اب ذرا ابن عمر سے پوچھئے کیا تم نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ اکثر لوگ اس کے مخالف تھے۔ صرف پانچ نفر سے بیعت متحقق ہوئی تھی۔ اسی بیعت نے امت میں افتراق وانتشار پیدا کیا۔ ابن عمر نے تو یہ طوفان اور بدتمیزی بہت نزدیک سے دیکھی تھی۔ کسی کو ڈرایا گیا، کسی کو قتل کیا گیا، کسی کو لالچ دی گئی، اکثر پاک دامن حضرات اس سے کنارہ کش تھے اور خود ابوبکر اس بات کا اقرار کر رہے تھے کہ مجھ سے زیادہ حق دار علیؑ تم میں موجود ہیں۔

اپنے باپ عمر کی بیعت بھی اس حال میں کی کہ اجماع کا دور دور تک پتہ نہ تھا، حیرتناک نامزدگی ہو گئی اور حکومت کو ایک تند خو کے حوالے کر دیا گیا۔ (نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں) قدم قدم پر لغزشوں کی معافی، تمام لوگ اس نامزدگی سے سخت ناراض ہیں۔ ابوبکر پر پل میں پڑے ہیں کہ خدا کو کیا جواب دو گے؟ عوام پر ایک سنگ دل اکھڑ کو مسلط کر کے۔

۱۔ جواہر الاخبار مطبوع در ذیل کتاب البحر الذخائر جلد ۶ ص ۱۷

شوریٰ کے مطابق عبدالرحمٰن کی دہاڑ تھی: یا علی! بیعت کرو ورنہ گردن ماردوں گا۔(۱) لیکن ابن عمر کو ان تمام اختلافات کا ذرا بھی پتہ نہیں۔ مزہ یہ کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ معاویہ کی خلافت بھی جو لالچ اور دھونس و قتل کے بل پر ہوئی وہ بھی عمومی اتفاق کے ساتھ وجود پذیر ہوئی۔ ابن عمر کو یہ بھی پتہ نہیں کہ عشرہ مبشرہ کی فرد سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کی بیعت نہیں کی۔ سعد نے ایک دن معاویہ سے کہا: اے بادشاہ سلامت آپ پر سلام۔ معاویہ نے کہا: مجھے امیر المومنین کیوں نہ کہا؟ سعد نے کہا: ہم لوگ مومنین ہیں، ہم نے تمھیں امیر نہیں بنایا۔ تمھیں امیر المومنین کیوں کہیں؟(۲) ابن عمر کو تو یہ بھی پتہ نہیں کی ابن عباس بھی معاویہ کے مخالف تھے۔ حج کے موقع پر معاویہ مدینہ گئے۔ وہاں سعد، ابن عمر اور ابن عباس سے ملاقات ہوئی۔ معاویہ نے کہا: ابن عباس تم نے ہمارا حق نہیں پہچانا اس لئے ہمارے مخالف ہو موافق نہیں ہو حالانکہ میں عثمان کا چچیرا بھائی ہوں جو ناحق قتل ہوئے۔ میں دوسروں سے زیادہ حق دار خلافت ہوں۔ ابن عباس نے جواب دیا: اس لحاظ سے تو ابن عمر تم سے زیادہ حق دار خلافت ہوئے کیونکہ ان کے باپ قتل ہوئے تھے۔ معاویہ نے کہا: ان دونوں میں فرق ہے۔ عمر کو مشرکوں نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ ابن عباس نے کہا: بخدا! اس لحاظ سے کہ عثمان کو مسلمانوں نے قتل کیا تم حق خلافت سے اور بھی دور ہو جاتے ہو۔ تمہارے تمام استدلال قطع ہو جاتے ہیں۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عباس سے معاویہ نے ہاتھ اٹھالیا۔(۳)

خود عائشہ نے معاویہ کی خلافت کو مسترد کر دیا، معاویہ نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ عائشہ مجھے خلافت کے لائق نہیں سمجھتیں۔ بھلا انھیں اس سے کیا سروکار!

امام حسنؑ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تم صدر مجلس میں ہو اور میں پائین مجلس

۱۔ صحیح بخاری باب کیف یبایع الامام ج ۱۰ ص ۲۰۸ (ج ۶ ص ۲۶۳۵ ح ۶۷۸۱/) ؛ تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۷، ۴۰ (ج ۴ ص ۲۳۳، ۲۳۸ حوادث ۲۳ھ) ؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۲۵ (ج ۱ ص ۳۱) ؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۰ (ج ۲ ص ۲۲۳ حوادث ۲۳ھ) ؛ الصواعق محرقہ ص ۳۶ (ص ۱۰۶) ؛ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۶۸ (ج ۱۳ ص ۱۹۷) ؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۲ (ص ۱۴۳)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۵۱ ؛ ج ۶ ص ۱۰۶ (ج ۲۰ ص ۳۵۹ نمبر ۲۴۲۶ ؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۶۹)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۰۷ (ج ۲۰ ص ۳۶۰ نمبر ۲۴۲۶ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۷۰۔۲۶۹)

ہوں۔(۱)

اسی طرح اکثر بزرگ اصحاب مدینہ اس کے مخالف تھے اور اس پر اعتراض و مذمت کرتے تھے کیونکہ اس کی بدعتوں کے گواہ تھے۔اپنی آنکھوں سے اس کے مظالم و جرائم، دشنام طرازیاں قید و جلاوطنی کو دیکھ رہے تھے۔گوکہ ابن عمر خواب دیکھتا ہے کہ معاویہ کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔اسی طرح عمر بن عبدالعزیز نے خواب دیکھا۔حالانکہ اصحاب رسولؐ نے اس کی بدعتوں اور مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے مخالفت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسولؐ نے اس پر لعنت کی اور اس کے خلاف لڑنے کا حکم دیا ہے۔

جب بھی معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کردو۔(۲) پتہ نہیں ابن عمر اس حدیث کی کیا تاویل کرے گا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔پوچھا گیا: ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا: پہلے کی بیعت پر باقی رہو۔(۳) یہ بھی فرمایا:

جب بھی دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کردو۔(۴) یا یہ کہ جب بھی اتحاد قوی ہو اور دوسرا آکر خلافت میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے تو اسے قتل کردو۔(۵) اور یہ روایت تو ابن عمر عاص کی ہے کہ جو شخص کسی امام کی بیعت دل سے کرلے تو اسے تا حد امکان پیروی کرنی چاہیے، اگر دوسرا آکر برسرپیکار ہو تو اس کی گردن ماردو۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۵ (ج۱۶ص۱۲)

۲۔کنوز الدقائق مناوی؛ص۱۰،" (ج۱،ص۱۹") الکامل فی ضعفاء الرجال؛ (ج۲،ص۱۴۶ نمبر۳۴۳)

۳۔صحیح مسلم؛ج۶،ص۱۷۔ (ج۴،ص۱۱۹ حدیث۴۴ کتاب الامارہ۔) سنن ابن ماجہ؛ج۲،ص۲۰۴ (جلد۲ص۹۵۸ حدیث۲۸۷۱) سنن بیہقی جلد۸ص۱۴۴ تفسیر الوصول جلد۲ص۳۵ جلد۲ص۴۲۔مسند احمد؛ج۲،ص۲۹۷۔ (ج۲،ص۵۷۶ حدیث ۷۹۰۰۔) المحلی؛ج۹،۳۶۰" (مسئلہ۱۷۷۱)

۴۔صحیح مسلم؛ج۶،ص۲۳۔ (ج۴،ص۱۴۴ حدیث۶۱ کتاب الامارہ)۔المستدرک علی الصحیحین؛ج۲،ص۱۵۶۔ (ج۲،ص۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵۔) سنن بیہقی؛ج۸،ص۱۴۴۔الفضل ابن حزم؛ج۴،ص۸۸۔المحلی؛ج۹،ص۳۶۰ تیسیر الوصول؛ج۲،ص۳۵ (ج۲،ص۴۲)

۵۔صحیح مسلم؛ج۶،ص۲۳۔ (ج۴،ص۱۲۷ حدیث۶۰ کتاب الامارہ۔) سنن بیہقی؛ج۸،ص۱۶۹۔تیسیر الوصول؛ج۲،ص۳۵۔ (ج۲،ص۴۲۔) المحلی؛ج۹،ص۳۶۰

عبدالرحمٰن بن عبدرب کا بیان ہے کہ یہ حدیث سن کر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہیں خدا کی قسم! سچ بتاؤ کیا تم نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے؟ دونوں کان پر ہاتھ رکھ کر دہاڑا کہ ان کانوں سے سنا ہے اور اس دل نے یاد رکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ معاویہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ دوسروں کا مال ناحق کھاؤ جب کہ حکم خدا اس کے خلاف ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہا کہ جب وہ حکم خدا کی موافقت کرے تو اس کی اطاعت کرو جب مخالفت کرے تو اس کا حکم نہ مانو۔ (۱)

نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دوسرے خلیفہ کو قتل کردو کیونکہ اس نے خلیفہ برحق اور امام کے خلاف بغاوت کی ہے پھر وہ معاویہ کی ناحق بغاوت اور اموال کی ضبطی وغیرہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (۲)

نووی ایک اور حدیث (آئندہ بہت زیادہ خلفاء ہوں گے) کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب بھی کسی خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے تو بیعت اول صحیح اور دوسری باطل ہے۔ دوسری بیعت سے وفاداری حرام ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بیعت دوم کرنے والے دانستہ بیعت کریں یا نادانستہ۔ ایک منطقہ میں ہو یا دوسرے منطقے میں۔ بہرحال اول کی بیعت صحیح ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قرعہ اندازی کی جائے گی۔ (۳)

علماء کا اتفاق ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ کی بیعت جائز نہیں (۴) خواہ ملک وسیع ہو یا نہیں، ہمارا بھی یہی نظریہ ہے۔ لیکن اگر ملک وسیع ہو تو دو کی بیعت کے لئے احتمال جواز ہے البتہ قطعی نہیں۔ مازری نے بعض متاخرین کے اسی نظریہ کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن اس میں معاشرے کی تباہی اور حکم رسولؐ کی مخالفت ہے۔

ان تمام احادیث اور فتاویٰ کی روشنی میں ابن عمر پر لازم تھا کہ جب مہاجرین وانصار اور اصحاب

۱۔ صحیح مسلم؛ ج ۶، ص ۱۸۔ (ج ۴، ص ۱۲۰ حدیث ۴۶۔) سنن بیہقی؛ ج ۸، ص ۱۶۹۔ سنن ابن ماجہ؛ ج ۲، ص ۴۶۷۔ (ج ۲، ص ۱۳۰۶ حدیث ۳۹۵۶۔) المحلی؛ ج ۹، ص ۳۶۰

۲۔ شرح مسلم نووی مطبوع برحاشیہ ارشاد الساری؛ ج ۸، ص ۴۳۔ (ج ۱۲، ص ۲۳۱ و ۲۳۴)

۳۔ شرح مسلم نووی؛ ج ۸، ص ۴۳ ۴۔ الارشاد؛ ص ۵۲۵۔ ص ۳۵۷

بدر نے اجتماعی طور سے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی تو آپ بھی بیعت کر لیتے۔

ابن حجر فتح الباری(۱) میں لکھتے ہیں کہ ۳۵ھ میں قتل عثمان کے بعد تمام مہاجرین وانصار نیز اصحاب کبائر نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی، صرف معاویہ اور شام والوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے بہت سے حادثے رونما ہوئے۔ ابن عمر پر لازم تھا کہ باغی معاویہ کے خلاف حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کرتے اگر وہ حکم خدا اور رسولؐ کے پابند ہوتے۔ بلکہ بقول عبداللہ بن ہاشم مرقال اگر وہ دین دار نہ بھی ہوتے عام انسان بھی ہوتے تو جگر خوارہ کے فرزند کے خلاف علیؑ کی طرف سے جنگ کرنی چاہئے تھی۔ (۲)

حضرت علیؑ کی بیعت کی تو دو نیک مردوں نے بھی مخالفت نہیں کی۔ صرف چند ہوا خواہان عثمان میں چھ سات نفر نے مخالفت کی، ان میں آٹھویں ابن عمر تھے۔ آخر صرف دس افراد کی بیعت سے خلافت ابوبکر کیسے منعقد ہو گئی؟ اس وقت تو اختلاف وتشتت کا بہانہ بنا کر ابن عمر جیسے لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی تھی۔ کاش ابن عمر نے اپنے باپ ہی کا مقولہ یاد رکھا ہوتا کہ جب تک ایک بھی بدری زندہ ہے تو خلافت اسی کا حق ہے پھر احد میں شریک صحابی کا پھر فلاں اور فلاں۔ طلیق بن طلیق لوگوں کا جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ان کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔ (۳)

حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ تمام متقدمین کا اجتماعی اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط میں یہی لکھا کہ تم فتح مکہ کے موقع پر آزاد کئے گئے ہو تم لائق خلافت نہیں ہو بلکہ تم شوری کی ممبری کے لائق بھی نہیں ہو۔ (۴)

۱۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۵۔ (ج ۷، ص ۷۲)

۲۔ کتاب الصفین: ص ۴۰۵ (۔ ص ۳۵۷)

۳۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن: ج ۳، ص ۲۴۸۔ (ج ۳، ص ۳۴۲۔) فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۷۶۔ (ج ۱۳، ص ۲۰۷) اسد الغابۃ: ج ۴، ص ۳۸۷۔ (ج ۵، ص ۲۱۲ نمبر ۴۹۷۷)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ: ص ۷۱، دوسرے ایڈیشن کا حوالہ ص: ۸۱، (ج ۱، ص ۸۵۔) العقد الفرید: ج ۲، ص ۲۳۳۔ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ: ص ۲۸۴۔ (ج ۴، ص ۱۳۶۔) نہج البلاغۃ: ج ۲، ص ۵۔ شرح ابن ابی الحدید: ج ۱، ص ۲۴۸۔ ج ۳، ص ۳۰۰۔ (ج ۳، ص ۷۶ خطبہ ۴۳۔ ج ۱۴، ص ۳۶ کتاب ۶)

ابن عباس نے بھی فرمایا کہ تم طلیق بن طلیق ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟ (۱) سغتہ بن عریض صحابی نے معاویہ سے مناظرہ میں فرمایا کہ تم طلیق ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری نے ابو ہریرہ، ابوداؤد کو حمص میں لتھاڑا تھا

مجھے تم لوگوں پر حیرت ہے آخر تم لوگ علیؑ کو شوریٰ پر مخالفت ڈالنے کا مشورہ کیسے دے رہے ہو۔ حالانکہ جانتے ہو کہ تمام مہاجرین وانصار اور اہل حجاز نے علیؑ کی بیعت کر لی تھی۔ جنھوں نے بیعت کی وہ بیعت نہ کرنے والوں سے افضل تھے اور شوریٰ میں معاویہ کی جگہ کہاں؟ وہ تو طلیق ابن طلیق ہونے کی وجہ سے لائق خلافت نہیں ہے۔ (۲)

صعصعہ نے بھی یہی بات کہی ہے کہ اے معاویہ! تمہاری حیثیت تو طلیق کی ہے، سزاوار خلافت کیسے ہو سکتے ہو؟ (۳) بنابریں معاویہ جیسے طلیق بن طلیق کی بیعت کرنا کہاں تک ابن عمر کے لئے جائز تھا دشمنی اہل بیتؑ کی بات دوسری ہے۔

بیعت یزید پر اجماع اور عمومی اتفاق

عبداللہ ابن عمر نے اتفاق عمومی اور اجماع کا بہانہ کر کے یزید کی بیعت بھی کی تھی۔ لیکن یہ اجماع کہاں ہوا؟ کب صلحائے امت اور دینداروں نے اس کی بیعت کی؟ اصحاب و تابعین تو اس کی شہوات و ہوس بازی کے دباؤ میں تھے۔ وہ شراب خوار اور فسق و فجور میں مشہور تھا چنانچہ بولس سلامہ شاعر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ" اے موذن! ذرا آہستہ اللہ اکبر کہنا۔ ابھی بادشاہ سلامت حسین کنیزوں سے اپنا بستر گرم کر رہے ہیں؛۔ دوسری طرف علماء نے امامت کے لئے عادل ہونے کی شرط قرار دی ہے۔

۱۔ الامامہ والسیاسۃ؛ ج۱، ص۸۵ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ؛ ص۹۷۔ (ج۱، ص۱۰۰۔) شرح ابن ابی الحدید؛ ج۲، ص۲۸۹۔ (ج۸، ص۶۶ خطبہ ۱۲۴)

۲۔ الاستیعاب؛ ج۲، ص۴۰۲۔ (ج۲، ص۸۵۰ نمبر ۱۴۴۹۔) اسد الغابۃ؛ ج۳، ص۳۱۸۔ (ج۳، ص۴۸۷ نمبر ۳۳۷۰)

۳۔ مروج الذہب؛ ج۱، ص۷۸۔ (ج۳، ص۵۲)

قرطبی (۱) لکھتے ہیں کہ:

شرط امامت وحکمرانی عادل ہونا ہے، فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی نہ بیعت صحیح ہے کیونکہ اجرائے احکام کے لئے نیز قیامت میں اپنا شفیع بنانے کے لئے، حقوق کی نگہداشت کے لئے بہر حال امام کا عادل ہونا ضرور ہے۔ معاویہ نے تو یزید کی بیعت کے لئے ہزاروں پاپ کیئے (۲) خیانت کی، دھونس ودھمکی دی اور ابن عمر اسے اجماع کا نام دیتے ہیں۔ وہ قتل امام حسنؑ اور دوسرے حوادث کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے۔

واقعہ کربلا جیسا لرزہ خیز واقعہ اسی ابن عمر جیسوں کی تائید سے پیش آیا، واقعہ حرہ جس میں ساڑھے سات سو سے زیادہ اصحاب قتل ہوئے اس کے ذمہ دار بھی یہی ابن الوقت ہیں۔

اصحاب نے اعلان کیا تھا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جو دیندار نہیں، شراب پیتا ہے، ساز وشباب میں ڈوبا رہتا ہے، کتوں سے کھیلتا ہے، اوباش اسے گھیرے رہتے ہیں، میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہم نے اس کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیا ہے (۳) مسور کو اسی گواہی پر تازیانے بھی کھانے پڑے (۴) ابن عمر نے ان اصحاب کے متفقہ فیصلے کے برخلاف امویوں کو جمع کر کے کہا کہ دیکھو تم اپنی بیعت نہ توڑنا ورنہ قیامت میں تمہیں بیعت شکنوں کے پرچم تلے جمع کیا جائے گا۔ ابن عمر کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ فاسق کی بیعت صحیح نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ فسق وفجور کے مظاہرے کے بعد خلع بیعت واجب ہو جاتی ہے، یزید جیسے فاسق کی بیعت تو بنیادی طور سے متحقق ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بیعت اصل میں خلیفہ کے ہاتھ پر ہوتی ہے لیکن وہ عہد و پیمان خدا اور رسولؐ سے باندھا جاتا ہے۔ اس بیعت کو آزادانہ ہونا چاہیے نہ کہ زور و دباؤ سے۔ دھونس ودھمکی اور تلوار کا بیعت سے رشتہ نہیں ہے۔ خود ابن عمر بھی ابتدا

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۸۷،

۲۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۴ ص ۳۱)

۳۔ تاریخ طبری۔ جلد ۷ ص ۴ (ج ۵ ص ۴۸۰ حوادث سن ۶۲ ہجری) انساب بلاذری ج ۴ ص ۳۱ (ج ۵ ص ۳۳۸ فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۹ ج ۱۳ ص ۷۰)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۸۰ (ج ۲۷ ص ۱۸ نمبر ۳۱۴۵ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۱۶۔

میں بیعت یزید کے منکر تھے۔(۱) لیکن ایک لاکھ کی تھیلی نے انکار رنگ بدل دیا۔ کہاں تو معاویہ سے کہا کہ یہ قیصریت اور ہرقلیت ہے اور کہاں یہ کہ اب اجماع کا گہار مچا رہے ہیں۔(۲)

اسی یزید نے چند جاہ طلبوں کی مدد سے عالم اسلام میں ظلم و تشدد کی ہوڑ یعنی رقابت، شرط.... مچا دی۔ حرمت مدینہ برباد ہوئی، کعبہ خراب ہوا اور اس کی حرمت ضائع ہوئی، ہزاروں صحابہ کٹتے رہے اور دھونس ولالچ کی بنیاد پر حکومت استوار ہوگئی۔ کیا یہی اجماع ہے؟ اس اجماع کی پیچ رکھنے کے لئے ابن عمر نے کچھ احادیث گڑھی ہیں فرماتے ہیں: ابوبکر کو صدیق کہتے ہو، صحیح ہے، عمر کو شدت پسند کہتے ہو صحیح ہے، عثمان مظلوم قتل ہوئے، معاویہ و یزید مقدس سرزمین کے دو بادشاہ ہیں۔ سفاح، سلام، منصور، جابر، مہدی، امین اور امیر العصب یہ سبھی قبیلہ کعب بن لوی کے بادشاہ ہیں اور یہ سبھی نیک اور بے مثل ہیں۔(۳)

ابن عمر نے اس قسم کے عقائد کا پرچار کر کے اسلام میں مجرمانہ کارروائیوں کا راستہ کھولا۔ چنانچہ صحابی و صحابی زادہ محمد بن ابی جہم نے جب یزید کی شراب خوری کی گواہی دی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

۱۔ الامامہ ج ۱ ص ۱۴۳ (ج ۱ ص ۱۵۰) تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ ج ۵ ص ۳۰۳) البدایہ والنہایہ۔

۲۔ الامامہ والسیاسہ ج ۱ ص ۱۴۳ (ج ۱ ص ۱۵۰)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹ ص ۳۷۶، ۳۷۷ نمبر ۴۶۱۹) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۶ ص ۲۵۹) سیر اعلام النبلاء (۴ ص ۳۸) تاریخ الخلفاء ص ۱۴۰ (۱۹۵) ۶۔ الاصابہ ج ۳ ص ۴۷۳

گفتار و کردار کے تماشے

ابن عمر کا خلافت و بیعت کے متعلق یہ طرز تفکر تھا۔ ظاہر ہے کہ تمام امور میں ان کی وقعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاریخی واقعات میں ان کی حماقت و نادانی کے بڑے منحوس نمونے نظر آتے ہیں۔ وہ امیر المومنینؑ سے شدید نفرت رکھتے تھے اور باغی امویوں سے انکا گہرا یارانہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکی اہمیت نہ تو علویوں کے نزدیک ہی رہ گئی نہ امویوں کے نزدیک۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص کو بھی رسولؐ کے بعد جماع کی نعمت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ (۱)

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ انتہائی شہوت پرست تھے۔ یہ ابن عمر کی حماقت ہی تو ہے کہ انھوں نے رسول خداؐ کو بھی اپنی طرح شہوت پرست بنا دیا۔ انھیں پتہ ہی نہ تھا کہ رسول خداؐ کی صلاحیتیں اور توانائیاں انتہائی متوازن اور متناسب تھیں، اسی وجہ سے رسول خداؐ نے اپنی انھیں تمام متمرکز اور متناسب توانائیوں اور صلاحیتوں پر فخر و مباحات فرمایا ہے۔ ابن عمر نے خود باپ سے اپنی حماقت کی سند لی ہے کہ جب شرکت جہاد کی اجازت مانگی تو مسترد کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں تم زنا کاری اور شہوت رانی میں پھنس جاؤ گے۔ (۲)

جس شخص کے متعلق محاذ جنگ پر شہوت رانی کا اندیشہ ہو اس کی وقعت دینی معاملوں میں کیا رہ جاتی ہے۔ ابن عمر کی جسارت دیکھئے کہ وہ خود کو رسول خداؐ سے تشبیہ دے رہا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے باپ کی

۱۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی: ص ۲۱۲۔ (ج ۲، ص ۴ اصل ۱۶۵)

۲۔ سیرہ عمر ابن خطاب: ص ۱۱۵، دوسرے ایڈیشن میں: ص ۱۳۸ ہے: (ص ۱۴۴)

شہوت رانی سے تشبیہ دیتا تو مناسب ہوتا۔ محمد بن سیرین نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ میرے اندر زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز باقی نہیں سوائے اس کے کہ میں یہ نہیں سوچتا کہ کس سے ازدواج کر رہا ہوں اور کون میری بیوی بنتی ہے۔(۱)

حضرت عمر کی اسی شہوت رانی نے انھیں گناہ میں مبتلا کیا۔ چنانچہ وہ اپنی کنیز سے ہم بستر ہونا چاہتے تھے۔ کنیز نے کہا مجھے ماہواری آرہی ہے۔ حضرت عمر نے بغیر توجہ کئے ہوئے اس کو باہوں میں سمیٹ لیا تو سمجھ میں آیا کہ سچ کہہ رہی تھی۔ خدمت رسولؐ میں آکر ماجرا بیان کیا تو رسولخداؐ نے فرمایا اے عمر! خدا تمہارے گناہ کو بخشے، نصف دینار صدقہ دے دو۔(۲)

شب رمضان میں بیوی سے ہمبستر ہو گئے اور خدمت رسولؐ میں آکر عرض کی: میں اپنی شہوت سے مجبور ہو گیا تھا اب چھٹکارا کیسے ہو؟ فرمایا: تمھیں ایسا نہ کرنا چاہیے، اس وقت آیت اتری: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾۔(۳)

طبقات بن سعد میں ہے کہ عاتکہ بنت زید کی شادی عبداللہ بن ابی بکر سے ہوئی تھی۔ مرتے وقت عبداللہ نے شرط منوالی تھی کہ میرے بعد کسی دوسرے سے شادی مت کرنا، وہ اپنے عہد پر باقی تھی۔ اکثر خواستگاری ٹھکرادی تھی۔ عمر کی خواستگاری بھی ٹھکرادی۔ عمر نے زبردستی عقد کر کے اس سے جماع کیا۔ وہ عورت نفرین کرتی ہوئی گھر سے چلی گئی اور پھر کچھ دن بعد غلام کو بھیج کر کہلوایا کہ آیئے میں آپ کے لئے آمادہ ہوں۔(۴)

۱۔ طبقات ابن سعد؛ ج ۳، ص ۲۰۸۔ (ج ۳، ص ۲۸۹۔) المصنف عبدالرزاق؛ (ج ۶، ص ۱۵۲ حدیث ۱۰۳۲۱۔) کنزل العمال؛ ج ۸، ص ۲۹۷۔ (ج ۱۶، ص ۵۳۴ حدیث ۴۵۷۸۷)

۲۔ المحلی ابن حزم؛ ج ۲، ص ۱۸۸ (مسئلہ ۲۶۳)۔ سنن بیہقی؛ ج ۱، ص ۳۱۶۔ کنزل العمال؛ ج ۸، ص ۳۰۵۔ (ج ۱۶، ص ۵۶۶ حدیث ۴۵۸۸۹)۔ سنن ابن ماجہ؛ (ج ۱، ص ۲۱۳ حدیث ۶۵۰)

۳۔ سورہ بقرہ/۱۸۳

۴۔ طبقات ابن سعد؛ (ج ۸، ص ۲۶۵۔) کنزل العمال؛ (ج ۷، ص ۱۰۰۔ ج ۱۳، ص ۶۳۳ حدیث ۳۷۶۰۴۔) مسند احمد؛ ج ۵، ص ۲۷۹۔ (ج ۵، ص ۲۷۰)

ربیع الابرار(۱) میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے زبردستی اس لئے جماع کیا کہ خداوند عالم ایسا فرزند عنایت فرمائے گا جو اس کی حمد وثناء کرے۔

ابن عمر کی ایک اور حماقت۔ایک شخص نے نذر کی میں صبح سے شام تک کوہ حرا پر برہنہ بیٹھوں گا۔ابن عمر سے مسئلہ پوچھا۔فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔اس شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ کیا تم نماز بھی برہنہ پڑھنے کی نذر کر سکتے ہو؟ تم پر شیطان مسلط ہوگیا ہے۔جاؤ ایک دن معتکف ہو جاؤ اور کفارہ دو۔اس نے واپس آ کر ابن عمر سے ابن عباس کی بات بتائی تو کہا کہ ابن عباس کا استنباط کہاں پیدا کیا جا سکتا ہے؟ (۲) ابن عمر کو یہ فقہی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا کہ بیہودہ نذر وفا نہیں کی جاتی۔یہ تو اپنی عورت کو طلاق دینے کا مسئلہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایام ماہواری میں طلاق نہیں دی جاتی۔اپنی عورت کو ماہواری کے ایام میں تین طلاق دے بیٹھے۔(۳) اس بات کا طعنہ باپ نے مسن ہو جانے کے بعد دیا۔کسی نے عمر سے پوچھا: آپ اپنے فرزند کو خلیفہ بنا دیجئے۔فرمایا: کیا میں اسے خلیفہ بنا دوں جو اپنی عورت کو طلاق دینا بھی نہیں جانتا۔(۴)

بات بیٹے کی کیا ہے خود باپ کو بھی طلاق زن کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔حضرت عمر نے رسول خداؐ سے پوچھا۔رسولؐ نے فرمایا: جا کر عورت سے رجوع کرو۔جب وہ پاک ہو جائے پھر جب ماہواری آئے اور پاک ہو تو چاہے طلاق دیدینا۔(۵) جب نادان باپ اپنے بیٹے کی نادانی پر ہنسے تو اس کی نادانی کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ربیع الابرار؛ (ج ۳،ص ۵۴۰)   ۲۔کتاب الاثار؛ص ۱۶۸

۳۔صحیح بخاری؛ ج ۸،ص ۷۶۔(ج ۵،ص ۲۰۱۱ حدیث ۴۹۵۳۔) صحیح مسلم؛ ج ۴،ص ۱۸۳ و ۱۷۹ (ج ۳ ص ۱۲۷۶،۱۲۷۱ حدیث ۱۴ وا کتاب الطلاق)۔مسند احمد؛ ج ۲،ص ۵۱ و ۶۱ و ۶۴ و ۷۴ و ۸۰ و ۱۲۸ و ۱۴۵۔(ج ۲،ص ۱۴۸ حدیث ۵۱۰۰۔ص ۱۶۷۔حدیث ۵۲۴۶۔ص ۱۷۳ حدیث ۵۲۹۹۔ص ۱۹۰ حدیث ۵۴۱۰ و ۵۴۱۱۔ص ۲۰۱ حدیث ۵۴۹۹ و ۵۵۰۰۔ص ۲۸۸ حدیث ۶۰۸۴۔ص ۳۱۵ حدیث ۶۲۳۹)

۴۔تاریخ طبری؛ ج ۵،ص ۳۴۔(ج ۴،ص ۲۲۸۔) تاریخ کامل؛ ج ۳،ص ۲۷۔(ج ۲،ص ۲۱۹ حوادث ۲۳ھ۔) الصواعق المحرقہ؛ ص ۶۲۔(ص ۱۰۴)۔فتح الباری؛ ج ۷،ص ۵۴۔(ج ۷،ص ۶۷)

۵۔صحیح مسلم؛ ج ۴،ص ۱۷۹۔(ج ۳،۱۲۷۱ حدیث ۱ کتاب الطلاق)

ابن عمر کی دینداری بھی خواہشوں کی پابند تھی ۔سفر میں نماز جماعت تمام اور اقامت گاہ پر قصر پڑھا کرتے تھے۔اسی بدعت کی تائید عثمان نے کی تھی پھر امویوں نے اس کی پیروی کی اس بات کو موطا (۱) امام مالک اور مسند احمد (۲) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ایک حماقت یہ بھی تھی کہ ابن عمر محرم عورتوں کی جوتیاں اتروا لیتے تھے۔جب صفیہ نے عائشہ کی حدیث بیان کی کہ رسول خداؐ عورتوں کو جوتیاں پہننے کو اجازت دیتے تھے تو باز آئے۔(۳)

زرکشی لکھتے ہیں کہ اجماع ہے کہ یہاں خطاب مردوں سے ہے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔(۴)

یہ بھی حماقت تھی کہ وہ اپنے کھیت کرائے پر دیدیتے تھے زمانہ رسولؐ، عہد شیخین اور عثمان و معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں۔جب رافع بن خدیج نے حدیث رسولؐ بیان تو باز آئے۔لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ رافع نے گمان ظاہر کیا کہ رسول خداؐ نے منع فرمایا ہے۔(۵)

اس کے ذیل میں حاشیہ صحیح مسلم (۶) پر یوں لکھا ہوا ہے کہ "معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں؛ حیرت ہے کہ معاویہ کی خلافت کا اقرار کیا جارہا ہے اور شیخین وعثمان کو حکومت سے تعبیر کیا جارہا ہے پھر چوتھے کو صاف اڑا دیا گیا جب کہ خلفاء راشدین علیؑ کے بعد ہی مکمل ہوتے ہیں۔مزہ یہ کہ خود معاویہ نے اپنے بادشاہ ہونے کا اقرار کیا ہے:(انا اوّل الملوک)۔

۱۔الموطا: ج۱،ص۱۲۶۔(ج۱،ص۱۴۹ حدیث۲۰)

۲۔مسند احمد: ج۲،ص۱۶۔(ج۲،ص۸۶ حدیث۴۶۳۸)

۳۔سنن ابوداؤد (ج۱،ص۲۸۹)۔(ج۲،ص۱۶۶ حدیث۱۸۳۱) کتاب الام (ج۲،ص۱۴۷) مسند احمد: ج۲،ص۲۹ (ج۲،ص۱۰۹ حدیث۴۸۲۱) سنن بیہقی: ج۵،ص۵۲

۴۔الاجابہ: ص۱۱۸۔(ص۱۰۶ حدیث۵)

۵۔صحیح بخاری: ج۴،ص۴۷۔(ج۲،ص۸۲۵ حدیث ۲۲۱۸)۔صحیح مسلم: ج۵،ص۲۱۔(ج۳،ص۳۶۴ حدیث ۱۰۹ کتاب البیوع)۔سنن نسائی: ج۷،ص۴۶و۴۷۔(ج۳،ص۱۰۲ حدیث ۴۶۴۰و۴۶۴۱)۔مسند احمد: ج۲،ص۶۔(ج۲،ص۶۷ حدیث ۴۴۹۰) سنن ابن ماجہ: ج۲،ص۸۷۔(ج۲،ص۸۲۰ حدیث ۲۴۵۳)۔سنن ابوداؤد: ج۲،ص۹۱۔(ج۳،ص۲۵۹ حدیث۳۳۹۴)۔سنن بیہقی: ج۶،ص۱۳۰

۶۔صحیح مسلم: ج۵،ص۲۲۔(ج۳،ص۳۶۴ حدیث۱۰۹ کتاب البیوع) چھاپ شدہ از طرف محمد علی صبیح اور ان کی اولاد

ابن عمر پر تعجب ہے کہ انھوں نے اسلامی راجدھانی اور مرکز دینی میں نشو ونما پائی اور بوڑھے ہوئے لیکن اس قدر جاہل اور بے اطلاع تھے کہ معاویہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں مسئلہ سے واقف ہوئے ،اس درمیان وہ حرام کی کمائی کھاتے رہے۔اس حرام خوری سے رافع بن خدیج نے روکا۔حالانکہ بٹائی پر کھیتی دینے کی حرمت درمیان صحابہ مشہور تھی۔حدیث جابر ہے کہ جو شخص بٹائی پر کھیتی دینا نہ چھوڑے وہ خدا اور رسول سے جنگ کرتا ہے۔اس کی روایت سعد،ابو ہریرہ،ابو سعید خدری اور زید بن ثابت نے کی ہے۔(۱)

ابن عمر کو ایسی مشہور بات کا پتہ نہ تھا،پھر بھی انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔وہ اعلم وافقہ خلیفہ کے دلارے تھے ،جن کے علمی آثار گزشتہ جلدوں میں پیش کئے گئے۔یہ بھی اسی قسم فقیہ نکلے۔کیا یہ فاحش غلو نہیں ہے اور معاشرے کو اندھیرے میں رکھنے کی سعی نہیں ہے؟

ایک یہ بھی حماقت تھی جسے دارقطنی نے لکھا ہے کہ عائشہ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ حالت وضو میں بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔فرمایا کہ رسول خداً روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے پھر وضو نہیں فرماتے تھے۔(۲)

اس کے علاوہ حماقتوں میں متعہ،میت پر گریہ،حائضہ کا طواف وداع.....اور حالت احرام میں خوشبو سونگھنے کے افادات لائق ذکر ہیں۔

چنانچہ فتح الباری (۳) میں ہے کہ جب مروان خلافت کا طلب گار ہوا تو اس سے کہا گیا کہ یہاں ابن عمر موجود ہیں ،اس نے کہا:ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیہ نہیں ھیں ، بلکہ وہ مجھ سے سن میں زیادہ ہیں اور صحابی رسولؐ ہیں۔جو شخص مروان سے بھی کم علم ہو اس کے علمی مفادات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ شاید اسی لئے ابراہیم نخعی اور شعبی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔(۴)

۱۔سنن نسائی؛ج ۳،ص ۵۲۔(ج ۳،ص ۱۰۴ حدیث ۴۶۵۰۔)سنن بیہقی؛ج ۶،ص ۱۳۳ و ۱۲۸

۲۔سنن دارقطنی؛(ج ۱،ص ۱۳۶ حدیث ۱۰)۔الاجابۃ؛ص ۱۱۸۔(ص ۱۰۷ حدیث ۶)

۳۔فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۹۔

۴۔صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸(ج ۲ ص ۵۵۸ حدیث ۱۴۶۴)تیسر الوصول ج ۱ ص ۲۶۷(ج ۱ ص ۳۱۵)

ابن عمر نہ تو محدث تھے نہ فقیہ۔ ان کی فقہ، حدیث دانی سے بدتر تھی اور حدیث دانی بھی سبحان اللہ تھی۔

چند نمونے دیکھئے:

ا۔ طبرانی (۱) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ مرگ ناگہانی مومنین پر عذاب ہے۔ فرمایا: خدا انھیں بخشے، رسولِ خداؐ کا تو ارشاد ہے کہ مرگ ناگہانی مومنین پر تخفیف اور کافروں پر عذاب ہے۔ (۲)

۲۔ بخاری (۳) میں روایت بن عمر ہے کہ رسولؐ خدا نے قلیب بدر پر مقتولوں سے خطاب فرمایا: کیا تم نے وعدہ خدا کو سچ پایا؟ پھر کہا کہ یہ اس وقت میری بات سن رہے ہیں۔ عائشہ سے یہ بات دہرائی گئی تو کہا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ میری بات اس وقت سمجھ رہے ہیں کہ میں حق کہہ رہا ہوں۔

مسند احمد (۴) میں اس آیت کا اضافہ ہے: ''انک لاتسمع الموتیٰ وماانت بمسمع من فی القبور۔

۳۔ حکیم ترمذی (۵) نے نوادر میں ابن عمر کی روایت لکھی ہے کہ عرش مرگ سعد سے لرز اٹھا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ لوگ اس سے سمجھے کہ عرش ایک تخت ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت حدیث عمر میں احمقانہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے جس کی روایت دس سے زیادہ اصحاب رسولؐ نے کی ہے۔ (۶)

۱۔ المعجم الاوسط (ج ۴ ص ۱۰۴ حدیث ۳۱۵۳) ۷۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۲۰۹ (ج ۸، ص ۲۶۰)

۲۔ الاجابۃ ص ۱۱۹ (۱۰۸ حدیث ۸)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۴ ص ۱۴۶۲ حدیث ۳۷۶۰) ۴۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱ (ج ۲ ص ۱۱۳ حدیث ۴۸۴۹)

۵۔ نوادر الاصول (۳ ص ۱۵۳ اصل ۹) ۶۔ فتح الباری ج ۷ ص ۹۸ (۷ ص ۱۲۴)

۴۔شاہ صاحب کی کتاب انصاف میں ابن عمر کی روایت ہے کہ میت پر اس کے اہل کے گریہ سے عذاب ہوتا ہے۔عائشہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ حدیث یوں ہے کہ رسول خداؐ ایک یہودیہ کی میت سے گذرے جس پر لوگ رو رہے تھے۔فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں اور وہ عذاب قبر میں مبتلا ہے۔ابن عمر نے اس عذاب کو گریہ کی وجہ سے سمجھ لیا جب کہ حکم عام ہے تمام میت کے لئے۔مسند احمد (۱) میں بھی یہ حدیث تردید عائشہ کے ساتھ موجود ہے۔

۵۔بخاری (۲) نے کتاب الاذان میں لکھا ہے کہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ بلال رات میں دیتے ہیں لہذا تم کھاؤ پیو، جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیدیں۔۔جب یہ حدیث عائشہ سے بیان ہوئی تو کہا غلط ہے۔صحیح یہ ہے کہ ابن ام مکتوم اندھے ہیں لہذا وہ رات میں بھی اذان دے دیتے ہیں لہذا تم کھاتے پیتے رہو جب بلال کی اذان سنو تو کھانا پینا ترک کرو۔(۳)

۶۔مسند احمد (۴) میں ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہے اور اپنے ہاتھ دوبارہ ملائے تیسری بار انگلی ٹیڑھی کی۔عائشہ نے تردید میں کہا کہ ابن عمر کو اشتباہ ہوا ہے۔درحقیقت رسولؐ خدا نے ایک مہینے تک عورتوں سے دوری اختیار کی پھر ۲۹ دن میں رجوع کیا، تو لوگوں نے پوچھا: آپ ۲۹ دن میں واپس آئے، فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہوتا ہے۔

ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ عائشہ نے تردید میں کہا کہ آپ نے فرمایا: مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ابن عمر غلطی سے تمام مہینوں کو ۲۹ دن کا سمجھتے تھے۔(۵)

۷۔صحیحین (۶) میں ہے کہ ابن عمر سے کہا گیا کہ ابو ہریرہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص تشیع

۱۔مسند احمد ج۶ ص۲۸۱ (ج۷ ص۳۹۸ حدیث ۲۵۸۷۱)

۲۔صحیح بخاری کتاب الاذان ج۲ ص۶ (ج۱ ص۲۲۳ حدیث ۵۹۲)

۳۔سنن بیہقی ج۱ ص۳۸۲ فتح الباری ج۲ ص۸۱ (ج۲ ص۱۰۲)

۴۔مسند احمد ج۲ ص۲۱ (ج۲ ص۱۱۳ حدیث ۴۸۵۱ ص۱۵۷ حدیث ۵۱۴۰)

۵۔الاجابہ زرکشی ص۱۲۰ (ص۱۰۹ حدیث ۹) مسند احمد ج۲ ص۱۳ (ج۲ ص۸۰ حدیث ۴۵۹۷)

۶۔صحیح بخاری ج۲ ص۲۳۹ (ج۱ ص۴۴۵ حدیث ۱۲۶۰) صحیح مسلم ج۳ ص۵۲،۵۳ (ج۲ ص۳۴۵ حدیث ۵۶ کتاب الجنائز)

جنازہ کرے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ کہا کہ ابو ہریرہ بکواس کرتے ہیں جب عائشہ نے تصدیق کی تو حسرت سے کہا کہ تب تو ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

نظریہ ابن عمر قتال و صلوۃ کے بارے میں

طبقات (۱) ابن سعد میں قول ابن عمر نقل ہے کہ میں فتنے کے زمانے میں ہر زبردست کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیتا۔ ابن حجر (۲) کہتے ہیں کہ ابن عمر فتنے کے زمانے میں جنگ نہیں کرتے تھے چاہے ایک گروہ کا حق اور دوسرے کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جائے، فتنے کے زمانے میں جو بھی امیر بن جاتا اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور زکوۃ مال بھی اسے دیدیتے۔ (۳)

یہاں ابن عمر کی احمقانہ و شرمناک حرکت کا عذر لنگ تو ملاحظہ فرمایئے: وہ جمل و صفین کے قتال کو فتنہ کا زمانہ کہتے ہیں اور خلیفہ برحق امیر المومنینؑ ساتھ نہ دینے کا بہانہ تراشتے ہیں حالانکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ وہ فتنہ کہکے سادہ لوحوں کو تو سمجھا سکتے ہیں اور اپنا دامن جھاڑ سکتے ہین لیکن سمجھدار کو نہیں۔ بزرگ صحابی حذیفہ یمانی فرماتے ہیں کہ فتنہ میں اگر تم دین کو پہچان لو تو تمہارے لئے ضرر رساں نہیں۔ فتنہ اسی وقت فتنہ ہے جب تم پر حق و باطل مشتبہ ہو جائے۔ (۴) ابن عمر تو دین فہمی سے قطعی دور تھے یا نعمت خدا کے منکر؟ کیا ابن عمر نے باغی گروہ سے قتال کی آیت کہ تجاوز کار کے خلاف جنگ کرو؛ نہیں پڑھی تھی۔ جب ایک عراقی نے انہیں مطلب سمجھایا تو بھڑک اٹھے۔ نکل جا یہاں سے!!! کیا ابن عمر کو فئہ باغیہ کی پہچان نہیں تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو پہلے ہی اس کی خبر دے کر لوگوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ (۵)

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۴، ص ۱۱۰۔ (ج ۴، ص ۱۴۹) ۲۔ فتح الباری: ج ۱۳ ص ۳۹۔ (ج ۱۳، ۴۷)

۳۔ البدایہ والنہایہ: ج ۹، ص ۵۔ (ج ۹، ص ۸ حوادث ۷۴ھ) ۴۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۴۰۔ (ج ۱۳، ص ۴۹)

۵۔ صحیح ترمذی: ج ۹، ص ۴۹۔ (ج ۳، ص ۲۲۳ حدیث ۲۱۹۷)۔ المستدرک علی الصحیحین: (ج ۴، ص ۴۳۸ و ۴۴۰۔ ج ۴، ص ۴۸۵ حدیث ۸۳۵۴ ص ۴۸۷ حدیث ۸۳۱۰)۔ کنزل العمال: ج ۶، ص ۳۱ و ۴۷۔ (ج ۱، ص ۱۵۲ حدیث ۳۰۹۹۷۔ ص ۱۵۷ حدیث ۳۱۰۱۹)

کسی کے لئے بھی بہانہ کا موقع نہیں چھوڑا تھا۔ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ (۱)

کیا ابن عمر نے رسول خداؐ کا انتباہ عائشہ سے نہیں سنا تھا کہ تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ حواب کے کتے تجھ پر بھونک رہے ہیں، تو علیؑ سے جنگ کے لئے ظالمانہ نکلی ہے۔ ایک زوجہ سے کہا: دیکھنا خبردار! تو نہ ہونا۔ زبیر سے کہا: تم علیؑ سے جنگ کروگے حالانکہ تم ظالم ہوگے۔ حضرت علیؑ سے کئی بار فرمایا: یا علیؑ! تم جلد ہی باغی گروہ سے جنگ کروگے اور تم حق پر ہوگے، جو اس وقت تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ تم میرے بعد ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کروگے۔

تم عرب کے بہادر ہو اور ناکثین، قاسطین اور مارقین کے قاتل۔ یہی بات ام سلمہ سے فرمائی۔ (۲)

حضرت علیؑ سے اس کا عہد لیا، صحابہ سے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں تنزیل کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ ابوبکر و عمر نے کہا: وہ میں ہوں یا رسولؐ اللہ؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جو میری جوتیاں ٹانک رہا ہے۔ اور آپ نے علیؑ کو اپنی جوتیاں ٹانکنے کے لئے دی تھیں۔ (۳)

عمار سے فرمایا: تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور معاویہ کی فوج نے آپ کو قتل کیا۔ (۴)

ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری اور عمار کا قول ہے: رسولؐ خدا نے ہمیں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ کس کے ساتھ ہوکر جنگ کریں؟ فرمایا:

۱۔ کتاب الصفین: ص ۵۴۲ (۔ص ۴۷۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۴۱۔ (ج ۱، ۳۶۹)۔ البدایۃ والنہایۃ: (ج ۷، ص ۳۰۶۔ ج ۷، ص ۳۳۹ حوادث ۳۷ھ)۔ کنز العمال: ج ۶، ص ۸۸۔ (ج ۱۱، ص ۳۵۲ حدیث ۳۱۷۲۰)۔ تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۱۸۷ (نمبر ۷۱۶۵)۔ کفایۃ الطالب: (ص ۷۰۔ ص ۱۶۹ باب ۳۷)۔ استیعاب: ج ۳، ص ۵۳" (القسم الثالث: ص ۱۱۱۷ نمبر ۱۸۵۵)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین: (ج ۳، ص ۱۳۲ حدیث ۴۶۲۱)۔ مجمع الزوائد: ج ۹، ص ۱۳۳۔ (۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۸۷ (۳ ص ۴۳۶ حدیث ۵۶۵۹)

۴۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۴۳۶ ح / ۵۶۵۹)

علیؑ کے ساتھ۔(۱) کیا یہ واضح احادیث اور گواہیاں ابن عمر سے پوشیدہ تھیں؟ اس کے علاوہ کیا ابن عمر سے رسول اکرم کا یہ بلند آہنگ بھی پوشیدہ تھا کہ "علی مع الحق والحق مع علی ولن یفترقا حتی یرداعلی الحوض"۔

یا یہ ارشاد: "علی مع الحق والحق معه علی لسانه والحق یدور حیثما دار علی"۔

یا حضرت علیؑ سے فرمایا: "ان الحق معک والحق علی لسانک وفی قلبک وبین عینیک والایمان مخالط لحمک ودمک کماخالط لحمی ودمی"۔

علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: "الحق مع ذا، الحق مع ذا، یزول معه حیثما زال"۔

یا فرمایا: "علی مع القرآن والقرآن مع علی لایفترقان حتی یرداعلی الحوض"۔

حضرت علیؑ سے فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون اور حق تمہارے ساتھ ہے۔

یا لوگوں سے فرمایا: میرے بعد جلد ہی فتنہ اٹھے گا، اس وقت تم لوگ علیؑ سے وابستہ رہنا کیونکہ وہ سب سے پہلے مجھ سے حشر میں مصافحہ کریں گے۔ وہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں۔ حق و باطل میں فرق کرنے والے۔ وہ مومنین کے یعسوب ہیں اور مال منافقوں کا یعسوب ہے۔(۲)

حضرت علیؑ کے اہل وعیال کے لئے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔ جو تم سے صلح کرے میں اس سے صلح کرنے والا ہوں۔ ایک خیمہ میں اہل بیتؑ کی طرف اشارہ کر کے یہی بات فرمائی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۴۱۔ (ج ۱، ص ۳۶۹)۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۷، ص ۳۰۵ و ۳۰۶۔ ج ۷، ص ۳۳۹۔ کتاب الطالب: ص ۴۷۔ (ص ۱۷۳ باب ۳۸)۔ مسند ابی یعلی: (ج ۳، ص ۱۹۴ حدیث ۱۶۲۳)۔ مجمع الزوائد: ج ۷، ص ۲۳۸

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ: ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۱، ص ۷۳)۔ ربیع الابرار: (ج ۱، ص ۸۲۸)۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۲۴۔ (ج ۳، ص ۱۳۴ حدیث ۴۶۲۸)۔ الصواعق المحرقۃ: ص ۷۴ و ۷۵۔ (ص ۱۲۴ و ۱۲۶)۔ استیعاب: ج ۲، ص ۶۵۷۔ (القسم الرابع: ص ۱۷۴۴ نمبر ۳۱۵۷)۔ الاصابۃ: ج ۴، ص ۱۷۱ (نمبر ۹۹۴)

علیؑ کے ہاتھوں میں انگلیاں جما کے فرمایا: **هذا امير البررة، قاتل الفجرة، منصور من نصره، مخذول من خذله۔ (۱)**

اور حجۃ الوداع میں لاکھوں کے مجمع میں فرمایا: **"من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه، وانصر من نصره واخذل من خذله، واحب من احبه وابغض من البغضه وادر الحق معه حيث دار"۔**

ان کے علاوہ بے شمار اعلانات رسولؐ ہیں جو ابن عمر نے فراموش کر دیئے اور ہیکڑی میں حق پوشی کی۔ (۲) یا پھر نص کے مقابلہ میں لچر اجتہاد کیا۔ یہ شخص اس دن سخت نادم ہوگا جب ندامت کوئی فائدہ نہ پہونچائے گی۔ وہ فرمائیں گے: کاش میں نے فئہ باغیہ سے علیؑ کی معیت میں جنگ کی ہوتی۔ (۳)

میری زندگی کی سب سے بڑی محرومی یہی رہی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں یہی بات کہی۔ یہی بات ایک عراق سے کہی جسے سنن بیہقی (۴) میں بطریق حمزہ بن عبداللہ نقل کیا گیا ہے۔

ابن عمر کی نماز

ہر زبردست کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات بھی سخت جہالت و نادانی ہے اور شیطان کا غلبہ۔ کیونکہ وہ خیر البریہ حضرت علیؑ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، جسے قرآن نے طہارت و ولایت کا تمغہ عطا فرمایا۔ اور حجاج جیسے سفاک و بدکردار کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ سلمہ بن کھیل اور ذر مرھبی کے

۱۔ تاریخ بغداد؛ ج ۲، ص ۳۷۷ (نمبر ۸۸۷)۔ ج ۴، ص ۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵)۔ المستدرک علی الصحیحین؛ ج ۳، ص ۱۲۹۔ (ج ۳، ص ۱۴۰ احدیث ۴۶۴۴)۔ احکام القرآن جصاص؛ ج ۴، ص ۵۶۰

۲۔ مسند احمد؛ ج ۲، ص ۷۰ و ۹۴۔ (ج ۲، ص ۱۸۲ احدیث ۵۳۵۸۔ ص ۲۲۵ حدیث ۵۶۵۷)۔ سنن بیہقی؛ ج ۸، ص ۱۹۲

۳۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن؛ ج ۴، ص ۱۳۶ و ۱۳۷۔ (ج ۴، ص ۱۸۷)۔ استیعاب؛ ج ۱، ص ۳۶۹ و ۳۷۰۔ (القسم الثالث؛ ص ۹۵۳ نمبر ۱۶۱۲)۔ اسد الغابۃ؛ (ج ۳، ص ۲۲۹۔ ج ۳، ص ۳۴۲ نمبر ۳۰۸۰)۔ ریاض النضرۃ؛ ج ۲، ص ۲۲۲۔ (ج ۳، ۲۰۱)

۴۔ سنن بیہقی؛ ج ۸، ص ۱۷۲

درمیان مناظرہ ہوا۔ سلمہ کہتے تھے کہ حجاج کافر ہے اور ذر کہتا تھا کہ مومن ہے۔ سلمہ کی دلیل تھی کہ اعمش کہتے ہیں کہ واللہ میں نے حجاج کو کہتے سنا ہے کہ حیرت ہے مجھے عبد ھذیل (ابن مسعود) پر کہ جو کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ قرآن تو بس عربی آہنگ ہے اور خدا کی قسم اگر ابن مسعو کو پا جاتا تو اس کی گردن مار دیتا یا اس کے حلق سے قرآن کھرچ لیتا۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے حجاج کا خطبہ نقل کیا ہے: جہاں تک ہو سکے تقویٰ اختیار کرو لیکن اس میں ثواب نہیں۔ البتہ امیر المومنین عبد الملک کی اطاعت کرو کہ اس میں ثواب ہے۔ خود ابن عمرؓ سے حدیث نقل ہے کہ وہ کذاب اور رہا ہکار ہے بنی ثقیف کا۔ (۳) حجاج نے زائرین مدینہ کے لئے کہا کہ ان پر افسوس ہے کہ یہ بوسیدہ ہڈی کا طواف کرنے جاتے ہیں، امیر المومنین کے قصر کا طواف نہیں کرتے۔ کیا یہ جانتے نہیں کہ خلیفہ خدا رسولؐ سے افضل ہے۔ (۴)

دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا کہ حجاج مومن ہے اور حجاج کافر ہے۔ معاملہ شعبی کے پاس گیا تو کہا کہ وہ بت و طاغوت کا مومن تھا اور خدائے عظیم کا کافر تھا۔ (۵) واصل اسے شیخ کافر، قاسم اس کو اسلام کا بھگوڑا، عاصم حرمت کازیاں کرنیوالا بتاتے تھے۔ طاؤس کو حیرت تھی کہ اہل عراق حجاج کو مومن سمجھتے ہیں اکثر نے اسے کافر کہا ہے۔ (۶) پھر یہ کہ ترمذی کے مطابق حجاج کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (۷)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۵۵۶۔ (ج ۳، ص ۶۴۱ حدیث ۶۳۵۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۶۹۔ (ج ۱۲، ص ۱۶۰ و ۱۵۹ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۱۵)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۶۹۔ (ج ۱۲، ص ۱۵۹ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۱۴)

۳۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۶۴۔ ج ۱۳، ۲۹۴۔ (ج ۴، ص ۴۳۲ حدیث ۲۲۲۰ حدیث ۳۹۴۴)۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۹۱ و ۹۲۔ (ج ۲، ص ۲۱۸ حدیث ۵۶۱۲۔ ص ۲۲۱ حدیث ۵۶۳۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۵۰۔ (ج ۱۲، ص ۱۲۲ و ۱۲۱ نمبر ۱۲۱۷)

۴۔ نصائح کافیہ ابن عقیل: ص ۱۸۔ (ص ۱۰۶)

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۱۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۸ و ۱۸۷ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۲۸)

۶۔ الاتحاف بحب الاشراف: ص ۲۲۔ (ص ۶۷)

۷۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۶۴۔ (ج ۴، ص ۴۳۳ حدیث ۲۲۲۰)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۰۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۳ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ۲۲۶)۔ تیسیر الوصول: ج ۴، ص ۳۶۔ (ج ۴، ص ۴۱)

اسی ہزار قیدی جس میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔(۱)

کیا ایسا سفاک و خونخوار نماز کی امامت کے قابل تھا؟ کاش! ہمیں معلوم ہوسکتا کہ کسی شریعت میں زور و زبردستی کو حق کی علامت بتایا گیا ہے؟ آخر ابن عمر نے اس کی بیعت کیسے کی؟ ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور خوارج کے سرغنہ نجدہ کے پیچھے۔ ابن حزم کے مطابق ایک بدکارترین اور دوسرا خارجی تھا۔(۲)

کیا قرآن و حدیث میں اس بات کی نشاندھی نہیں ہے کہ جماعت کی نماز ایسے کے پیچھے پڑھو جو قرآن و سنت کا واقف کار اور نیک ہو(۳) اگر غلبہ ہی ابن عمر کے یہاں معیار تھا تو جمل و نہراون کے بعد حضرت علیؑ کو غلبہ حاصل ہوگیا تھا ان کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی؟

بھلا خارجی کا ماموم بنکے کیا ثواب کمایا؟ جبکہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خوارج دین سے نکل بھاگیں گے۔(۴)

اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں۔(۵)

امیر المومنینؑ کا ہاتھ رسول کا ہاتھ تھا۔ ابن عمر نے آپ کی بیعت نہ کرکے برکت گنوائی، حجاج جیسے تباہکار، کذاب کے پیچھے نماز پڑھی اور نفس رسولؐ کی اقتدا چھوڑ دی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج۴، ص۸۰، (ج۱۲، ص۱۸۵ نمبر ۱۲۱۷)۔ المستطرف: ج۱، ص۶۶۔ (ج۱، ص۵۳)

۲۔ طبقات ابن سعد: ج۴، ص۱۱۰۔ (ج۴، ص۱۴۹۔) المحلی: ج۴، ص۲۱۳

۳۔ صحیح مسلم: ج۲، ص۱۳۳۔ ج۲، ص۱۱۹ حدیث ۲۹۰ کتاب المساجد۔ سنن ترمذی: ج۶، ص۳۴۔ (ج۱، ص۴۵۹ حدیث ۲۳۵)۔ سنن ابوداؤد: ج۱، ص۹۶۔ (ج۱، ص۱۵۹ حدیث ۵۸۲ و ۵۸۴)

۴۔ صحیح بخاری: ص۱۳۲۱، حدیث ۳۳۱۵۔ (ج۶، ص۲۷۴۸ حدیث ۷۱۲۳)۔ صحیح مسلم: (ج۲، ص۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۳ حدیث ۱۴۹ و ۱۵۴ و ۱۵۶ کتاب الزکاۃ)۔ سنن ترمذی: ج۹، ص۳۷۔ (ج۴، ص۴۱۷ حدیث ۲۱۸۸)۔ سنن ابن ماجہ: (ج۱، ص۵۹ حدیث ۱۶۸) سنن بیہقی: ج۸، ص۱۷۰۔ المستدرک علی الصحیحین: ج۲، ص۱۴۶۔ (ج۲، ص۱۶۰ حدیث ۲۶۴۷)

۵۔ الجامع الصغیر: (ج۱، ص۶۳۸ حدیث ۴۱۴۸)

ابن عمر کا ایک دوسرا عذر

حلیہ(۱) ابونعیم میں ہے کہ ایک شخص نے بن عمر سے پوچھا: آپ صحابی رسولؐ ہیں، اس جنگ میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ جواب دیا: اس لئے کہ خدا نے مسلمانوں کا خون بہانے سے منع کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿قاتلوهم حتى لاتكون فتنه ويكون الدين لله﴾ "ہم نے جہاد کر کے دین خدا کو رائج کر دیا اب تم چاہتے ہو کہ غیر خدا کے لئے جنگ کریں۔ یہی روایت اس دوسرے طریق سے بھی ہے"۔(۲)

ماریئے گوئی ابن عمر کو جو بزعم خود افقہ صحابہ بنا ہوا ہے مہاجرین وانصار کے مقابلے میں، کیوں انھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر معاویہ وعائشہ سے جنگ نہیں کی؟ جس کا رسول خداؐ نے انھیں حکم دیا تھا۔ یہ ابن عمر کا عذر باپ کے عذر کی طرح ہے کہ رسول خداؐ نے عمر کو ذوالثدیہ کے قتل کا حکم دیا لیکن انھوں لے لچر بہانہ پیش کر کے قتل نہیں کیا(۳) پھر یہ کہ کیا امیرالمومنینؑ کی طرف سے جنگ کرنا غیر اللہ کا کام تھا؟ وہ تو باغی گروہ سے جنگ کر رہے تھے۔

اس سے زیادہ حیرت ناک عذر ابن عمر کا یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں ہماری جنگ ایسی ہی ہے جیسے کوئی اجالے میں راستہ چل رہا ہو اور اچانک گھٹاٹوپ اندھیرا چھا جائے اور آدمی بھٹک جائے۔ مجھے قطعی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے ساتھ ہو کر جنگ کروں۔(۴) کیا علیؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے میں گھٹاٹوپ اندھیر چھا رہا تھا؟ کیا سبھی مہاجرین وانصار اندھیروں میں بھٹک رہے تھے؟ کیا ابن عمر کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شام کا اندھیرا یا عثمان کا اندھیرا گھٹن سے بھرپور تھا؟ معاویہ نے تو دھونس، دھمکی سے بیعت کی دوکان چمکائی، یزید کی بیعت لی۔ علیؑ کا عہد خلافت تو اجالوں سے بھرپور تھا۔ خود رسول خداؐ نے

۱۔ حلیۃ الاولیاء؛ ج۱، ص۲۹۲

۲۔ حلیۃ الاولیاء؛ ج۱، ص۲۹۴

۳۔ مسند؛ ج۳، ص۱۵۔ (ج۳، ص۳۹۰ حدیث ۱۰۷۴۳)۔ البدایۃ والنہایۃ؛ ج۷، ص۲۹۸۔ (ج۷، ص۳۳۰ حوادث ۳۷ھ)

۴۔ حلیۃ الاولیاء؛ ج۱، ص۳۰۹

فرمایا تھا کہ اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہادی و مہدی پاؤ گے۔ معاویہ کی گمراہی کے متعلق تو ہاشم مرقال، یزید بن قیس ارحبی، عمار یاسر، عبداللہ بن بدیل، شبث بن ربعی، وردان، محمد مسلمہ، نصر اور خود امیر المومنینؑ کے واضح ارشادات ہیں کہ وہ راہ خدا سے بھٹکا ہوا ہے تھا۔ خود معاویہ اپنے کو دنیا کا فرزند کہتا تھا۔

ابن عمر اپنے باپ کی بدعتیں زندہ کرتے ہیں

اس سلسلے میں دو چار نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ مجمع ہیثمی (۱) میں ہے کہ جب ابن عمر سے متعہ کے متلق پوچھا گیا تو کہا کہ حرام ہے۔ کہا گیا کہ ابن عباس اجازت دیتے ہیں تو جواب دیا کہ خدا کی قسم! ابن عباس جانتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے خیبر کے موقع پر منع کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں جواب دیا کہ اگر عمر ابن خطاب کسی کو متعہ کرتے دیکھتے تو سنگسار کرتے۔ (۲)

ایک شخص نے حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا۔ سائل تو حکم خدا پوچھ رہا ہے اور یہ اپنے باپ کی بدعت ٹھونک رہا ہے۔ خود اس کے باپ نے گواہی دی ہے کہ دو متعہ عہد رسولؐ میں رائج تھے۔ اور میں اسے حرام کرتا ہوں۔ (۳) اس شخص نے جھوٹی قسم کھائی اور ابن عباس جیسے عظیم صحابہ اور حضرت علیؑ کو جھٹلایا۔ خیبر میں نہی متعہ کی تردید حفاظ و محدثین نے کر دی ہے۔ (۴)

۱۔ مجمع الزوائد: ج۴، ص۲۶۵ ۲۔ سنن بیہقی: ج۷، ص۲۰۶

۳۔ البیان والتبیین جاحظ: ج۲، ص۲۲۳ (ج۲، ص۱۹۳) احکام القرآن جصاص: ج۱، ص۳۴۲ و۳۴۵ ج۲، ص۱۸۴ (ج۱، ص۲۹۰ و۲۹۳ ج۲، ص۱۵۲)؛ تفسیر قرطبی: ج۲، ص۳۷۰ (ج۲، ص۲۶۱) کتاب المبسوط سرخسی: (ج۴، ۲۷) زاد المعاد ابن قیم: ج۱، ص۴۴۴ (ج۲، ص۱۸۴) تفسیر کبیر رازی: ج۲، ص۱۶۷؛ ج۳، ص۲۰۱ و۲۰۲ (ج۵، ص۱۵۳۔ ج۱۰، ص۵۲ و۵۳)؛ کنز العمال: ج۸، ص۲۹۳ (ج۱۶، ۵۱۹ حدیث ۴۵۷۱۵؛ ص۵۲۱ حدیث ۴۵۷۲۲)؛ درمنثور: ج۲، ص۱۴۰ (ج۲، ص۴۸۷)

۴۔ الروض الانف: ج۲، ص۲۳۸ (ج۶، ص۵۵۷)؛ شرح المواہب زرقانی: ج۲، ص۲۳۹۔ شرح الموطا: ج۳، ص۲۴ (ج۳، ص۱۵۲ حدیث ۱۱۷۸)؛ سنن بیہقی ج۷، ص۲۰۱؛ زاد المعاد: ج۱، ص۴۴۳ (ج۲، ص۱۸۳)

۲۔ میت پر گریہ کرنے سے اس شخص کے باپ نے روکا جب کہ رسولؐ خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس شخص نے ایک روایت پیش کی جس کی تردید عائشہ نے کر دی۔ (۱)

۳۔ اس شخص نے باپ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے حدیث رسولؐ بیان کرنے سے روکا۔ (۲)

۴۔ حائض کے طواف وداع میں اپنے باپ کی تقلید کی اور لوگوں نے اس کی تردید کی۔ (۳)

۵۔ لوگوں کو غیر واقع امور کے متعلق سوال کرنے سے روکا یہ بھی باپ کی تقلید تھی۔ (۴)

۶۔ باپ کی طرح حالت احرام میں خوشبو کے استعمال سے روکا۔ عائشہ نے تردید کی۔ (۵)

۷۔ بخاری و مسلم (۶) میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں آئے دیکھا کہ ابن عمر حجرہ عائشہ میں بیٹھے ہیں اور لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان سے لوگوں کے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ بدعت ہے۔ عروہ نے پوچھا: رسول خداؐ نے کتنی بار عمرہ ادا کیا؟ جواب دیا: چار بار، ایک اس میں ماہ رجب میں کیا۔ میں اس کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ کو حجرہ سے آواز دی: ام المومنین: آپ ابن عمر کی بات سن رہی ہیں؟ فرمایا: خدا ابن عمر کو بخشے، رسولؐ خدا جب بھی عمرہ کے لئے

۱۔ صحیح بخاری ابواب الجنائز: (ج۱، ص۴۳۲ و ۴۳۳ و حدیث ۱۲۲۶ و ۱۲۲۷)۔ صحیح مسلم ج۱، ص۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ (ج ۲، ص۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ حدیث ۲۳ و ۲۵ و ۲۷)؛ سنن نسائی ج۴، ص۱۷ و ۱۸ (ج۱، ص۶۰۹ حدیث ۱۹۸۳ و ۱۹۸۵)؛ سنن ابوداؤد؛ ج۲، ص۵۹ (ج۳، ۱۹۴ حدیث ۳۱۲۹) مسند احمد؛ ج۱، ص۴۱ و ۴۲ (ج۱، ص۶۸ حدیث ۲۹۰)؛ سنن بیہقی؛ ج۴، ص۷۳

۲۔ سنن داری ج۱ص۸۴؛ سنن ابن ماجہ ج۱، ص۱۵ (ج۱، ص۱۱ حدیث ۲۶) مسند احمد ج۲، ص۱۵۷ (ج۱، ص۳۳۵ حدیث ۶۴۲۹)

۳۔ صحیح بخاری کتاب الحج باب اذا حاضت المرأۃ: (ج۲، ص۶۲۵ حدیث ۱۶۷۲)؛ سنن بیہقی؛ ج۵، ص۱۶۳

۴۔ سنن داری؛ ج۱، ص۵۰؛ جامع البیان العلم ابن عبدالبر؛ ج۲، ص۱۴۳ (ص۳۶۹ حدیث ۱۷۹۴) مختصر جامع بیان العلم؛ ص۱۹۰ (ص۲۲۶ حدیث ۲۳۲)؛ فتح الباری؛ ج۱۳، ص۲۲۵ (ج۱۳، ص۲۶۶) کنز العمال ج۲، ص۱۷۴ (ج۳، ص۸۳۹ حدیث ۸۹۰۶)

۵۔ صحیح بخاری؛ ج۱، ص۱۰۲ و ۱۰۳ (ج۱، ص۱۰۴ حدیث ۲۶۴)؛ صحیح مسلم؛ ج۴، ص۱۲ و ۱۳ (ج۳، ص۲۲ حدیث ۴۹ کتاب الحج)؛ سنن نسائی۔ ج۵، ص۱۴۱ (ج۲، ص۳۴۰ حدیث ۳۶۸۴)

۶۔ صحیح بخاری؛ ج۳، ص۱۴۴ (ج۲، ص۶۳۰ حدیث ۱۶۸۵)؛ صحیح مسلم ج۴، ص۶۱ (ج۳، ص۸۹ حدیث ۲۲۰ کتاب الحج)؛ مسند احمد؛ ج۲، ص۷۳ و ۱۲۹ و ۱۵۵ (ج۲، ص۱۸۷ و ۲۸۵ و ۳۳۱ حدیث ۵۹۳۹ و ۶۰۹۱ و ۶۳۹۴) سنن ابن ماجہ؛ (ج۲، ص۹۹۷ حدیث ۲۹۹۸)۔ تیسیر الوصول؛ ج۱، ص۳۳۶ (ج۱ص۳۹۴)

گئے ابن عمران کے ساتھ تھے۔ رسولؐ نے تو ایک بھی عمرہ ماہ رجب میں ادا نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رجب کا عمرہ ابن عمر نے جھوٹ بول کر پیدا کیا۔ وہ اس طرح اپنے باپ(۱) کی متعہ کے خلاف بدعت کو تقویت دینا چاہتا تھا یا تاویل کرنا چاہتا تھا۔

انس نے بھی ماہ رجب میں عمرہ رسول کا انکار کیا ہے۔ قارئین کرام کو ابن عساکر اور احمد بن حنبل کی روایت سے ابن عمر کی ماہیت سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ (۲)

عبداللہ بن زبیر نے محاصرے کے درمیان عثمان سے کہا کہ میں اصیل گھوڑے لے آؤں تا کہ آپ مکہ چلے جایئے۔ عثمان نے کہا: نہیں، میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر دفن ہوگا جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس پر آدھی مخلوقات کا عذاب بار ہوگا۔ میرے خیال میں وہ تم ہو یا عبداللہ ابن عمر۔ (۳)

مسند احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ابن زبیر سے یہی بات کہی تھی۔ (۴)

ابن عمر کی دوسری قسم کی روایات میں صرف امیر المومنینؑ سے عناد کی جھلکیاں ملتی ہیں اس کا دل اجازت نہیں دیتا کہ نام علیؑ زبان پر لائے۔ اس نے بارہ خلفاء کے نام گنائے اور نام علیؑ چھوڑ دیا۔ (۵) جبکہ یزید و سفاح جیسوں کا نام لیا۔ (۶) اس شخص میں کیا منحوس روح بھری تھی کہ تعصب جلا ہلا نہ میں

۱۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۹۵ (ج ۲، ص ۲۲۶ حدیث ۵۶۶۷)

۲۔ صحیح بخاری: ج ۳، ۱۴۵ (ج ۲، ص ۶۳۱ حدیث ۱۶۸۸)؛ صحیح مسلم: ج ۴، ص ۶۰ (ج ۳، ص ۸۸ حدیث ۲۱۷ کتاب الحج)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۲ (ج ۲، ص ۲۰۶ حدیث ۱۹۹۴) الاجابۃ زرکشی ص ۱۱۵ (ص ۱۰۴ حدیث ۳)؛ سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۹۹۷ حدیث ۲۹۹۶)

۳۔ مسند احمد: (ج ۱، ص ۱۰۴ حدیث ۴۶۳)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۳۱۴۔ (ج ۲۸، ص ۲۱۹۔ نمبر ۳۲۹۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱۲، ص ۱۹۵)

۴۔ مسند ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۲۹۸ حدیث ۶۵۶۱)

۵۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹ (ج ۱۳، ص ۹۵)

۶۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹، ص ۴۷۶ و ۴۷۷ نمبر ۱۹۴۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱۶، ص ۲۵۹)۔ سیرہ اعلام النبلاء: (ج ۴، ص ۳۸)۔ تاریخ الخلفاء: ص ۱۴۰۔ (ص ۱۹۵)

حضرت علیؑ کو یزید سے بھی بدتر سمجھتا تھا۔ اس شخص نے کبھی فضائل علیؑ کا زبان سے اقرار نہ کیا۔ جو فضائل بیان کئے وہ بھی مسخ کر کے بیان کئے یا تحریف کر کے۔ لیکن ثلاثہ کے فضائل بیان کرنے میں اس کی قینچی کی طرح زبان چلتی نظر آتی ہے۔

۵۔ انس سے روایت ہے: رسولؐ خدا کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان کوہ حرا پر بیٹھے تھے، اتنے میں پہاڑ لرزنے لگا۔ رسول خدا نے فرمایا: اے حرا! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبیؐ ایک صدیق اور دو شہید بیٹھے ہیں۔

خطیب، نے اس روایت کو کدیمی سے نقل کیا ہے (۱) جو کذاب اور حدیثیں گڑھنے والا تھا۔ اس نے زبان رسولؐ خدا سے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بیان کر ڈالی ہیں۔ (۲) اسے اختلال حواس بھی ہو گیا تھا۔ (۳)

اس روایتی عیب کے باوجود خطیب نے مدح صحابہ کے زعم میں بغیر خلل سند بیان کئے لکھ مارا ہے۔

۶۔ دارقطنی (۴) نے اسماعیل بن عباس وراق، عباد بن ولید، ولید بن فضل، عبد الجبار بن حجاج، مکرم بن حکیم، سیف بن منیر انھوں نے ابو دردا کا بیان نقل کیا ہے کہ چار چیزیں رسولؐ خدا سے میں نے سنی ہیں: کسی اہل قبلہ کو خواہ گناہ کبیرہ ہی کرے کافر نہ کہہ دو، ہر پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھ لو جہاد کرو، ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ کو صرف اچھائی سے یاد کرو اور کہو کہ وہ لوگ ایسے گروہ تھے جنھیں ان کے اچھے برے عمل کا بدلہ دیا جائے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۵

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۴۴۱؛ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۳۱۲؛ تذکرۃ الموضوعات ص ۱۴، ۱۸ (ص ۱۰، ۱۳، ۱۵)؛ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۳۶۲ حوادث ۲۸۶ھ)؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۴ ص ۷۴ نمبر ۸۳۵۳)؛ اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۴۲، ۲۱۵ (ج ۲ ص ۶۴، ۳۰۲)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۶۱۸ نمبر ۶۴۵)

۳۔ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۲۲۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۷۵ (ج ۸ ص ۳۳۵)؛ طبقات ابن سعد (ج ۷ ص ۲۷۳)؛ الثقات ابن حبان (ج ۶ ص ۳۶۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۶۔۶۳ (ج ۴ ص ۵۶)

۴۔ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۳؛ ج ۶ ص ۲۲۶ (ج ۲ ص ۲۵۸ نمبر ۳۶۴۱؛ ج ۴ ص ۳۴۳ نمبر ۹۳۹۴)

رجال سند:

ولید بن فضل: ابن حبان کہتے ہیں: جعلی روایات میں ماہر تھا۔(۱) ذہبی اور دار قطنی کہتے ہیں: وہ غیر معتبر و ضعیف تھا۔(۲)

عبد الجبار بن حجاج خراسانی: حافظہ خراب تھا، ست راوی تھا، ضعیف تھا۔(۳)

مکرم بن حکیم خشعمی: باطل و بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔ گمنام تھا ست راوی تھا۔(۴)

سیف بن منیر: گمنام تھا، ضعیف اور پیغمبرؐ سے بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔(۵)

۷۔ انس سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو چنانچہ ابو بکر نظیر ابراہیم ہیں، عمر نظیر موسیٰ ہیں، عثمان نظیر ہارون، اور علیؑ میری نظیر ہیں۔ اس روایت کو ابن اعرابی نے محمد بن زکریہ سے نقل کیا ہے۔ اس نے احمد بن غسان ہجیمی سے، اس نے احمد بن عطا ہجیمی نے عبد الحکم اور اس نے انس سے روایت کی ہے۔

ذھبی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس جھوٹ کے پلندے کو غلابی نے گڑھا ہے۔ اور وہ ست راوی ہے۔(۶)

دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گڑھتا تھا۔(۷)

۱۔ کتاب المجروحین (ج ۳ ص ۸۲)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۴۳ نمبر ۹۳۹۴)؛ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵ حدیث ۲)

۳۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۳۸۷ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۴ ص ۱۷۷ نمبر ۸۷۴۸)؛ لسان المیزان ج ۶ ص ۸۵ (ج ۶ ص ۱: نمبر ۸۵۴۴)؛ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۹ (ج ۲ ص ۲۵۸ ح ۳۶۴۱/۲)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۱۵۹ نمبر ۴۰۴۹)؛ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵ ح ۲)

۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۸)

۷۔ الضعفاء والمتروکین (ص ۳۵۰ نمبر ۴۸۳)

دوسرا نام احمد بن عطا کا ہے: جو دار قطنی کے نزدیک متروک ومطرود ہیں۔ (۱)

ابن مدنی کہتے ہیں کہ ایک دن اس کے پاس نقل حدیث کے لئے گیا، جب اس کے شاگرد چلے گئے تو اس کے کاغذوں کے بنڈل کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: انھیں تم نے خود سنا ہے! جواب دیا، نہیں، بلکہ خریدا ہے۔ اسمیں اچھی بھی حدیثیں ہیں۔ انھیں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ میں نے اس سے کہا: خدا سے نہیں ڈرتے کہ رسولؐ خدا پر بہتان اور جھوٹ باندھ کر لوگوں کو خدا سے نزدیک کر رہے ہو۔ (۲)

۸۔ ریاض محب (۳) میں قول شافعی نقل ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور ابو بکر، عمر، عثمان وعلیؑ ہزار سال خلقت آدمؑ سے قبل نوری شکل میں یمین عرش پر تھے۔ جب آدمؑ خلق ہوئے تو انکی پشت میں آئے۔ اسی طرح پاکیزہ نسل میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبداللہ میں، ابو بکر کو صلب ابو قحافہ میں، عثمان کو صلب عفان، اور علیؑ کو صلب ابو طالبؑ میں ٹھہرا دیا۔ پھر انھیں میری صحبت سے سرفراز کیا اور ابو بکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علیؑ کو وصی بنایا۔ اس لئے اب جو بھی میرے اصحاب کو برا بھلا کہے گا گویا اس نے مجھے برا بھلا کہا اور جس نے مجھے دشنام دیا اس نے خدا کو دشنام دیا اور خدا کو دشنام دینے والا اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۴)

اس متروک سند کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن ایک چیز غور طلب ہے کہ اس میں ایک شجرۂ ملعونہ (۵) کی بھی فرد ہے۔ جو جاہلیت واسلام دونوں حالت میں رذالتوں کی آخری حد پر رہے۔

۱۔ الضعفاء والمتروکین (ص ۱۱۲ نمبر ۳۳)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ ج ۳ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۱۹ نمبر ۴۶۸، ج ۳ ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳۷)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۱، ج ۵ ص ۱۶۸ (ج ۱ ص ۲۳۸ نمبر ۶۸۹، ج ۵ ص ۱۹۰ نمبر ۷۳۵۶)

۳۔ ریاض النضرہ ج ۱ ص ۳۰ (ج ۱ ص ۳۵)

۴۔ وسیلۃ المتعبدین (ج ۵ ص ۱۸۷ قلمی)

۵۔ در منثور ج ۴ ص ۱۹۱ (ج ۵ ص ۳۰۹، ۳۱۰)؛ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۳ ص ۲۳۱ (ج ۳ ص ۲۴۰)؛ تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱۵ ص ۱۰۷؛ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۶ (ج ۱۰ ص ۱۸۵)

اس کے علاوہ ابوقحافہ اور خطاب کے جاہلی حالات قطعی اندھیرے میں ہیں، کہیں کوئی افتخار نظر نہیں آتا۔

دشنام کی بات بھی چنداں لائق تردید نہیں کیوں کہ اس سے تو خود صحابہ کی گردن پکڑی جاتی ہے جو باہم گالی ہی نہیں جوتم بازی کرتے رہتے تھے۔

۹۔ ریاض محب(۱) میں ہے کہ یخامر سکسکی کا بیان ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! ابوبکر پر صلوات بھیج کیوں کہ وہ تجھے دوست رکھتا ہے۔ عمر، عثمان، ابوعبیدہ و عمرو عاص پر درور بھیج کیوں کہ یہ تجھے دوست رکھتے ہیں اور تیرا رسولؐ ان کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی روایت خلعی نے کی ہے

کاش طبری نے اس بے سند روایت کے راوی بھی بیان کر دیئے ہوتے تاکہ معلوم ہوتا کہ کس نے یہ روایت گڑھی ہے۔ پتہ نہیں یہ یخامر کون ہے، صحابی ہے یا تابعی، خود اس نے رسولؐ سے سنا یا فریب کارانہ جھوٹ بولا ہے۔ حیرت ناک تو یہ ہے کہ اس میں وہ نام آیا ہی نہیں جو خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا اسے دوست رکھتا ہے۔ حضرت علیؑ کے لئے تو بے شمار احادیث محبت موجود ہیں۔ (۲)

خدا و رسولؐ کے محبوب اصحاب میں سلمان، عمار، مقداد، ابوذر، عباس عم رسولؐ کا نام آتا ہے لیکن حدیث گڑھنے والے پر یہ نام پوشیدہ رہ گئے۔

۱۰۔ ابن عدی نے احمد بن محمد ضبعی، حسین بن یوسف، ابوہاشم اصرم بن حوشب، قرہ بن خالد بصری اور ضحاک نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اول ہوں، ابوبکر دوم، عثمان سوم اور پھر تمام لوگ سبقت اسلامی کی بناء پر نمبر پاتے جائیں گے۔ (۳)

سیوطی نے لئالی میں کہا ہے کہ یہ آفت اصرم کی لائی ہوئی ہے۔ (۴) یحیی کہتے ہیں کہ وہ منحوس جھوٹا تھا۔

۱۔ ریاض النضرہ ج۱ ص۲۴ (ج۱ ص۳۷)

۲۔ ریاض النضرۃ ج۲ ص۱۶۱ (ج۳ ص۱۰۴)؛ ذخائر العقبی ص۶۲؛ مواقف ایجی ج۳ ص۲۷۶ (ص۴۰۹)؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۱۳؛ تاریخ بغداد ج۱ ص۱۶۰ (نمبر۱۰)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۱ ص۴۰۴ نمبر۲۱۹)

۴۔ اللآلی المصنوعۃ ج۱ ص۳۱۱

بخاری، مسلم، نسائی، دارقطنی اسے پکا جھوٹا اور غیر معتبر کہتے ہیں۔ (۱) پھر یہ کہ ضحاک نے ابن عباس سے حدیث حاصل نہیں کی نہ سنی ہے۔ (۲) ابن سعید کہتے ہیں کہ ضحاک میرے نزدیک ضعیف وسست ہے۔ (۳)

۱۷۔ تاریخ بن عساکر میں ابن عباس کا بیان نقل ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: بلاشبہ میرے داماد میرے نزدیک محبوب ترین اور بلند مرتبہ ہیں۔ خدا تک قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اور کامیاب ترین اہل جنت میں ابو بکر، پھر عمر ہیں، جنھیں خدا نے۔ ہزار ہزار فرسخ پر موتیوں کا قصر عطا کیا ہے، جس کے کمرے، ایوان، دیوار اور تخت اور جام سبھی موتیوں کے ہیں۔ اس کے پرندے بھی موتیوں کے ہیں۔ ان کے لئے خوشنودی اور پھر خوشنودی ہے۔ تیسرے عثمان ہیں جنھیں جنت میں وہ مرتبہ دیا جائے گا جسکا وصف نا قابل بیان ہے۔ فرشتوں کی عبادت کا ثواب اول سے آخر تک انھیں عطا کیا جائے گا چوتھے نمبر پر علیؑ ہیں۔ (۴)

مبارک ہو مبارک، کون مثل علیؑ ہو سکتا ہے۔ وہ میرے وزیر ہیں، مصیبتوں میں میرے رفیق ہیں، میری امت پر میرے خلیفہ ہیں، میری دعا سے وہ مجھ سے ہیں۔ اور ابوسفیان کے مانند کون ہو سکتا ہے؟ ہمیشہ ان کی وجہ سے دین کو تقویت ہوئی، قبل اسلام اور بعد اسلام۔ ابوسفیان کے مانند کون ہو سکتا ہے؟ جب ہنگام حساب عرش پر میرا ان کا سامنا ہوگا تو یاقوت سرخ کا ایک جام انہیں پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا: میرے دوست نوش جان کرو۔ اور ان کے لئے لگاتار خوشنودی ہے۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے۔

۱۔ تاریخ کبیر بخاری (ج ۲ ص ۵۶ نمبر ۱۶۷۱)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (ص ۵۹ نمبر ۶۸)؛ الضعفاء والمتروکین دارقطنی (ص ۱۵۵ نمبر ۱۱۶)؛ کتاب المجروحین ابن حبان (ج ۱ ص ۱۸۱)؛ الضعفاء الکبیر عقیلی (ج ۱ ص ۱۱۸ نمبر ۱۴۲)؛ الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم (ج ۲ ص ۳۳۶ نمبر ۱۲۷۳)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۶ (ج ۱ ص ۲۷۲ نمبر ۱۰۱۷)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۴۶۱ (ج ۱ ص ۵۱۵ نمبر ۱۴۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۴۲

۳۔ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۵ ص ۱۴۵، ۱۶۳)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۶۰

اس حدیث کو ابن عساکر نے خود ہی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''ھذا حدیث منکر''۔ یہ حدیث مہمل اور لچر کیسے نہ ہوگی کیوں کہ ابوسفیان کو قبل اسلام اور بعد اسلام مویید اسلام بتایا گیا ہے، جیسے یہ وہ شخص نہیں جو جنگ احد میں سردار مشرکین تھا۔ وہ قبائل مشرکین کی فوج بنا کر رسولؐ خدا کے خلاف کھڑا کرنے والا تھا۔ وہ چلا رہا تھا: ''اعلی ھبل'' (ہبل کا بول بالا) رسولؐ خدا نے فرمایا: تم لوگ جواب دو'' اللہ اعلی و اجل ''ابوسفیان نے کہا: ''ان لنا العزی و لا عزی لکم'' (ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس عزیٰ نہیں) رسولؐ خدا نے فرمایا: تم جواب دیدو ''للہ مولانا و لا مولی لکم'' (خدا ہمارا مولا ہے اور تمھارا کوئی مولا نہیں) یہی تو وہ قائد کفر تھا جس کے لئے ارشاد خدا ہے: ﴿وقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم﴾ (۱) اسی کے لئے آیت اتری: ﴿ان الذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ﴾ (۲)۔ ابن مردویہ نے اخراج کیا ہے کہ ابن عباس، عبد بن حمید، ابن جریر، مجاہد، سعید بن جبر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوشیخ بطریق عتبہ بن حکم کہ اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (۳)

اسی کے لئے اور اس کے اصحاب کے لئے آیت نازل ہوئی: ﴿قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف و ان یعودوا فقد مضت سنۃ الاولینن یعود فقد مضت سنۃ الاولیــــــن﴾ (۴) طبری، کشاف، رازی، تفسیر خازن، آلوسی، سیرۃ بن ہشام، نصب الرایہ،

۱۔ (توبہ/۱۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۵ (ج ۳ ص ۹۹)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۶ (ج ۲۳ ص ۴۴۴ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۱ ص ۵۴۔۵۳)؛ عیون الاثر ج ۲ ص ۱۸ (ج ۱ ص ۴۲۴)؛ تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۳۴ (ج ۴ ص ۱۵۱)

۲۔ (انفال ۳۶) تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۲۶۲ (مجلد ۶ ج ۱۰ ص ۸۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۳ ص ۴۳۸ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ تفسیر ابن جزی ج ۲ ص ۷۱؛ تفسیر در منثور (ج ۴ ص ۱۳۶)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۲۰۸)؛ تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱۰ ص ۵۹)

۳۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹ (مجلد ۶ ج ۹ ص ۲۴۴)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۳ ص ۴۳۸ نمبر ۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۴ ص ۳۷۹ (ج ۱۵ ص ۱۶۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۸؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۴)؛ تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۲ ص ۳۰۷)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۴

۴۔ (انفال ۳۸) تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۱۰۳)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۶

بخاری مغازی میں لفظ فلاں فلاں ہے۔ ابوسفیان کی پردہ داری کے بطور نام نہیں لکھا ہے۔ (۱)

یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوطالب کے پاس جا کر کہا تھا کہ تمھارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دی ہیں، ہمارے دین میں عیب لگایا ہے، بزرگوں کو احمق کہا ہے، آباء و اجداد کو گمراہ کہا ہے۔ اب یا تو تم اسے روکو یا ہمارے حوالے کر دو۔ (۲)

اسی نے دار الندوۃ میں ابوجہل کے ساتھ مشورہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی محمدؐ پر حملہ آور ہو۔ (۳) جنگ احد میں چالیس اوقیہ خرچ کیا تھا۔ اس نے دو ہزار حبشیوں کی خصوصی فوج رسول خداؐ کے خلاف تیار کی تھی، عربوں کی فوج کے علاوہ یہ فوج تھی۔ (۴)

یہی وہ ہے جس کے لئے رسولؐ خدا نے جنگ احد میں دوسری رکعت نماز میں یوں لعنت فرمائی:

خدایا! ابوسفیان پر لعنت فرما۔ صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام پر لعنت فرما۔ (۵)

یہی وہ ہے جس پر بقول امام حسنؑ رسول خداؐ نے سات موقعوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (۶)

۱۔ مکہ سے طائف جاتے ہوئے۔

۲۔ شام سے آئے ہوئے کفار قریش سے مدبھیڑ کے وقت۔

۳۔ جنگ احد میں۔

۴۔ جنگ احزاب میں۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۴ ص ۱۴۹۳ ح ۳۸۴۲/، ج ۴ ص ۱۶۶۱ ح ۴۲۸۳/)

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۷۷، ج ۲ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۳، ج ۲ ص ۵۸)

۳۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۴ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۴۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹، ۱۶۰ (مجلد ۶ ج ۹ ص ۲۴۴)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۴ ص ۳۹۷ (ج ۱۵ ص ۱۶۰)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۴)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۴

۵۔ تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۸ (مجلد ۳ ج ۴ ص ۸۸)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۱۲ ح ۳۰۰۴/)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۹؛ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۹؛ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۴ ص ۱۴۹۳ ح ۳۸۴۲/)؛

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳ (ج ۶ ص ۲۹۱۔۲۹۰ خطبہ ۸۳)

۵۔حدیبیہ کے موقع پر۔

۶۔جمل احمر کے موقع پر۔

۷۔جس وقت رسول خدا عقبہ سے گزر رہے تھے تو ابوسفیان بھی بارہ آدمیوں میں تھا۔

یہ وہی ہے کہ جب قبیلۂ بنی جحش کے مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے تھے تو ان کے گھروں کو قبضے میں کرلیا اور پھر بیچ ڈالا، اس بارے میں ہجو یہ اشعار بھی کہے گئے۔(۱)

اسی نے احد میں اشعار بائیہ کہے تھے:

اقـاتـلهـم و ادعـی یـالـغـالـب

اسی نے جناب حمزہ کی لاش کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا تھا ''اے عاق مزا چکھو۔(۲)

اسی نے قبر حمزہ پر ٹھوکر مار کر کہا تھا اب خلافت ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ہمارے چھوکرے اس سے کھیل رہے ہیں۔(۳)

اسی نے پے در پے اسلامی فوج کو آتے دیکھ کر حسد میں بھرے الفاظ دہرائے تو رسول خداؐ نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: خدا تجھے خوار و ذلیل کردے گا۔(۴) اسی نے خلافت عثمان کے وقت گیند کی طرح کھیلنے کی بات کہی تھی۔(۵) اسی نے اندھے ہونے کے بعد کہا تھا: کوئی ہے تو نہیں، جب کہا گیا: کوئی نہیں ہے تو کہا کہ خدایا! معاملے کو جاہلیت کی طرف پلٹا دے اور اس سلطنت کو سلطنت غاصبانہ قرار دے اور سب کچھ بنی امیہ کے حوالے کردے۔(۶)

۱۔سیرۃ ابن ہشام ج ۲ص ۱۱۷ (ج ۲ص ۱۴۵)

۲۔سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۴۴ (ج ۳ص ۹۹)

۳۔شرح ابن ابی الحدید ج ۴ص ۵۱ (ج ۱۶ص ۱۳۶ کتاب ۳۲/)

۴۔الاصابہ ج ۲ص ۱۷۹

۵۔استیعاب ج ۲ص ۶۹۰ (القسم الرابع ص ۱۶۷۹۔۱۶۷۸ نمبر ۳۰۰۵)؛ تاریخ طبری ج ۱۱ص ۳۵۷ (ج ۱۰ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)؛ مروج الذہب ج ۱ص ۴۴۰ (ج ۲ص ۳۶۰)

۶۔تاریخ ابن عساکر ج ۶ص ۴۰۷ (ج ۲۳ص ۴۷۱ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ص ۶۷)

اس کے لئے حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ منا النبی و منکم المکذب ''ہم میں رسول ہیں اور تم میں جھٹلانے والا ہے یعنی ابوسفیان، دشمن خدا اور رسولؐ''۔(۱)

دوسرے خط میں معاویہ کو فاجر بن فاجر کہا۔(بدکار کا بیٹا بدکار) ایک خط میں لکھا ہے: اے صخر کے بیٹے، اے ملعون کے بیٹے۔ اور حضرت علیؑ کی لعنت اصل میں لعنت رسولؐ سے مماثل تھی۔ اسی کے لئے حضرت عمر نے دشمن خدا کہا۔ رسولؐ سے اجازت مانگی کہ اس کی گردن ماردوں۔(۲) کبھی کہا: یہ اسلام کا پرانہ دشمن ہے۔(۳)

یہ ابوسفیان کا اجمالی حال تھا۔ کیا ایسے ہی شخص سے اسلام کو تقویت ملی ہے؟ کیا اسی کو رسولؐ خدا جام بلوریں سے سیراب فرمائیں گے؟ پھر تو محشر اور حشر اور حساب کتاب سب کو دور سے سلام۔

پھر ذرا دیکھئے کہ عثمان کو تمام ملائکہ کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔ پھر آخر صحابہ و مہاجرین و انصار نے ان پر چڑھائی کر کے انھیں قتل کیا تھا؟ اگر انھیں فرشتوں کا ثواب مل جائے گا تو شجرۂ ملعونہ کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔

۱۲۔ سہیل اپنے باپ یوسف اور وہ اپنے باپ سہیل بن مالک سے روایت کرتے ہیں: جب رسول خداؐ حجۃ الوداع سے مدینہ واپس ہوئے تو منبر پر حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: لوگو! ابوبکر نے مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں دی، اس لئے ان کا حق پہچانو۔

اے لوگو! میں ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد و عبدالرحمٰن بن عوف نیز مہاجرین اولین سے راضی ہوں، اس لئے ان کا حق پہچانو۔ اے لوگو! حدیبیہ اور بدر والوں کو خدا نے بخش دیا ہے، اے لوگو! میرے اصحاب، خویشان اور دامادوں کا احترام میرے بارے میں کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری باہمی ستمرانی کی وجہ سے خدا تم سے باز پرس کرے، پھر تمھارا عذر مسموع نہ ہوگا۔ لوگو! اپنی زبان کو مسلمانوں کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۲۵ (ج ۵ ص ۱۹۶ کتاب ۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۹ (ج ۲۳ ص ۴۳۹ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۴۳)

۳۔ الاصابۃ ج ۲ ص ۱۸۰

بدگوئی سے بچاؤ، جب کوئی مسلمان گذر جائے تو نیکی سے یاد کرو۔(۱)

ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ سہل کی روایت خالد بن عمر کے گرد گھومتی ہے جو اموی اور مہمل روایت کرنے والا ہے۔(۲) ابن مندہ بھی عجیب و گمنام کہتے ہیں۔ عقیل قابل پیروی نہیں سمجھتے۔(۳) ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان راویوں کے ساتھ روایت پر طعنہ زنی کی ہے۔(۴)

۱۳۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں رسولؐ خدا سے پوچھا کہ کون صحابی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تا کہ میں اس سے محبت کروں؟ فرمایا: میری بات کو میری زندگی تک پوشیدہ رکھنا، میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ابوبکر، عمر و علیؑ اور اس کے بعد خاموش ہوگئے۔ پوچھا: پھر کون لوگ؟ فرمایا: کون لوگ ہوں گے سوائے زبیر، طلحہ، سعد، ابوعبیدہ، معاذ، ابوطلحہ، ابوایوب اور تم، ابی بن کعب، ابو درداء، ابومسعود، ابن عوف، ابن عفان، پھر یہ موالی کی جماعت سلمان، صہیب، بلال، سالم مولی ابی حذیفہ۔ یہی میرے خاص اصحاب ہیں اور مجھے انتہائی محبوب ہیں۔ ابوعبداللہ صنابحی کہتا ہے: میں نے عبادہ سے پوچھا: حمزہ و جعفر کا رسولؐ نے نام نہیں لیا؟ عبادہ نے کہا: وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تھے اور یہ بات آخر عمر کی ہے۔(۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰ ص ۱۳۱ نمبر ۳۳۹۸) ج ۶ ص ۱۲۷ (نمبر ۲۴۷۷)؛ المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۱۰۴ ح ۵۶۴۰/)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۱۴۸ نمبر ۱۷۱۵)؛ استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲ (القسم الثانی ص ۶۶۶ نمبر ۱۰۹۸)

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۵۷۳ (القسم الثانی ص ۶۶۷۔۶۶۶ نمبر ۱۰۹۸)

۳۔ الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۱۴۷ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ الاصابۃ ج ۲ ص ۹۰ (نمبر ۳۵۵۲)؛ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۹۴)؛ کتاب المجروحین ابن حبان (ج ۱ ص ۳۴۵)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ ص ۳۳۵ نمبر ۸۵۱)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۴۳ نمبر ۲۸۳)؛ میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۲۷ نمبر ۸۳۴۳)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۲۳، ج ۴ ص ۲۶۱، ج ۵ ص ۳۳۵ (ج ۳ ص ۱۳۶ نمبر ۴۰۱۰، ج ۴ ص ۳۰۱ نمبر ۵۹۲۷، ج ۵ ص ۴۹۲ نمبر ۸۲۱۳)

۵۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۸، ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۴۴ نمبر ۱۸۷۶، ج ۲۶ ص ۱۹۳ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۷ ص ۳۳۸)

حیرتناک بات یہ ہے کہ پوچھنے والے کو رسول خداؐ نے چھپانے کی تاکید فرمائی جبکہ آخر عمر کی بات ہے۔کیا جُندی نے عائشہ کی روایت نہیں کی ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب علیؑ ہیں اور وہی گرامی ترین بھی۔تمام صحابہ اس بات کو جانتے تھے کہ مردوں میں رسولؐ خدا کو سب سے زیادہ محبوب علیؑ تھے اور عورتوں میں فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔(۱) اس کی روایت بریدہ اور ابی ابن کعب نے کی ہے۔

تعجب ہے کہ تذکرۂ محبوبیت میں رسول خداؐ عظیم صحابہ کو فراموش کر گئے جن کی ستائش میں قرآن نازل ہوا۔جیسے عباس عم رسولؐ، ابوذر، عمار، ابن مسعود وغیرہ۔کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ابوعبیدہ گورکن ابوذر جیسے صدیق صحابی (۲) سے محبوب ہو جائے یا عمار سے محبوب ہو جائے جو سر سے پیر تک حق میں ڈوبے ہوئے تھے.(۳)

''خدا کی پناہ اس بے پر کی بکواس سے''۔

۱۴۔ابن عساکر ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا مسجد میں ابوبکر و عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔(۴)

اس کا راوی سعید بن مسلمہ منکر الحدث ہے۔(۵) مرہ کے بقول: ضعیف ہے۔ابن صبان کہتے ہیں کہ فاحش غلطی کرتا ہے۔(۶)

۱۔خصائص نسائی ص۲۹ (ص۱۲۸ ح/۱۱۳)؛ سنن نسائی (ج۵ ص۱۴۰ ح/۸۴۹۸)؛ مستدرک صحیحین ج۳ ص۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷؛ سنن ترمذی ج۲ ص۲۲۷ (ج۵ ص۶۵۸ ح/۳۸۷۴)؛ ریاض النضرہ ج۲ ص۱۶۱ (ج۳ ص۱۰۴)

۲۔طبقات ابن سعد ج۴ ص۱۶۷، ۱۶۸ (ج۴ ص۶۲۸)؛ سنن ترمذی ج۲ ص۲۲۱ (ج۵ ص۲۲۸ ح/۳۸۰۱، ۳۸۰۲)

۳۔مستدرک حاکم ج۳ ص۳۹۱ (ج۳ ص۴۴۲، ۴۴۳ ح/۵۶۷۶)

۴۔تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۷۳ (ج۲۱ ص۲۹۶ نمبر ۲۵۵۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ ص۱۱)؛ سنن ترمذی (ج۵ ص۵۷۲ ح/۳۶۶۹)

۵۔التاریخ الکبیر (ج۳ ص۵۱۶ نمبر ۱۷۲۲)

۶۔تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۷۴ (ج۲۱ ص۲۹۹۔۲۹۷ نمبر ۲۵۵۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ ص۱۱)؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۳۹۱ (ج۲ ص۱۵۸ نمبر ۳۲۷۳)؛ تہذیب التہذیب ج۴ ص۸۳ (ج۴ ص۷۴)

۱۵۔ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ ابوبکر و عمر کا ہاتھ تھامے تشریف لائے اور فرمایا: ہم اسی طرح ہیں، اسی طرح مریں گے، اسی طرح اٹھائے جائیں گے اور اسی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ حدیث بھی سلیمان و بلال کی وجہ سے متروک اور بقیہ رجال کے عدم ذکر کی وجہ سے منقطع ہے۔

۱۶۔ابن عساکر نے بطریق مرفوع روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ ابوبکر امت میں سب سے زیادہ مہربان و دلسوز ہیں۔عمر بہترین امت اور عادل ترین ہیں۔عثمان حیا کا پتلہ ہیں، کرم و بخشش میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ابودرداء امت کے سب سے بڑے عابد و تقوی شعار ہیں اور معاویہ بہترین حاکم امت اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔(۱)

اختلاف الفاظ کے ساتھ عقیلی اور سیوطی نے اس کو نقل کیا ہے۔(۲) لیکن خود ابن عساکر نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔(۳) مجھے بھی رجال کو دیکھ کر ضعیف ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

شبیر بن زاذان کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔(۴) عمر بن صبح کو ابن راہویہ نے بدعت و جھوٹ کا نمائندہ کہا ہے۔عام طور سے محدثین، منکر الحدیث، کذاب اور حدیث و خطبہ گڑھنے والا بتاتے ہیں۔(۵)

رکن الشامی کو یحییٰ نے مہمل، نسائی و دارقطنی نے متروک اور حاکم نے حدیث گڑھنے والا بتایا ہے۔(۶)

۱۔تاریخ ابن عساکر ج۶ص۲۴۶ (ج۲۲ص۲۰۵نمبر۲۶۵۵)؛مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ص۱۱۱)

۲۔الضعفا الکبیر (ج۱ص۱۴۴نمبر۱۷۷)۔

۳۔تاریخ ابن عساکر (ج۴ص۵۸۶)؛مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۴ص۲۴۷)

۴۔کتاب الضعفاء والمتروکین (ج۱ص۱۴۴نمبر۱۵۴۱)؛التاریخ (ج۴ص۸۸نمبر۳۲۸۲)؛الضعفاء الکبیر (ج۱ص۱۴۴نمبر۱۷۷)

۵۔الجرح والتعدیل (ج۶ص۱۱۶نمبر۶۲۹)؛الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۵ص۴۴نمبر۱۱۹۷)؛میزان الاعتدال ج۲ص ۲۶۲ (ج۳ص۲۰۶نمبر۶۱۴۷)

۶۔کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۱۰۷نمبر۲۱۳)؛الضعفاء والمتروکین (ص۲۱۳نمبر۲۲۸)؛تاریخ ابن عساکر ج۵ص۳۲۷ (ج۸ص۱۹۸۔۱۹۶نمبر۲۱۹۱)؛تاریخ بغداد ج۸ص۴۳۶؛میزان الاعتدال ج۱ص۳۴۰ (ج۲ص۵۴نمبر۲۷۹۱)

یہ تو سند حدیث تھی اب اس کا مفہوم شخصیتوں سے سمجھ لیجئے کہ کہاں تک سچ ہوگا۔

۱۷۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے سفینہ کو معاذ کے پاس یمن بھیجا، راستے میں ایک درندہ ملا، سفینہ نے کہا: میں فرستادہ رسولؐ ہوں۔ وہ چنگھاڑ مارتا ایک طرف چلا گیا۔ جب معاذ کا جواب لے کر واپس ہوئے تو پھر وہ درندہ ملا، سفینہ نے پھر اپنے کو فرستادہ رسولؐ بتایا، وہ چنگھاڑ مار کر ایک طرف چلا گیا۔ سفینہ نے جب رسولؐ خدا سے یہ ماجرہ کہا تو فرمایا کہ جانتے ہو کیا کہا تھا؟ اس نے پہلی مرتبہ کہا کہ رسول خدا، ابوبکر، عمر، عثمان و علیؑ کیسے ہیں؟ دوسرے بار کہا کہ ان حضرات کو میرا اسلام پہونچا دینا ساتھ ہی سلمان، صہیب اور بلال کو بھی میرا اسلام پہنچا دینا۔ (۱)

اس کرامت کو تو عام طور سے صحابہ کی زباں زد ہونا چاہئے تھا۔ حفاظ و محدثین نے اسے عام طور سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہوتا لیکن کہیں اس کا اتہ پتہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ درندے نے ان خلفاء کو ترتیب کے ساتھ کیسے پہچانا؟ کیا درندوں کو بھی علم غیب ہوتا ہے؟

۱۸۔ ابن عساکر نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی بطن عرش سے ندا دے گا: جس کا بھی خدا کے یہاں حق ہو وہ آئے۔ پوچھا گیا: کیا حق؟ فرمایا کہ جس نے ابوبکر و عمر و عثمان کو دوست رکھا ہوگا اور انھیں تمام لوگوں پر برتری دی ہوگی۔ (۲)

ابن عساکر کہتے ہیں کہ واقعی یہ حدیث عجیب و بیگانہ ہے۔ اصل میں یہ احمد بن محمد جبلی کی آفت ہے۔ (۳)

۱۹۔ ابن عساکر انس بن مالک کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ابراہیمؑ کو انکی خلت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے اسے ابوبکر کی بزرگی کو دیکھنا چاہئے۔ جو شخص نوحؑ کی شدت کو دیکھنا چاہے، اسے عمر کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۳ ص۳۱۴ (ج۱۰ ص۴۷۲۔۴۷۳)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۵ ص۲۶۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۴۰۵ (ج۲۳ ص۴۶۲ نمبر ۲۸۴۹)؛ تہذیب تاریخ دمشق (ج۶ ص۴۰۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج۲ ص۸۵ (ج۵ ص۳۸۳)؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۷۳ (ج۱ ص۱۵۵ نمبر ۶۱۴)؛ کتاب المجروحین (ج۱ ص۱۴۱)؛ لسان المیزان ج۱ ص۳۰۲ (ج۱ ص۳۳۱ نمبر ۹۰۲)

شجاعت دیکھنی چاہئے ۔ جسے ادریسؑ کی رفعت دیکھنا ہو اسے عثمان کی مہربانی دیکھنی چاہئے ۔ جسے یحییٰؑ کا جہاد دیکھنا ہو اسے علیؑ کی طہارت دیکھنا چاہئے ۔(۱)

ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے اور پھر اس کے راوی ضعیف ہیں ۔(۲)

۲۰۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ عرش کو ابوبکر، عمر، عثمان و علی کی محبت میں بلند کیا گیا۔

سمعانی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے ۔(۳) اور ذھبی نے اسکے راوی ابوالدنیا کو کذاب کہا ہے۔(۴)

۲۱۔ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسولؐ کے بعد افضل امت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان ہیں ۔(۵)

اس کے راوی عمر بن عبید کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے ۔(۶) اور سہیل ہے جس کی بھی تضعیف ہوئی ہے کہ وہ شراب فروش تھا۔(۷)

۲۲۔قاضی ابو یوسف نے الآثار میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس آ کر بولا: میں نے کسی کو آپ سے بہتر نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا: تو نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں ۔فرمایا: تو نے ابوبکر کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں ۔فرمایا: اگر تو نے کہا ہوتا کہ رسولؐ خدا کو دیکھا ہے تو تیری گردن مار دیتا اور اگر کہا ہوتا کہ ابوبکر و عمر کو دیکھا ہے تو تجھے سزا دیتا۔(۸)

۱۔تاریخ ابن عساکر ج ۲ص ۲۵۱ (ج ۷ص ۱۱۲ نمبر ۴۸۰)

۲۔میزان الاعتدال ج ۲ص ۲۶۶ (ج ۳ص ۲۱۴ نمبر ۶۱۷۱)

۳۔لسان المیزان ج ۳ص ۱۵۵ (ج ۳ص ۱۸۸ نمبر ۳۱۳۵)

۴۔میزان الاعتدال (ج ۳ص ۳۳ نمبر ۵۵۰۰)؛ لسان المیزان ج ۴ص ۱۳۴،۱۴۰ (ج ۴ص ۱۵۶ نمبر ۵۵۱۶)

۵۔الضعفاء الکبیر (ج ۳ص ۱۸۰ نمبر ۱۱۷۶)

۶۔الجرح والتعدیل (ج ۶ص ۱۲۳ نمبر ۶۶۹)

۷۔میزان الاعتدال ج ۲ص ۲۶۵ (ج ۳ص ۲۱۲ نمبر ۶۱۴۶)؛ لسان المیزان ج ۴ص ۳۱۶ (ج ۴ص ۳۶۳ نمبر ۶۱۰۷)؛ التاریخ (ج ۳ص ۲۶۲ نمبر ۱۲۳۰)؛ الجرح والتعدیل (ج ۴ص ۲۴۶ نمبر ۱۰۶۳)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۲ص ۱۵۵ نمبر ۶۵۹)

۸۔الآثار ص ۲۰۷

حضرت علیؑ کے لئے خیر البریہ کی آیت نازل ہو(۱) اور آپ اپنے سے بہتر ابو بکر و عمر کو فرمائیں اور پھر ابو قحافہ کے فرزند کو زبردستی پیرا ہن خلافت پہننے پر طعن بھی کریں، (۲) تعجب ہے!!!

۲۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ابو بکر سے زیادہ کسی کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا۔ (۳)

اس کا راوی عمار حدیث چراتا تھا۔ ابن ہارون کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے راویوں کو محدثین نے ضعیف اور متروک الحدیث کہا ہے۔ (۴)

۲۴۔ عاصمی زین الفتی میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میری امت کے مہربان ترین ابو بکر ہیں، حکم خدا کو گرامی قرار دینے والے عمر ہیں، سب سے زیادہ شرمیلے عثمان ہیں، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں، سب سے بہترین قاری ابی ہیں، فرائض کے واقف کار زید بن ثابت ہیں، سب سے سچے ابوذر ہیں، حرام و حلال کے عارف معاذ ہیں، صبر امت ابن عباس ہیں اور ہر امت میں امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔

اس روایت کی سند میں اکثر گمنام، ضعیف اور بے وقعت ہیں جیسے کوثر۔ (۵)

۱۔ تفسیر طبری ج۳۰ ص۱۴۶ (مجلد۱۵ ج۳۰ ص۲۶۴)؛ مناقب خوارزمی ص۶۶ (ص۱۱۱ ح۱۲۰، ص۲۶۵ ح۲۴۷)؛ الصواعق المحرقہ ص۹۶ (ص۱۶۱ باب۱۱)؛ فرائد السمطین (ج۱ ص۱۵۶ ح۱۱۸ باب۳۱) ل در منثور ج۶ ص۳۷۹ (ج۸ ص۵۸۹)

۲۔ اسباب النزول واقدی ص۱۸۲ (ص۱۶۴)؛ تفسیر قرطبی ج۸ ص۹۱ (ج۸ ص۵۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج۴ ص۴۲۲ (ج۱۶ ص۱۱)؛ تفسیر خازن ج۲ ص۲۲۱ (ج۲ ص۲۱۱)؛ نزہۃ المجالس صفوری ج۲ ص۲۴۲ (ص۲۰۹) ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابیں ہیں جن میں حضرت کے مناشدے مذکور ہیں اور آپ نے اپنے پر فخر کیا ہے۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۵ ص۷۵ نمبر۱۲۵۴)

۴۔ الضعفاء الکبیر (ج۳ ص۳۱۹ نمبر۱۳۳۸)؛ تاریخ بغداد (ج۱۲ ص۲۵۶۔۲۵۵ نمبر۶۷۰۳)؛ الجرح والتعدیل (ج۶ ص۳۹۴ نمبر۲۱۹۶)؛ میزان الاعتدال ج۲ ص۲۳۵ (ج۳ ص۱۷۱ نمبر۶۰۰۹)؛ تہذیب التہذیب ج۷ ص۴۰۷ (ج۷ ص۳۵۷)

۵۔ العلل و معرفۃ الرجال احمد (ج۲ ص۱۵۶ نمبر۱۸۵۷)؛ الضعفاء والمتروکون (ص۳۳۲ نمبر۴۴۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۶ ص۷۸ نمبر۱۶۱۰)؛ الجرح والتعدیل (ج۷ ص۱۷۶ نمبر۱۰۰۵)؛ الضعفاء الکبیر (ج۴ ص۱۱ نمبر۱۵۶۶)؛ میزان الاعتدال ج۲ ص۳۵۹ (ج۳ ص۴۱۶ نمبر۶۹۸۳)؛ لسان المیزان ج۴ ص۴۹۱ (ج۴ ص۵۷۹ نمبر۶۷۶۸)

۲۵۔ حافظ عاصمی نے اسی ۲۴ نمبر کی روایت کو ایک گمنام راویوں کے سلسلے سے نقل کیا ہے جن میں علی بن یزید (۱) اور ابو سعید بقال (۲) شامل ہیں۔

۲۶۔ حافظ عاصمی نے شعبی کی روایت لکھی ہے کہ قبیلۂ مصطلق کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے قبیلے کے لوگوں نے خدمت رسولؐ میں یہ پوچھنے کے لئے بھیجا ہے کہ آپ کے بعد اپنی زکوٰۃ و مالیات کس کو دی جائے؟ حضرت علیؑ نے مجھے دیکھ کر آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے وجہ بتا دی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: پوچھنے کے بعد مجھے بھی بتا دینا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر کو دینا۔ میں نے حضرت علیؑ کو یہ جواب بتا دیا تو فرمایا کہ یہ پوچھ لو کہ ابو بکر کے بعد کس کے حوالے کیا جائے؟ رسولؐ خدا نے آتے ہوئے شخص سے پہلے عمر کا نام لیا پھر عثمان کا۔ چوتھی بار وہ شخص شرم کے مارے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسکے تمام راوی کذاب اور دجال ہیں اور کچھ راوی فاسق و بدکار ہیں (قرآن کا ارشاد ہے کہ جب تمھارے پاس کوئی بدکار شخص خبر لے کر آئے تو اس سے ثبوت مانگو) جیسے ابو علی ہروی (۳) مامون ابن احمد سلمی (۴) عبد الاعلی بن مسافر (۵)

۱۔ الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۲۰۹ نمبر ۱۱۴۳)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۱۲ نمبر ۱۳۶۵)؛ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۹۵ (ج ۷ ص ۳۴۶)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۱۴ نمبر ۳۰۳۸)؛ الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۶۲ نمبر ۲۶۴)؛ کتاب الضعفاء المتروکین (ص ۱۲۷ نمبر ۲۸۵)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۳۱۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷۹ (ج ۴ ص ۷۱)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۷۷ نمبر ۱۷)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۴۲)؛ الضعفاء والمتروکین (ص ۵۹ نمبر ۶۹)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۰ (ج ۱ ص ۱۰۶ نمبر ۴۲۱)

۴۔ کتاب المجروحین (ج ۳ ص ۴۵)؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴ (ج ۳ ص ۴۲۹ نمبر ۷۰۳۶)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۷ (ج ۵ ص ۱۱ نمبر ۶۸۱۲)

۵۔ التاریخ (ج ۴ ص ۳۷۹ نمبر ۴۸۵۹)؛ الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۲۶ نمبر ۱۳۵)؛ التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۷۴ نمبر ۱۷۵۳)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۸۰ نمبر ۳۴۷)

۲۷۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ ابوذر نے بیان کیا ہے ہم ایک باغ میں رسولؐ خدا کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے۔ آپ وہاں درخت خرما کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کی: آپ سے ملاقات کے لئے۔ فرمایا: بیٹھو تھوڑی دیر میں ایک مرد صالح آئے گا۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور سلام کیا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا: ایک مرد صالح آئے گا اور عمر آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا ایک مرد صالح آئے گا اور عثمان بن عفان آئے۔ اور رسولؐ کو سلام کرکے بیٹھ گئے حضرت علیؑ آئے رسولؐ خدا کے ہاتھ میں سنگریزے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے، آپ نے باری باری ابوبکر وعمر وعثمان کو دئے اور سنگریزے ان کے ہاتھوں میں بھی تسبیح پڑھنے لگے۔(۱)

اس کے رجال سند میں اسحاق حمصی غیر معتبر اور جھوٹا ہے۔(۲) عمرو بن حارث حمصی غیر عادل ہے (۳) عبداللہ بن سالم (۴) شامی، ناصبی اور اس کی بات لائق سماعت نہیں، یہ آفت اسی کی لائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ حمید بن عبداللہ گمنام ہے ابن عبدربہ (۵) ضعیف، عاصم بن حمید غیر معتبر ہے۔(۶)

اب رہ گئے ابوذر تو کیا یہ وہی سچے صحابی ہیں جنھیں عثمان نے جھوٹا اور بڈھا کہا، جلاوطن کیا۔ بقول حموی حمص کی آب و ہوا میں عقل و سمجھ کا فقدان ہے اسی لئے جنگ صفین میں یہ سب معاویہ کی طرف تھے۔(۷)

۲۸۔ زید بن ابی اوفی سے منقول ہے کہ ہم مسجد میں تھے اتنے میں رسولؐ خدا وارد ہوئے اور پوچھا: فلاں شخص کہاں ہے؟ فلاں کہاں ہے؟ آدمی بھیج کر نھیں بلوایا اور حال پوچھا، پھر فرمایا: میری بات اچھی

۱۔ التاریخ الکبیر ج ۴ص ۴۴۲

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱ص ۲۱۶ (ج ۱ص ۱۸۹)

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۳ص ۲۵۱ نمبر ۶۳۴۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ص ۱۴ (ج ۸ص ۱۳)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۵ص ۲۲۸ (ج ۵ص ۲۰۰)

۵۔ لسان المیزان ج ۵ص ۲۴۴ (ج ۵ص ۲۷۵ نمبر ۷۶۳۱)

۶۔ تہذیب التہذیب ج ۵ص ۴۰ (ج ۵ص ۳۶)

۷۔ معجم البلدان ج ۳ص ۳۴۱ (ج ۲ص ۳۰۴)

طرح سن کر سمجھ، لو خدا نے مجھے تمام مخلوقات میں منتخب فرمایا اور میں جن کو دوست رکھتا ہوں انہیں منتخب کر کے بھائی بنا رہا ہوں ۔ پھر فرمایا: اے ابو بکر اٹھو، ابو بکر اٹھ کر آئے تو فرمایا: اگر میں خدا سے چاہتا کہ میرے لئے کسی کو خلیل بنادے تو تم ہوتے ۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو جامے کو بدن سے ہوتی ہے پھر فرمایا: عمر اٹھو، پھر فرمایا: تم نے میری سخت مخالفت کی تھی اس لئے خدا سے میں نے دعا کی تھی کہ تمہارے یا ابو جہل کے ذریعہ دین کو تقویت دے ۔ خدا نے تمہارے وسیلے سے قدرت دی ۔ تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو ۔ پھر ابو بکر و عمر کے درمیان پیمان برادری باندھا ۔ اس کے بعد عثمان کو بلا کر ان کی ستائش کی اور عبد الرحمٰن بن عوف کو طلب کیا اور ستائش کر کے رشتہ اخوت باندھا ۔ پھر طلحہ وزبیر کو بلا کر پیمان برادری باندھا ۔ پھر عمار یاسر اور سعد کے درمیان اخوت قائم کی ۔ پھر ابو درداء اور سلمان کے درمیان اخوت قائم کی ۔ پھر اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: تمھیں بشارت ہو کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچو گے ۔ اس کے بعد ابن عمر کو دیکھ کر فرمایا کہ شکر خدا کہ جس کو چاہتا ہے گمراہی سے نجات دیتا ہے ۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: مجھے آپ نے کیوں چھوڑ دیا؟ کیا مجھ پر غضبناک ہیں تو معافی چاہتا ہوں ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! تمھیں اپنے سے مخصوص کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا ۔ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی تم میرے بھائی اور وارث ہو ۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: میں آپ کی کیا میراث پاؤں گا؟ فرمایا: انبیاء جس کے وارث ہوتے ہیں، کتاب خدا و سنت رسول، تم میری دختر کے ساتھ قصر بہشت میں رہو گے اور یہ آیت پڑھی ۔

ابو عمر نے استعاب (۱) میں کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن سکین نے اس روایت کے تمام طرق کو غلط بتایا ہے ۔ اس کا دوسرا طریقہ بھی مجہول اور ضعیف ہے ۔ کیوں کہ عبد الرحمان بن واقد (۲) ، شعیب اعرابی، موسیٰ بن صہیب (۳)، یحیٰ بن زکریا (۴) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے ۔

---

۱ ۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۹۱ (القسم الثانی ص ۵۳۷ نمبر ۸۳۹)
۲ ۔ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۸۵
۳ ۔ لسان المیزان (ج ۶ ص ۱۴۱ نمبر ۸۶۵۷)
۴ ۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۵۳ (ج ۶ ص ۳۱۲ نمبر ۹۱۳۶)

۲۹۔ بخاری و مسلم (۱) میں ابوموسی اشعری کی روایت ہے کہ اپنے گھر میں وضو کر کے باہر نکلا، سوچا کہ آج رسولؐ خدا کے ساتھ رہوں، مسجد میں آکر انہیں تلاش کیا لوگوں نے پتہ بتایا اور میں چاہ ادریس تک پہنچا، خیال کیا کہ آنحضرت قضائے حاجت فرما رہے ہیں۔ تشریف لائے تو سلام کیا۔ آپ کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے، آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں باغ کے پھاٹک پر جا کر آپ کا دربان بن گیا۔ تھوڑی دیر بعد ابوبکر نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے رسولؐ خدا سے اجازت حاصل کی، فرمایا کہ انھیں بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دے دو۔ ابوبکر آکر اسی طرح پنڈلیاں کھول کر کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں عمر آئے تو انھیں بھی بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے پھر یہی خیال کیا کہ میرا بھائی آجاتا۔ تھوڑی دیر میں عثمان آئے اور وہ بھی اسی طرح پنڈلی برہنا کر کے بیٹھ گئے، جس طرح ابوبکر و عمر بیٹھے تھے۔ سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ ان دونوں کی قبر ایک جگہ اور عثمان کی قبر علیحدہ ہوگی۔

اس روایت کی سند مبہم اور گمنام ہے۔ اس میں ایک بار ابوموسی اشعری کی روایت ملتی ہے اور دوسری بار زید بن ارقم کی روایت ملتی ہے۔ (۲) پھر بلال کی بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اس کے علاوہ نافع سے بھی مروی ہے۔ (۳) پھر یہ کہ عام طور سے بصریوں میں جعلی روایات شائع ہیں اسی لئے محدثین انھیں ضعیف و سست قرار دیتے ہیں۔ سند روایت سلیمان بن بلال تک پہنچتی ہے جسے ابن شیبہ غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ (۴) ابن ابی نمیر کو بھی نسائی و ابن جارود کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۰، ۲۵۱ کتاب المناقب (ج ۳ ص ۱۳۴۳ ح ۳۴۷۱/) ؛ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۱۸، ۱۱۹ (ج ۵ ص ۲۲۔ ۲۰ ح ۲۹/ کتاب فضائل الصحابۃ)

۲۔ دلائل النبوہ (ج ۶ ص ۳۸۸)

۳۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۸ (ج ۴ ص ۴۱۳ ح ۱۴۹۴۹/)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۷۹ (ج ۴ ص ۱۵۵)

۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۳۳ نمبر ۳۰۴)

سعید بن مسیب بھی کس قدر غیر معتبر ہیں اس کا احوال جلد ہشتم میں بیان کیا جا چکا ہے۔(۱) ابو موسی اشعری بھی مہمل واحمق ہے۔ جسے حضرت علیؑ نے حکم قرآن کو پس پشت ڈالنے والا قرار دیا۔(۲) اگر واقعی آنحضرتؐ نے عمر کو مژدہ بہشت دیا ہوتا تو حذیفہ سے منافقین کے نام نہیں پوچھتے کہ کیا رسولؐ نے میرا بھی نام تو نہیں لیا۔(۳) اور اگر عثمان کو مژدۂ بہشت ملتا تو مغیرہ کے مشورے پر مکہ جانے سے اس لئے انکار نہ کیا ہوتا کہ رسولؐ سے سنا ہے کہ وہاں ایک قریش پر عذاب ہوگا تمام جن وانس کا نصف عذاب۔(۴) اگر یہ بشارت صحیح تھی تو نفس مطمئن ہوتا کہ میں وہ نہیں ہوں۔

۳۰۔ بیہقی نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے مجھے حکم دیا کہ ابوبکر کو جا کر میرا اسلام پہنچا دو اور جنت کی خوشخبری سنا دو، وہ گھر پر ہوں گے۔ پھر وہاں سے عمر کے پاس جانا وہ ثنیہ میں ہوں گے، میرا اسلام کہہ کے جنت کی بشارت دیدینا۔ پھر وہاں سے عثمان کے پاس جانا وہ بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، انھیں سلام پہنچا کر کہنا کہ سخت مصائب کے بعد تمھیں جنت کی بشارت ہو۔ میں نے تینوں حضرات کو اسی حال میں پایا جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا۔ سب نے پوچھا کہ رسولؐ خدا کہاں ہیں؟ اور اپنے کو خدمت رسول تک پہنچایا۔ عثمان نے آکر پوچھا کہ میں نے نہ تو کسی کی غیبت کی نہ

۱۔ وہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کا دشمن تھا، شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۳۷۰ (ج۴ ص۱۰۱، اصل ۵۶)؛ المحلی ج۴ ص۲۱۴

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۱۱۹ (ج۱ ص۱۲۳)؛ تاریخ طبری ج۶ ص۳۵ (ج۵ ص۷۷ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج۲ ص۳۵ (ج۲ ص۴۲۱)؛ نہج البلاغہ ج۱ ص۴۴ (ص۹۷ خطبہ/۳۵)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۳۶ (ج۲ ص۴۰۰ حوادث ۳۷ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۲۸۶ (ج۷ ص۳۱۷ حوادث ۳۷ھ)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۹۷ (ج۱۲ ص۲۷۶ نمبر ۱۲۳۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۶ ص۲۵۳)؛ التمہید باقلانی ص۱۹۶؛ بہجۃ النفوس ابن ابی حمزہ ج۴ ص۴۸ (ح/۱۸۸)؛ احیاء العلوم ج۱ ص۱۲۹ (ج۱ ص۱۱۴)؛ کنز العمال ج۷ ص۲۴ (ج۱۳ ص۳۴۴ ح/۳۶۹۶۲)

۴۔ مسند احمد ج۱ ص۶۷ (ج۱ ص۱۰۷ ح/۴۸۳)؛ الامامۃ والسیاسۃ ص۳۵ (ج۱ ص۴۱)؛ تاریخ بغداد ج۱۴ ص۲۷۲؛ ریاض النضرۃ ج۲ ص۱۲۹ (ج۳ ص۶۲)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۲۱۰ (ج۸ ص۲۴۷ حوادث ۳۹ھ)؛ مجمع الزوائد ج۷ ص۲۳۰؛ الصواعق المحرقۃ ص۶۶ (ص۱۱۱)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۰۹ (ص۱۵۱)؛ سیرۃ حلبیہ ج۱ ص۱۸۸ (ج۱ ص۱۷۵)؛ تاریخ الخمیس ج۲ ص۲۶۳؛ ازالۃ الخفاء ج۲ ص۳۴۳

عفت کے خلاف کوئی کام کیا۔ آخر میں کس بلا میں گرفتار ہوں گا؟ رسول خدا نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔(۱)

قارئین کرام کے سامنے اس کے راوی عبد الاعلی کا حال بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مکار، منحوس اور کذاب ہے۔(۲) اس نے ہزاروں جعلی حدیثیں گڑھ کے عوام میں پھیلا دی تھیں۔

۳۱۔ ابن عساکر نے علی بن محمد صائغ کی روایت نقل کی ہے: امام حسینؑ معاویہ سے ملنے شام آئے، جمعہ کا دن تھا اور معاویہ تقریر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے فرمائش کی کہ امام حسینؑ کو بھی تقریر کا موقع دیا جائے۔ معاویہ نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا: اے ابو عبد اللہ! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں فرزند بطحا نہیں ہوں؟ امام حسینؑ نے جواب دیا: ہاں! اس خدا کی قسم جس نے میرے جد کو مبعوث بہ رسالت کیا۔ پوچھا: کیا میں مومنین کا ماموں جان نہیں ہوں؟ کاتب وحی نہیں ہوں؟ امام حسینؑ نے اپنے جد کی قسم کھا کر اقرار کیا۔ پھر معاویہ اتر آئے تو امام حسینؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور ایسی مدح وثناء کی کہ گزشتہ وآئندہ نے ایسی مدح نہ کی ہوگی۔ پھر فرمایا: میرے باپ نے نانا سے فرشتہ وحی کی زبانی نقل کیا ہے کہ ساق عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ، اے شیعہ آل محمدؐ جو بھی قیامت کے دن کلمہ پڑھتا ہوا آئے گا اسے بہشت میں جگہ دی جائے گی۔ معاویہ نے ان سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے، شیعہ آل محمد کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو شیخین کو گالی نہ دیں اور عثمان کو گالی نہ دیں اور نہ میرے باپ کو گالی دیں اور نہ اے معاویہ آپ کو گالی دیں۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ابن عساکر کہتے ہیں چونکہ اس روایت کا سلسلہ امام حسینؑ تک منتہی نہیں ہوتا اس لیے صحیح نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا جھوٹ واضح وآشکار ہے۔ ابو عمرو اور زاہد کذاب

۱۔ دلائل النبوۃ بیہقی (ج ۶ ص ۳۹۰۔۳۸۹)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۷۹ ۳ نمبر ۳۸۵۹)؛ الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۲۶ نمبر ۱۳۵)؛ التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۴۷ نمبر ۱۷۵۳)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۵ نمبر ۴۰۱)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۸۰ نمبر ۳۴۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۸ (ج ۶ ص ۸۹)؛ فتح الباری (ج ۷ ص ۳۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۱۲ (ج ۱۴ ص ۱۱۳ نمبر ۱۵۶۶)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۴ ص ۳۱۵)

ہیں اسی نے مناقب معاویہ میں کتاب لکھی (۱) اور ۳۴۵ھ میں جہنم واصل ہوا۔ اسکا استاد علی صائغ بھی انتہائی ضعیف ہے۔ خطیب ودار قطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (۲) اس کا باپ بھی گمنام ہے۔ پھر یہ کہ امام حسینؑ ۶۱ھ میں شہید ہوئے اور معاویہ ۶۰ھ میں مرا، دونوں میں کیسے ملاقات ہوئی؟ کیا خواب میں دیکھا تھا۔ معاویہ نے تو علیؑ پر دشنام طرازی کی رسم جاری کی، وہ شیعہ آل محمدؐ کیسے ہو جائے گا؟ پھر جن لوگوں نے عثمان پر اعتراض کیا وہ بھی شیعہ آل محمدؐ سے خارج ہو جائیں گے۔

۳۲۔ خطیب نے زبیر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدایا! تو نے میرے اصحاب کو برکت عطا کی اسے واپس نہ لے اور میرے اصحاب میں ابوبکر کو برکت عطا فرما اور اسے واپس نہ لے۔ اور امت کو ان کے معاملہ میں موافق قرار دے۔ ابوبکر کے امور کو پراگندہ نہ کر۔ خدایا! عمر کو عزت و قدرت سے بہرامند فرما۔ عثمان کو صبر عطا کر، علیؑ کو موفق فرما، طلحہ سے درگزر فرما، زبیر کو استوار فرما۔ سعد کو سلامتی عطا کر، عبدالرحمٰن کو محترم فرما، گذشتہ میں مہاجرین وانصار کو مجھ سے ملحق قرار دے۔ (۳)

خطیب نے خود ہی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ جعلی ہے۔ اس میں سیف بن عمر جیسا دجال وکذاب ہے۔ (۴) صرف اسی کا وجود اس روایت کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

۳۳۔ خطیب نے ابراہیم بن ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا کے پاس ہم لوگ تھے۔ اتنے میں فرشتہ وحی آیا اور کہا: خدا نے آپ کو یہ ہدیہ فرمایا ہے۔ ناگہاں وہ دست آنحضرتؐ پر گونا گون تسبیح پڑھنے لگا۔ میں نے حیرت سے پوچھا تو فرمایا اس خدا کی قسم! جس نے مجھے مبعوث فرمایا کہ خدا نے بہشت میں ایک قصر بنوایا ہے جس میں دس لاکھ تخت، ہر تخت پر چار جاری نہریں، ہر نہر کے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۷؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۶۸ (ج ۵ ص ۴۸۵ نمبر ۸۱۸۶)

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۲؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۴۸۹ (ج ۲ ص ۶۰۳ نمبر ۳۴۷۸)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۵ ص ۴۷۰ نمبر ۳۰۱۴)

۴۔ اللآلی المصنوعۃ (ج ۱ ص ۴۲۹)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۳۴۵)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ ص ۴۳۵ نمبر ۸۵۱)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۴۳ نمبر ۲۸۳)؛ الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۲۷۸ نمبر ۱۱۹۸)

کنارے دس لاکھ درخت، ہر درخت میں دس لاکھ شاخیں، ہر شاخ میں دس لاکھ ٹہنی، ہر ٹہنی میں دس لاکھ پتے، ہر پتے میں دس لاکھ فرشتے، ہر فرشتے میں دس لاکھ بال، ہر بال میں دس لاکھ سر، ہر سر میں دس لاکھ صورت، اور ہر صورت میں دس لاکھ دہن، ہر دہن میں دس لاکھ زبان اور ہر زبان سے ایسی ستائش جاری ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے مثل نہیں۔ ان تمام تسبیحوں کا ثواب دوستداران ابوبکر وعمر وعثمان وعلیؑ کو ملتا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت جعلی ہے۔(۱) صدقہ گمنام راوی ہے۔ اور احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ محمد بن جعفر متروک الحدیث ہے۔ موسیٰ بھی متروک ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ موتمن ساجی کو خطیب کے استاد جھوٹا کہتے ہیں۔(۲) اس کے علاوہ الگ الگ روایتوں میں ابوطالب عشاری جعلی حدیث گڑھتا ہے۔ بغداد کے محدثین نے مذمت کی ہے۔(۳) ابوالحسن بردعی کی روایت نا قابل اعتبار ہوتی ہے۔(۴) ابوالجیش فقیہ گمنام اور صدقہ بھی گمنام ہے۔(۵) محمد بن جعفر ضعیف ہے۔ عمر بن لیث بھی گمنام ہے۔ موسیٰ بن خلف (۶) بھی قوی نہیں ہے۔ ابراہیم نام کا کوئی فرزند ابوسعید خدری نہ تھا۔ ممکن ہے ابراہیم نخعی ہو۔

۳۴۔ ابن عساکر، (۷) رسول خداؐ نے فرمایا: اے ابوبکر وعمر! جو تم سے محبت کرتا ہے میں اسی سے محبت کرتا ہوں۔ اور چونکہ خدا تمھیں دوست رکھتا ہے اس لئے فرشتے تمھیں دوست رکھتے ہیں اور جو تمھیں دوست رکھتا ہے خدا اسے دوست رکھتا ہے۔ جو تم سے کینہ رکھتا ہے خدا دنیا و آخرت میں اس سے

۱۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۳۲۸ (ج ۱ ص ۳۸۸)

۲۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۱۴ نمبر ۶۸۱۸)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۷ (ج ۳ ص ۱۵۶ نمبر ۷۹۸۹)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۳

۵۔ الضعفاء الکبیر عقیلی (ج ۴ ص ۴۴ نمبر ۱۵۹۳)؛ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۲۲۲ نمبر ۱۲۲۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۹۹ (ج ۹ ص ۸۶)

۶۔ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۲۴۰) (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۴۲ (ج ۱۰ ص ۳۰۴)

۷۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۲ ص ۳۳۹)

کینہ رکھتا ہے۔(۱)

محدثین کے نزدیک اس کے تمام راوی جعلی، گمنام، ضعیف اور متروک الحدیث ہیں۔ جیسے عبد الوہاب میلانی (۲)، محمد بن عبداللہ (۳)، محمد بن بکار (۴)، داؤد بن سلیمان (۵)۔

۳۵۔ نحاس نے معانی القرآن میں براء بن عاذب سے نقل کیا ہے کہ ایک بدو حجۃ الوداع میں خدمت رسولؐ میں آیا جب کہ رسولؐ خدا عرفات میں ناقے پر سوار تھے۔ عرض کی کہ مجھے اس آیت کی تفسیر بتایئے: ﴿ان الذین آمنوا و اعملوا الصالحات تا و حسنت مرتفقا﴾ (۶) ''اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل بجالائے تو ہم ہرگز اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے''۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے صدا بہار جنت ہے، جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان باغات میں دمکتے ہوئے کنگن سے آراستہ کئے جائیں گے اور انھیں باریک و دبیز ریشم کے دھانی جوڑے پہنائے جائیں گے۔ اور تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور بہشت کیسی اچھی جگہ ہے۔

رسولؐ نے فرمایا: تو اس سے الگ نہیں نہ وہ تجھ سے دور ہیں۔ وہ چار نفر ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ ۔ اب جا کر اس آیت کی تفسیر اپنے قبیلے والوں کو سنادو۔ اس روایت کو قرطبی (۷) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور میں نے اس کو الحمد للہ باجازہ روایت کیا ہے۔ سخت تعجب ہے کہ ایسا بزرگ مفسر جھوٹ کا پلندہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جب کہ اس کے سلسلۂ سند میں تمام راوی دجال، کذاب اور جعلی ہیں۔ جیسے احمد بن

۱۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۴۱۸ (ج ۵ ص ۲۲۹ نمبر ۳۲۴۹ بہ اختلاف راوی)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۰ (ج ۲ ص ۶۷۹ نمبر ۵۳۱۴)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۵ (ج ۳ ص ۶۰۶ نمبر ۷۷۹۸)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۴۹۲ نمبر ۷۲۷۶)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۱۸ (ج ۲ ص ۸ نمبر ۲۶۰۹)

۶۔ کہف/ ۳۰۔۳۱

۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۹۸ (ج ۱۰ ص ۲۵۹)

علی بن سہل مروزی، (۱) محمد بن حمید عبداللہ رازی تیمی۔ (۲)

۳۶۔ ازدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ سے شیخین کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: انھوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ آہنگ دین خدا کیا اور موسیٰ نے اپنے رب سے ان دو کو طلب کیا تھا مگر خدا نے رسولؐ خدا کو عطا فرمایا۔ (۳)

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت سخت ناپسند ہے۔ (۴) ازدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں کثیر النواء ہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۵) اور طلحہ کا غلام زکریہ اور زکریہ کا استاد مجہول ہیں۔

عشرۂ مبشرۃ

۳۷۔ احمد بن حنبل مسند (۶) میں عبدالرحمٰن بن حمید اپنے باپ سے اور وہ عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن وقاص جنتی ہیں، سعید بن قیس جنتی ہیں اور عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔ (۷)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۰۲؛ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۲۰ نمبر ۴۷۰)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۲ (ج ۱ ص ۲۳۹ نمبر ۶۹۳)

۲۔ التاریخ الکبیر بخاری (ج ۱ ص ۶۹ نمبر ۱۶۷)؛ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۳۰۳)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۳۱۔ ۱۲۷ (ج ۹ ص ۱۱۵۔ ۱۱)؛ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۲۳۲ نمبر ۱۲۷۵)

۳۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر ۷۸۴۴)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۳ ص ۶۷۰ نمبر ۸۰۰۵)

۵۔ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۱۵۹ نمبر ۸۹۵)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۰۶ نمبر ۵۳۲)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۵۲ (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۶۹۳۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر ۷۸۴۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۱۱ (ج ۸ ص ۳۶۷)

۶۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۳۱۶ ح ۱۶۷۸)

۷۔ مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۷۷ (ج ۴ ص ۱۷۹ ح ۴۷۸۶)؛ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۴ (ج ۴ ص ۲۱۱ ح ۴۶۴۸، ۴۶۴۹)

صحیح ترمذی میں عبدالرحمٰن بن حمید ہی سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں تھا، اتنے میں علیؑ کی مذمت کی گئی تو سعید بن زید نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ دس افراد جنتی ہیں پھر رسول خداؐ، ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد بن مالک اور عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا پھر کہا: اگر چاہوں تو دسویں کا بھی نام لوں؟ پوچھا گیا: کون ہے؟ تو خاموش رہے دوسری بار پوچھا گیا تو کہا کہ سعید بن زید۔(۱)

ہمارے عقیدے کے لحاظ سے اس روایت کی کوئی اہمیت نہیں، اور نہ ہی جن لوگوں کو جنت کی بشارت دینے کی بات کہی گئی ہے انھیں کوئی امتیاز حاصل ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں بے شمار جگہوں پر ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے کہ انھیں جنت حاصل ہوگی۔ بنا بریں چند لوگوں کو بہشتی بنا دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات فبشرهم جنت تجری من تحتها الانهار ۔جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے انھیں جنت کی بشارت دے دیجئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ بقرہ ۲۵، توبہ ۱۱۱، ہود ۲۳، حج ۱۴، سجدہ ۱۹، نساء ۱۲۴، غافر ۴۰، فتح ۷، طلاق ۱۱، توبہ ۷۲ میں اس مفہوم کی آیات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ اکثر اصحاب رسولؐ کو جنت کی بشارت خود زبان رسالت سے دی گئی ہے۔ حدیث صحیح ہے: **علی و شیعتهم فی الجنة** (۲) (علیؑ اور ان کے شیعہ جنت میں ہیں) ایک حدیث صحیح ہے کہ فرشتہ وحی نے آکر کہا: اپنی امت کو بشارت دے دیجئے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ خدا کا شریک نہ قرار دیا ہو وہ جنتی ہے۔ رسولؐ نے پوچھا: خواہ وہ زنا کرے، چوری کرے اور شراب بھی پئے؟

۱۔ سنن ترمذی ج ۱۳ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۶ (ج ۵ ص ۶۰۵، ۶۰۹ ح/ ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۵۷)؛ تیسیر الوصول ج ۳ ص ۲۶۰ (ج ۳ ص ۳۰۳)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۲۰ (ج ۱ ص ۳۰)

۲۔ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۴۶ (مجلد ۱۵ ج ۳۰ ص ۲۶۴)؛ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۱ (ج ۳ ص ۷)؛ نہایۃ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۶ (ج ۴ ص ۱۰۶)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۱، ۱۷۳؛ کفایۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵ باب/ ۶۲)؛ صواعق محرقہ ص ۹۶، ۱۳۹، ۱۴۰ (ص ۱۶۱، ۱۹۱، ۲۳۲، ۲۳۵)

فرشتے نے کہا: ہاں۔(۱)

اس بنا پر عشرہ مبشرہ کے افراد اگر واقعی مومن تھے اور قرآن وسنت کے پابند تھے تو جنتی ہوں گے۔ ضمنی طور سے ان دس کے علاوہ افراد بھی جنت کی بشارت پائے ہوئے ہیں مثلاً عمار یاسر (۲) اور زید بن صوحان (۳) جنت چار کی مشتاق ہے: علیؑ، عمار، سلمان اور مقداد۔ ایک روایت میں تین کا نام ہے علیؑ، عمار، بلال (۴) اس کے علاوہ حدیث صحیح ہے کہ حسن وحسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں (۵) اسکے علاوہ حسن وحسین علیہما السلام ان کے جد، ان کے والدین، ان کے چچا، ان کے ماموں سب کے سب جنتی ہیں۔(۶)

نیز ارشاد رسولؐ ہے کہ جعفر بن ابی طالب جنتی ہیں، انہیں دو پر عطا ہوئے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔(۷)

۱۔ مسند احمد (ج ٦ ص ۲۰۹ ح/۲۰۹۵۵، ص ۲۰۳ ح/۲۰۹۲۳) سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۷ حدیث ۲۶۴۴) سنن نسائی (باب عمل الیوم واللیلہ ص ۳۱۹ حدیث ۱۱۲۸) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۴۳٦ حدیث ۲۱۳)

۲۔ المستطرف ابشیہی (ج ۱ ص ۱۳۷)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ٦۲٦)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۸ ص ۲۱۵)؛ کنز العمال (ج ۱۱ ص ۷۲۱ ح/۳۳۵۲۱؛ ج ۱۲ ص ۵۳۹ ح/۳۷۴۱۲)

۳۔ مسند ابویعلی (ج ۱ ص ۳۹۳ ح/۵۱۱)؛ تاریخ ابن عساکر ج ٦ ص ۱۳۔۱۱ (ج ۱۹ ص ۴۳۴، ۴۳٦، ۴۳۸ نمبر ۲۳۳۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۱۴۴۔۱۴۳)؛ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۴۰؛ استیعاب ج ۱ ص ۱۹۷ (القسم الثانی ص ۵۵٦۔۵۵ نمبر ۸۵۲)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۴ (ج ۲ ص ۲۹۱ نمبر ۱۸۴۸)؛ بہجۃ المحافل ج ۲ ص ۲۳۷؛ الاصابۃ ج ۱ ص ۵۸۲

۴۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۴۲ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۷ (ج ۳ ص ۱۴۸ ح/۴٦٦٦)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ٦۲٦ ح/۳۷۹۷)؛ معجم الکبیر (ج ٦ ص ۲۱۵ ح/٦۰۴۵)؛ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۱ (ج ۱۰ ص ۱۱۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۱۱ (ج ۷ ص ۳۵۴ حوادث ۳۷ھ)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۷؛ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۰٦، ج ٦ ص ۱۹۸، ۱۹۹ (ج ۱۰ ص ۴۵۱ نمبر ۹۷۴، ج ۲۱ ص ۴۱۱۔۴۱۰ نمبر ۲۵۹۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۲۵۹، ج ۱۰ ص ۴۰، ج ۱۸ ص ۲۱۲)؛ استیعاب ج ۲ ص ۴۳۵ (القسم الثالث ص ۱۱۳۸ نمبر ۱۸٦۳)

۵۔ صواعق محرقہ (ص ۱۹۱)

٦۔ المعجم الکبیر (ج ۳ ص ۴۰، ۳۵ ح/۲٦۱۸۔۲۵۹۸، ص ٦٦ ح/۲٦۸۱)؛ معجم الاوسط (ج ۱ ص ۲۳۸ ح/۳٦۸)

۷۔ معجم الاوسط (ج ۷ ص ۳۷۴ ح/٦۹۳۲)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۲

ایک حدیث میں عمرو بن اصیرم (۱) اور ابن مسعود (۲) اور عمرو بن جموح کو بشارت جنت دی گئی ہے۔

ان تمام روایات کے باوجود یہ کیسا شور و غوغا ہے کہ عشرۂ مبشرہ ہی کے لئے مایۂ ناز افتخار مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ گویا بس انہیں کو جنت ملے گی دوسروں کو نہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ جو بھی ایمان لائے اور عمل صالح کرے، تقوی اختیار کرے انہیں جنت کی بشارت دے دو اور فرمان خدا میں کوئی رد و بدل نہیں اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

اس لئے عشرۂ مبشرہ ہی کو کیوں جنتی بنا کر عقیدے کا جزو قرار دیا جاتا ہے؟ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ایک خط میں مسدد بن مسرھد کو لکھا ہے کہ..........اور یہ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ دس افراد جنتی ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان،..... بنابریں جنھیں رسولؐ خدا نے جنت کی بشارت دی ان کے جنتی ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں اور یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں بہشت میں اور فلاں جنت میں۔ صرف انہیں دس افراد کے لئے کہا جا سکتا ہے جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی۔ آخر اس لاف و گزاف کی وجہ کیا ہے، شاید آپ بھی اس کی وجہ جانتے ہیں؟

اب ذرا سند و متن کا تحلیل و تجزیہ کریجئے:

دونوں روایتیں عبدالرحمٰن بن عوف اور سعید بن زید سے ہیں، ان دو کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ہے۔ عبدالرحمٰن کی روایت عبدالرحمان بن حمید بن حمید بن عبدالرحمٰن زہری اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سند باطل اور نا تمام ہے کیوں کہ حمید بن عبدالرحمٰن صحابی نہیں تابعی ہیں، انھوں نے ۱۰۵ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طرح ان کی پیدائش ۳۲ھ قرار پاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے انتقال کے ایک سال کے بعد، اسی وجہ سے ابن حجر نے عبدالرحمٰن کی روایت عمر و عثمان کو منقطع کہا ہے (۳) اور عثمان کا قتل عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد ہوا۔ فطری لحاظ سے عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت

۱۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۶۳

۲۔ معجم الکبیر (ج ۱۰ ص ۱۲۶ ح ۱۰۳۴۱) ۳۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۶ (ج ۳ ص ۴۰)

بدرجہ اولی منقطع ہوگی، بنابریں یہ سند صحیح نہیں ہے۔اس طرح اب روایت صرف سعید بن زید میں منحصر ہوکر رہ جاتی ہے،جنھوں نے خود اپنے کو عشرہ مبشرہ کی فرد کہا ہے اور انھوں نے یہ حدیث کوفے میں بیان کی جب معاویہ کا زمانہ تھا۔اس سے قبل یہ روایت کہیں نہیں سنی گئی تھی اسی زمانہ میں بیان کی گئی جب جعلی روایات کے انبار لگائے جارہے تھے، مجرمانہ طریقے پر مذموم تبلیغ کا بازار گرم تھا۔کسی نے بھی اس صحابی سے نہ پوچھا کہ آخر آج سے قبل یہ حدیث کیوں نہ بیان کی تھی؟ آخر چھپائے رہنے کی وجہ کیا تھی؟ کسی نے بھی خلفاء راشدین کے دور میں اسے نقل نہ کیا۔اس وقت تو صحابہ اس حدیث کے سخت ضرورت مند تھے تاکہ اپنی پوزیشن مستحکم کر کے دلیل کے طور پر پیش کرسکیں اور خوں ریزی سے باز رہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کر کے مسلمانوں کو تباہی کے گھاٹ لگانا شروع کیا تو سعید کو اس حدیث کا الہام ہوا نہ یہ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔گمان قوی یہ ہے کہ سعید نے جب حضرت علیؑ پر دشنام طرازیوں کا ہنگامہ دیکھا اور لوگوں کو معاویہ کے خلاف عام طور سے بیزار پایا یزید کی جانشینی وغیرہ سے خود بھی بیزار ہوئے۔

اس موقع پر مروان بن حکم کو سخت دست بھی کہا(۱) تو انہیں معاویہ کے مصائب و آلام کا کوف دامنگیر ہوا۔اور اپنے کو ان مصائب سے بچانے کے لئے یہ روایت گڑھ لی تاکہ ان پر جو عشق علیؑ کا الزام لگ گیا ہے وہ دھل جائے۔اس زمانہ میں تو جس پر بھی عشق علیؑ کا جرم ثابت ہوجاتا تھا اسے قتل یا جلاوطنی کے مرحلے سے گذرنا پڑتا تھا۔اس طرح مخالفین علیؑ کو جنت کا جعلی سارٹیفکٹ دے کر حاکم وقت کو راضی کرلیا۔

اس حدیث میں تمام مخالفین علیؑ کو ایک صف میں لے آئے ہیں۔ایک بھی دوستدار علیؑ مثلاً سلمان، ابوذر، مقداد و عمار کا نام نہیں لیا گویا جنت انھیں دس میں منحصر ہوکر رہ گئی ہے؟ اس حدیث سے انھوں نے نہ صرف اپنے کو قتل وجلاوطنی سے محفوظ کیا بلکہ سنہرے سکوں کے حقدار بھی ہوگئے۔اگر درمیان میں سیم وزر نہ ہوتے تو کوئی بھی انصاف پسند اسے باور نہ کرتا، سبھی جانتے ہیں کہ متذکرہ افراد کا انداز حیات حضرت

۱۔تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۲۸ (ج۲۱ ص۸۸ نمبر۲۴۷۷)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹ ص۲۹۸)

علیؑ سے قطعی تضاد رکھتا ہے۔ علیؑ ہی نے شوریٰ میں سیرت شیخین کی پیروی کو ٹھکرایا، پھر عثمان سے کشمکش پیدا ہوئی اور ان کے قتل کو برا بھی نہ سمجھا ان کے ناحق قتل ہونے کی گواہی بھی نہ دی، خطبہ شقشقیہ میں انھیں اس چوپائے سے تشبیہ دی جو فصل بہار کی گھانس کھاتا ہے، پھر طلحہ و زبیر عثمان سے برسر پیکار ہوئے اور پھر خون عثمان کا انتقام علیؑ سے لینے بھی کھڑے ہو گئے۔ ایسے افراد علیؑ کے ساتھ جنت میں کیسے رہ سکتے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم!

متن روایت کا تجزیہ بھی بڑا دلچسپ ہے:

کیا عبدالرحمٰن ابن عوف جو اس حدیث کے راوی ہیں خود بھی اس کے معتقد تھے؟ اگر اسے صحیح سمجھتے تھے تو بروز شوریٰ حضرت علیؑ کو تلوار کی دھمکی کیوں دی؟ پھر بعد میں عہد کر لیا کہ مرتے دم تک عثمان سے بات نہ کروں گا۔ بیعت عثمان شرمندہ تھے، وصیت کر دی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ عثمان انھیں منافق کہتے تھے (۱) کیا یہ حقائق اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں معاون ہیں؟

کیا ابوبکر و عمر سے جناب فاطمہ زہراؑ ناراض نہیں تھیں؟ ان سے کہا کہ خدا و فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ بابا رسول خداؐ سے شکایت کروں گی۔ مادر حسنین علیہما السلام ان دونوں سے نالہ و گریاں گئیں، کبھی قبر رسولؐ سے فریاد کی: بابا آپ کے بعد ابا ابو قحافہ اور خطاب کے فرزندوں سے کیا کیا نہ مصائب جھیلے۔ انھیں کے لئے حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ ان کے غصب حقوق کی وجہ سے گویا میری آنکھ میں خاشاک تھے یا گلے میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی، میں اپنی میراث لٹتے دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں کے لئے جناب صدیقہ ہر نماز کے بعد بددعا کرتی تھیں انھوں نے دختر رسول کو اذیت دی تھی اور جو لوگ رسول کو اذیت دیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۲)

کیا عمر بھی اس حدیث کو سچ سمجھتے تھے؟ تو پھر منافقوں کے نام حذیفہ سے کیوں پوچھتے تھے؟ (۳)

مغیرہ کے ابو عیسیٰ کنیت کو بدلتے ہوئے کیوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا کیا معاملہ پیش آئے گا۔

کیا یہی عمر نہیں تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کو ابوبکر کی بیعت کے لئے شتر مہار شدہ کی طرح کھینچا اور

۱۔ صواعق محرقہ ص ۶۷ (ص ۱۱۴) ۲۔ ساتویں جلد میں ان تمام مطالب پر بحث گذر چکی ہے۔

۳۔ التمہید باقلانی ص ۱۹۶؛ بہجۃ النفوس ج ۴ ص ۴۸

علیؑ کو قتل کی دھمکی، اخوت رسول کا انکار، شوریٰ میں مخالف کو قتل کا حکم۔ جب کہ جانتے تھے کہ اس میں علیؑ ہی مخالف ہوں گے۔ حالانکہ مومن کو عمداً قتل کرنے کی سزا جہنم ہے۔

کیا عثمان بھی اس روایت کو درست کہتے تھے؟ تو پھر مغیرہ نے مکہ جانے کی رائے دی تو حدیث رسول کیوں سنائی، جس میں نصف عذاب کی خبر تھی۔ اگر عثمان اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے تو علیؑ کو مروان سے افضل کیوں نہیں سمجھتے تھے؟

طلحہ و زبیر ہی نے عثمان کے خلاف شورش برپا کر کے قتل کرا دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ اپنی حکومت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں، انھیں خدا سے کیا واسطہ؟ ان دونوں نے امام اور خلیفہ وقت کی بیعت توڑی جبکہ بمطابق حدیث رسولؐ امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ ان دونوں نے زوجہ رسول کو گھر سے باہر نکالا۔ جس علیؑ کے خلاف جنگ کو رسولؐ نے طغیان، نفاق اور کفر کہا تھا ان سے برسر پیکار ہوں؟ یہ طلحہ ہیں جنھوں نے عثمان پر بندش آب کی، جنگ جمل میں جب حدیث غدیر یاد دلائی گئی تو بھول جانے کا بہانہ کیا۔ انھوں نے ہی کہا تھا کہ رسول خداؐ ہماری ناموس سے نکاح کر رہے ہیں اگر یہ مر گئے تو ان کی ازواج سے ہم نکاح کریں گے، اسوقت ﴿ازواجہ امھاتھم﴾ نازل ہوئی۔ کیا سعد بھی اس حدیث کو باور کرتے تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ عثمان اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علیؑ نے زہر آلود کیا اور زبیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچا اگر چاہتے تو انھیں بچا سکتے تھے۔ کیا اس بات سے حدیث کی صحت کا میل ہو سکتی ہے۔ پاک ہے خدا کہ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول، خلیفہ و باغی کو ایک ہی جنت میں رکھے، یہ خدا پر زبردست بہتان ہے۔

کیا یہ روایت سعد جیسے شخص کے موزوں ہوگی جس نے خلیفہ برحق اور امام کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ان کی مدد کی، جس امام پر تمام امت اسلام متفق تھی۔ تمام مجاہدین بدر و مہاجرین و انصار نے بیعت کی تھی۔ لیکن سعد بیعت علیؑ سے دور رہے، شاید ان پر کوئی نئی کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ جس سے سعد کو مستثنیٰ کر کے مژدہ بہشت سنایا گیا تھا۔

ابو عبیدہ جراح گورکن کے لئے بھی مژدۂ بہشت ایک دلچسپ معاملہ ہے چونکہ انھوں نے سقیفہ کے دن سیاسی جرائم کے شاندار مظاہرے کئے تھے۔ جسکی وجہ سے امت اسلام قیامت تک کے لئے دو چار انتشار ہوگئی۔ امت میں انتشار ہوا، اہلبیت رسولؐ کی ہتک حرمت کی گئی، گویا انھیں جرائم کی وجہ سے انھیں مژدۂ بہشت سنایا گیا تھا۔

اس بشارت بہشت میں عائشہ کا نام نہ ہونے سے عجیب خلاء محسوس ہو رہا تھا، اس لئے ابوذر کے نام سے منسوب کر کے ایک حدیث گڑھی گئی:

رسول خداؐ عائشہ کے گھر آئے اور فرمایا: عائشہ! کیا میں تمھیں بہشت کی بشارت نہ دوں؟ عائشہ نے کہا: کیوں نہیں، اے خدا کے رسولؐ! فرمایا: تمھارے باپ جنت میں ابراہیمؑ کے رفیق ہوں گے اور عمر جنت میں نوحؑ کے ساتھی، عثمان بہشت میں میرے رفیق ہوں گے، علیؑ بہشت میں یحییٰ بن زکریہ کے رفیق ہوں گے، طلحہ رفیق داؤدؑ، زبیر رفیق اسماعیلؑ، سعد بن ابی وقاص رفیق سلیمانؑ، سعید موسیٰ عمران کے رفیق، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں عیسیٰؑ کے رفیق اور ابوعبیدہ جراح رفیق ادریسؑ ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں سردار انبیاء ہوں اور تمھارے باپ افضل صدیقین اور تم مومنین کی ماں ہو۔ (۱)

کاش! اس روایت کی سند بھی معلوم ہوتی تاکہ گڑھنے والے کا پتہ چل سکتا اور کاش گڑھنے والے کو معلوم ہوتا کہ رفاقت کے لئے اخلاقی و نفسیاتی مشابہت بھی ہونا ضروری ہے۔ ان معصوم پیغمبروں کے ساتھ مدینہ کے ان گرگوں کو ٹھونس دیا گیا، چونکہ سقیفہ میں لیاقت و استحقاق کا قطعی خیال نہیں رکھا گیا۔ آخر عبداللہ بن مسعود کو رفیق عیسیٰؑ کیوں نہ بنایا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں ستائش آئی ہے۔ (۲)

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱ ص۲۰ (ج۱ ص۳۱)؛ سیرۃ ملا (ج۵ ص۱۹۶ قلمی)

۲۔ صحیح بخاری کتاب المناقب (ج۳ ص۱۳۷۳ ح/۳۵۵۱)؛ مسند احمد ج۵ ص۳۸۹ (ج۶ ص۵۳۸ ح/۲۲۷۹۷)؛ سنن ترمذی (ج۵ ص ۶۳۱ ح/۳۸۰۷)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۲۰ (ج۳ ص ۳۵۶، ۳۶۱ ح/۵۳۷۶، ۵۳۹۶)؛ حلیۃ الاولیا ج۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷؛ استیعاب ج۱ ص۳۷۲ (نمبر ۱۶۵۹)؛ مصابیح السنۃ ج۲ ص۲۸۳ (ج۴ ص۲۰۴ ح/۴۸۵۵)؛ صفۃ الصفوہ ج۱ ص۱۵۶، ۱۵۸ (ج۱ ص ۳۹۸، ۴۰۲ نمبر ۱۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۱۶۲ (ج۷ ص۱۸۳ حوادث ۳۲ھ)؛ تیسیر الوصول ج۳ ص۲۹۷ (ج۳ ص۳۲۴ ح/۱)؛ الاصابۃ ج۲ ص۳۶۹؛ کنز العمال ج۷ ص۵۵ (ج۱۳ ص۴۶۵ نمبر ۳۷۲۱۰)

عثمان میں آخر کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا تھا۔ ابوذر کیوں نہ رفیق عیسٰیؑ ہوتے کہ وہ تو ان سے بہت مشابہ تھے۔(۱)

عثمان ہی کیوں جن میں کوئی آثار اخلاق عیسوی نہیں پائے جاتے تھے۔ جعفر کو کیوں نہ کہا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے سے مشابہ قرار دیا تھا۔(۲) رسول خداؐ نے اپنی رفاقت کے لئے عثمان کا انتخاب کیوں کیا ابوبکر کا کیوں نہ کیا، جب کہ یہ لوگ ایک صحیح حدیث پیش کرتے ہیں کہ میں اگر کسی کو دوست قرار دیتا تو وہ ابوبکر ہوتے۔ ایک جعلی دعائے رسول بھی ہے کہ خدایا! تو نے ابوبکر کو یار غار بنایا جنت میں بھی میرا یار بنا دے۔(۳)

عثمان کو رفیق ابراہیمؑ کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ جعلی حدیث میں انھیں شبیہ ابراہیمؑ کہا گیا ہے۔(۴) عمر کو موسیٰ کا رفیق کیوں نہ بنایا گیا، عثمان کو رفیق ہارون اور علیؑ کو رفیق رسولؐ کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ انس سے ایک جعلی حدیث روایت کی گئی ہے کہ ہر نبی اپنی امت میں ایک نظیر رکھتا ہے ابوبکر نظیر ابراہیمؑ، عمر نظیر موسیٰ، عثمان نظیر ہارونؑ اور علیؑ میری نظیر ہیں۔(۵)

اس حدیث کو گڑھنے والے نے غفلت برتی۔ اسے شاید حدیث رسولؐ یاد نہ تھی کہ یا علیؑ تم میرے بھائی اور جنت میں میرے رفیق ہو اور یہ رفاقت دونوں کے اخلاقی و نفسیاتی تشابہ کی وجہ سے تھی جو موزوں ہے اسی لئے آیۂ تطہیر نے دونوں کی طہارت کا اعلان کیا دونوں کی ولایت کا اعلان ہوا۔

اب ذرا ابوذر اور عائشہ سے پوچھئے جو اس روایت کے راوی اور مخاطب ہیں۔ کیا واقعی ابوذر نے

۱۔ طبقات ابن سعد ج۴ ص۱۶۷، ۱۶۸ (ج۴ ص۲۲۸)؛ سنن ترمذی ج۲ ص۲۲۱ (ج۵ ص۶۲۸ ح۳۸۰۲۔۳۸۰۱)؛ سنن ابن ماجہ ج۱ ص۶۸ (ج۱ ص۵۵ ح۱۵۶)؛ مستدرک حاکم ج۳ ص۳۴۲ (ج۳ ص۳۸۵ ح۵۴۶۰، ج۴ ص۵۲۷۔ ۵۲۶ ح۸۴۷۸)

۲۔ مجمع الزوائد ج۹ ص۲۷۲، ۲۷۵

۳۔ لسان المیزان ج۵ ص۴۱۸ (ج۵ ص۴۷۳ نمبر ۸۱۶۰)

۴۔ انساب الاشراف ج۵ ص۳ (ص۱۰۱)

۵۔ میزان الاعتدال ج۱ ص۵۶، ج۳ ص۵۸: الضعفاء والمتروکون (ص۲۵۰ نمبر ۴۸۳)

یہ وحی ترجمان سے حدیث سنی؟ کیوں کہ ابوذر سے سچے پر تو آسمان نے سایہ نہیں کیا۔ اگر آپ ابوذر و عثمان کے باہمی چپقلش کو دیکھئے تو حدیث غلط معلوم ہوگی۔ ابوذر کے اعتراضات نے تو عثمان کا منھ کالا کردیا تھا کیا وہ عثمان کے متعلق جنت کی بشارت نقل کریں گے۔ ابوذر تو عثمان کو شجرۂ ملعونہ کی فرد سمجھتے تھے، فرماتے ہیں کہ حدیث رسولؐ ہے کہ جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو خدا کی زمین ہڑپ لیں گے، بندگان خدا کو غلام اور دین خدا کو غارت کردیں گے۔ عثمان نے ابوذر کو جھٹلایا اور ظاہر ہے جس نے ابوذر کو جھٹلایا اس نے رسولؐ خدا کو جھٹلایا۔ (۱)

صرف ابوذر ہی عثمان کے مخالف نہیں تھے اکثر بدری صحابی ومہاجرین وانصار ان کے ہم آواز تھے۔ تمام اصحاب کی شورش اس حدیث کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ عائشہ نے بھی تو عثمان کو نعثل وکافر کہہ کے خطاب کیا ہے۔ (۲) ان کی تنقیدیں تو سب سے زیادہ تلخ وتند ہیں۔ قتل عثمان کی خبر سن کر کہا کہ خس کم جہاں پاک۔ (۳) کیا کسی آزاد ضمیر انسان کو سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی زبان سے عثمان کے جنتی ہونے اور رفیق رسولؐ ہونے کی بات ادا ہوگی؟ کیا رسول خدا نعثل یہودی کے رفیق ہوسکتے ہیں؟

طلسم ہوش ربا

۳۸۔ محمد بن آدم کہتا ہے: میں نے مکہ میں ایک اسقف کو دیکھا گرد کعبہ طواف کررہا تھا۔ اس سے

۱۔ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۸۰ (ج ۴ ص ۵۲۷ ح ۸۴۷۸)؛ مسند احمد (ج ۳ ص ۴۹۸ ح ۱۱۳۴۹، ج ۲ ص ۳۴۷ ح ۶۴۸۳) ؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲۴ ص ۱۸۳ ج ۲۸ ص ۲۹۰)؛ مسند ابی یعلی (ج ۲ ص ۳۸۳ حدیث ۱۱۵۲) المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۸۲ حدیث ۱۲۹۸۲) کنز العمال (ج ۱۱ ص ۱۶۵ ح ۳۱۰۵۵، ص ۳۵۹ ح ۳۱۷۳۸)

۲۔ تذکرۃ الخواص (ص ۶۹)؛ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۴۵۸ حوادث ۳۶ھ)؛ الامامۃ والسیاسۃ (ج ۱ ص ۵۱)؛ النہایۃ ابن اثیر (ج ۵ ص ۸۰)؛ القاموس المحیط (ص ۱۳۷۴)؛ لسان العرب (ج ۱۴ ص ۱۹۸)؛ تاج العروس (ج ۸ ص ۱۴۱)؛ حیاۃ الحیوان (ج ۲ ص ۳۶۵)

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید (ج ۶ ص ۲۱۵ خطبہ ۷۹)

پوچھا: تم نے اپنے اجداد کا دین کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا: اس سے بہتر دین میں آ گیا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہنے لگا، میں نے سمندر کا سفر کیا، منجدھار میں پہنچ کر کشتی ٹوٹ گئی اور موجوں نے مجھے ایک جزیرے میں پہنچا دیا، وہاں درختوں کے جھنڈ میووں سے لدے پھندے تھے، آب شیریں کی نہر جاری تھی، میں نے اس نعمت پر شکر خدا ادا کیا میوے کھائے نہر کا پانی پیا اور آئندہ حالات کا انتظار کرنے لگا۔ جب شام ہوئی تو درندوں کے اندیشے ہوئے اور ایک درخت پر چڑھ گیا، آدھی رات میں ایک درندے کو دیکھا کہ تسبیح خدا کر رہا ہے: خدائے جبار کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں، ابوبکر ان کے یار غار، عمر فاتح شہر و دیار، عثمان کشتہ درخانہ حصار، علیؑ کفار کے سر پر آئی ہوئی تلوار، ان سے نفرت رکھنے والوں پر لعنت خدائے جبار، ان ٹھکانہ جہنم ہو۔ اس درندے نے صبح تک تکرار کی۔ فجر ہوئی تو کہا کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ اس کے رسول اور ہادی، ابوبکر ان کے مشیر، عمر آہنی سورما، عثمان صاحب فضیلت شہید، علی صاحب ہیبت شدید، ان کے دشمن پر پروردگار کی لعنت۔

پھر وہ درندہ خشکی میں آیا، اس کا سر شتر مرغ کی طرح اور صورت انسان کی تھی، ہاتھ پاؤں جانوروں کی طرح تھے۔ میں اس کے ڈر سے بھاگا تو چلا کر بولا: ٹھہرو، ورنہ قتل کئے جاؤ گے۔ میں ٹھہر گیا۔ پوچھا: کس دین پر ہو؟ میں نے کہا: عیسائی ہوں۔ بولا: وائے ہو، تجھے دین اسلام قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ تم پریوں کے دیس میں ہو یہاں سب کا مذہب اسلام ہے۔ میں نے پوچھا: اسلام کیسے قبول کروں؟ اس نے کلمہ پڑھوایا اور خلفاء راشدین کا اقرار کروایا۔ میں نے پوچھا: تم نے یہ دین کیسے حاصل کیا؟ جواب دیا: ہم میں سے کچھ لوگ خدمت رسولؐ میں گئے تھے، انھوں نے سنا کہ قیامت آئے گی، پھر ابوبکر، عمر، عثمان کے استقرار اور وجود امام حسنؑ وحسینؑ سے آراستہ ہونے کی بات کہی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: یہیں رہنا چاہتے ہو یا واپس جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: واپس جاؤں گا۔ کہا کہ صبر کرو تا کہ کوئی کشتی آئے اتنے میں کشتی آ گئی، میں اس پر سوار ہوا تو دیکھا کہ اس میں بارہ عیسائی سوار تھے انھوں نے مجھ سے آنے کی تفصیل پوچھی تو میں نے سارا واقعہ سنا دیا، سبھی حیرت سے مسلمان ہو گئے۔ (۱)

۱۔ مصباح الظلام ج ۲ ص ۳۰ (ج ۲ ص ۲۷، ح ۳۶۲)

اس ابن آدم جیسے جانور کو علماء رجال میں کوئی نہیں جانتا۔اسی لئے اسے گمنام کہنا چاہئے۔شاید ابوالبشر آدمؑ بھی اسے نہ پہچانتے ہوں گے۔اسی طرح اشقف بھی مجہول اور گمنام ہی ہے۔پھر اگر یوں کی لعنت تسلیم کر لی جائے تو ذرا دیکھئے کہ تمام عادل صحابہ انکی زد میں آجائیں گے جنھوں نے عثمان سے نفرت کا مظاہرہ کیا۔پھر ان عیسائیوں پر بھی تعجب ہے جو اس خرافی تفصیل کو سن کر جھٹ سے مسلمان ہو گئے۔

۳۹۔تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابی بن کعب نے سورہ والعصر کی رسولؐ کے سامنے تلاوت کر کے اس کی تفسیر پوچھی۔فرمایا: خدا نے دن کے آخری حصے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک (الانسان) یعنی ابوجہل گھاٹے میں ہے،﴿الا الذین آمنوا﴾ سے مراد ابوبکر ہیں۔﴿وعملوا الصالحات﴾ سے مراد عمر،﴿وتواصوا بالحق﴾ سے مراد عثمان اور﴿وتواصوا بالصبر﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ''رضی اللہ عنھم اجمعین''۔(۱)

ابن عباس نے منبر سے یہی تفسیر بیان کی تھی۔(۲)

کیا جائز ہے کہ اس طرح کی مضحکہ خیز تفسیر کر کے خدا و رسول پر بہتان باندھا جائے اور تحریف معنوی کی جائے؟ اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر یہ کہ ان شخصیتوں کے حالات زندگی سے الفاظ قرآن ذرا بھی میل نہیں کھاتے اور یہ کہ تفسیر ابن مردویہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ﴿الا الذین امنوا وعملوا الصالحات﴾ سے مراد علیؑ سلمان ہیں۔(۳) اس کی تائید اس تفسیر سے ہوتی ہے کہ﴿ ام حسب الذین اجترحوا السیئات ﴾ سے مراد عتبہ وشیبہ اور﴿ الذین آمنوا و عملوا الصالحات ﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں(۴) اور﴿ اولئک ھم خیر البریہ ﴾ سے مراد علیؑ اور

۱۔تفسیر قرطبی ج۲۰ص۱۸۰(ج۲۰ص۱۲۳)

۲۔ریاض النضرۃ ج۱ص۳۴(ج۱ص۴۹)؛تفسیر شربینی ج۴ص۵۶۱(ج۴ص۵۸۵)

۳۔درمنثور ج۶ص۳۹۲(ج۸ص۶۲۲)

۴۔تذکرۃ الخواص ص۱۱(ص۱۷)؛کفایۃ الطالب گنجی ص۱۲۰(ص۲۴۷باب/۶۲)

ان کے شیعہ ہیں۔ (۱) اس لئے ابی ابن کعب کی روایت عقل و منطق سے بعید ہے۔ اسی وجہ سے ابن حجر نے (۲) اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ رسولؐ کی زبان سے یہ تفسیر ہرگز نہیں سنی گئی۔ اسی طرح سیاق صورت سے سمجھ میں آتا ہے کہ (آمنوا) کے بعد جو جملے آئے ہیں وہ انھیں ایمان داروں کے اوصاف بیان ہوئے ہیں نہ کہ دوسرے افراد کے جنھیں اول جملے میں مراد لیا گیا ہے۔

۴۰۔ واحدی اسباب النزول (۳) میں عبدالرحمٰن ابن ہمدان، احمد ابن جعفر، عبداللہ ابن احمد ابن حنبل، محمد ابن سلیمان، علی ابن ہاشم، کثیر النواء سے روایت کرتے ہیں کہ کثیر النواء کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر سے کہا کہ فلاں شخص نے حضرت علیؑ ابن حسین کا بیان نقل کیا ہے کہ ﴿ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین﴾ (اور ہم نے جوان کے دل میں کھوٹ تھی اسے دور کر دیا اور یہ آپس میں بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں) یہ ابوبکر، عمر، علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، علیؑ ابن الحسین نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انھیں لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہاں! انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کثیر نے پوچھا: وہ کھوٹ کیا تھا؟ فرمایا: جاہلیت کا کھوٹ تھا، بنی تمیم، بنی عدی اور بنی ہاشم سے زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی لیکن جب یہ جماعت مسلمان ہوئی تو ابوبکر کے مددگار علیؑ ہو گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت میں عبدالرحمٰن ابن حمدان آخر عمر میں اختلال حواس ہو گیا تھا اور اول فول بکنے لگا تھا، چنانچہ ابن فرات (۴) کہتے ہیں کہ اس کی بات پر توجہ نہ دینا چاہئے۔ قصری اس سے درس فقہ لینا چاہتے تھے تو ابن لبان نے کہا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے اور درس لینے سے منع کیا۔ (۵) اسی وجہ سے ابن صبان و

۱۔ تاریخ طبری ج ۳۰ ص ۱۳۶ (مجلد ۱۵ ص ۳۰ ص ۲۶۴)؛ مناقب خوارزمی (ص ۱۱۱ ح ۱۲۰، ص ۲۶۵ ح ۲۴۷)

۲۔ فتح الباری ج ۸ ص ۵۹۲ (ج ۸ ص ۷۲۹)

۳۔ اسباب النزول ص ۲۰۷ (ص ۱۸۶)؛ در منثور (ج ۵ ص ۸۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۱ (ج ۱ ص ۸۷ نمبر ۳۲۰)

۵۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۱۲۵ (ج ۱ ص ۱۵۱ نمبر ۴۶۴)، ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۲ ص ۲۹۳ نمبر ۲۵۰۲)

جوزجانی اور دارقطنی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں (۱) کثیر النواء بھی سست روایت تھا، جعلی روایت گڑھنے کی بنا پر اسے بھی ضعیف کہا گیا ہے (۲)

اس آیت کی ایک اور مضحکہ خیز روایت صفوری نے کی ہے۔ نزھہ (۳) میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ (غل) سے مراد کینہ وعداوت ہے، جب قیامت برپا ہوگی تو یاقوت سرخ کا ایک تخت نصب کیا جائے گا اس پر ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ بیٹھیں گے اور چار جام حاضر کئے جائیں گے ابوبکر جام سے عمر کو سیراب کریں گے، عمر عثمان کو اور عثمان علیؑ کو پھر خدا جہنم کو حکم دیگا کہ ایک موج خروش آمیز سے رافضیوں کو ساحل پر پہنچا دے۔ خدا ان رافضیوں کو دکھائے گا کہ اصحاب رسولؐ کس منزلت پر فائض ہیں تو وہ لوگ کہیں گے کہ ان لوگوں کو خدا نے سعید قرار دیا ہے۔ اور ایک روایت میں کلبی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعید، ابن عوف اور عبداللہ ابن مسعود ہیں۔

دیکھئے تو ذرا آیت کی کیسی ریڑھ ماری گئی ہے، ان لوگوں کے کینہ وعداوت سے بھرے ہوئے سینے کہاں اور قیامت کا تخت کہاں؟ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ قبل اسلام جو کینہ بھرے ہوئے تھے وہ بعد رسولؐ جوش مارنے لگے اور پھر باہمی جدل وکش مکش نے گھناونی شکل اختیار کر لی۔ محاصرہ عثمان کے بعد جنگ جمل اسی کینہ وعداوت کا نتیجہ تھا۔

ایک اور لچر تاویل دیکھئے: ﴿وحملناہ علی ذات الواح ودسر﴾، دوسرے کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوحؑ نے کشتی بنائی تو جبرئیل چار کیلیں لائے جس میں (عین) لکھا ہوا تھا، اول (عین) سے عبد اللہ یعنی ابوبکر، دوسرے عین سے عمر، تیسرے سے عثمان اور چوتھے سے علیؑ۔ اس طرح برکت (عین) سے

۱۔ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۱۱۰)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۱۵۹ نمبر ۸۹۵)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۰۶ نمبر ۵۳۲)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۶۶ نمبر ۱۶۰۲)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۲ (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۶۹۳۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۴۲۱ (ج ۵ ص ۶۳ نمبر ۷۸۴۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۱۱ (ج ۸ ص ۳۶۷)

۳۔ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۷

کشتی جاری ہوگئی (۱) اس قسم کے تحریفی نمونے بے شمار ہیں کہاں تک بیان کیا جائے۔

قیاص کن ز گلستان من بہا ر مرا

یہ بہتان اور دروغ بافی کے نمونے تھے جنھیں کذاب اور فریب کار ارباب علم و دانش نے محض فضیلت میں غلو کرتے ہوئے بیان کیا اور ان سے تفسیر و حدیث و تاریخ کی کتابیں بھر گئیں۔ سادہ لوح عوام نے انھیں حقائق و دقائق سمجھ کے مان لیا۔ نتیجہ میں امت تفرقہ و انتشار کا شکار ہوگئی۔ ہم نے ہزاروں میں سے یہ چند نمونے ہی پیش کئے ہیں کہ آپ کو عصبیت اور ہوائے نفس کا اندازہ ہو سکے۔ زیادہ بیان کر کے آپ کا دماغ گندہ کرنے سے فائدہ ہی کیا؟ جنھیں دیکھنا ہو وہ ریاض النضرہ، سیرۃ الحلبیہ، نزھۃ المجالس وغیرہ دیکھیں جو محض خرفات کا پلندہ ہیں۔ عصر حاضر کے مؤلفین نے تو طوفان بدتمیزی کی حد ہی کر دی ہے۔

۱۔ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۴

فضائل معاویہ کے لاف وگزاف

میرا خیال تھا کہ معاویہ کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ تمام مسلمان اس کے گندے عقائد ونظریات اور بھیانک مجرمانہ کارستانیوں اور خاندانی رزائل وناپاک نسب سے مطلع ہیں۔ ایسی صورت حال میں جو بھی اس کی ستائش کرے گا شرم سے پانی پانی ہو جائے گا۔ لیکن میرا خیال غلط نکلا، ایسے عیار وگستاخ افراد بھی نظر آئے جنھوں نے حدیثیں وضع کرلی ہیں۔ اس لئے ان کی حقیقت واضح کرنے کے لئے تاریخ کھنگالنا ضروری ہو گیا۔ مجھے اس سلسلہ میں ابن کثیر کی یاوہ گوئی پر توجہ نہیں دینی چاہئے جو لکھتا ہے کہ شام کے کوہستانی علاقوں کے اگلے لوگوں نے اک آواز سنی (شاید وہ شیطان کی آواز تھی): جو شخص بھی معاویہ سے کینہ وعناد رکھے گا جہنم کی آگ اسے کھینچ لے گی'' نہ ابن کثیر کے خواب وخیال اور بکواس پر اعتنا کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول خداؐ کو دیکھا' آپ کی خدمت میں ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ ومعاویہ حاضر تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ شخص مجھے حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ رسول خداؐ اسے غصے میں گھورنے لگے، اس شخص نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں ان لوگوں میں سے کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھ رہا ہوں، میں تو اس شخص (معاویہ) کو دیکھ رہا ہوں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تف ہے تجھ پر کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ اس جملے کی تین بار تکرار کی، پھر رسولؐ خدا نے ایک خنجر معاویہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: اس کے پیٹ میں بھونک دو، معاویہ نے وہ خنجر اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور فوراً اس کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں مردہ پڑا ہے۔ اس شخص کا نام راشد الکندی تھا۔

سعید بن مسیب کے بھی عقیدے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ کی محبت اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے نیز معاویہ کے لئے دعائے رحمت کرے، خدا پر لازم ہے کہ اسے محشر میں حساب سے بری قرار دے۔(۱)

نہ ہی اس خواب وخیال کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ جسمیں معاویہ نے قسم کھا کر کہا کہ خدا نے مجھے بخش دیا۔(۲)

احمد بن حنبل کے قول کو بھی ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا چاہئے: ان لوگوں کو معاویہ سے کیا سروکار، میں تو معاویہ کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔

ان تمام یاوہ گوئیوں، بلا دلیل عقیدے اور مجہول ہاتف کی آواز کو ذرا بھی وقعت نہیں دینی چاہئے کیوں کہ ان کے مقابل رسولؐ خدا اور سلف الصالحین کی مذمت بھری احادیث وارشادات کا انبار ہے۔ جو لوگ معاویہ کے قریب رہے اور اس شخص کو اچھی طرح پہچانتے تھے ان کے سامنے ان کنوارے مشوروں کی وقعت کیا رہ جاتی ہے۔ ہم چند نمونے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں:

۱۔ علی بن اقمر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر نے روایت بیان کی کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ کسی ڈھلان سے گذر رہے تھے، آپ کی نظر ابوسفیان پر پڑی وہ سوار تھا۔ معاویہ اور اس کا بھائی یزید آگے پیچھے سواری کو ہنکا رہے تھے، آپ نے فرمایا: خدایا! سوار پر، ہانکنے والے پر اور کھینچنے والے پر لعنت فرما! ہم نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسولؐ خدا سے سنا تھا؟ ابن عمر نے کہا: ہاں، میں نے خود اپنے کانوں سے سنا، اگر جھوٹ بولوں تو جس طرح میری آنکھیں اندھی ہیں کان بھی بہرے ہو جائیں۔(۳)

تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ ابوسفیان گدھے پر سوار چلا آرہا تھا، آگے آگے معاویہ تھا اور پیچھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹، ۱۴۰ (ج ۸ ص ۱۴۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰ھ)

۳۔ کتاب صفین مطبوعہ مصر ص ۲۴۷ (ص ۲۲۰)

۴۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)

سے یزید ہنکار رہا تھا۔ رسولخداؐ نے فرمایا: لعن اللہ القائد والراکب والسائق (خدا لعنت کرے سوار قائد اور سائق پر) اس حدیث کی طرف امام حسنؑ نے معاویہ کو مخاطب کر کے اشارہ کیا تھا: معاویہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا باپ سرخ اونٹ پر سوار تھا تو آگے آگے تھا اور تیرا بھائی یزید ہنکار رہا تھا، رسولؐ خدا نے دیکھ کر فرمایا تھا: اللھم العن الراکب والقائد والسائق۔

محمد بن ابی بکر نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: تو ملعون ہے اور ملعون کا بیٹا ہے۔

۲۔ براء بن عاذب کا بیان ہے کہ ابوسفیان اور معاویہ کو دیکھ کر رسولؐ خدا نے فرمایا: خدایا! تابع اور متبوع دونوں پر لعنت فرما، خدایا! اس بدمعاش کو اچک لے۔ براء بن عاذب نے اپنے باپ سے پوچھا: یہ رسولخداؐ نے ''اقیعس'' (بدمعاش) سے کس کو مراد لیا تھا؟ جواب دیا: معاویہ کو۔(۱)

اسکے علاوہ رسولؐ خدا نے ہر سود خور، شراب خوار و شراب فروش پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ان شرمناک حرام کاریوں میں معاویہ پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔

۳۔ مسند احمد، ابویعلی و کتاب صفین میں ابوبرزہ اسلمی سے اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول خداؐ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، اتنے میں دو آدمیوں کے گانے کی آواز سنائی دی، ایک کی تان پر دوسرا جواب دے رہا تھا:

ایزال حواری تلوح عظامہ   زوی الحرب عنہ ان یجن فیقبرا

رسول خداؐ نے فرمایا: ذرا دیکھو تو یہ دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: معاویہ اور عمر عاص ہے۔ یہ سنکر حضرت نے بدعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: خدایا! ان دونوں کو خاک چٹا دے اور جہنم میں بری طرح جھونک دے۔(۲)

۱۔ کتاب صفین مطبوعہ مصر ص۲۴۴ (ص ۲۱۷)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۱ (ج ۵ ص ۵۸۰ ح/۱۹۲۸۱)؛ مسند ابی یعلی (ج ۱۳ ص ۴۲۹ ح/۷۴۳۶)؛ وقعۃ صفین ص ۲۴۶ (ص ۲۱۹)؛ معجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۳۲ ح/۱۰۹۷۰)؛ لسان العرب ج ۷ ص ۴۰۴، ج ۹ ص ۴۳۹ (ج ۴ ص ۳۵۴، ج ۵ ص ۳۰۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: جب علمائے اہل سنت نے اس روایت میں کوئی پوچ اور ابہام نہیں دیکھا تو معاویہ کی اس قدر سخت مذمت کو دیکھ کر سینے پر سانپ لوٹنے لگا چنانچہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی میں لگ گئے۔ احمد بن حنبل نے دونوں کا نام اڑا کر (فلاں وفلاں) لکھ دیا۔

کچھ لوگوں نے دوسری طرح بات بنائی۔ چنانچہ صالح شقران سے روایت گڑھ لی کہ ہم لوگ ایک رات رسولؐ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ نے آواز سنی اور پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو وہ معاویہ بن رافع اور عمرو بن رفاعہ بن تابوت تھے۔ رسول خداؐ نے متذکرہ بدعا فرمائی اور اس کے نتیجے میں عمرو بن رفاعہ کی رسولؐ کے سفر ختم ہونے سے قبل ہی موت ہوگئی۔

سیوطی اللئالی مصنوعہ (۱) میں لکھتے ہیں کہ اس روایت سے ابہام پوری طرح ختم ہو جاتا ہے، پہلی حدیث میں جو عمرو بن عاص اور رمعاویہ ابن ابی سفیان ہے وہ دراصل عمرو بن رفاعہ اور معاویہ بن رافع تھے۔ یہ دونوں ہی منافق تھے۔ ''واللہ اعلم''۔

ذرا کوئی ان محدث صاحب سے پوچھے بھلا حدیث اول میں ابہام کہاں ہے؟ کہاں سے وہم پیدا ہوگیا۔

کیا متن ومفہوم میں کوئی بات خلاف شریعت یا قرآن وسنت کے مخالف ہے یا کسی ایسے شخص کے متعلق بات کہی گئی ہے جس کا دامن گناہوں سے پاک ہے؟ کیا کسی دیندار انسان کی تحقیر کی جارہی ہے یا کسی سچے مسلمان کی بے احترامی ہو رہی ہے؟

ان میں ایک جگر خوارہ کا بیٹا ہے اور دوسرا آوارہ عورت نابغہ کا پوت ہے۔ ان دونوں کو تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور ہم بھی۔

شاید انھوں نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ اس روایت کے اسناد لچر اور سست ہیں۔ یہ بھلا پہلی روایت کا ابہام کیا ختم کر سکتی ہے؟ اس روایت میں سیف ابن عمر ہے جسے خود سیوطی (۲) نے حدیثیں

۱۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ص ۴۲۷

۲۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ص ۹۹، ۴۲۹

گڑھنے والا کہا ہے۔ دوسری احادیث کے تجزیہ میں سیف کو ضعیف ترین شخص کہا ہے۔ کہیں اسے متروک، ساقط اور کذاب نیز متہم بالزندقہ کہا ہے۔ کیا جعلی حدیث بھی کسی دوسری حدیث کا ابہام ختم کر سکتی ہے؟ خدا انھیں معاف کرے۔

۴۔ رسولؐ نے فرمایا: اس ڈھلان سے میری امت کا ایسا شخص نمودار ہوگا جس کا حشر میری امت کے علاوہ قوم میں ہوگا۔ اتنے میں معاویہ نمودار ہوا۔ (۱)

علامہ سید محمد مکی مغربی کے نزدیک اس حدیث کے تمام رجال ثقہ، معتبر و صحیح ہیں۔ (۲)

۵۔ حدیث مرفوع و مشہور، رسولؐ نے فرمایا: معاویہ جہنم میں آگ کے تابوت میں ہوگا جس میں وہ چلاتا رہے گا: ''یا حنان، یا منان'' اب میں توبہ کرتا ہوں حالانکہ اس سے قبل میں فسادی تھا۔ (۳)

۶۔ ابوذر غفاری نے معاویہ سے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ معاویہ جہنم میں رہے گا۔ یہ سن کر معاویہ ہنسا اور انھیں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ (۴)

۷۔ ابوذر نے معاویہ سے کہا: میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ خدایا! معاویہ پر لعنت کر اور اس کا پیٹ صرف مٹی ہی سے بھرنا۔ (۵)

۸۔ حدیث مرفوع: جب امت پر ایسا شخص حکمراں ہو جائے جو بڑے پیٹ والا ہو اور کھاتے کھاتے بھی پیٹ نہ بھرے تو امت کو چاہئے کی اس سے کنارہ کش رہے۔ ابوذر کا بیان ہے کہ اس سے مراد معاویہ ہے۔ اس حدیث میں معاویہ کی صفت کہیں'' الواسع البلعوم کہیں واسع الروم اور کہیں ضخم البلعوم'' ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)؛ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۴)؛ کتاب صفین ص ۲۴۷ (ص ۲۱۹)

۲۔ التاریخ (ج ۲ ص ۵۰۱ نمبر ۲۰۵۷)؛ العتب الجمیل ص ۸۶ (ص ۱۴۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸)؛ کتاب صفین ص ۲۴۳ (ص ۲۱۷)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۰۲ نمبر ۶۰۲

۴۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)

۶۔ النہایۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۲ ص ۳۶۲)؛ لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۲۲ (ج ۶ ص ۲۴۸)؛ تاج العروس ج ۸ ص ۲۰۶

۹۔ نصر بن مزاحم، ابن عدی، عقیلی، خطیب اور مناوی نے ابوسعید خدری سے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو۔ ابوسعید خدری اور حسنؑ کا بیان ہے کہ لوگوں ایسا نہیں کیا اس لئے فلاح نہیں پائی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سیوطی نے، اللئالی مصنوعہ میں (۲) متعدد طریقوں سے ابن عدی و عقیلی سے نقل کر کے اس پر طعن کیا ہے حالانکہ بلاذری نے (۳) دوسرے طریقوں سے اسی حدیث کو نقل کر کے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال صحاح ستہ سند کے راوی ہیں۔ اس لئے اس حدیث بلاذری میں کہیں سے کوئی کھوٹ نہیں۔ پھر یہ کہ اس میں اگرچہ مرسل روایت ہے لیکن چونکہ صحابی کی طرف منسوب حدیث ہے اور صحابی تمام کے تمام ''عدول'' ہیں اس لئے ماننے بغیر چارہ نہیں۔ (علامہ امینی نے متعدد طرق سے اس حدیث کو ابن حجر وغیرہ محدثین کے حوالوں سے نقل کر کے ان کے اسناد رجال کا تجزیہ کیا ہے اور حدیث کی صحت کی نشاندہی کی ہے)

اس حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث رسولؐ سے ہوتی ہے کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کردو۔ (۴) نیز یہ بھی حدیث ہے کہ جب کسی امام کی دل سے بیعت کرلو تو اس کی اطاعت کرو، پھر اگر دوسرا شخص اس سے نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن ماردو۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۴۳، ۲۴۸ مطبوعہ مصر (ص ۲۱۶، ۲۲۱)؛ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸)؛ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۶۶۵۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۴۸ (ج ۴ ص ۳۲ خطبہ ۵۴)؛ کنوز الدقائق مناوی ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۹)؛ اللئالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵؛ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ اللئالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵

۳۔ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۶)

۴۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۸ ح ۶۱ کتاب الامارہ)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ ح ۲۶۶۵)؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۴۴؛ الفصل ابن حزم ج ۴ ص ۸۸؛ المحلی ج ۹ ص ۳۶۰؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۴۲)

۵۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۴ ص ۱۲۷ ح ۵۹)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۶۹ ح ۲۶۶۵)؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶۸، ۱۶۹

ان دونوں احادیث کی تائید سے متذکرہ حدیث رسولؐ ’جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو‘‘ کی صحت میں کسی قسم کا شائبہ باقی نہیں رہ جاتا۔لیکن اہل سنت نے اس کو مشکوک بنانے میں بڑا ہاتھ پیر مارا ہے۔کچھ لوگوں نے ’’فاقتلوہ‘‘ (اس کو قتل کر دو) کو بدل کر’’ فاقبلوہ‘‘ (اسکو قبول کرلو) کر دیا۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے حسن ابن محمد خلال، یوسف ابن ابی حفص زاہد، محمد ابن اسحاق فقیہ، ابو نصر غازی، حسن ابن کثیر، بکر ابن ایمن قیسی، عامر ابن یحیٰ صریمی، ابو زبیر، جابر کی سند سے حدیث لکھی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر تقریر کرتے ہوئے دیکھو تو اسے قبول کرو کیوں کہ وہ امین اور ماٗمون ہے۔

خطیب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے صرف اسی سند سے روایت پائی ہے لیکن اس میں محمد ابن اسحاق اور ابو زبیر گمنام ہیں۔(۱)

ذہبی (۲) اور ابن حجر (۳) نے حسن ابن کثیر اور بکر بن ایمن اور عامر ابن یحی کو مجہول کہا ہے۔ پھر یہ کہ معاویہ کس قدر امین اور ماٗمون ہیں اس کا کچھ تذکرہ ہم نے جلد پنجم ونہم الغدیر میں کیا ہے۔ اس طرح درایتی حیثیت سے بھی یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے بات بنتی نہ دیکھی تو کہا کہ یہ معاویہ بن ابی سفیان کے متعلق نہیں ہے بلکہ معاویہ بن تابوت کے متعلق ہے چنانچہ حافظ ابن عساکر (۴) نے اس روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن تابوت ہے جو منافقوں کا سرغنہ تھا۔

سیوطی نے لئالی میں (۵) لکھا ہے کہ اگر چہ اس کو ابن عساکر نے نقل کیا ہے لیکن یہ تاویل بعید اور مبہم ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: معاویہ بن تابوت کا کہیں اتا پتہ نہیں۔ کب پیدا ہوا، کب مر گیا۔ نہ اس

۱۔تاریخ بغداد (ج۲ص۳۰۶نمبر۲۵۶۰)

۲۔میزان الاعتدال (ج۱ص۵۱۹نمبر۱۹۳۵)

۳۔لسان المیزان (ج۲ص۳۰۶نمبر۲۵۶۰؛ ج۲ص۵۸نمبر۱۶۹۶؛ ج۳ص۲۸۴نمبر۴۳۸۳)

۴۔مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲۵ص۴۶)

۵۔اللالی المصنوعۃ ج۱ص۴۲۵

سے کوئی روایت سنی گئی۔ آخر اس کی روایت ابوبکر ابن داؤد کو کس نے سنائی؟ کیا اصحاب رسولؐ نے اسے منبر پر دیکھ کر قتل کیا؟ یا یہ کہ آج تک اسے کسی نے نہیں دیکھا نہ آئندہ دیکھے گا۔

اسی قسم کی ایک مہمل تاویل اور بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے رسولؐ خدا سے عرض کی کہ معاویہ اور ابوجہم مجھ سے عقد کرنا چاہتے ہیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ معاویہ پھکو ہے۔ رافعی کہتے ہیں کہ یہ معاویہ ابن ابی سفیان کے علاوہ ایک بزرگ ہیں۔ (۱) رافعی نے تو جگر خوارہ کے لئے یہ تاویل کر ڈالی لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ یہ فاحش غلطی ہے۔ (۲) اور صحیح مسلم میں ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن ابی سفیان ہے۔

ابوداؤد، نسائی، طیالیسی و بیہقی نے بھی اس سے مراد معاویہ ہی کو لیا ہے۔ (۳)

ابن کثیر (۴) و ابن حجر نے ''فاقتلوہ'' کی ایک دوسری ہی تاویل کی ہے، تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ یہ حدیث بلا شک وشبہ جھوٹی ہے کیوں کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ معاویہ کو قتل کر ڈالتے کیوں کہ انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں تھی۔

ابن حجر تطہیر الجنان (۵) میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو تمام صحابہ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کیوں کہ یا تو انھوں نے حدیث کو سن کر چھپایا تو ان پر عیب وارد ہوتا ہے کیوں کہ اس حدیث کو تمام امت کے سامنے تبلیغ کرنے چاہئے تھی تا کہ اس پر عمل کیا جاتا یا پھر یہ کہ اس کی تبلیغ ہوئی اور عمل نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا شرعاً تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کا بعض حصہ بھی ان لوگوں نے چھپایا، یا عمل نہیں کیا یہ تمام باتیں شرعی حیثیت سے محال ہیں کیوں کہ ارشاد

۱۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۹۸

۲۔ شرح صحیح مسلم نووی (ج ۱۰ ص ۹۸)

۳۔ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۱ ح ۳۶/ ۳۶ کتاب الطلاق)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۲ ص ۲۸۵ ح ۲۲۸۴)؛ سنن نسائی ج ۶ ص ۲۰۸ (ج ۳ ص ۲۷۴ ح ۵۳۵۲/ ۵)؛ مسند طیالسی ص ۲۲۸؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۷۱

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۳ (ج ۸ ص ۱۴۱ حوادث ۶۰ھ)

۵۔ تطہیر الجنان مطبوع بر حاشیہ صواعق محرقہ ص ۶۰ (ص ۲۹)

رسولؐ ہے کہ میں نے تمھیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ تم راہ روشن پر گامزن ہو۔

صحابہ کے پجاریوں کی یہ عقیدت کس قدر خوب صورت ہے اگر منطق بھی ان کا ساتھ دیتی، تاریخ صحیح کے مخالف نہ ہوتی یا سیرت صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا یا ائمہ حدیث جو کچھ صحاح و مسانید میں اس کے متعلق روایات نقل کی ہیں ان سے حسن ظن کی تائید ہوتی ہے؟(۱)

کیا ''ذو الشدیہ'' کو قتل کرنے کے معاملے میں صحابہ نے حکم رسولؐ پر عمل کیا؟ خود رسولؐ کے سامنے ان کا حکم ضائع کیا۔(۲) کیا انھوں نے حدیث رسولؐ پر عمل کیا جس میں حکم ہے کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو اس میں سے دوسرے کو قتل کر دو، یا حدیث ہے کہ جو شخص امت میں تفرقہ پیدا کرے اس کی گردن مار دو چاہے جو شخص بھی ہو، یا حکم ہے جو شخص کسی امام سے نزاع کرے اس کی گردن مار دو۔

۱۰۔ زید ابن ارقم سے مروی حدیث رسول ہے: جب تم معاویہ اور عمرو عاص کو ایک ساتھ دیکھو تو ان میں تفرقہ ڈال دو کیونکہ یہ دونوں کبھی خیر پر ایکا نہ کریں گے۔(۳)

۱۱۔ ایک حدیث مرفوع ہے:

اس ڈھلان سے ابھی ایک شخص برآمد ہوگا جس کی موت میری سنت کی مخالفت پر ہوگی۔ اتنے میں معاویہ برآمد ہوا۔(۴)

۱۲۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کے خط کا جواب دیا کہ تمھارا بصیرت سے عاری، ہدایت و عقل سے کورا ورخواہش نفس کا پلندہ خط ملا... میری جان کی قسم! اگر تم میرا اسلامی شرف اور قرابت رسول کا انکار کر سکتے

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۱۳، ج ۹ ص ۲۴۷۔۲۴۲ (ج ۳ ص ۱۲۲۲ ح ۳۱۷۱/؛ ج ۵ ص ۲۴۰۷۔۲۴۰۴ ح ۶۲۰۵/۔۶۲۱۵۔۶۲۱۱)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۹۰ ح ۱۰۷۳۴/)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۹۸ (ج ۷ ص ۳۳۰ حوادث ۳۷ھ)؛ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۲۷ (نمبر ۲۴۵)

۳۔ کتاب صفین ص ۱۱۲ (ص ۲۱۸)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۰ (ج ۴ ص ۱۳۵)

۴۔ وقعۂ صفین (ص ۲۲۰)

تو ضرور کرتے۔(۱)

۱۳۔حضرت نے معاویہ کو خط لکھا:

تو نے گمراہی و بیراہ روی کو بڑھاپے میں سپر بنالیا ہے، اس کو نوچ کر پھینک دے، تیرا حال بوسیدہ کپڑے کا ہے جسے ایک طرف سے درست کیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے، اپنی گمراہی میں ڈھیر سارے لوگوں کو تو نے پھنسالیا ہے۔اندھیروں کے سمندر میں موجوں کے تھپیڑے کھا رہا ہے...(۲)

۱۴۔حضرت نے یہ بھی لکھا: تو نے جس گمراہی کی فضا بنائی ہے اس میں باطل کی تمنا، کفر کا غلبہ اور حسد محمدؐ کا سلسلہ تیرے پرکھوں سے چلا آرہا ہے، اسی میں تیرے بزرگ خاک و خون میں لوٹتے رہے۔(۳)

۱۵۔یہ خط بھی ہے: تو اور تیرے دوستداران شیطان، حق کو اساطیر الاولین بنانا چاہتے ہیں۔(۴)

۱۶۔یہ خط بھی حضرت علیؑ کا معاویہ کے نام ہے: تیری بدکاریاں تجھے تباہی کے گھاٹ لگا دیں گی، اے پسر صخر! اے پسر ملعون! تجھے اپنے حلم و علم پر ناز ہے حالانکہ تو ذلیل منافق، کم عقل اور نیچ بزدل ہے۔(۵)

۱۷۔آپ نے اسے خط لکھا: ''سبحان اللہ'' تو کس قدر اپنے نفس کا غلام ہو گیا ہے۔(٦)

۱۸۔آپ نے تحکیم کے بعد خط لکھا: تو نے قرآن کو حکم بنایا ہے حالانکہ خود تجھے اندازہ ہے کہ تو اہل

۱۔العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۴ ص ۱۳٦)؛ الکامل مبرد ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ وقعۂ صفین ص ٦۴ (ص ۵۷)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۷۷ (ج ۱ ص ۹۱)؛ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۵ (ص ٦۷ کتاب ۷/)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲؛ ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳، ج ۱۴ ص ۴۱ کتاب ۷/)

۲۔نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۱ (ص ۴۰٦ کتاب ۳۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۰ (ج ۱٦ ص ۱۳۲، ۱۳۳ کتاب ۳۲)

۳۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۰ (ج ۱٦ ص ۱۳۴ کتاب ۳۲/)

۴۔شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۱، ج ۳ ص ۴۱۱ (ج ۱۵ ص ۸۳ کتاب ۱۰/، ج ۱٦ ص ۱۳۵)

۵۔شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۱۱، ج ۴ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۸۲ کتاب ۱۰/، ج ۱٦ ص ۱۳۵ کتاب ۳۲/)

٦۔نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۴ (ص ۴۱۰ کتاب ۳۷/)؛ شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۵۷ (ج ۱٦ ص ۱۵۳ کتاب ۳۷/)

قرآن میں سے نہیں۔(۱)

۱۹۔امام کا یہ بھی خط ہے: اب تجھے واضح باتوں سے سبق لینے کا وقت آگیا ہے، تو اپنے باطل دعوے کے ساتھ اپنے اسلاف کی ڈگر پر چل نکلا ہے۔(۲)

۲۰۔امام نے لکھا:

اے معاویہ! تجھے حکمرانی سے کب کا تعلق ہوگیا؟ نہ تمھارے اندر نیکی نہ فضیلت، اب تو آئندہ کے حالات کے لئے آمادہ ہوجا..... شقاوت، غفلت نفس کی وجہ سے شیطان نے تجھے اپنے چنگل میں پھنسالیا ہے۔(۳)

۲۱۔امام نے لکھا: اپنے متعلق خدا سے ڈرو، اپنے حق کے متعلق غور کرو، ان باتوں سے اپنی جہالت کا بہانہ کرکے نجات نہیں پاسکتے۔(۴)

۲۲۔امامؑ نے یہ خط بھی لکھا:

تم نے الفت و یگانگت کی بات لکھی ہے لیکن ماضی نے ہم میں تم میں تفرقہ ڈال دیا۔ ہم ایمان لائے اور تم کافر ہوگئے، آج ہم استقامت دکھارہے ہیں اور تم فتنہ میں مبتلا ہو، تمہارے خاندان کا کوئی بھی دل سے مسلمان نہیں ہوا، سب نے رسول خداؐ سے جنگ کی۔(۵)

۲۳۔معاویہ کے جواب میں حضرت نے لکھا:

تم نے لکھا ہے کہ ہم لوگ قبیلہ عبد مناف سے ہیں اور ایک دوسرے پر برتری نہیں رکھتے۔اپنی

۱۔کتاب صفین ص۵۵۶ (ص۴۹۴)؛ نہج البلاغہ ج۲ص۵۶ (ص۴۲۳ کتاب/۴۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۱۸ (ج۲ص ۲۲۶ خطبہ/۳۵)

۲۔نہج البلاغہ ج۲ص۱۲۵ (ج۴۵۵ کتاب/۶۵)

۳۔کتاب صفین ص۴۲۲ (ص۱۰۹)؛ نہج البلاغہ ج۲ص۱۱ (ص۳۷۰ کتاب/۱۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۳ص۴۱۲ (ج۱۵ص ۸۷ کتاب/۱۰)

۴۔نہج البلاغہ ج۲ص۳۶، ۳۷ (ص۳۹۰ کتاب/۳۰)

۵۔نہج البلاغہ ج۲ص۱۲۴ (ص۴۵۴ کتاب/۶۴)

جان کی قسم! حقیقت میں ہم سبھی ایک جد سے ہیں اور مشترک سلسلہ نسب ہے لیکن امیہ، ہاشم کے برابر نہیں اور نہ حرب، عبد المطلب کی طرح ہے اور نہ ابوسفیان، ابوطالبؑ کی طرح ہے، نہ مہاجر، طلیق کے مانند اور نہ صحیح نسب والے کے برابر وہ شخص ہوسکتا ہے جو نسب میں ملحق ہوا ہو، نہ باطل حق کے برابر، نہ منافق مومن کے برابر ہوسکتا ہے۔ وہ فرزند کس قدر پست ہے جو جہنمی آباء واجداد کی پیروی کرے۔ (۱)

حضرت علیؑ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی الحدید (۲) لکھتے ہیں کہ کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ کافر ہونے کی وجہ سے اس کے بیٹے کی مذمت کی جائے؟ پھر جواب دیتے ہیں کہ ہاں، اگر فرزند اپنے آباء واجداد کی پیروی کرتا ہو اور انھیں کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔ حضرت نے معاویہ کی اس لئے مذمت کی ہے کہ وہ اپنے جہنمی باپ دادا کی تقلید کرتا تھا۔

۲۴۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

تجھ سے کیا مطلب کہ کون افضل ہے اور کون مفضول، کون حاکم ہے، اور کون محکوم؟ فتح مکہ کے آزاد شدگان کو سابقین ومہاجرین کا مرتبہ معین کرنے کا حق نہیں، تو اس صلاحیت سے دور ہے۔ تو محکوم ہے حاکم کے متعلق اظہار رائے کا تجھے کوئی حق نہیں، تو اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، تو بے راہ روی میں کوسوں نکل گیا ہے۔ (۳)

۲۵۔ مخنف ابن سلیم کو خط لکھتے ہیں:

میں نے ان لوگوں پر دھاوا بولنے کا قصد کرلیا ہے جو خدا کے بندوں پر ارشادات خداوندی کے بجائے دوسری چیزوں سے حکومت کرتے ہیں، عوامی مال اور غنیمتوں کو ذاتی ملکیت سمجھ لیا ہے، قانون و حدود خداوندی کو پیروں تلے روند ڈالا ہے، تعلیمات اسلامی اور حکومت الٰہیہ کا تیا پانچا کر دیا ہے، مومنوں کے بجائے فاسقوں کو مشیر بنالیا ہے، دوستان خدا کی تنقید پر دل میں کینہ رکھ کر جلا وطن کر دیتے ہیں، فاسق

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۴

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۲۳ (ج ۱۵ ص ۱۱۹ کتاب ۱۷)

۳۔ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۰ (ص ۳۸۶ کتاب/ ۲۸)؛ صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱ ص ۲۷۵)؛ نہایۃ الارب ج ۷ ص ۲۳۴

اگر مدد کرتا ہے تو اسے دوست رکھتے ہیں، ظلم اور مخالفت اسلام پسند کرتے ہیں، گناہ میں باہمی تعاون کا برتاؤ کرتے ہیں۔(۱)

۲۶۔عمرو عاص کے خط کے جواب میں

''معاویہ کی ناجائز حرکتوں کا ساتھ مت دو کیوں کہ وہ لوگوں کو حقیر اور جاہل سمجھتا ہے''۔(۲)

۲۷۔ایک دوسرے خط میں عمرو عاص ہی کو لکھا:

''تو ایک بیکار اور بے آبرو انسان کی خاطر انسانیت کی حدوں سے اتر گیا ہے۔اسکی بزم میں معزز انسان، خوار اور حلیم انسان، احمق بن جاتا ہے...اگر خدا نے جگر خوارہ کے فرزند پر مجھے قابو دیدیا تو تمھیں ان لوگوں سے ملحق کردوں گا جنھوں نے رسولؐ اسلام پر ظلم کیا تھا۔اگر خدا نے مجھے قابو نہیں دیا اور میرے بعد تم زندہ رہے تو خدا تم سے بدلہ لیگا اور تم سے انتقام لینے کے لئے وہی کافی ہے''۔(۳)

۲۸۔محمد ابن ابی بکر کے خط میں لکھا کہ جھوٹے پسر ہند کے پروپیگنڈے میں نہ آنا۔اچھی طرح سمجھ لو کہ گمراہی کا امام اور ہدایت کا امام برابر نہیں ہوسکتے، نہ دشمن رسولؐ برابر ہوسکتا ہے وصی رسولؐ کے۔خدا ہم سے اور تم سے راضی رہے۔(۴)

۲۹۔محمد ابن ابی بکر کو معاویہ وعمرو عاص نے خط لکھا، محمد نے وہ خط حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔جس کے جواب میں امامؑ نے تحریر فرمایا:

''بدکار معاویہ وعمرو عاص کا خط میں نے پڑھا، ان دونوں نے خدا کی نافرمانی اور حکومت کے گناہ اور رشوت خوری میں باہم ایکا کرلیا ہے۔وہ اگلوں کی طرح اپنے کرتوت کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تم ان کی غراہٹ سے دھونس نہ کھانا''۔(۵)

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ص۲۸۲ (ج۳ص۱۸۲خطبہ/۴۶)

۲۔کتاب صفین ص۱۲۴ (ص۱۱۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۸۹، ج۴ص۱۱۴ (ج۲ص۲۲۷خطبہ/۳۵، ج۱۷ص۱۱۵اصل/۴۹)

۳۔نہج البلاغہ (ص۴۱۱کتاب/۳۹)

۴۔شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۲۶ (ج۶ص۷۱خطبہ/۶۷)؛ جمہرۃ الرسائل ج۱ص۵۴۰

۵۔تاریخ طبری ج۶ص۵۸ (ج۵ص۱۰۲حوادث ۳۸ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۳۲ (ج۶ص۸۴)

۳۰۔ عراقیوں کو خط تحریر فرمایا:

''خدا تم پر رحم کرے، نیند سے چونکو اور حق پر ایکا کرلو، اپنے دشمنوں سے جنگ کرو پردہ اٹھ چکا ہے آنکھ والوں پر صبح واضح ہو چکی ہے۔ تم طلقاء بن طلقاء اور ستم گاروں سے جنگ کر رہے ہو، انھوں نے جھک مار کے اسلام قبول کیا تھا اور ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے۔ یہ سب قرآن اور سنت کے دشمن ہیں، یہ احزاب والے، بدعت والے، اور نیا دین ایجاد کرنے والے ہیں یہ رشوت خور اور دنیا کے بندے ہیں.....۔ (۱)

۳۱۔ زیاد ابن ابیہ کو خط لکھا: معاویہ شیطان رجیم کی طرح ہے جو لوگوں کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے بہکاتا ہے، دیکھو اس سے بچے رہنا، اس سے بچتے رہو۔ والسلام (۲)

۳۲۔ اپنے اصحاب کے سامنے صفین کے لئے جاتے ہوئے تقریر فرمائی: دشمنان خدا و قرآن و سنت کے خلاف نکل چلو، یہ وہی لوگ ہیں جو جنگ احزاب میں مہاجرین وانصار کے خلاف آئے تھے۔ (۳)

۳۳۔ لوگوں کو دعوت جہاد دیتے ہوئے فرمایا: ''انشاء اللہ'' ہم لوگ ایسے شخص پر دھاوا بولنے والے ہیں جو احمق ہے، جو پاتا ہے ہڑپ لیتا ہے۔ معاویہ اور اس کی فوج باغی گروہ ہے، ان کی قیادت ابلیس کر رہا ہے، وہی انھیں دھوکا دے کر جنگ پر ابھارتا رہتا ہے۔ (۴)

۳۴۔ حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں ایک خطبہ میں فرمایا: حالانکہ میں خلافت کے معاملات سے الگ تھلگ تھا لیکن لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ بیعت قبول کیجئے تو میں نے انکار کیا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیعت قبول کر لیجئے ورنہ امت آپ کے بغیر راضی نہیں ہوگی تو میں نے اس ڈر سے کہ اگر بیعت قبول نہ کروں گا تو امت میں افتراق پیدا ہو جائے گا میں نے ان لوگوں کی بیعت قبول کر لی۔ اس کے بعد مجھے

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۱۱۳ (ج۱ ص۱۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۳۷ (ج۶ ص۹۹ خطبہ/۶۷)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ ص۶۸ (ج۱۶ ص۱۸۲ کتاب/۴۴)

۳۔ کتاب صفین ص۱۰۵ (ص۹۴)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص۱۴۲ (ج۱ ص۳۱۴ خطبہ/۱۹۹)

۴۔ کتاب صفین ص۱۲۶ (ص۱۱۳)

دو آدمیوں کا اندیشہ تھا جنھوں نے میری بیعت کی تھی اور معاویہ کے اختلاف کا اندیشہ تھا، جس کو خدا نے نہ تو سبقت دینی عطا کی ہے نہ اس کے پرکھوں میں سچا اسلام، وہ طلیق بن طلیق، جنگ خندق کا بقیہ ہے، ہمیشہ وہ اور اس کا باپ اسلام کے دشمن رہے یہاں تک کہ جھک مار کے شکست خوردہ انداز میں داخل اسلام ہوئے۔(۱)

۳۵۔صفین میں یہ بھی فرمایا: ان پر پورے سکون ووقار کے ساتھ ٹوٹ پڑو تا کہ اسلام اور نیک بندوں کا اسلام سلامت رہے۔خدا کی قسم! یہ قوم جہالت میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس کا لیڈر اور بھونپو معاویہ، نابغہ کا جنا، ابوالاعور سلمی، ابن ابی معیط شراب خوار ہے... میں انھیں اسلام کی طرف بلا رہا ہوں اور یہ مورتی پوجا کی طرف....(۲)

۳۶۔ایک خطبہ میں فرمایا: رسول خدا نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس سے میں پھرنے والا نہیں ہوں۔تمھارا دشمن تمھارے سامنے ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان کا سردار منافق ابن منافق ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہا ہے۔تمھارے ساتھ رسولؐ خدا کا چچیرا بھائی ہے جو تمھیں جنت کی طرف اور طاعت خدا اور سنت رسولؐ کی طرف بلا رہا ہے، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، میں نے سب سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور بدری ہوں۔معاویہ طلیق بن طلیق ہے، خدا کی قسم! میں حق پر ہوں اور معاویہ باطل پر....(۳)

۳۷۔ایک خطبہ: دیکھو اس معاویہ اور اس کے ظالم جرگے کے خلاف جلد نکل چلو، جنھوں نے کتاب خدا کو پس پشت دال دیا ہے اور چند کھوٹے سکوں میں بیچ ڈالا ہے۔اگر وہ سمجھیں تو انھوں نے بڑی

۱۔کتاب صفین ص ۲۲۷ (ص ۲۰۱)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۴ (ج۵ ص ۸ حوادث ۳۷ھ)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۶۱ (ج۱ ص ۳۳۶ نمبر ۲۲۶)؛ شرح نہج البلاغہ (ج۴ ص ۲۴ خطبہ ۵۴)

۲۔تاریخ طبری ج۶ ص ۲۴ (ج۵ ص ۴۵ حوادث ۳۷ھ)؛ کتاب صفین ص ۴۴۵ (ص ۳۹۱)

۳۔کتاب صفین ص ۳۵۵ (ص ۳۱۴)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص ۵۰۳ (ج۵ ص ۲۴۸ خطبہ ۶۵)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۷۸ (ج۱ ص ۳۵۳ نمبر ۲۴۱)

بری تجارت کی ہے۔(۱)

۳۸۔ جب لوگوں نے معاویہ سے جنگ کے لئے جانے میں ٹال مٹول کیا تو فرمایا: لوگو! اپنے ان دشمنوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ قربت خدا حاصل ہو گی۔ اس قوم نے بے دیکھے حق سے روگردانی کی ہے، ظلم و جور میں لت پھت ہیں، قرآن پر ظلم کرنے والے، دین سے روگردانی اور طغیانی میں سرگرداں ہیں، گمراہی میں پڑے ہیں۔ ان پر اپنے تمام وسائل کے ساتھ خدا پر بھروسہ کر کے تیاری کرو۔ (۲)

۳۹۔ جب شام والوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا: خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ کتاب خدا کی آواز پر لبیک کہنے والا ہوں لیکن معاویہ، عمرو عاص، ابن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، ابن ابی سرح کے پاس نہ دین ہے نہ قرآن، میں تم سے زیادہ انھیں جانتا ہوں، ان کا بچپن اور جوانی شرارتوں سے بھرپور ہے۔ یہ حق بات کہہ کے باطل مراد لے رہے ہیں۔ یہ قرآن بلند کر رہے ہیں لیکن خدا کی قسم خود ہی اچھی طرح جانتے ہیں، سراسر دھوکا دے رہے ہیں۔ ذرا تھم لو بس اب حق کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے، ظالموں کی جڑ کٹنے ہی والی ہے۔ (۳)

۴۰۔ حضرت علیؑ سے حکمین و مصلحت کے وقت پوچھا گیا کیا: آپ انھیں مومن اور مسلمان مانتے ہیں؟ فرمایا: میں تو معاویہ اور اسکے جرگے کو نہ مومن مانتا ہوں نہ مسلمان، معاویہ جو چاہتا ہے اپنے لئے لکھتا رہتا ہے۔ (۴)

۴۱۔ حضرت علیؑ جب صبح کی نماز پڑھتے تو دعائے قنوت میں فرماتے: خدایا! معاویہ، عمرو، ابوالاعور

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۱۰ (ج۱ص۱۲۸)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۵۱ (ج ص۸۹ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج۲ص ۳۸ (ج۲ص۴۲۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۷۹ (ج۲ص۱۹۲ خطبہ/۳۴)؛ جمہرہ خطب العرب ج۱ص۳۱ (ج۱ص۴۱۸ نمبر ۳۱۶)

۲۔ وقعہ صفین (ص۴۸۹)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۹۰)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۱۰ (ج۱ص ۱۲۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۷۹ (ج۲ص۱۹۴ خطبہ/۳۴)

۳۔ کتاب صفین ص۱۷۹ (ص ۴۸۹)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۲۷ (ج۵ص ۴۸)؛ تاریخ کامل ج۳ص ۱۳۶ (ج۲ص ۳۸۶ حوادث ۳۷ھ)

۴۔ کتاب وقعہ صفین ص۵۸۴ (ص ۵۰۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۹۱ (ج۲ص۲۳۳ خطبہ/۳۵)

سلمی، حبیب، عبدالرحمٰن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت فرما۔(۱)

اسی طرح عائشہ بھی ان سب پر بعد نماز لعنت پڑھتی تھیں۔(۲)

۴۲۔ معاویہ نے صحابی رسولؐ ابوایوب انصاری کو خط لکھا۔ انھوں نے حضرت علیؑ کو اس سے باخبر کرتے ہوئے عرض کی: امیرالمومنین! مجھے منافقین کی پناہ گاہ معاویہ نے خط لکھا ہے۔(۳)

۴۳۔ قیس بن سعد نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ تو بت اور بت کا بچہ ہے، مجبوراً اسلام لایا اور خوشی سے نکل گیا۔ نہ تیرا ایمان قدیم نہ تیرا انفاق پرانہ.....(۴)

۴۴۔ جب معاویہ کی بیعت کرلی گئی تو قیس نے فرمایا: لوگو! نیکی کے مقابلے برائی مضبوط ہوگئی، تم نے عزت سے ذلت بدل لی، ایمان کے بدلے کفر لے لیا، ولایت امیرالمومنینؑ کے بجائے طلیق بن طلیق کو اپنا مولا بنالیا۔ تمھارے دلوں پر مہر ہے، تم ناسمجھ ہو۔(۵)

۴۵۔ قیس کا یہ ارشاد ہے: تو مجھے حکم دے رہا ہے میں ایسے کی اطاعت قبول کرلوں جو سب سے زیادہ خلافت کا نااہل ہے، اس کی باتوں میں مکاری اور گمراہیوں میں دور جا پڑا ہے۔ وسیلہ رسولؐ کے سلسلہ میں سب سے بعید ہے۔ تو ابلیس کا طاغوت، ہے تیرے پاس گمراہ لوگ ہیں۔(۶)

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص۴۰ (ج۵ ص۷۱ حوادث ۳۷ھ)؛ استیعاب (القسم الرابع ص۱۶۰۰ نمبر ۲۸۴۹)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۴۴ (ج۲ ص۳۹۷ حوادث ۳۷ھ)

۲۔ تاریخ طبری ج۶ ص۶۰ (ج۵ ص۱۰۵ حوادث ۳۸ھ)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۵۵ (ج۲ ص۴۱۳ حوادث ۳۸ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج۷ ص۳۱۴ (ج۷ ص۳۴۹)؛ شرح نہج البلاغہ ج۲ ص۳۳ (ج۶ ص۸۸ خطبہ/۷۷)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۲۸۰ (ج۸ ص۴۳ خطبہ/۱۲۴)

۴۔ کامل مبرد ج۱ ص۳۰۹ (ج۱ ص۴۱۹)؛ البیان والتبیین ج۲ ص۶۸؛ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۶۳ (ج۲ ص۱۸۷۔۱۸۶)؛ عیون اخبار ابن قتیبہ ج۲ ص۲۱۳؛ مروج الذہب ج۲ ص۶۲ (ج۳ ص۲۶)؛ مناقب خوارزمی ص۱۷۳ (ص۲۵۸ ح/۲۴۰)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۴ ص۱۵ (ج۱۶ ص۴۳ خطبہ/۳۱)

۵۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۹۲ (ج۲ ص۲۱۶)

۶۔ تاریخ طبری ج۵ ص۲۲۸ (ج۴ ص۵۵۰ حوادث ۳۶ھ)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۰۷ (ج۲ ص۳۵۵)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۲۳ (ج۶ ص۶۰ خطبہ/۶۷)

۴۶۔ محمد بن ابی بکر نے ایک طویل خط میں غاوی معاویہ بن صخر کو خط لکھتے ہوئے خدا کی حمد و ثناو تخلیق اور ہدایت و گمراہی اختیار کرنے میں آزادی پیدا کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر رسولؐ خدا کی رسالت اور بعثت سے آخر دم تک حضرت علیؑ کی نصرت وحمایت نیز دیگر فضائل کا تذکرکے علیؑ کے منحرف کو باغی وگمراہ کہا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اپنی مکاریوں کے ساتھ خوب کھیل، کھیل لے اور عمرو عاص کے ساتھ اپنی گمراہی کو بڑھاوادے لے، خداوند عالم تری گھات میں ہے۔(۱)

۴۷۔ ایک دوسرے خط میں محمد بن ابی بکر نے لکھا کہ تم پر گھراؤ سخت ہورہا ہے جس میں تمھاری ہلاکت یقینی ہے اور ذلت کی خاک چاٹو گے اور پھڑ پھڑا کر بھاگو گے۔ تم نے کتنے ہی ظالموں کی مدد کی، مومنوں کا مثلہ کیا، اب تمھاری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے جو بڑا رحم کرنے والا ہے۔(۲)

۴۸۔ بدری صحابی معن بن یزید نے معاویہ کو لکھا کہ کسی قریشی عورت نے تم سے زیادہ بدمعاش بچہ نہیں جنا۔(۳)

۴۹۔ امام حسنؑ مجتبیٰ نے معاویہ کو لکھا: تعجب ہے اے معاویہ! تو ایسے امر کی طرف لپک رہا ہے جس کی صلاحیت سے محروم اور فضیلت سے عاری ہے، تو ایک مشرک خاندان کا بچہ ہے جسے آسمانی کتاب پر ایمان نہیں۔ خدا کے سامنے جلد ہی تری حاضری ہونے والی ہے۔(۴)

۵۰۔ جب معاویہ مدینہ آیا تو منبر رسولؐ پر چڑھ گیا اور کہنے لگا: فرزند علیؑ کون ہے؟ یہ علی کون ہے؟ یہ سنکر امام حسنؑ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: خدا نے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اس کا دشمن اور مجرم بھی قرار دیا، میں فرزند علیؑ ہوں اور تو صخر کا پوت، تیری ماں ہندہ اور میری ماں فاطمہؑ، تیری دادی

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۹ (ج ۳ ص ۲۰)؛ کتاب صفین ص ۱۳۲ (ص ۱۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۱۸۸ کتاب ۴۶)؛ جمہرۃ الرسائل ج ۱ ص ۵۴۲

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۸ (ج ۵ ص ۱۰۲ حوادث ۳۸ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۲ (ج ۶ ص ۸۵ خطبہ ۶۷)

۳۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۵۰

۴۔ مقاتل الطالبین ص ۲۲ (ص ۶۵)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۲ (ج ۱۶ ص ۳۴ وصیت ۳۱)؛ جمہرۃ الرسائل ج ۲ ص ۹

قتالہ اور میری دادی خدیجہ۔ اب خدا لعنت کرے اس پر جس کا خاندان پست، ذکر محدود اور نفاق شدید ہے۔ مسجد میں تمام لوگوں نے آمین کی صدا بلند کی۔ یہ سنکر معاویہ منبر سے اتر کر گھر میں گھس گیا۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ معاویہ کا جواب امام حسینؑ دینا چاہتے تھے کہ امام حسنؑ نے روک کر متذکرہ تقریر کی۔(۲)

۵۱۔ معاویہ نے امام حسنؑ کو لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے، فرمایا: ''سبحان اللہ'' میں نے تجھ سے جنگ کرنا مصلحت امت میں چھوڑ دیا ہے جو میرے لئے جائز ہے، کیا تو گمان کرتا ہے کہ تیرے شانہ بشانہ جنگ کروں گا۔(۳)

۵۲۔ امام حسینؑ نے معاویہ کو ایک طویل خط میں معاویہ کے مظالم اور دین پر برگشتگی کے تذکرے کئے ہیں۔ ''سبحان اللہ'' اے معاویہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو امت محمدؐ کی فرد نہیں ہے؟ کیا تو نے حجر اور حضرمی جیسے لوگوں کو صرف محبت علیؑ کے جرم میں قتل نہیں کیا؟ معاویہ خدا سے ڈرو، اس کے یہاں تمام کچا چٹھا نوٹ ہو رہا ہے۔ محض گمان پر لوگوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے انتہائی بدکار لڑکے کو والی بنانا چاہتے ہو۔(۴)

۵۳۔ معاویہ حج کے بعد مدینہ گیا اور طاغی یزید کی بیعت لینے اور یزید کے کتاب وسنت پر عمل کرنے کے قصیدے پڑھنے لگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے معاویہ تو حقیقت سے بہت دور ہو گیا ہے۔ صبح کی روشنی نے سیاہی شب کے پردے چاک کر دئے ہیں بولنے میں اس قدر افراط کیا کہ دوسروں کا حق ضائع کر دیا۔ یزید کی خلافت کی بات کر کے تو ضلالت رذالت کی انتہائی حدوں کو پہنچ گیا ہے۔(۵)

۱۔ المستطرف ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۱۳۰)؛ الاتحاف ص ۱۰ (ص ۳۶)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶ (ج ۱۶ ص ۳۶ وصیت ۴۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۶ (ج ۱۶ ص ۱۴ وصیت ۳۱)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵۱؛ جمہرۃ الرسائل ج ۲ ص ۶۷

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۱۵۵)؛ جمہرۃ الرسائل ج ۲ ص ۶۷

۵۴۔ابن عباس نے بصرے کے لوگوں کو معاویہ کے خلاف کو ابھارتے ہوئے فرمایا: لوگو! اپنے امام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہو، ہلکے پھلکے، بھاری بھرکم خدا کی راہ میں امیر المومنین کے ساتھ نکل چلو اور اپنے مال اور جان سے جہاد کرو کیوں کہ تم ایسے ظالم سے جنگ کر رہے ہو جو نہ قرآن پڑھتا، ہے نہ دین حق کا پابند ہے۔(۱)

۵۵۔عمار یاسر نے جنگ صفین میں تقریر کی:

مسلمانو! اگر تم دیکھنا چاہتے ہو ایسے شخص کو جس نے خدا اور رسولؐ سے عناد رکھا، ان سے جنگ کی، مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی، مشرکین کی پشت پناہی کی......آگاہ ہو جاؤ وہ معاویہ ہے۔تم لوگ اس پر لعنت بھیجو، اس سے جنگ کرو کیوں کہ وہ نور خدا بجھانا چاہتا ہے۔(۲)

۵۶۔عبداللہ بن بدیل نے اثنائے جنگ صفین میں تقریر کی: معاویہ غلط دعوی کر رہا ہے اور جس کا سزاوار نہیں اسے باطل طریقے سے حاصل کرنے کی جد و جہد کر رہا ہے تا کہ حق پوشیدہ ہو جائے۔اس طرح وہ عرب جاہلیت کو واپس لانا چاہتا ہے......(۳)

۵۷۔سعید بن قیس کی تقریر: خدا کی قسم! اگر میرا قائد کوئی حبشی ہو تب بھی جب کہ ہمارے ساتھ ستر صحابی صحابی اور ہمارا رئیس ابن عم رسولؐ، واقعی بدری ہے اور بچپن میں رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑا ہوا تھا، معیت رسولؐ میں جہاد کیا اور معاویہ آزاد شدہ اور آزاد شدہ کا فرزند ہے، اس نے چند سفلے لوگوں کو بہکا کر جہنم میں جھونک دیا ہے۔(۴)

۱۔کتاب صفین ص۱۳۰، ۱۳۱ (ص۱۱۶، ۱۱۷)

۲۔تاریخ طبری ج۶ ص۷ (ج۵ ص۱۲)؛ کتاب صفین ص۲۴۰ (ص۲۱۴)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۳۶ (ج۲ ص۳۷۱)

۳۔تاریخ طبری ج۶ ص۹ (ج۵ ص۱۶ حوادث ۳۷ھ)؛ کتاب صفین ص۲۶۳ (ص۲۳۴)؛ استیعاب ج۱ ص۳۴۰ (القسم الثالث ص۸۷۳ نمبر ۱۴۸۱)؛ شرح نہج البلاغہ ج۱ ص۴۸۳ (ج۵ ص۱۸۶ خطبہ/۶۵)؛ جمہرۃ خطب العرب ج۱ ص۱۷۶ (ج۱ ص۳۵۲ خطبہ/۲۳۹)

۴۔کتاب صفین ص۲۶۶ (ص۲۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۴۸۳ (ج۵ ص۱۸۹)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص۱۷۹ (ج۱ ص۳۵۵ نمبر ۲۴۲)

۵۸۔ مالک اشتر کی تقریر ہوئی: سمجھ لو کہ تم حق پر ہو اور معاویہ کی قوم باطل پر ہے، تم اس کے ساتھ اس حال میں جنگ کر رہے ہو کہ تمہارے ساتھ سو بدری جنگ کر رہے ہیں، اس کے علاوہ بھی اصحاب رسولؐ ہیں، تمہارے پاس رسولؐ کا علم ہے اور معاویہ کے پاس مشرکین کا جھنڈا ہے۔ اب ان سے جنگ میں وہی شک کر سکتا ہے جو مردہ دل ہے۔ تم دو میں سے ایک نیکی پالو گے یا فتح یا شہادت۔ (۱)

۵۹۔ ہاشم مرقال نے تقریر کی: اے امیر المومنینؑ! اس سخت دل قوم سے جنگ کے لئے ہمیں لے چلئے، جنہوں نے قرآن پس پشت ڈال دیا ہے اور بندگان خدا کے ساتھ بغیر مرضی خدا کے برتاؤ کر رہے ہیں، انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے، شیطان کے چنگل میں ہیں جو انہیں جھوٹے وعدوں میں لبھا رہا ہے۔ (۲)

۶۰۔ ابن عباس نے جنگ صفین میں تقریر کی: یہ کلیجہ چبانے والی کا بیٹا، شام کے پست و کمینے افراد کو بہکا کر داماد رسولؐ علیؑ کے خلاف لے آیا ہے۔ علیؑ نے تو سب سے پہلے نماز پڑھی، بدر اور تمام معرکوں میں رسولؐ کے ہمراہ رہے اور کارنمایاں انجام دیتے رہے۔ اور معاویہ اور ابوسفیان بتوں کے پجاری، مشرک تھے۔ علیؑ کہتے ہیں کہ اللہ و رسولؐ نے سچ کہا اور معاویہ کہتا ہے کہ اللہ و رسولؐ نے جھوٹ کہا...(۳)

۶۱۔ علقمہ بن عمرو نے اپنے اشعار میں معاویہ کو بے وقعت، ظالم اور حقوق کا ضائع کرنے والا کہا ہے۔ (۴)

۶۲۔ عظیم صحابی رسول مجزاۃ بن ثور سدوسی نے جنگ صفین میں کہا ہے کہ اس بڑے پیٹ والے سے جنگ کروں گا جس نے شام کے سفلے لوگوں کو بھڑکا دیا ہے۔

۱۔ وقعۃ صفین ص ۲۶۸ (ص ۲۳۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۴۸۴ (ج۵ ص ۱۹۱)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۸۳ (ج۱ ص ۳۵۹ نمبر ۲۴۷)

۲۔ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۵۱ (ج۱ ص ۳۲۳ نمبر ۲۱۲)

۳۔ وقعۃ صفین ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص ۵۰۴ (ج۵ ص ۲۵۱ خطبہ ۶۵)

۴۔ وقعۃ صفین (ص ۱۹۵)

بعض نے کہا کہ یہ رجز خود حضرت علیؑ کا ہے (۱) بعض نے بدیل اور بعض نے مالک اشتر (۲) سے منسوب کیا ہے۔

۶۳۔ استعاب میں ہے کہ قتل عثمان کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تو مغیرہ آپ کی خدمت میں آکر بولا میری ایک نصیحت مان لیجئے۔ پوچھا کیا؟ تو عرض کی کہ طلحہ کو کوفے پر، زبیر کو بصرے پر اور معاویہ کو شام کی گورنری پر باقی رہنے دیجئے، جب آپ کی خلافت مستحکم ہو جائے تو جو چاہئے کیجئے گا۔ حضرت نے فرمایا: طلحہ و زبیر کے متعلق تو سوچوں گا لیکن معاویہ کو خدا کی قسم کسی حال پر گورنری پر باقی نہ رکھوں گا۔ مغیرہ یہ سن کر غصے میں چلا آیا، دوسرے دن آیا اور کہنے لگا: یا امیرالمومنینؑ! آپ کے ارشاد پر میں نے غور کیا، آپ کا فیصلہ بالکل مناسب اور حق بجانب ہے۔ (۳)

جب واپس چلا گیا تو امام حسنؑ آئے اور پوچھا: بابا جان! یہ بھنگا کیا کہہ رہا تھا؟ حضرت علیؑ نے دونوں دن کا مشورہ نقل کیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا کہ کل اس نے دل سے نصیحت کی تھی لیکن آج وہ آپ کو دھوکا دے رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر معاویہ کو اس کے حال پر چھوڑ دوں تو باطل کی تائید کرنے والا کہلاؤں گا۔

۶۴۔ اسی استیعاب میں حبیب بن مسلمہ کے حالات میں ہے کہ امام حسنؑ نے حبیب سے کہا کہ تمھاری اکثر لشکر کشی غیر خدا کے لئے ہوتی ہے۔ حبیب نے عرض کی: لیکن آپ کے باپ کے خلاف نہیں ہوتی۔ امامؑ نے فرمایا: لیکن تو معاویہ کی اطاعت میں دنیا داری اور خواہش نفس کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔ اگر وہ تیری دنیا آباد کرے تو دین برباد کر دیگا۔ چنانچہ خدا کا ارشاد ہے کہ پچھلے لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو اپنے نیک و بد عمل کو مخلوط کر لیا۔ اس کے برخلاف تیری یہ حالت ہے کہ خدا کا

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۴۰۵)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۴۲ حوادث ۳۷)؛ کتاب صفین ص ۴۶۰ (ص ۴۰۴،۳۹۹،۳۰۵)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۵۴۔

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۱ (القسم الرابع ص ۱۴۴۷ نمبر ۲۴۸۳)

ارشاد ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل اوران کی کمائی تباہی کے گھاٹ لگ چکی ہے۔(۱)

۶۵۔ حج کے بعد معاویہ نے وہاں دارمیہ حجونیہ کو تلاش کرایا جو سیاہ فام اور موٹی تازی تھیں۔ان سے پوچھا: حام کی بیٹی جانتی ہو تمھیں کیوں بلایا ہے؟ دارمیہ نے جواب دیا: مجھے عیب نہ لگاؤ، حام کہ نہیں بلکہ بنی کنانہ کی بیٹی ہوں اور یہ کہ غیب کی خبر تو خدا کو ہے۔معاویہ نے کہا: بلایا ہے تا کہ پوچھوں بھلا تم علیؑ کو دوست اور مجھ سے شدید نفرت کیوں رکھتی ہو؟ جواب دیا کہ مجھے معاف کرو تو بہتر ہے۔معاویہ نے کہا: تمھیں بتانا پڑے گا۔

دارمیہ نے فرمایا کہ علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرتے ہیں۔تجھ سے اس لئے نفرت کرتی ہوں کہ تو ان سے ناحق جنگ پر آمادہ ہے۔جبکہ حکومت کے حقدار وہی ہیں۔رسولؐ نے ان کی ولایت کا عہد لیا۔مسکینوں کے دوست، دین کے وقار ہیں۔تو نے لوگوں کا ناحق خون بہایا، اپنی خواہش سے ظالمانہ فیصلے کئے۔معاویہ نے کہا: اسی لئے تیرا پیٹ پھولا ہے اور پستان بڑے ہیں۔دارمیہ نے کہا: اس صفت سے تو ہندہ مشہور تھی۔معاویہ نے کہا: اے عورت! میری بات سمجھنے کی کوشش کر، میں تیری برائی نہیں کر رہا ہوں، عورت کے پیٹ میں بچہ پورا ہو جاتا ہے تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔یہ سنکر دارمیہ خاموش ہو گئیں معاویہ نے پوچھا: تم نے علیؑ کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟ فرمایا: وہ حکومت کے ایسے حریص نہیں تھے جیسا تو ہے۔پوچھا: ان کی باتیں بھی سنی ہیں؟ فرمایا: ہاں، ان کی باتوں سے دلوں کے زنگ چھوٹ جاتے ہیں۔پوچھا: مجھ سے کچھ چاہتی ہو؟ فرمایا: ایک سو حاملہ اونٹنیاں۔پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: اس کے دودھ سے اپنے بچوں کی پرورش اور بڑوں کی سیوا کروں گی تا کہ معاشرے میں بلند اخلاق اور صلح وآشتی کا ماحول پیدا ہو۔معاویہ نے پوچھا: اگر دیدوں تو کیا تیری نظروں میں میرا مرتبہ بھی علیؑ کی طرح ہو جائے گا؟ دارمیہ نے کہا: ہرگز نہیں۔کہاں علیؑ اور کہاں تو؟!!! معاویہ نے کہا: اچھا لے لے علیؑ کبھی نہ دیتے۔دارمیہ نے کہا: علیؑ مسلمانوں کے مال سے واقعی ذرہ برابر بھی نہ دیتے۔(۲)

۱۔استیعاب ج۱ص۱۲۳ (القسم الاول ص۳۲۱ نمبر ۴۷۰)

۲۔العقد الفرید ج۱ص۱۶۲ (ج۱ص۲۲۳)؛ بلاغات النساء ص۷۲ (ص۱۰۵)

۶۶۔قریش کی سب سے مسن معظمہ، عبدالمطلب کی پوتی، حضرت اروی بنت حرث نے معاویہ سے ملاقات کی اور معاویہ نے ان کی مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ تو احسان فراموش، غاصب، کافر اور اپنے ابن عم کے ساتھ برا برتاؤ کرنے والا نظر آیا، تیرے باپ دادا کلمہ خدا کو پست کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور ناکام رہے، خدا اپنا کلمہ بلند کر کے رہا علیؑ کی منزلت رسولؐ کے نزدیک وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰ کے نزدیک تھی۔(۱)

۶۷۔معاویہ نے اپنی تقریر میں علیؑ اور اولاد علیؑ کو گالیاں دیں تو جواب میں امام حسنؑ نے معاویہ اور اس کے جرگے کو خطاب کر کے فرمایا: تم لوگ صرف عداوت رسولؐ میں علیؑ کو گالیاں دے رہے ہو ۔پھر سب کو قسم دے کر پوچھا کہ جسے گالیاں دے رہے ہو کیا اس نے دو قبلوں کی طرف نماز نہیں پڑھی، دو بیعت نہیں کی، علمدار رسول نہیں تھا جبکہ تم اسوقت کافر اور برسر پیکار تھے۔آخر میں فقرہ فرمایا کہ و قد علمت الفراش الذی ولدت علیه "اے معاویہ تو جانتا ہے کہ تو کس بستر پر پیدا ہوا ہے"۔

اسکی شرح میں تذکرہ (۲) میں سبط جوزی لکھتے ہیں کہ اصمعی وکلبی کتاب مثالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کو قریش کے چار افراد عمار بن ولید، مسافر بن آل عمرو، ابوسفیان اور عباس بن عبدالمطلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔عمارہ قریش کا خوبصورت جوان تھا اسلئے ہند خود اس کی طرف مائل تھی، مسافر خود ہند کی طرف بری طرح وارفتہ تھا۔زمخشری ربیع الابرار (۳) میں اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ (۴) میں ان واقعات کی نشان دہی کرتے ہیں۔

۶۸۔جاریہ بن قدامہ معاویہ سے ملنے گئے، معاویہ نے ان سے کہا کہ تم ہی ہو کہ علیؑ کی حمایت میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔جاریہ نے کہا: جانے بھی دو اسے، میں نے جب سے علیؑ سے محبت کی کبھی

۱۔العقد الفرید ج۱ ص۱۶۴ (ج۱ ص۲۲۵)؛ بلاغات النساء ص۲۷ (ص۴۳)

۲۔تذکرۃ الخواص ص۱۱۶ (ص۲۰۲)

۳۔ربیع الابرار (ج۳ ص۵۵۱)

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۱۱ (ج۱ ص۳۳۶ خطبہ ۲۶)

اظہار نفرت نہیں کیا۔ معاویہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمہاری ماں نے تمھارا نام جاریہ (لونڈی) رکھا ہے۔ جاریہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمھارا نام معاویہ (بھونکنے والی کتیا) رکھا ہے۔ معاویہ نے کہا: تمھاری ماں نہ رہے۔ جاریہ نے کہا: میری ماں ہی نے تو تلوار ہمارے حوالے کی ہے۔ ابھی ہمارے دلوں میں تمھاری نفرت بھڑک رہی ہے اگر چھیڑو گے تو ویسا ہی جواب پاؤ گے۔(۱)

۶۹۔ شریک بن اعور معاویہ سے ملنے گئے، وہ سیاہ فام تھے۔ معاویہ نے کہا: تم کالے ہو حسین تم سے اچھا ہوتا، ہے تم شریک ہو اور خدا کا کوئی شریک نہیں تمہارا باپ اعور (بھینگا) ہے اور اچھی آنکھ والا بھینگے سے اچھا ہوتا ہے۔ پھر تمھیں سرداری کیسے مل گئی؟ شریک نے جواب دیا: تمھارا نام معاویہ ہے (بھونکنے والی کتیا) تمھارے باپ کا نام صخر ہے اور پتھریلی زمین سے ہموار زمین بہتر ہوتی ہے، تم حرب کے بیٹے ہو اور جنگ سے صلح بہتر ہے، تم امیہ (کنیز) کے بیٹے ہو پھر تم امیر المومنین کیسے ہو گئے؟(۲)

نام کی یہی خلش تھی جس کی وجہ سے معاویہ نے ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن جعفر کو بھیجے تھے کہ اپنے بچوں کا نام معاویہ رکھ دیں۔(۳)

۷۰۔ حضرت علیؑ کا ایک خطبہ:

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک وعیار نہیں ہے لیکن وہ دھوکا اور بدکاری میں مجھ سے آگے نکل جاتا ہے کیوں کہ ہر بدکاری کفر ہے۔ حشر کے دن دھوکے باز ایک مخصوص جھنڈے تلے ہوگا۔(۴)

۷۱۔ جب عباس بن ربیعہ نے جنگ صفین میں عرار بن ادھم کو قتل کیا تو معاویہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا: کون اس کا بدلہ لیگا؟ اسے ڈھیر سارا انعام دونگا۔ یہ سن کر بنی لخم کا ایک شخص مقابلہ کے لئے آ نکلا، عباس نے کہا کہ میں جا کر اپنے سردار سے اجازت لے لوں۔ امام نے فرمایا کہ واللہ! معاویہ کی

۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۳۶۵)؛ تاریخ الخلفا ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۴۳ (ج ۳ ص ۲۱۴)؛ المستطرف ج ۱ ص ۴۷ (ج ۱ ص ۵۸)

۲۔ المستطرف ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۵۷)

۳۔ تاریخ العروس ج ۱۰ ص ۲۶۰

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵۸۹۔ ۵۷۲ (ج ۱۰ ص ۲۶۰۔ ۲۱۱ کتاب/ ۱۹۳)

کوشش ہے کہ روئے زمین پر ایک بھی ھاشمی باقی نہ رہے اور وہ نور خدا کو بجھانا چاہتا ہے جب کہ خدا اپنا نور تمام کر کے رہے گا۔(۱)

۷۲۔امام حسنؑ نے صلح کر لی تو خوارج نے کہا کہ اب کوئی شک وشبہ نہیں رہ گیا اب معاویہ سے پوری طرح جہاد کرو،امام حسنؑ واپس مدینہ جانے کا قصد کر چکے تھے،معاویہ نے امام حسنؑ کو خط لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے۔امامؑ نے فرمایا کہ اگر مجھے جنگ کرنا ہوتی تو سب سے پہلے تم ہو لیکن میں نے اصلاح امت کے لئے صلح کر لی ہے۔(۲)

۷۳۔اسود بن یزید نے عائشہ سے کہا کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک آزاد کردہ اصحاب رسولؐ سے جنگ کر رہا ہے۔عائشہ نے کہا: تعجب کی کیا بات ہے، یہ اللہ کی سلطنت ہے، ہر بدکار و خوش کردار کو عطا کرتا ہے،فرعون نے اپنی قوم پر چار سو سال حکومت کی اسی طرح دوسرے فراعنہ نے۔(۳)

عائشہ نے معاویہ کو فرعون سے تشبیہ دی ہے،ظاھر ہے کہ وہ ظالم بادشاہ تھا جسے ہر صبح وشام جہنم میں پیش کیا جاتا ہے،اسی طرح معاویہ بھی جہنم کے آخری طبقہ میں ہے۔

۷۴۔ایک دن معاویہ نے تقریر میں کہا کہ اگر تمام انسانوں کے باپ ابوسفیان ہوتے تو سبھی انسان سمجھدار اور چالاک ہوتے۔صعصعہ نے کہا: انسانوں کے باپ آدمؑ ہیں جو ابوسفیان سے افضل ہیں لیکن ان کی اولاد میں عقلمند بھی ہیں اور احمق بھی۔معاویہ نے کہا: ارض شام مقدس ہے۔صعصعہ نے کہا: زمین مقدس نہیں ہوتی بسنے والے مقدس ہوتے ہیں انکے اعمال زمین میں تقدیس پیدا کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کے بندو! خدا کو ولی بناؤ اور اسکے خلفاء کا سہارا پکڑو تا کہ وہ تمھارا تحفظ کریں۔ صعصعہ نے کہا: وہ کیسے؟ تم نے تو سنت معطل کر دی ہے، معاہدے توڑ دئے ہیں،لوگوں کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا ہے کہ وہ جہالت و تاریکی میں جھول رہے ہیں، بدعتیں ہر طرف دندنا رہی ہیں۔معاویہ نے

۱۔عیون الاخبار، ابن قتیبہ ج ۱ص ۱۸۰

۲۔تاریخ کامل ج ۳ص ۱۷۷(ج ۲ص ۴۴۹حوادث ۴۱ھ)

۳۔البدایہ والنہایہ ج ۸ص ۱۳۱(ج ۸ص ۱۴۰حوادث ۶۰ھ)؛مختصر تاریخ ابن عساکر(ج ۲۵ص ۴۲)

جھلا کر کہا کہ اب تم اپنی زبان بند رکھو۔ پھر امام حسنؑ کو بلانے کا اردہ کیا۔ صعصعہ نے کہا: وہ مجھ سے زیادہ زبان کی تلوار چلائیں گے۔(۱)

۷۵۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ کو حکومت ملی تو منبر پر جا کر کہا: یہ خلافت خدا کی رسی ہے، میرے دادا معاویہ نے ایسے شخص سے خلافت کے لئے نزاع کی جو اس سے زیادہ حقدار تھا۔ اس نے علی ابن ابی طالبؑ کا حق مار لیا، اب معاویہ قبر میں اپنے کئے کو بھگت رہا ہے۔ پھر معاویہ نے میرے باپ کی گردن میں قلادہ ڈال دیا، وہ کسی طرح بھی خلافت کا حقدار نہ تھا، اس فرزند رسولؐ سے نزاع کی اس لئے اس کی عمر کم ہوگئی۔ اب وہ قبر میں اپنے کئے کو بھگت رہا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رونے لگا۔(۲)

۷۶۔ معاویہ نے صعصعہ اور عبداللہ بن کوا اور دوسرے اصحاب علیؑ کو قید کر دیا۔ پھر ان سے ملنے گیا اور کہا: خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ صحیح کہنا میں تمھارا کیسا خلیفہ ہوں؟ ابن کوا نے کہا: اگر تم قسم نہ دیتے تو ہم نہ کہتے، تم طاغی ہو، تم میں خوف خدا نہیں ہے، تم نے بندگان خدا کا خون بہایا، تم دنیا میں آسودہ ہو لیکن آخرت میں سخت مصیبت میں رہو گے، تم اندھیرے کو نور اور دن کو رات کہتے ہو......

صعصعہ نے کہا کہ اے معاویہ! جو شخص زور زبردستی سے حکومت ہتھیا لے، خود بخود بزرگ بنے، غلط وسائل کے استعمال میں عار نہ سمجھے، مکر وحیلہ کو جائز سمجھے، وہ خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فتح مکہ کے موقع پہ جنھیں ذلیل طریقے سے آزاد کیا گیا ہو وہ خلافت کے حقدار ہوں گے؟(۳)

۷۷۔ اسی طرح ایک بار معاویہ کی نشست میں صعصعہ نے کہا: اے معاویہ! تو اور تیرے ماننے والے بدکار اور علیؑ واصحاب علیؑ خوش کردار ہیں۔(۴)

۷۸۔ ایک بار اور صعصعہ نے علیؑ کا خط لے جا کر معاویہ کو دیا تو معاویہ سے کہا کہ تیرا پیٹ اسقدر

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۴۲۵ (ج۲۴ ص۹۳-۹۲ نمبر ۲۸۸۱)

۲۔ صواعق محرقہ ص۱۳۴ (ص۲۲۴)

۳۔ مروج الذہب ج۲ ص۷۷ (ج۳ ص۵۱)

۴۔ مروج الذہب ج۲ ص۷۸، ۷۹ (ج۳ ص۵۳-۵۲)

پھولا ہوا ہے کہ کبھی سیر نہیں ہو سکتا، رسولؐ خدا نے اسی لئے تجھ پر لعنت فرمائی تھی۔(۱)

۷۹۔ایک بار اور معاویہ کے لئے کہا: اس نے اپنی دنیا بنائی اور آخرت کو تباہ و برباد کر لیا۔(۲)

۸۰۔کتاب آغانی میں ہے کہ معاویہ حج کے لئے گیا اور مسجد رسولؐ میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ شعبہ بن غریض ہے، یہودی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے۔ کسی کو بھیج کر بلوایا، قاصد نے کہا: آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ شعبہ نے کہا: کیا امیر المومنین قتل نہیں ہو گئے؟ کہا گیا کہ معاویہ نے آپ کو بلایا ہے۔ شعبہ نے جا کر اسے خلیفہ کہکر خطاب نہیں کیا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا کہ تیما کی تمھاری زمین کیا ہوئی؟ کہا کہ اسکی آمدنی سے فقیروں اور مسکینوں کے کھانے کپڑے کا انتظام کرتا ہوں۔ پوچھا: اسے بیچو گے؟ کہا: ہاں، ساٹھ ہزار دینار میں، اگر میرے قبیلے کے لوگ مفلوک الحال نہ ہوتے تو میں اسے بیچتا نہیں۔ فخر و مباحات کرنے پر شعبہ نے معاویہ سے کہا کہ تو جاہلیت میں حقوق کو پامال کرتا تھا، اب مسلمان ہو کر بھی حق کو پامال کر رہا ہے، زمانہ جاہلیت میں وحی آسمانی سے جنگ کی، خدا نے تیری تدبیروں کو خنثی کر دیا۔ اب مسلمان ہو کر وصی رسولؐ کا حق مار لیا ہے۔ طلیق کو خلافت سے کیا سروکار۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ شعبہ نے کہا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ ہم ایک دن خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے کہ علیؑ آگئے، رسولؐ نے فرمایا کہ خدا اسے قتل کرے جو تم سے جنگ کرے اور جو تم سے دشمنی کرے خدا اس سے دشمنی کرے۔ یہ سن کر معاویہ نے بات بدل دی۔(۳)

۱۔مروج الذہب ج ۲ ص ۷۹ (ج ۳ ص ۵۳)؛ جمہرة الخطب ج ۱ ص ۲۵۷ (ج ۱ ص ۴۴۵ نمبر ۳۴۲)

۲۔تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۴۲۴) ج ۲۴ ص ۹۰ نمبر ۲۸۸۱؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۴۲۶)

۳۔الاغانی ج ۳ ص ۱۸ (ج ۳ ص ۱۲۳)؛ الاصابہ (ج ۲ ص ۴۲ نمبر ۳۴۴۵)

معاویہ انصاف کی ترازو پر

قسم ہے حق کی! ان مقتدر گواہیوں میں سے کوئی ایک ہی گواہی معاویہ کی اوقات پہنچوانے کے لئے کافی ہے جب کہ گواہوں کی فہرست میں مقتدر صحابائے کرام اور صدر اول اسلام کی اہم ترین شخصیات ہیں۔ صحابائے کرام کو تمام اہلسنت عادل و ہدایت یافتہ مانتے ہیں۔ اہم تریں شخصیتوں کے تقدس اور پرہیزگاری کا سبھی اقرار کرتے ہیں۔ انھیں گواہوں میں، زبان رسولؐ سے خلیفہ برحق اور لسان قرآنی سے مطہر و معصوم کا لقب پائے ہوئے مولائے کائنات بھی ہیں۔

ان گواہیوں میں معاویہ کی اوقات کا جو رسوا گر نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کی روشنی میں وہ شخص ہدایت کا اندھا اور خواہشات کا بندہ تھا، ضلالت و گمراہی کی طرف کشاں کشاں کھنچتا گیا اور اس نے جو کچھ بھی اپنے مشرک آباء و اجداد کی سراسر پیروی کی، چنانچہ اب اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لعین بن لعین، فاجر بن فاجر، منافق بن منافق، طلیق بن طلیق، خود بت اور بتوں کا پجاری، کم ظرف منافق، دل کا، عقل کا کمزور، ذلیل پودہ اپنے اندھے پن میں مگن، ضلالتوں کی تاریکی میں سرگرداں، بدعتی خواہشات کا رسیا، ضلالت میں غوطہ زن، نہ تو اسے قرآن سے واسطہ تھا نہ اس کے احکام سے نتیجہ میں وادی ضلالت میں باطل پرست شخص ٹا یک ٹوئیاں مارتا رہا، حق کا احمق اور اجالوں کا منحوس بدکار، اس کی بزم میں شرفاء ذلیل ہوتے تھے اور بردبار لوگ اسکے اختلاط سے پچھتاتے تھے، کلیجہ چبانے والی کا چھوکرا، بدزبان جھوٹا، گمراہی کا لیڈر، دشمن رسولؐ، ہمیشہ خدا و سنت رسولؐ اور قرآن نیز مسلمانوں سے دشمنی نکالتا رہا، بدعت اور نئی ڈگر ایجاد کرنے والا شخص، اسلام اس سے خوف زدہ تھا، دھوکے باز بدکار اسکی مثال شیطان کی ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں سے لوگوں کو بہکاتا ہے، نہ اسے سبقت اسلامی حاصل ہوئی اور نہ اسلامی صداقت، کتاب

خدا کو ظلم سے پس پشت ڈال دیا، بچپن میں بدترین تھا، جوانی اور بڑھاپے میں اسکی بدمعاشیاں بڑھتی ہوئی انتہا کو پہنچ گئیں، اسلام میں کراہت سے داخل ہوا اور خوشی خوشی نکل گیا، نہ ایمان میں پیش قدمی کی نہ نفاق کو چھپایا، خدا اور رسولؐ سے برسر پیکار رہا، مشرکوں کا پٹھو تھا، جب دیکھ لیا کہ خدا نے اسلام کو برتری دیدی تو خوف زدہ انداز میں بارگاہ رسولؐ میں اسلام قبول کر لیا، بعد رسولؐ بھی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہا، سنگدل احمقوں کو بہکا کر دوزخ میں جھونک رہا اور ابدی ذلت سے دوچار کیا، اسلام لانے کے بعد بھی اسکی کارستانیاں شرک کے زمانہ میں کم نہیں تھیں۔

ان گواہیوں نے معاویہ کی تاریک زندگی کو واضح کر دیا ہے۔ اب اس کے نظائر پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ معاویہ اور شراب

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل میں بطریق عبد اللہ بن بریدہ نقل ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے یہاں گیا، ہم لوگوں کے لئے دستر خوان بچھا اور کھانا لایا گیا، جب کھا چکے تو شراب آئی اور معاویہ نے پی کر میرے والد کی طرف بڑھائی۔ میرے والد نے کہا کہ جب رسولؐ خدا نے شراب حرام کی میں نے اس منحوس چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ معاویہ نے کہا کہ میں جوانی میں قریش کا رنگین چھوکرا تھا، خوش خوراک بھی تھا، جوانی سے آج تک مجھے سب سے زیادہ شراب و کباب اور اچھی صحبت ہی سے رغبت رہی۔ (۱)

۲۔ تاریخ بن عساکر میں بطریق عمیر بن رفاعہ مروی ہے کہ عظیم بدری صحابی جو کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے پر رسولؐ خدا کے ہاتھوں بیعت کر چکے تھے حضرت عبادہ بن صامت، شام میں راستہ چل رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ شراب سے بھری اونٹوں کی قطار جا رہی ہے۔ پوچھا: یہ کیا ہے، کیا زیتون ہے؟ کہا گیا: نہیں بلکہ اونٹوں پر مشکوں میں بھری ہوئی شراب ہے۔ یہ سن کر بازار میں ایک شخص سے تلوار لیکر تمام

۱۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷ (ج ۶ ص ۴۷۶ ح ۲۲۴۳۲)

مشکیں پھاڑ ڈالیں تو فلاں شخص نے ابو ہریرہ کے ذریعہ جو وہیں شام میں تھے، پیغام کہلوایا کہ اپنے بھائی کو روکئے وہ بازار کے ذمی تاجروں کے اجناس برباد کر رہے ہیں، مجلس میں بیٹھ کر صرف ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور تنقید کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ عبادہ کے پاس گئے اور سمجھایا کہ تمھیں معاویہ سے کیا مطلب؟ وہ جو جی چاہے کرے کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔ عبادہ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ رسولؐ کے ہاتھ پر یہ کہہ کر بیعت نہیں کی تھی کہ ہر دکھ سکھ میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ میں نے بیعت پر عمل کیا ہے، اب جو بیعت توڑے گا اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔ یہ سن کر ابو ہریرہ کی بولتی بند ہوگئی۔ (۱)

۳۔ اسی تاریخ میں ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے انطر طوس کے محل کے قریب لوگوں کو خطاب کیا کہ ہم نے رسولؐ کے ہاتھوں پر کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی۔ ہاں کل مقداد بن اسود ایک خچر ہنکاتے ہوئے لائے، جس پر شراب بار تھی اور اس کے ساتھ قافلہ تھا۔ لوگوں سے خطاب کیا کہ لوگو! اس میں شراب بار ہے، اب تمھیں اس محل والے سے لین دین حرام ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے مقداد سے لیکر وہ خچر معاویہ کے محل میں پہونچا دیا کہ آپ کی چیز حاضر ہے۔ (۲)

۴۔ عبداللہ بن حارث بن امیہ معاویہ سے ملنے ایک وفد کے ساتھ گئے۔ معاویہ نے انکی بڑی آؤ بھگت کی، لپٹا کے سر کا بوسہ لیا اور پوچھا: کیا کچھ باقی رہ گیا ہے؟ عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم! میرا تمام خیر و شر رخصت ہو چکا ہے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ خیر کم گیا ہے اور بہت زیادہ شر باقی رہ گیا ہے۔ اب ہمارے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟۔ کہا کہ اگر تم اچھا کام کروگے تو تمھاری ستائش نہیں کرونگا اور برا کام کروگے تو مذمت کرونگا۔ معاویہ نے کہا: بخدا! یہ تم نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جواب دیا کہ تمھارے ساتھ ہم نے کب انصاف کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے ہی تمھارے بھائی حنظلہ کا سر پھاڑا تھا۔ نہ اس کا

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۱ (ج ۲۶ ص ۱۹۸۔۱۹۷ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲۶ ص ۲۰۰ نمبر ۳۰۷۱)

جرمانہ ادا کیا نہ اسکا کوئی بدلہ مجھ سے لے سکا۔ پھر دونوں میں لپاڈگی ہونے لگی اور معاویہ ہنستے رہے۔(۱)

۵۔ ابن عساکر اور مسند ابوسفیان میں ہے (۲) کہ عثمان کے زمانے میں معاویہ شام کے گورنر تھے۔ عبدالرحمٰن بن سھل کسی جہاد میں غیر ملک جاتے ہوئے شام پہونچے۔ ایک دن شراب سے بھری مشکوں کی قطار دیکھی جو معاویہ کے محل میں جارہی تھی، اٹھ کر نیزے سے تمام مشک پھوڑ دی۔ معاویہ کے ملازموں نے ان سے مذاحمت کی اور معاویہ سے شکایت کی۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ ہمیں رسولؐ نے تاکید کی ہے کہ اپنے پیٹ میں شراب نہ جانے دینا۔ بخدا! اگر زندہ رہا اور معاویہ کو دیکھ لیا تو اس پیٹ پھاڑ دونگا یا جان دیدونگا۔(۳)

شاید لوگ سمجھتے ہوں کہ تخت خلافت پر شراب خواری کا پاپ یزید نے ایجاد کیا ہے لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ بدکار و شراب خوار ماں باپ کے پوت یزید سے ایسی ہی گستاخیاں سرزد ہونی چاہئیں۔ اسے یہ پاپ اس کے اباء واجداد سے ملا تھا، اس کے باپ نے شراب کا عوام میں رواج پھیلایا اور پھر اسکی تمام تر کوشش تھی کہ کوئی زبان تنقید دراز نہ کرے۔ تنقید کرنے والے کو ذلیل کرتا تھا۔ ایک بار تقریر میں رسولؐ کا تذکرہ کئے بغیر ابوبکر و عمر و عثمان کا ذکر کیا اور کہا کہ عثمان مجھ سے بہتر تھے اور میں اپنے بعد کے خلفاء سے بہتر ہوں، لوگو! میں تمھارا محافظ ہوں۔ عبادہ بن صامت نے کھڑے ہوکر کہا کہ تم نے تو اپنی جنت جلا ڈالی۔ معاویہ نے کہا: پھر میں تمھیں جہنم سے نجات دیدوں؟ عبادہ نے کہا: اسی لئے اس سے بھاگتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: اس کو پکڑو۔ عبادہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم لوگوں نے رسولؐ کے ہاتھ پر زنا چوری نہ کرنے اور خدا کے معاملہ میں ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی، تم نے رسولؐ سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۲۷ ص ۳۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۹۴)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۱

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۴ ص ۴۱۹ نمبر ۳۸۲۸)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۲۶۳)

۳۔ الاصابہ ج ۲ ص ۴۰۱؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۹۲ (ج ۶ ص ۱۷۳)؛ استیعاب ج ۲ ص ۴۰۱ (القسم الثالث ص ۸۳۶ نمبر ۱۴۲۴)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۹ (ج ۳ ص ۴۵۸ نمبر ۳۳۲۲)

کہا: مجھے اس سے معاف رکھئے۔ تو پھر گیا ہے، میں اسی پر باقی ہوں۔ اب مجھے صرف خدا کا ڈر ہے تجھ سے کیا ڈروں گا۔ (۱)

ایک بار فرار طاعون پر تقریر کی تو عبادہ نے کہا: تیری ماں تجھ سے بہتر جانتی ہے۔ (۲) پھر تلخ کلامی کے بعد کہا: جہاں معاویہ رہے گا میں وہاں ہرگز نہ رہوں گا۔ اس نے عثمان کو شکایت لکھ بھیجی کہ شام میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ عثمان نے کہا: مدینہ بھیج دو وہاں عثمان نے کہا: تمھیں اس سے کیا مطلب؟ عبادہ نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو برائی کا حکم دیں گے اچھائی سے روکیں گے، تم انکی اطاعت نہ کرنا۔ اپنی جان کی قسم! معاویہ بھی انھیں میں ہے۔ عثمان کی بولتی بند ہوگئی۔ (۳)

معاویہ کے باپ ابوسفیان بھی شراب کے رسیا تھے۔ ابومریم سلولی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی کر سمیہ کے ساتھ زنا کیا تھا۔ اسطرح معاویہ کا تمام گھرانہ بدکار و شراب خوار تھا۔ جب کہ رسولؐ خدا نے شراب اور شرابی دونوں پر لعنت کی ہے۔ (۴)

اس موضوع پر بے شمار احادیث ہیں مثلاً شرابی گویا بت کا پجاری ہے۔ (۵) تین افراد پر جنت حرام ہے۔ دائم الخمر، عاق والدین اور وہ دیوث جو اپنی زوجہ کے زنا کا اقراری ہو۔ (۶) جس نے شراب پی اس سے نور ایمان نکل گیا۔ شرابی کو صمیم جہنم پلائی جائے گی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲۶ ص ۲۰۰۔ ۱۹۹ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲۶ ص ۱۹۵ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۳۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵ (ج ۶ ص ۴۴۳ ح ۲۲۶۳/ ۱۲۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۱۹۸ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۷)

۴۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۳۲۶ ح ۳۶۷۴/)؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۷۴ (ج ۲ ص ۱۱۲۲ ح ۳۳۸۰/، ۳۳۸۱)؛ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۵۸۹ ح ۱۲۹۵/)؛ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۴۴، ۱۴۵ (ج ۴ ص ۱۶۱ ح ۷۲۲۸/، ۷۲۲۹)؛ مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ (ج ۲ ص ۱۸۴ ح ۵۳۶۷/، ۵۳۶۸)

۵۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۱۲۰ ح ۳۳۷۵/)؛ صحیح ابن حبان (ج ۱۲ ص ۱۶۷ ح ۵۳۴۷/)؛ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۲۵۵)؛ نصب الرایۃ ج ۴ ص ۲۹۸

۶۔ المعجم الاوسط (ج ۳ ص ۲۲۰ ح ۳۴۶۴/)؛ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۲۵۷)

۲۔ معاویہ کی سود خوری

۱۔ امام مالک ونسائی نے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سونے کا پیالہ زیادہ قیمت پر بیچا۔ ابودرداء نے ان سے کہا کہ چیزوں کو انکی اصلی قیمت پر فروخت کرو۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ ابودرداء نے کہا کہ اب کوئی مجھ سے معاویہ کی کیا صفائی دیگا کہ میں تو رسول کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور یہ اپنی شخصی رائے ٹھونک رہا ہے۔ اب جہاں تو رہے گا میں ہرگز نہ رہوں۔ گا پھر آ کر حضرت عمر سے شکایت کی تو انھوں۔ نے اس سے منع کیا۔ صحیح مسلم، مسند احمد، سنن نسائی، موطا مالک اور ابن عساکر میں اسکو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ (۱) جبکہ سود کا حرام ہونا ضروریات دین میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ رسولؐ خدا نے سود خور پر لعنت کی ہے۔ (۲) اور سود کھانے والے کو ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف کہا ہے۔ (۳)

علامہ امینی نے چھبیس سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں لیکن معاویہ نے تو حرام رسول کو حلال کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اسی لئے جاحظ نے فقط اس لئے کافر کہا ہے کہ اس نے سنت رسولؐ کی مخالفت کی اور زیاد کو بھائی بنایا۔

۳۔ معاویہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی

طبرانی واحمد نے سند صحیح کے ساتھ عبادہ بن عبداللہ بن زبیر کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ حج کے

۱۔ صحیح مسلم ج۵ص۴۳ (ج۳ص ۳۹۸ کتاب المساقات)؛ موطا ج۲ص ۵۹ (ج۲ص ۶۳۴ ح/۳۳) مسند احمد ج۵ص ۵۱۹ (ج۶ ص ۴۳۶ ح/۲۲۲۱۷) سنن نسائی ج۷ص ۲۷۷، ۲۷۹ (ج۴ص۲۹، ۳۰ حدیث ۶۱۵۹، ۶۱۶۴) سنن بیہقی ج۵ ص ۲۷۷، ۲۸۰ تفسیر قرطبی ج۳ص ۳۴۹ (ج۳ص ۲۲۶) تاریخ ابن عساکر ج۷ص ۲۰۶، ۲۱۲ (ج۲۶ص ۱۷۶ نمبر ۳۰۷۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ج۱۱ص ۳۰۲، ۳۰۷

۲۔ صحیح مسلم ج۵ص ۵۰ (ج۳ص ۳۰۷ حدیث ۱۰۵۔۱۰۶) سنن ابی داؤد ج۲ص ۸۳ (ج۳ص ۲۴۴ حدیث ۳۳۳۳) سنن ترمذی (ج۳ص ۵۱۲ حدیث ۱۲۰۶) المحلی ج۸ص ۴۶۸ (مسئلہ ۱۴۷۹) سنن ابن ماجہ ج۲ص ۴۰ (ج۲ص ۷۶۴ حدیث ۲۲۷۷) سنن بیہقی ج۵ص ۲۷۵، ۲۸۵ تیسر الوصول ج۱ص ۶۸ (ج۱ص ۸۳ حدیث ۱)

۳۔ مجمع الزوائد ج۴ص ۱۱۷ شعب الایمان بیہقی (ج۵ص ۲۹۹ حدیث ۶۷۱۵)

لئے گئے، ہم نے مکہ میں ان کے ساتھ ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی پھر وہ دار الندوہ میں قیام کے لئے چلے گئے۔ لیکن عثمان پوری نماز پڑھتے تھے، جب بھی مکہ آتے ظہر و عصر و عشاء پوری پڑھتے۔ جب معاویہ نے دو رکعت پڑھی تو مروان اور عمرو بن عثمان نے معاویہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے اپنے چچیرے بھائی کا عیب بری طرح واضح کر دیا ہے۔ کیوں کہ وہ مکے میں ظہر و عصر و عشاء پوری پڑھتے ہیں اور آپ نے قصر پڑھی۔ معاویہ نے کہا: ہم نے تو رسولؐ خدا اور عمر و ابو بکر کے ساتھ قصر ہی نماز پڑھی تھی۔ یہ لوگ بولے کہ لیکن عثمان تو پوری پڑھتے ہیں اگر ان کی مخالفت کرو گے تو انکا عیب واضح ہو گا نتیجہ یہ ہوا کہ جب معاویہ نے عصر کی نماز پڑھی تو چار رکعت ہی پڑھائی۔ (۱)

ذرا بنی امیہ کے ان چھوکروں کو دیکھئے کہ اس بات کا اقرار بھی ہے کہ رسولؐ خدا اور ابو بکر و عمر قصر ہی پڑھتے تھے لیکن چونکہ عثمان نے یہ بدعت ایجاد کر دی ہے لہذا خدا و رسولؐ کا حکم پس پشت ڈال دیا گیا۔ دین و ایمان کے ساتھ یہ گستاخی کہ احکام اسلامی میں بھی اپنی خواہش نفس سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔ جگر خوارہ کے فرزند کو دیکھئے کہ وہ شرابی و سود خور عمل رسولؐ کا اقرار کر کے اس میں تبدیلی کر رہا ہے کہ چچیرے بھائی نے تبدیلی کر دی ہے۔ مروان جو ملعون، ملعون زادہ، چھپکلی، چھپکلی بچہ سنت میں تبدیلی کا حکم دے رہا ہے اور عثمان کے پوت بھی۔ جب کہ ابن عمر سے مروی حدیث ہے کہ: **الصلوۃ فی السفر رکعتان من خالف السنہ فقد کفر** "سفر میں نماز دو رکعت ہے جو اس کی مخالفت کرے وہ کافر ہو گیا"۔

(آفریں ہے ایسے خلیفہ اور مسلمانوں کو!)

۴۔ عیدین میں اذان کی بدعت

زہری کا بیان ہے کہ زمانہ رسولؐ، زمانہ عمر و بکر و عثمان میں کبھی عید کی اذان نہیں ہوئی لیکن معاویہ نے شام میں اور حجاج نے مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں یہ بدعت رائج کی۔ (۲)

۱۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۵۸ ح ۱۶۴۱۵)؛ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۶

۲۔ کتاب الام ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵

ابن حزم نے المحلی (۱) میں لکھا ہے کہ امویوں نے عیدین میں تاخیر کے خیال سے خطبہ عید پہلے اور اذان و اقامت کی بدعت ایجاد کی۔ بحر الزخار (۲) میں ہے کہ عیدین میں اذان و اقامت نہیں ہے لیکن بروایت سعید ابن مسیتب اسے معاویہ نے ایجاد کیا۔ ''فتح الباری (۳)'' میں ہے کہ اذان و اقامت ایجاد کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے سعید و زھری کہتے ہیں کہ معاویہ نے ایجاد کیا، حصین بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ زیاد نے بصرے میں ایجاد کیا، داؤدی کہتے ہیں کہ مروان نے۔ لیکن چونکہ یہ سب معاویہ کے گورنر تھے اور اسی نے یہ بدعت کی لہذا سب نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شوکانی نیل الوطار (۵) میں لکھتے ہیں کہ کتاب مغنی ابن قدامہ (۶) میں ہے کہ ابن زبیر نے عیدین میں اذان و اقامت کہی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ زیاد نے، اور ابن مسیتب کا بیان ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت کی۔

ائمہ مذاھب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اذان و اقامت صرف نماز پنجگانہ میں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی یہی ہے وہ کہتے ہیں کہ پیش نماز مؤذن کو حکم دے کہ الصلوۃ جامعہ پکارے یا وقت نماز ہو گیا یا آؤ نماز کے لئے اگر حی علی الصلوۃ بھی کہے تو کوئی حرج نہیں لیکن چونکہ یہ جزو اذان ہے اس لئے نہ کہنا بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث بے شمار ہیں۔ جابر ابن عباس، عبد الرحمٰن بن عابس، عبد اللہ بن عمر، براء بن عاذب، ابورافع وغیرہ سے مروی روایات ہیں کہ حدیث رسولؐ ہے کہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت پڑھنی چاہئے۔ (۷)

۱۔ المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۸۲ ۲۔ البحر الزخار ج ۳ ص ۵۸

۳۔ فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۳۵۲، ۴۵۳)

۴۔ ارشاد الساری ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۲ ص ۳۷۷ ح ۹۶۰) ؛ اوائل سیوطی ص ۹ ؛ المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۱۶۹)

۵۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۶۴ (ج ۳ ص ۳۳۶) ۶۔ المغنی (ج ۲ ص ۲۳۵)

۷۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۲ ح ۹۳۵) ؛ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۸، ۱۹ (ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵ ح ۴، ۷) ؛ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۲ (ج ۱ ص ۵۴۴ ح ۱۷۶۲) ؛ سنن داری ج ۱ ص ۳۷۵، ۳۷۷ ؛ زاد المعاد ابن قیم ج ۱ ص ۱۷۳ (ج ۱ ص ۱۲۲) ؛ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۷۹ (ج ۱ ص ۲۹۸ ح ۱۱۴۸) ؛ سنن ترمذی ج ۳ ص ۴ (ج ۲ ص ۴۱۳ ح ۵۳۲) ؛ مسند احمد ج ۵ ص ۹۲، ۹۴، ۹۵، ۹۸، ۱۰۷ (ج ۶ ص ۹۶ ح ۲۰۳۶، ص ۱۰۱ ح ۲۰۳۷۴، ص ۱۰۲ ح ۲۰۳۸۴، ص ۱۰۸ ح ۲۰۴۲۵، ص ۱۲۱ ح ۲۰۵۲۴) ؛ فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۴۵۲) ؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۴ ؛ المحلی ج ۵ ص ۸۵ ؛ شرح موطا زرقانی ج ۱ ص ۳۲۳

یہ مسلّم اور واضح شریعت تھی اور اس پر رسولؐ خدا، عمر، ابوبکر و عثمان نے عمل کیا لیکن اس منافق نے شریعت کو اپنے من مانے ڈھنگ سے برتنے میں ذلیل گستاخی کرڈالی۔

۵۔ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی

جنگ صفین کے بعد ایک کوفہ کا باشندہ اپنے اونٹ پر سوار دمشق پہونچا۔ ایک شامی نے اس سے جھگڑا کرلیا اور کہا کہ یہ اونٹنی میری ہے، اس نے جنگ صفین میں مجھ سے ہتھیا لیا تھا۔ یہ معاملہ معاویہ کے پاس پہونچا۔ اس شامی نے پچاس گواہیاں گزاردیں کہ یہ اونٹنی اس شامی کی ہے۔ معاویہ نے فیصلہ کردیا کہ یہ اونٹنی اسی شامی کی ہے۔ اس وقت کوفی نے احتجاج کیا کہ اے معاویہ! خدا تمھاری اصلاح کرے یہ اونٹنی نہیں اونٹ ہے۔ معاویہ نے کہا کہ اب تو میں نے فیصلہ کردیا۔ جب مجمع چھنٹ گیا تو کسی کو بھیج کر کوفی کو بلوایا اور پوچھا: اونٹ کی کیا قیمت تھی؟ اس کی قیمت دیکر اور بھی حسن سلوک کیا۔ اور کہا: جاکر علیؑ سے کہہ دینا کہ میں ان سے جنگ کیلئے ایک لاکھ ایسے ہی افراد کی فوج لیکر آرہا ہوں جنھیں اونٹ اور اونٹنی کی تمیز نہیں۔

تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ جنگ صفین کی طرف جاتے ہوئے معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھادی۔ شامیوں نے عمرو عاص کی یہ بات بھی تسلیم کرلی کہ عمار یاسر کے قاتل حضرت علیؑ ہیں کیوں کہ وہی اپنی مدد کے لئے میدان میں لائے تھے۔ پھر انھوں نے علیؑ پر سب وشتم کی طویل زمانے تک بدعت ایجاد کی جس میں بچے جوان ہوئے اور بوڑھے مرگئے۔ (۱)

مسعودی کی اس تاریخ سے ہمیں معاویہ کی کئی شرمناک بدعتوں کا پتہ ملتا ہے مثلاً حضرت علیؑ پر سب وشتم کی رسم جاری کرنا، علیؑ کو قاتل عمار کہنا جب کہ حدیث رسولؐ ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ شامیوں نے انھیں قتل کیا اور عمرو عاص نے تاویل کردی کہ قاتل عمار تو علیؑ ہیں وہی میدان میں لائے۔ اسی تاریخ سے شامیوں کی عقل اور دینداری کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا مظاہرہ معاویہ نے کیا کہ یہاں کے لوگوں میں

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۷۲ (ج ۳ ص ۴۲)

اونٹ واونٹنی کا امتیاز نہیں وہ حق کو کیا پہچانیں گے۔ حضرت علیؑ جو امام برحق تھے ان جنگ کی اور الزام لگایا کہ وہی عثمان کے قاتل ہیں۔ اس قسم کی بے شمار عیاریاں ہیں۔

مجھے اس پر حیرت نہیں کہ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھادی حالانکہ جمعہ کی نماز کا وقت جمعہ کے دن زوال کے وقت ہے اور اس پر بے شمار احادیث رسولؐ ہیں۔ (۱) بلکہ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ شامیوں نے بھی بدھ کے دن جمعہ کی نماز بخوشی پڑھ لی۔ حالانکہ حدیثوں میں ہے کہ بدھ کا دن نحس ترین دن ہے۔ (۲) کیا اس نحوست کو نماز جمعہ پڑھ کے ختم کیا جا سکتا ہے؟

۶۔ جمع بین الاختین کی بدعت

ابن منذر نے قاسم بن محمد کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک قبیلے کے کچھ لوگوں نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا ایک ہی شخص دو حقیقی بہنوں کو کنیزی میں رکھ کے مباشرت کر سکتا ہے؟ معاویہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب نعمان نے یہ بات سنی تو معاویہ سے پوچھا: کیا تم نے ایسا ایسا فتویٰ دیا ہے۔ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پوچھا: تو پھر اگر وہ ایک کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو جائز ہوگا؟ یہ سن کر معاویہ نے کہا: اوہ! اب میں سمجھا، ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ایسا نہ کریں، کیوں کہ جائز نہیں اور کہا کہ اپنائیت کا حکم آزاد و کنیز سب کے لئے ہے۔ (۳)

اصل میں یہ جہالت عثمان سے ہوئی تھی (۴) جسے میں نے آٹھویں جلد میں بیان کیا ہے۔ پھر یہ

۱۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۹ (ج ۲ ص ۲۶۶ ح ۳۱/ ۳۲، ۳۱)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۰، ۱۹۱؛ مسند احمد (ج ۴ ص ۲۸۱ ح ۱۴۳۰/ ح)؛ سنن نسائی (ج ۱ ص ۵۲۷ ح ۱۶۹۹/ ح)؛ المحلی ج ۵ ص ۴۴؛ کنز العمال (ج ۸ ص ۳۷۱ حدیث ۲۳۳۱۴)

۲۔ ثمار القلوب ص ۵۲۱، ۵۲۲ (ص ۶۳۹، ۶۵۰ نمبر ۱۰۹۴)

۳۔ درمنثور ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۴۷۷)

۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴؛ احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۱)؛ المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۴۹۶)؛ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷ (ج ۵ ص ۷۷)؛ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۴؛ تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۳۳۲)؛ درمنثور ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۴۷۶)؛ موطا (ج ۲ ص ۵۳۸ ح ۳۴/ ح)؛ کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۳)؛ المصنف عبد الرزاق (ج ۷ ص ۱۸۹ ح ۱۲۷۲۸/ ح)؛ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۴ ص ۱۶۹)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۴۱۸ (ج ۱ ص ۴۵۳)

بدعت عام طور سے جہالت میں رائج ہوگئی۔ اور معاویہ نے چچیرے بھائی کی پیروی میں یہ فیصلہ دیا۔

۷۔ قصاص کے معاملہ میں بدعت

ضحاک نے کتاب الدیات میں محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا ذمیوں کی دیت عہد رسولؐ میں کتنی تھی؟ جواب دیا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے جس کا جاننے والا مجھ سے بہتر اب کوئی نہیں۔ عہد رسولؐ اور خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں ایک ہزار دیت تھی۔ معاویہ نے اسے پانچ سو دینار کردیا اور پانچ سو بیت المال میں جمع کرانے لگے۔(۱)

بیہقی بھی اسی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے معاویہ والی بیت المال کی رقم کو ختم کیا۔(۲)

جوہر النقی میں بھی ہے کہ عہد رسولؐ و خلفاء میں مسلمان کے برابر ہی ذمیوں کی دیت تھی۔ معاویہ نے کہا کہ جس طرح مقتول پر مصیبت آئی ہے اسی طرح حکومت بھی پریشان ہوئی ہے اس لئے اسے نصف کر کے بیت المال میں شامل کرلیا۔(۳) تاریخ بن کثیر میں بھی یہی ہے۔(۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ آٹھویں جلد میں ہم نے تشریح کردی ہے کہ زہری کا یہ دعویٰ کہ دیت کی رقم ایک ہزار تھی یہ قطعی غلط ہے۔ ابوحنیفہ کے علاوہ اس کا کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ سب سے پہلے ایک ہزار کی رقم عثمان نے معین کی۔(۵) کچھ بھی ہو اس سلسلہ میں معاویہ نے تین بدعتیں کیں: "۱۔ دیت کی رقم ایک ہزار معین کی ۲۔ آدھا حصہ بیت المال میں رکھ لیا اور آدھا مقتول کو دیا۔ دوسرا حصہ بیت المال میں ناجائز طریقہ سے رکھ لیا"۔ معاویہ نے یا تو جہالت میں یا ذاتی رائے اور اپنے خواہش نفس سے ایسا

۱۔ الدیات ص ۵۰ ۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۰۲

۳۔ جوہر النقی مطبوع در ذیل سنن بیہقی (ج ۸ ص ۱۰۲)

۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۸۴ حوادث ۶۰ھ)

۵۔ الدیات ص ۷۶

کیا۔ یا ان کے نزدیک احکام الہی کی کوئی وقعت نہیں تھی حالانکہ کہ ایسے افراد کے لئے قرآن نے ناک رگڑنے اور سخت سزا دینے کا اعلان کیا ہے۔

۸۔ نماز میں مسنون تکبیروں کو ترک کیا

طبرانی و ابن ابی شعبہ نے ابو ہریرہ و سعید بن میتب سے نقل کیا ہے کہ تکبیر مسنون کو سب سے پہلے معاویہ نے ترک کیا۔ (۱)

ابو عبید کہتے ہیں کہ زیاد نے ترک کیا۔ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ پہلے عثمان نے ترک کیا اور ان کے عامل معاویہ و زیاد نے یہی کیا۔ (۲)

وسائل الی مسامرۃ الاوائل میں ہے کہ معاویہ نے سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد بغیر تکبیر کہے سجدہ کیا۔ (۳) پھر زیاد نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ انس کا بیان ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی اور حمد سے پہلے بسم اللہ کہی پھر دوسرا سورہ نہیں پڑھا، مسنون تکبیریں بھی ترک کر دیں۔ نماز کہ بعد مہاجرین و انصار نے ہنگامہ کیا کہ معاویہ تم نے نماز میں چوری کی یا بھول گئے؟ دوبارہ معاویہ نے پڑھائی تو سورہ بھی پڑھا اور مسنون تکبیریں بھی کہیں۔ (۵) ''یہی روایت بحر الزخار کے مطابق انتصار میں بھی ہے'' (۶)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ شروع سے جزو سورہ رہا اور اس پر امت کی مداومت رہی چنانچہ معاویہ کے ترک کرنے پر مہاجرین و انصار برس پڑے۔ نظر انداز کرنے

۱۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵ (ج ۲ ص ۲۷۰)؛ تاریخ الخلفا ص ۱۳۷ (ص ۱۸۷)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۶۶ (ج ۲ ص ۲۶۸)؛ شرح موطا زرقانی ج ۱ ص ۱۴۵ (ج ۱ ص ۱۵۹ ح ۱۶۳)

۲۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵

۳۔ الوسائل الی مسامرۃ الاوائل ص ۱۵

۴۔ نیل الاوطار شوکانی ج ۲ ص ۲۶۶

۵۔ کتاب الام ج ۱ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۱۰۸)

۶۔ البحر الزخار ج ۱ ص ۲۴۹

کی ابتداء معاویہ نے کی۔ اب رہ گئیں مسنونہ تکبیریں تو یہ بھی سنت رسولؐ سے ثابت ہیں جو صحابہ میں عام طور سے معروف تھا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات دیکھئے:

۱۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی اور عمران نے بھی۔ آپ سجدہ کے قبل تکبیر کہتے اور سجدہ کے بعد تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ ختم نماز کے بعد عمران کے ہاتھ تھام کر کہا: میں نے آج رسولؐ کی طرح نماز پڑھی یا آپ نے مجھے رسولؐ کی نماز یاد دلا دی۔ (۱)

۲۔ ابو ہریرہ بھی اسی طرح ہمیشہ نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

۳۔ عکرمہ سے مروی ہے میں نے ایک شخص کو رکن و مقام کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا جب وہ جھکتا، اٹھتا تو تکبیر کہتا۔ میں نے ابن عباس سے بیان کیا تو انھوں نے ڈانٹا: تیری ماں نہ رہے۔ ارے یہی تو رسولؐ کی واقعی نماز ہے۔ ایک دوسری روایت میں عکرمہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مکہ کے بوڑھے کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے پوری نماز میں بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔ میں نے ابن عباس سے کہا کہ وہ احمق تھا۔ یہ سن کر ابن عباس نے عکرمہ کو ڈانٹا: تیری ماں تیرے ماتم میں روئے، اب یہی تو رسولؐ کی واقعی نماز ہے۔ (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امویوں نے سنت شریفہ کو اس قدر بدل دیا تھا کہ جو بھی واقعی سنت پر

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۷۰ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۷۵۳/، ص ۲۸۴ ح ۷۹۲/)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸ (ج ۱ ص ۲۷۴ ح ۳۳/ کتاب الصلاۃ)؛ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۲۲۱ ح ۸۳۵/)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۴ (ج ۱ ص ۲۲۷ ح ۶۶۹/)؛ البحر الزخارج ۲ ص ۲۵۴؛ مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۴۰، ۴۴۴ (ج ۵ ص ۵۹۰ ح ۱۹۳۳۹/، ص ۵۹۳ ح ۱۹۳۵۹/، ص ۵۹۷ ح ۱۹۳۸۰/، ص ۶۰۹ ح ۱۹۴۵۰/، ص ۶۱۶ ح ۱۹۴۹۳/)

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۵۸ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۷۵۲/، ص ۲۷۶ ح ۷۷۰/)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۷ (ج ۱ ص ۲۷۳ ح ۲۷/)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، ۲۳۵ (ج ۱ ص ۲۴۷ ح ۷۴۱/)؛ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۲۲۱ ح ۸۳۶/)؛ سنن داری ج ۱ ص ۲۸۵؛ المدونہ الکبری ج ۱ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۷۱)؛ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۳۷۲؛ البحر الزخارج ۲ ص ۲۵۵

۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۵۸ (ج ۱ ص ۲۷۲ ح ۷۵۴/، ۷۵۵)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ (ج ۱ ص ۳۶۱ ح ۱۸۸۹/)؛ البحر الزخارج ۲ ص ۲۵۵

عمل کرتا تھا اسے احمق کہا جاتا تھا۔ معاویہ اور اس کے جرگوں نے کس قدر دین خدا کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا کہ میلانات و خواہشات ہی دین بن گئے تھے۔

اس کے علاوہ ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری، ابو مالک اشعری، حضرت علیؑ سے بھی روایات ہیں کہ رسولؐ خدا تکبیرات مسنونہ ترک نہ فرماتے تھے۔(۱) چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے اور رکوع و سجود کے قبل و بعد تکبیر کہا کرو۔(۲)

۹۔ علیؑ کی ضد میں اللھم لبیک کہنا چھوڑ دیا

سنن نسائی (۳) و بیہقی (۴) سعید بن جبیر ابن عباس کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عرفہ میں تھے۔ پوچھا: سعید میں لوگوں سے تلبیہ نہیں سن رہا ہوں کیا بات ہے؟ میں نے کہا: لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ تو پھر ابن عباس اپنے خیمے سے نکلے اور چلّا رہے تھے ''لبیک اللھم لبیک''۔ چاہے معاویہ کی ناک رگڑی جائے۔ خدایا! ان پر لعنت کر کہ انھوں نے بغض علیؑ میں سنت کو ترک کر دیا ہے۔(۵)

اس سنت مسلمہ کو صحیح بخاری، المحلی، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، دارمی، بیہقی، کتاب الام فتح الباری (۶) وغیرہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی بنیاد پر ائمہ فقہ نے تلبیہ نہ چھوڑنے کا فتویٰ دیا

۱۔ صحیح بخاری ج۳ ص۷۰ (ج۱ ص۲۷۱ ح/۷۵۱)؛ سنن دارمی ج۱ ص۲۸۵؛ سنن نسائی ج۲ ص۲۰۵، ۲۳۰، ۲۳۳ (ج۱ ص۲۲۸ ح/۶۷۰، ص۲۴۴ ح/۷۲۸ ص۳۵۷ حدیث ۷۳۵)؛ المدونۃ الکبری ج۱ ص۷۱؛ نصب الرایۃ ج۱ ص۳۷۲؛ بدائع الصنائع ج۱ ص۲۰۷؛ البحر الزخار ج۲ ص۲۵۴

۲۔ المدونۃ الکبری ج۱ ص۷۲ (ج۱ ص۷۰)

۳۔ سنن نسائی ج۵ ص۲۵۳ (ج۲ ص۴۱۹ ح/۳۹۹۳)

۴۔ سنن بیہقی ج۵ ص۱۱۳

۵۔ کنز العمال (ج۵ ص۱۵۴ ح/۱۲۴۲۸، ۱۲۴۳۰)

۶۔ صحیح بخاری ج۳ ص۱۰۹ (ج۲ ص۶۰۵ ح/۱۶۰۱)؛ صحیح مسلم ج۴ ص۷۱ (ج۳ ص۱۰۴ ح/۲۶۷۔۲۶۶ کتاب الحج)؛ سنن ترمذی ج۳ ص۱۵۰ (ج۳ ص۲۶۰ ح/۹۱۸)؛ سنن نسائی ج۵ ص۲۶۸، ۲۷۵، ۲۷۶ (ج۲ ص۴۳۵ ح/۴۰۶۱، ص۴۴۰ ح/۴۰۸۵، ص۴۴۱ ح/۴۰۸۷، ۴۰۸۸)؛ سنن ابن ماجہ ج۲ ص۲۴۴ (ج۲ ص۱۰۱۱ ح/۳۰۴۰)؛ سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۸۷ (ج۲ ص۱۶۳ ح/۱۸۱۵)؛ کتاب الام ج۲ ص۱۷۴ (ج۲ ص۲۰۵)؛ سنن دارمی ج۲ ص۶۲؛ سنن بیہقی ج۵ ص۱۱۲، ۱۱۹؛ مسند احمد ج۱ ص۲۲۶ (ج۱ ص۳۷۴ ح/۱۹۸۷)؛ فتح الباری ج۳ ص۴۲۰ (ج۳ ص۵۳۲) بدائع الصنائع ج۲ ص۱۵۴

ہے۔(۱)

یہ مسلمہ سنت سلف وخلف میں رائج رہی۔لیکن معاویہ نے بغض علیؑ میں اس سنت کوترک کر دیا۔اب یہ فیصلہ ناظرین پر ہیکہ حج کے موقع پر ابن عباس کی لعنت دشمن علیؑ کے لئے کیا مطلب رکھتی ہے۔

توجہ طلب:

امویوں کی یہ بدعت بعد میں مزید اسقدر ترقی کر گئی کہ شیعوں کی ضد میں رفع ید بھی چھوڑ دیا گیا۔شیخ محمد بن عبدالرحمان دمشقی اپنی کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ(۲) میں لکھتے ہیں کہ سنت ہیکہ قبر کو مسطح بنایا جائے اور یہی شافعی کا مذہب ہے لیکن ابوحنیفہ اور امام مالک اور احمد کہتے ہیں کہ کوہان اٹھانا مسطح بنانے سے بہتر ہے کیونکہ مسطح میں شیعوں کی شباہت ہوتی ہے۔غزالی اور ماوردی بھی یہی کہتے ہیں۔

مصنف ہدایہ کہتے ہیں کہ شرعی حکم ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جائے لیکن چونکہ شیعہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اسلئے بائیں ہاتھ میں پہننا اولی ہے۔ربیع الابرار(۳) میں ہیکہ سب سے پہلے معاویہ نے بائیں ہاتھ مین انگوٹھی پہنی۔حافظ عراقی(۴) کہتے ہیں کہ عمامہ کا شاخہ شریعت میں ہیکہ داہنی سمت رکھنا چاہئے،نہیں بلکہ بائیں جانب رکھنا چاہئے کہ اسمیں برکت وفضیلت ہے۔میں نے صرف طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں دیکھا ہے کہ دائیں طرف رکھنا چاہئے...بہرحال چونکہ شیعہ بائیں طرف رکھتے ہیں اس لئے ان کی شباہت اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تفسیر زمخشری میں ہے کہ آیہ"ھو الذی یصلی علیکم"اور فرمان رسولؐ آل ابی اوفی پر صلوات سے ثابت ہے کہ مؤمنوں پر صلوات پڑھنا جائز ہے۔لیکن علماء میں اختلاف یہ ہے کہ اگر مثلاً

۱۔المحلی ج ۷ ص ۱۳۵،۱۳۶

۲۔رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مطبوع برحاشیہ المیزان شعرانی ج ۱ ص ۸۸

۳۔ربیع الابرار(ج ۴ ص ۲۴)

۔شرح المواہب زرقانی ج ۵ ص ۱۳

کہا جائے کہ صلی اللہ علی النبی و آلہ تو جائز ہے لیکن اگر صرف اہل بیت پر صلوات پڑھی جائے تو مکروہ ہے کیوں کہ اس سے رافضی ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔ اور حدیث رسولؐ ہے کہ جو شخص خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔(۱)

منہاج ابن تیمیہ میں ہے کہ شیعوں کی شباہت پر فقہاء کا فیصلہ ہے کہ مستحبات کو ترک کر دینا چاہئے کیوں کہ اس سے سنی اور رافضی کا فرق ختم ہو جائے گا اور اپنی شناخت باقی رکھنے کی مصلحت استحباب کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ پھر انھوں کفار کی شباہت پر بحث کی ہے۔(۲)

شیخ اسمٰعیل بروسی لکھتے ہیں کہ عاشور کے دن صدقہ وصوم اور نیک کام کرنا مستحب ہے اور کسی مؤمن کو یزید ملعون اور رافضیوں کی شباہت یا خوارج کی شباہت اختیار نہ کرنا چاہئے۔ یعنی نہ اس دن عید منائے نہ ماتم کرے۔ چنانچہ جس نے عاشور کو سرمہ لگایا اس نے یزید کی شباہت اختیار کی حالانکہ اساسی لحاظ سے اس دن سرمہ لگانا اچھا کام ہے کیوں کہ بدعتیوں کا عمل چھوڑنا سنت ہے مثلاً دائیں ہاتھ میں انگوٹھی سنت ہے لیکن اب بدعتیوں کا شعار ہے اس لئے بائیں ہاتھ میں پہننا چاہئے۔(۳)

اور جو شخص عاشور کے دن مقتل حسینؑ پڑھے اس نے رافضیوں کی شباہت اختیار کی خاص طور سے رونے رلانے والی روایات پڑھنا۔

کتاب "کراھیت قھستانی" میں ہے کہ اگر مقتل حسینؑ پڑھنا چاہے تو پہلے مقتل صحابہ کو پڑھ لے تاکہ رافضیوں سے شباہت نہ ہو جائے۔ حجۃ الاسلام غزالی کہتے ہیں کہ واعظ غیر واعظ پر حرام ہے مقتل حسینؑ پڑھنا یا ان واقعات کا بیان کرنا جو صحابہ کے درمیان عناد اور اختلاف واضح کرتے ہیں کیوں کہ اس سے لوگوں میں صحابہ کا عناد پنپتا ہے اور صحابہ پر تنقید کی جاتی ہے۔ صحابہ میں جو اختلاف ہوا اس کی توجیہ کرنا چاہئے کہ انھوں نے اقتدار کی ہوس یا دنیا پرستی میں نہیں کیا بلکہ ان سے خطائے اجتھادی ہوئی۔

۱۔ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۳۹ (ج ۳ ص ۵۵۸)

۲۔ منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۴۳ (ج ۲ ص ۱۴۷)

۳۔ تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۱۴۲

ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ ’’درود وسلام غیر انبیاء کے متعلق‘‘ اختلاف کے بارے میں ہے۔ ہر انسان خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ پڑھ سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ بطور تبعی رسولؐ کے بعد کسی پر صلوات پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن کسی ایک تنہا شخص پر صلوات جائز نہیں کیوں کہ یہ شیعوں کا شعار ہے۔ اس بات کو نووی نے شیخ ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے۔(۱)

۱۰۔ نماز سے قبل خطبہ کی بدعت

زرقانی شرح موطا میں (۲) باب خطبہ عیدین قبل صلوٰۃ قائم کر کے لکھتے ہیں کہ صحیحین (۳) میں ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے زمانہ رسولؐ وابوبکر وعمر میں عید کی نماز پڑھی، سبھی نماز کے بعد خطبہ پڑھتے تھے۔ لیکن سب سے پہلے مروان نے قبل نماز خطبہ شروع کیا۔ (طارق) اور حسن بصری کہتے ہیں کہ عثمان نے یہ بدعت جاری کی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ نماز میں پہنچ نہیں پاتے ہیں اس لئے پہلے خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھی۔ لیکن مروان وغیرہ کی مصلحت دوسری تھی وہ غیر مستحق لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا اور بعض کی ضرورت سے زیادہ ستائش کرتا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے یہ بدعت ایجاد کی۔ قاضی عیاض نے اسے لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے قابل تأمل ہے۔ کیوں کہ ابن عباس اور ابن عمر کی روایت کے مقابل صحیحین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

شافعی نے ابن عباس کی کی روایت نقل کی ہے کہ یہ بدعت جاری رہی یہاں تک کہ معاویہ کا زمانہ آ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان نے معاویہ کی پیروی میں یہ بدعت جاری کی کیوں کہ وہ گورنر مدینہ تھا۔ (۴)

۱۔ فتح الباری ج۱۱ص۱۳۲ (ج۱۱ص۱۷۰)

۲۔ شرح الموطا ج۱ص۳۲۴ (ج۱ص۳۶۳ ح۴۲۹)

۳۔ صحیح بخاری (ج۱ص۳۳۷ ح۹۱۹)؛ صحیح مسلم ج۲ص۲۸۳ ح۱ کتاب صلاۃ العیدین

۴۔ کتاب الام (ج۱ص۲۳۵)

عبدالرزاق (۱) نے معاویہ اور ابن سرین نے زیاد کا نام لیا ہے۔ پھر قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان دونوں روایات میں منافات نہیں کیوں کہ یہ دونوں معاویہ کے گورنر تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت ایجاد کی اور اس کے گورنروں نے اس کی تقلید کی۔ (۲)

۱۱۔ حد خداوندی کا ترک

ماوردی لکھتے ہیں کہ معاویہ کے سامنے چند چور پیش کیے گئے انھوں نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ آخری چور نے ہاتھ کٹنے کے بعد اشعار پڑھنا شروع کر دیا: میرے داہنے ہاتھ کو مت کٹوایئے کیوں کہ یہ پاک صاف ہے۔ میری زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ چکا ہوں تیرے ساتھ کیا کروں؟ چور کی ماں نے کہا: امیر المومنین! یہ گناہ بھی توبہ سے دھل جاتا ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ یہ تاریخ اسلام کا اولین حادثہ تھا کہ اجرائے قانون اسلام سے صرف نظر کیا گیا۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس چور میں کیا خصوصیت تھی کہ حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ حکم ہے کہ چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر یہ کہ جو خداوندی حدود سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے۔ معاویہ قیامت میں کس کی پناہ پکڑیں گے حدود خداوندی ضائع کر کے۔ واہ! اگر ہر گناہ کو توبہ سے وابستہ سمجھ کے کر لیا جائے تو اسلام اور معاشرے کی تباہی۔ کچھ نہیں یہ سب شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے اور بس۔

۱۔ المصنف (ج ۳ ص ۲۸۴ ح ۵۶۳۶/)

۲۔ محاضرۃ الاوائل ص ۱۴۴ (الاوائل ابن ہلال عسکری ص ۱۲۵)

۳۔ احکام سلطانیہ ماوردی ص ۲۱۹ (ج ۲ ص ۲۲۸)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۶ (ج ۸ ص ۱۴۵ حوادث ۶۰ھ)؛ محاضرۃ سکتواری ص ۱۶۴

۱۲۔ معاویہ ناجائز لباس پہنتا تھا

ابوداؤد لکھتے ہیں کہ مقدام بن معدی اور عمر بن اسود نمائندے بن کر معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے کہا: حسنؑ تو انتقال کر گئے۔ پھر کہا: تم تو اسے مصیبت کہتے ہو گے؟ مقدام نے کہا: میں کیوں نہ مصیبت سمجھوں جب کہ حدیث رسولؐ ہے حسنؑ مجھ سے ہے اور حسینؑ علیؑ سے ہے۔ پھر فرمایا کہ میں آج تمھارا دماغ جھنجھنا کے رہوں گا۔ میرے سوال کا جواب دو کہ کیا تم نے حدیث رسول سنی ہے کہ ریشم کا استعمال ناجائز ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: یہ حدیث بھی سنی ہے کہ درندوں کی کھال استعمال کرنا حرام ہے؟ کہا: ہاں۔ مقدام نے کہا: اے معاویہ! میں تمھارے گھر ان دونوں چیزوں کا استعمال دھڑلے سے دیکھ رہا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ تم سے بچوں گا نہیں۔(۱)

جو شخص خلاف شرع کاموں کا اقراری ہو اسے طاغوت ہی تو کہا جائے گا؟

۴۴ھ کا سنگین ترین جرم ''زیاد'' کو اپنا بھائی بنایا

ضروریات اسلام میں سے ہے کہ لڑکا اس کا کہا جائے گا جس کے فرش پر وہ پیدا ہو۔ اور زانی کی سزا سنگ سار ہے۔(۲) لیکن ۴۴ھ میں جگر خوارہ کے فرزند نے اس سنت رسولؐ کے خلاف بدعت کا ارتکاب کیا۔ امت اسلامی اس حکم رسولؐ پر متفق ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔(۳) اور رسولؐ خدا نے اس پر لعنت کی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسے کافر بھی کہا گیا ہے۔ اور اس سے اسلام کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی۔

۱۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶ (ج ۴ ص ۶۸ ح ۴۱۳۱/۱)؛ مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۰ (ج ۵ ص ۱۱۸ ح ۱۶۷۳۸/۱)

۲۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۹۹ (ج ۶ ص ۲۴۹۹ ح ۶۴۳۲/۲ کتاب الفرایض)؛ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۱ (ج ۳ ص ۲۵۶ ح ۳۷/۲ کتاب الرضاع) سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۵۰؛ ج ۲ ص ۳۴ (ج ۳ ص ۴۶۳ ح ۱۱۵۷/۲)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۰ (ج ۳ ص ۳۷۸ ح ۵۶۷۶/۶، ۵۶۷۷)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۰ (ج ۲ ص ۲۸۲ ح ۲۲۷۳/۲)؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۲، ۴۱۲

۳۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸، ۴۶ (ج ۶ ص ۱۷ ح ۱۹۸۸۳/۱؛ ص ۲۹ ح ۱۹۹۵۳/۲)؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۳

لیکن معاویہ کی خود پرستانہ سیاست میں اپنی آنکھ کان بند کر کے زیاد کو ابوسفیان زنا کار کا فرزند قرار دے دیا چوں کہ زیاد اچھا سیاست داں اور دوستداران امیر المومنینؑ کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔(۱)

زیاد ایک قبیلہ ثقیف کے آزاد شدہ شخص عبید نام کے بستر پر پیدا ہوا اور ناپاک طریقے پر اس کی تربیت ہوئی۔ معاویہ کے بھائی بنانے سے پہلے وہ زیاد ابن عبید ثقفی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس بدعت کے بعد زیاد ابن ابوسفیان کہا جانے لگا۔ خود معاویہ نے امام حسنؑ کے زمانہ میں زیاد کو جو خط لکھا تو اسے زیاد ابن عبید ہی لکھا تھا۔(۲) اور اموی حکومت کے ختم ہونے کے بعد اسے زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا یا زیاد ابن امیہ یا زیاد ابن سمیہ کہا جاتا تھا۔ سمیہ ایران کی ایک دیہاتی عورت تھی۔ وہ دہقان بیمار ہوا تو حارث ابن کلدہ نامی ڈاکٹر کو علاج کے لئے لایا گیا۔ علاج کے بعد اس دیہاتی نے سمیہ کو اسے بخش دیا۔ حارث نے سمیہ کی شادی اپنے رومی غلام عبید سے کر دی جس سے زیاد پیدا ہوا۔ جب بڑا ہوا تو اپنی کمائی سے اپنے باپ عبید کو ہزار درھم میں آزاد کرا لیا۔ اسکی ماں سمیہ طائف کی مشہور جھنڈے والی عورت تھی۔

ابوعمر اور ابن عساکر نے روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر نے یمن کی شورش دبانے کے لئے زیاد کو مامور کیا۔ جب وہ وہاں سے واپس آیا تو اس نے ایسی ہوشمندانہ باتیں کیں جو عربوں کے لئے اجنبی تھیں عمرو عاص نے کہا: بخدا! اگر یہ غلام قریشی ہوتا تو عربوں کی سرداری کرتا۔ ابوسفیان نے کہا: بخدا! میں جانتا ہوں اس کے ماں کے رحم میں کس نے نطفہ ڈالا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے، عمرو عاص نے کہا: ابوسفیان چپ رہو اگر عمر نے سن لیا تو تمھیں سنگ سار کریں گے۔

۱۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۷۴۴ ح/۱۹۴۸)؛ صحیح مسلم (ج ۳ ص ۲۵۶ ح ۳۶/۳ کتاب الرضاع)؛ سنن ابو داؤد (ج ۴ ص ۳۳۰ ح/۵۱۱۵)؛ سنن ترمذی (ج ۳ ص ۴۶۳ ح/۱۱۵۷)؛ سنن نسائی (ج ۳ ص ۳۷۸ ح/۵۶۷۶)؛ مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶، ۱۸۷ (ج ۵ ص ۲۰۴ ح/۱۷۲۱۳۔ ۱۷۲۱۱)؛ مسند طیالسی ص ۱۶۹ (ح/۱۲۱۷)؛ الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۲۱، ۲۲ (ج ۳ ص ۴۳، ۷۴ ح/۱)؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۳؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۸۷۰ ح/۲۶۱۱)؛ تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۴۷ (نمبر ۸۴۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۶۸ (ج ۱۶ ص ۱۸۲ کتاب/۴۴)

ابوسفیان نے کہا: مجھے دشمن کا خوف تو ہے۔ یہی سبب تھا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔(۱)

عقد فرید (۲) میں ہے کہ عمر کے حکم سے زیاد نے بہترین تقریر کی تو ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا کہ یہ آپ کے چچیرے بھائی کا نطفہ ہے۔''بنی امیہ اور بنی ہاشم کو بھائی کہا گیا'' حضرت نے پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: میں نے اس کے ماں کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ آپ نے پوچھا: پھر اسکے باپ ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا کہ عمر کی بے عزتی سے ڈرتا ہوں۔ معاویہ نے اسی بنیاد پر حکم رسولؐ کے خلاف زیاد کو اپنا بھائی بنالیا: سمجھ میں نہیں آتا کہ زیاد کی طرح عمرو عاص کو بھی اپنا بھائی کیوں نہ بنالیا؟ کیوں کہ جس دن عمرو پیدا ہوا تھا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں نابغہ کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ اس کی کنجوسی کی وجہ سے نابغہ نے ابوسفیان کے بجائے عمرو کو عاص کے حوالے کردیا۔ حسان ابن ثابت نے دوشعر میں عمرو عاص سے کہا ہے کہ بے شک تیرا باپ ابوسفیان ہے۔

ہر آبرو باختہ زنا کار جو سمیہ، نابغہ، ہند، حمامہ، زرقہ اور دیگر فاحشہ عورتوں سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کرکے زیاد، عمرو، معاویہ، ابوسفیان اور مروان کے باپ ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

جس زمانے میں حضرت علیؑ کی طرف زیاد گورنر تھا تو معاویہ نے اسے خط لکھا تھا: تم جس جڑ سے ہو مجھے معلوم ہے۔ اس کے جواب میں زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی کہ جگر خوارہ کے فرزند پر مجھے انتہائی تعجب ہے۔ جو منافقین کا سردار بھی ہے اور میرے حضرت علیؑ سے وابستہ ہونے پر مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔

جب زیاد کے بھائی ابوبکر کو معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس شخص نے اپنی ماں کے زانی ہونے کا اقرار کیا ہے اور اپنے باپ سے الگ ہوگیا........ جب معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے حج کیا اور مدینہ آیا تو زوجہ رسولؐ ام حبیبہ سے ملاقات کرنی چاہی لیکن ام حبیبہ نے

۱۔ الاستیعاب ج۱ص ۱۹۵ (القسم الثانی ص ۵۲۵ نمبر ۸۲۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۱۰ (ج ۱۹ ص ۱۷۵ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر ابن عساکر (ج ۹ ص ۷۶)

۲۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۳ (ج ۵ ص ۶)

اس سے پردہ کرلیا۔

استیعاب میں عبدالرحمٰن ابن حکم کی معاویہ سے نوک جھونک بھی نقل ہے اور اس کے چار شعر نقل کئے ہیں کہ کوئی معاویہ سے کہہ دے تو کیسے راضی ہوگیا کہ اپنے باپ کو زانی کہے، کوئی تیرے باپ کو شریف کہتا ہے تو تجھے غصہ آجاتا ہے۔ ان شعروں کو دوسروں سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔(۱) زیاد کے استلحاق پر دوسروں نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔

ابن عساکر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابوسفیان طائف پہنچا تو ایک شراب خانے میں پہنچ کر اس کے مالک ابومریم سلولی سے شراب مانگ کر پی۔ پھر کوئی عورت رات گزارنے کے لئے طلب کی، اس نے کہا: ایک بدبودار عورت سمیہ ہی ہے جو عبید کی بیوی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگرچہ اس کے پستان بڑے ہیں اور بغل سے بدبو آرہی ہے لیکن اسی کو لے آؤ۔ پھر اس سے زیاد پیدا ہوا اور معاویہ نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا۔

ابن عساکر ہی نے ابن سیرین سے اور انھوں نے ابوبکرہ سے روایت کی ہے کہ زیاد نے ابوبکرہ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ امیرالمومنین معاویہ کے میرے متعلق کیا ارادے ہیں۔ حالانکہ میں عبید کا فرزند اور اس سے مشابہ ہوں اور رسولؐ خدا کی حدیث بھی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے سے اپنے کو منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لیکن اسی زیاد نے ایک سال کے بعد اپنے کو ابوسفیان کا فرزند ہونے کا دعویٰ کیا۔ محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ میں ابوسفیان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں زیاد نمودار ہوا ابوسفیان نے کہا: اس کی ماں پر افسوس ہے، کیا ہو جائے گا اگر کسی کو بعنوان پدر دعویٰ کردے۔(۲)

جناب معاویہ کی بیعت کرلی گئی تو زیاد اس کے پاس گیا اور مصالحت کرلی کہ دو لاکھ درہم معاویہ اس کو دیا کریں گے۔ وہاں سے نکلا تو مصقلہ بن ھبیرہ شیبانی سے ملاقات ہوئی۔ زیاد نے اس سے کہا کہ میں

۱۔ الآغانی ج ۱۷ ص ۷۳۔۵۱ (ج ۱۸ ص ۳۰۷۔۲۶۲)

۲۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۲ (ج ۵ ص ۶۔۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۰۹ (ج ۱۹ ص ۱۷۴)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۴۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۷۵)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۴۷۰ حوادث ۴۴ھ)

تمھیں بیس ہزار درھم دوں گا اگر تم معاویہ سے جا کر میری طرف سے وکالت کرو کہ اگر چہ زیاد نے ایران کے بری و بحری اقتدار کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اس کے باوجود آپ سے صرف دو لاکھ پر مصالحت کر لی ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ وہ صلہ رحم برتنا چاہتا ہے اگر وہ پوچھے کہ وہ کیسے تو کہنا: چونکہ زیاد ابوسفیان کا فرزند ہے۔ مصقلہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ زیاد خود بھائی بننے پر آمادہ ہے تو ایک بزم منعقد کر کے ابومریم سلولی کو بلوایا اور اس سے پوچھا: تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ ابومریم نے گواہی دی کہ ایک دن میرے پاس ابوسفیان تشریف لائے اور شراب کے بعد عورت کے طلبگار ہوئے۔ میں نے کہا: اس وقت میرے پاس صرف سمیہ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگر چہ وہ بدبودار ہے مگر لے آؤ۔ جب سمیہ اس کے کمرے سے نکلی تو اس کی شرمگاہ سے منی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ سنکر زیاد نے ابومریم کو ڈانٹا: ٹھرو جی! تم گواہ بن کر آئے ہو۔ گالیاں کیوں دیتے ہو۔ اس کے بعد معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا۔(۱)

عقد الفرید (۲) میں ہے کہ ابوسفیان نے جھنڈے والی سمیہ سے ہم بستری کی اور عبید کے بستر پر زیاد پیدا ہوا چونکہ زیاد پست اور پلید نسب کا حامل تھا اسلئے پچاس سال تک اپنے باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ اسے زیاد بن ابیہ "یعنی زیاد اپنے باپ کا فرزند" کہکے پکارا جاتا تھا۔ اچانک وہ بادشاہ وقت کا بھائی بن گیا۔ ایسے شخص کا فرزند کہا جانے لگا جو شریف سمجھا جاتا تھا۔ یہ بات اس لئے بھی مناسب حال معلوم ہوتی ہے کہ خود معاویہ کے متعلق قطعی طور سے ثابت نہ تھا کہ کس کا فرزند ہے۔ پانچ، چھ جاہلیت کے زناکار آدمیوں نے دعویٰ کیا اور معاویہ کی ماں ھندہ نے اسے ابوسفیان سے منسوب کر دیا۔ چونکہ معاویہ نے اسکو بے پدری کی شرمناک دلدل سے نکال لیا تھا۔ اس لئے اس نے ہر ممکن طریقے سے معاویہ کی محبت اپنی طرف مبذول کرنے کی سعی کی۔ غیرت دار مسلمانوں کو پھانسی دیکر، خاندان اہل بیتؑ کو تباہی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۹۴ (ج۲ص۲۱۹)؛ مروج الذہب ج۲ص۵۶ (ج۳ص۱۶)؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ص۴۰۹ (ج۱۹ص۱۷۲نمبر۲۳۰۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹ص۷۶)؛ تاریخ کامل ج۳ص۱۹۲ (ج۴ص۴۰۷حوادث ۴۴ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۷۰ (ج۱۶ص۱۸۷)؛ الاتحاف ص۲۲ (ص۲۶)

۲۔ العقد الفرید ج۳ص۳ (ج۵ص۵)

کے گھاٹ لگا کر یہ افتخار حاصل کیا۔ اس کی کہنیوں تک پاکیزہ خون بھرا ہوا ہے۔ چونکہ معاویہ کو اپنا سیاسی الو سیدھا کرنا تھا اس لئے اس نے اس بات کی بھی پرواہ نہ کی کہ اس کے باپ پر زنا کا شرمناک الزام لگ رہا ہے اور خلاف شریعت وسنت حرکت سرزد ہو رہی ہے۔

یونس ابن ابی عبید نے معاویہ سے کہا کہ تم نے سنت رسولؐ کے برخلاف زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ معاویہ نے کہا: پھر کہو۔ اس نے دوبارہ کہا، معاویہ نے کہا: اگر تم نے آئندہ یہ بات کہی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ (۱)

اس شخص کا ایمان تو دیکھو کہ حدیث رسولؐ کی تکرار ہو رہی ہے لیکن اپنے سیاسی فائدہ کے لئے کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ ارباب انصاف ہی فیصلہ کریں۔

سعید بن میتب وابن یحی کہتے ہیں کہ علانیہ حکم رسولؐ کی مخالفت سب سے پہلے اس وقت ہوئی جب زیاد کو بھائی بنایا گیا۔

ابن بعجہ کہتے ہیں کہ عرب سب سے پہلی بیماری میں اس وقت مبتلاء ہوئے جب امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا گیا اور زیاد کو بھائی بنایا گیا۔ (۲)

حسن بصری کہتے ہیں کہ معاویہ کی چار حرکتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو ان کی تباہ کاری کے لئے کافی تھیں:

۱۔ اس امت پر احمقوں کو مسلط کر دینا اور مہاجرین وانصار کے مشوروں کو نظر انداز کر دینا۔

۲۔ اپنے شراب اور زرق برق بیٹے کو اپنا جانشین بنانا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی بنانا جب کہ حدیث رسولؐ ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگسار ہے۔

۱۔ الاتحاف شبراوی ص۲۲ (ص ۶۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۵ ص۴۱۲ (ج۱۹ ص۱۷۹ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹ ص۷۸)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۳۱ (ص ۱۸۲)؛ اوائل سیوطی ص۵۱

۴۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کا قتل کیا۔ (۱)

امام حسن نے فرمایا جبکہ وہاں معاویہ، عمرو عاص، مروان موجود تھے: اے زیاد! تجھے قریش سے کیا نسبت تیری شریفانہ اصل کو تو میں جانتا ہی نہیں تیری ماں فاحشہ تھی جس سے بدکار لوگ لپٹے جب تو پیدا ہوا تو کوئی تیرے باپ کو نہ جانتا تھا۔ (۲)

زیاد ایک بار معاویہ سے ملنے گیا۔ ایسے قیمتی تحفے پیش کئے کہ جسے دیکھ کر معاویہ خوش ہو گیا۔ عین اسی خوشحالی کے درمیان زیاد نے منبر پر جا کر کہا:

اے امیر المومنین! میں نے آپ کے لئے عراق کو رام کیا۔ ان سے ٹکس وصول کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے بھی اے زیاد تمھارے ساتھ کم احسان نہیں کیا۔ تمہیں ثقیف جیسے پست خاندان سے اٹھا کر قریش سے وابستگی کا اعزاز بخشا اور یہ منبر دیا۔ اب تم زیاد بن عبید سے زیاد بن حرب کہے جاتے ہو۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تمھارے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔ (۳)

محاضرۂ سکتواری میں ہے کہ سب سے پہلا حکم الٰہی جو علانیہ پامال کیا گیا وہ زیاد کو بھائی بنایا جانا تھا حالانکہ خود ابوسفیان نے نادانستگی میں یہ دعویٰ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسکا نسب منقطع ہے لیکن جب معاویہ کو حکومت ملی تو اسے اپنا بھائی بنایا اور گورنری عطا کی، اپنے سے فریب اور قریب کیا۔ زیاد بن ابیہ جو ایک فاحشہ کا لڑکا تھا اس نے آل رسولؐ کے خلاف ہر قسم کے مظالم روا رکھے۔ (۴)

حضرت عمر معاویہ کو دیکھ کر کہتے کہ یہ فرزند ابوسفیان عرب کا کسریٰ ہے۔ (۵) کیوں کہ وہ پہلا

۱۔ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۸۱؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۷ (ج ۵ ص ۲۷۹)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص ۴۹۹ حوادث ۵۹ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰ھ)؛ محاضرات راغب ج ۲ ص ۲۱۴ (ج ۲ ص ۴۸۰)

۲۔ المحاسن والمساوی بیہقی ج ۱ ص ۵۸ (ص ۷۹)

۳۔ المجتنی ابن درید ص ۳۷ (ص ۴۴)   ۴۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص ۶ ۱۳ (اوائل ابی ہلال ص ۱۶۷)

۵۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۳ (القسم الثالث ص ۱۴۱۷ نمبر ۲۴۳۵)؛ اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۶ (ج ۵ ص ۲۱۰ نمبر ۴۹۷۷)؛ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۳۴ (نمبر ۸۰۶۸)

انسان تھا کہ جس نے ایک فیصلہ رسول کو پیروں تلے روندا اور زیاد پہلا شخص تھا جس نے اہل بیت رسولؐ پر شرمناک ترین تشدد کیا۔(۱) ابوسفیان نے مجمع اصحاب میں زیاد سے اپنی لاتعلقی ظاہر کی اور اسے اسلامی میراث سے روکا۔ یہ حالت باقی رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے سے قریب کر کے حکم الٰہی مسترد کیا۔(۲)

جس کی وجہ سے امت اسلامی بدترین مصیبت میں مبتلاء ہوئی۔

کسی کو جاحظ کے ان خیالات سے مجال انکار نہیں انھوں نے بنی امیہ کے متعلق اپنے رسالے میں لکھا ہے:

معاویہ نے ارباب شوریٰ اور مہاجرین و انصار پر استبدادی حکومت قائم کر دی اور جس سال کا نام اس نے عام الجماعۃ رکھا تھا اسے عام الجماعۃ کے بجائے اختلاف وقہر وغلبہ کا سال کہنا چاہئے۔ اسی سال سے امامت ایرانی ملوکیت میں بدل گئی۔ خلافت نے قیصریت کی شکل اختیار کر لی۔ اسی سال سے گمراہی اور بدکاری کا اجتماع ہوا اور بے شمار جرائم پھوٹ بہے۔ یہاں تک حکم رسولؐ ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگسار ہے حالانکہ امت متفق تھی کہ سمیہ نہ تو ابوسفیان کی بیوی تھی نہ اس کے بستر پر سوئی بلکہ صرف ابوسفیان نے اس سے زنا کیا تھا۔ معاویہ نے اس عمل کی تائید کر کے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ اس طرح بدکاری کے بعد وہ کفار کے جرگے میں شامل ہو گیا۔(۳)

اگر معاویہ کے جرائم کا تجزیہ کیا جائے تو یہ جرم بہت معمولی نظر آئے گا کیوں کہ اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں بے شمار احکام خدا اور سول کو پیروں تلے روندا، جس طرح حکم رسولؐ ''الولد للفراش'' کا تیا پانچا کیا۔

۱۴۔ یزید کی ولیعہدی، سنگین ترین پاپ

معاویہ کا ارباب حل وعقد، مہاجرین وانصار اور وقیع صحابہ کو نظر انداز کر کے یزید کی ولیعہدی کے

۱۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص ۱۶۴

۲۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص ۲۴۶

۳۔ رسالہ ابن جاحظ ص ۲۹۳ (رسائل الجاحظ الرسائل الکلامیہ ص ۲۴۱)

لئے سعی و کوشش کرنا بھیانک ترین پاپ بلکہ مجسم گناہ تھا۔ حکومت پا کے اول روز ہی سے قہر و استبداد اور شرمناک مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ مزید وہ اس فکر میں تھے کہ اپنے بعد یزید کو ولیعہد بنا دیں اور لوگوں سے اس سلسلہ میں جس طرح بھی ہو بیعت لے لیں تا کہ اموی حکومت موروثی بن کے دوامی شکل اختیار کر لے۔ سات سال تک اسکے لئے فضا ہموار کی اور اپنوں کو انعام و اکرام سے نوازتے رہے۔ (۱) کبھی دل کی بات ظاہر کی کبھی چھپائی چونکہ زیاد سخت ترین مخالف تھا۔ وہ ۵۳ھ میں چل بسا تو جعلی خط لوگوں کو دکھایا جس میں اس بات کا عہد تھا کہ معاویہ کی حکومت یزید کو ملنی چاہیئے۔ مدائنی کے مطابق اس طرح وہ فضا ہموار کر رہے تھے۔ (۲)

امام حسنؑ کی زندگی تک بھی ہمت نہ ہوئی۔ ان کی شہادت کے بعد فضا ہموار کرنے لگے۔ (۳)

ابن کثیر لکھتے ہیں (۴) کہ معاویہ نے ۵۶ھ میں لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی۔ اس بات کا ارادہ اصل میں مغیرہ بن شعبہ نے دل میں ڈالا تھا۔ معاویہ نے مغیرہ کو کوفے کی گورنری سے معزول کر دیا۔ مغیرہ سخت شرمندہ ہو کر یزید کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنی ولیعہدی کے لئے باپ پر دباؤ ڈالو۔ یزید نے باپ سے ولیعہدی کا تقاضہ کیا۔ معاویہ کو مغیرہ کی بات پسند آئی اور کوفے کی گورنری پر بحال کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اس سلسلہ میں فضا ہموار کرے۔ مغیرہ نے زیاد سے خط و کتابت کی چونکہ زیاد کو یزید کے فسق و فجور اور بدکاریوں کی اطلاع تھی۔ اس لئے مخالفت کی اور اپنے دوست عبید بن کعب کو معاویہ کے پاس بھیجا تا کہ معاویہ کو اس کام سے باز رکھے۔ یزید نے اس کے بعد عملاً اس کام سے علیحدگی اختیار کر لی۔ زیاد کی موت کے بعد معاویہ نے اس سلسلہ میں سعی شروع کر دی۔ (۵)

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۴ ص ۱۶۱)

۲۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۴ ص ۱۶۱)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳ حوادث ۵۶ھ)

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۴۲ (القسم الاول ص ۳۹۱ نمبر ۵۵۵)

۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹ (ج ۸ ص ۸۶ حوادث ۵۶ھ)

۵۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۳۰۱ حوادث ۵۶ھ)

دوسرا رخ

اصل میں یزید کی ولیعہدی کا ڈھونگ مغیرہ نے رچایا تھا۔ معاویہ نے چاہا کہ مغیرہ کو کوفے کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن عاص کو مقرر کر دے۔ بظاہر تو مغیرہ نے بے تعلقی ظاہر کی لیکن یزید سے چپکے سے کہا کہ تمام مہاجرین و انصار اٹھتے جا رہے ہیں۔ صرف ان کے صاحب زادگان ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ اسکی ولیعہدی کے لئے کوشش کیجئے۔ معاویہ نے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے؟ مغیرہ نے کہا: ضرور ممکن ہے۔ پھر یزید نے اس بات کو باپ سے کہا۔ معاویہ نے اسے بلا کر پوچھا، مغیرہ نے کہا: آپ سعی کیجئے کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ واپس آ کر مغیرہ نے لوگوں سے کہا: میں معاویہ کے پاؤں دلدل میں ڈال دئے ہیں جس سے کبھی نکل نہیں سکتے۔ امت محمدؐ کے اس زخم کا کبھی درماں نہ ہو سکے گا۔

مغیرہ نے کوفے پہنچ کر ہوا خواہان بنی امیہ کے سامنے ولیعہدی کا معاملہ رکھا، حاضرین نے اس کی بیعت کی۔ دس یا اس سے زیادہ افراد کا وفد معاویہ کے پاس بھیجا ہر ایک کو تیس ہزار دیکر موسیٰ ابن مغیرہ کو سربراہ وفد بنایا۔ وہاں معاویہ نے موسیٰ سے پوچھا: تمھارے باپ نے ان لوگوں کا مذہب کتنے میں خریدا؟ جواب دیا: تیس ہزار میں۔ معاویہ نے کہا: بہت سستا رہا۔ بعض نے وفد میں چالیس افراد بھی لکھے ہیں اور سربراہ وفد اپنے بیٹے عروہ کو بنایا تھا۔ معاویہ نے ارادہ پکا کر لیا تو زیاد کو خط لکھا۔ زیاد نے عبید کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ اس خیال سے بعض رکھے کیوں کہ مسلمانوں کی امامت سنگین اور نازک ترین مسئلہ ہے۔ اس کام میں سستی برتنا چاہئے۔ عبید نے کہا: تم معاویہ کو اس خیال سے بعض نہیں رکھ سکتے۔ زیاد نے معاویہ کو لکھا کہ لوگ یزید کی بیعت کے مخالف ہیں، پہلے یزید کی بدکاریوں پر پابندی لگنی چاہئے۔ عبید معاویہ کے پاس آیا۔ نتیجہ میں یزید نے بہت سے سنگین پاپ کو بظاہر ترک کر دیا۔ زیاد کے مرنے کے بعد ایک لاکھ درھم عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا لیکن ابن عمر نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ میرا دین اس قدر سستا نہیں ہے۔(۱)

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص ۱۶۹، ۱۷۰ (ج۵ ص ۳۰۳، ۳۰۱ حوادث ۵۶ھ)؛ تاریخ کامل ج۳ ص ۲۱۴، ۲۱۵ (ج۲ ص ۵۰۹ حوادث ۵۶ھ)

شام میں بیعت یزید اور امام حسنؑ کا قتل

معاویہ کے حکم سے گورنروں کا وفد شام پہنچا۔ احنف بن قیس بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ معاویہ نے ضحاک بن قیس کو بلا کر کہا کہ جب میں منبر پر خطبہ ختم کر چکوں تب تم مجھ سے تقریر کی اجازت مانگنا۔ پھر تقریر کے درمیان یزید کی تعریف وستائش کر کے مجھ سے اس کی ولیعہدی کا مطالبہ کرنا۔ کیوں کہ میں یہ تہیہ کر چکا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنادوں۔ اس سلسلہ میں خدا سے دعا ہے کہ بخیر معاملہ طئے پا جائے۔ پھر عبدالرحمان بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن سعدہ فزاری، ثور بن معن سلمی اور عبداللہ بن عصام کو طلب کر کے حکم دیا کہ تم لوگ ضحاک کی تائید کرنا اور یزید کی جانشینی کا مجھ سے مطالبہ کرنا۔ (۱)

معاویہ نے تقریر کی اور جیسا کہ اس کے دل میں تھا لوگوں نے جانشینی یزید کا مطابہ کیا۔ معاویہ نے کہا کہ احنف کہاں ہے، کیا تم تقریر نہیں کرو گے؟ اس نے تقریر میں کہا کہ لوگ سخت ازمائش میں مبطلہ ہیں... اے امیر المومنین! آپ کا چل چلاؤ ہے اس لئے غور کیجئے کہ اپنے بعد کسے اپنا جانشین بناتے ہیں؟ آپ معاشرے کے مفادات کو پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ کس قدر لوگوں کی اطاعت حاصل کرسکیں گے۔ جب تک امام حسنؑ زندہ ہیں لوگ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ (۲) یہ سن کر ضحاک نے غصہ میں کھڑے ہو کر کہا: عراق والے منافق ہیں، وہ اتحاد کے بجائے افتراق کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا دین ان کی خواہش ہے۔

غرور ونادانی ان کا شعار ہے۔ خدا کا ذرا بھی لحاظ نہیں، ابلیس کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ دوستوں کے لئے مفید نہیں، دشمن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتے، ان کی باتوں پر توجہ نہ دیجئے۔ امام حسنؑ کو بھلا ایسی خلافت سے کیا مطلب؟ معاویہ جسے چاہے اپنا جانشین بنائے۔ (۳)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۵ ما حاول معاویۃ فی بیعۃ یزید)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۷ ما قال الاحنف بن قیس)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۸ ما رد الضحاک بن قیس علیہ)

پھر احنف نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین ! آپ سمجھدار ہیں، آپ نے امام حسنؑ سے صلح میں کچھ عہد و پیان کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو زور زبردستی سے قبضہ میں نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ نے امام حسنؑ سے بدعہدی کی تو امام حسنؑ کی پشت پر شہسواروں کی فوج ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عراقی آپ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ کبھی آپ کے دوست نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ امام حسنؑ اور ان کے والد بزرگوار حضرت علیؑ کی مدح میں آیات نازل ہوئی ہیں۔ جن کی وجہ سے لوگ ان کے دوستدار ہیں۔ جنگ صفین کے کینے آپ کے خلاف آج بھی برقرار ہیں۔ خدا کی قسم ! عراق والے حضرت علیؑ سے زیادہ امام حسنؑ سے محبت کرتے ہیں۔ (۱)

پھر عبد الرحمٰن نے اٹھ کر یزید کی ستائش کی اور معاویہ کو جانشینی پر ابھارا۔ (۲) معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: لوگو! شیطان کے دوست اور بھائی ہیں جنھوں نے محاذ قائم کر رکھا ہے۔ انھیں کی زبان سے بولتا ہے، فتنہ و نفاق پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اس وقت تک راہ راست پر نہ آئیں گے جب تک ذلت و مصیبت سے دوچار نہ ہوں۔ پھر اس نے ضحاک کو کوفہ کا اور عبد الرحمٰن کو عراق کا گورنر بنا دیا۔ اسوقت احنف بن قیس نے کہا: اے امیر المومنین ! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یزید دن رات کیسی حرکتیں کرتا ہے، کہاں آتا جاتا ہے۔ لہذا خوشنودی خدا کا تقاضہ ہے کہ اس بارے میں امت سے مشورہ کر لیجئے۔ جبکہ آپ خود آخرت کا رخ کر چکے ہیں۔ یزید کے لئے دنیا مت سنواریئے۔ کیوں کہ آخرت صرف عمل صالح ہی سے سنورتی ہے۔ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نے یزید کو حسنؑ اور حسینؑ پر مقدم کیا، فضیلت دی حالانکہ آپ خود جانتے ہیں کہ وہ کس مرتبہ پر فائز ہیں تو پیش خدا کوئی عذر نہ تراش سکیں گے۔ ہمارا کام تو فقط یہ ہے کہ خدا کے احکام پر بے چوں و چرا عمل کریں۔ (۳)

پھر یہ کہ خود آپ نے امام حسنؑ سے عہد کیا تھا کہ خلافت میرے بعد امام حسنؑ کے سپرد ہوگی۔ اس

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۸ ما اجاب بہ الاحنف بن قیس)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۶ ما قال عبد الرحمٰن بن عثمان)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۲۔۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۳۸۔۱۴۳)

لئے چاروناچار امام حسنؑ کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لینی چاہی، سب سے بڑی رکاوٹ امام حسنؑ اور سعد بن وقاص تھے۔ اس لئے اس نے امام حسنؑ کو زہر دینے کی ٹھان لی۔(۱) معاویہ کا، قاتل امام حسنؑ ہونا آگے تفصیل سے بیان ہوگا۔

عبدالرحمٰن ابن خالد اور بیعت یزید

معاویہ نے ایک دن شامیوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! میں بوڑھا ہوگیا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی کو اپنا جانشین بنادوں۔ تم لوگ اپنی رائے دو۔ لوگوں نے صحابی رسولؐ اور دشمن علی عبدالرحمٰن بن خالد کا نام پیش کیا۔ معاویہ کو سخت ناگوار گذرا لیکن اپنا غصہ چھپایا۔ کچھ دن بعد عبدالرحمٰن بیمار ہوئے۔ معاویہ نے اپنے یہودی طبیب ابن آثال کو بھیج کر تاکید کردی کہ شربت میں زہر گھول کر پلادو۔ شربت پیتے ہی اس کے کلیجے کے ٹکڑے گرنے لگے اسی کے اثر سے عبدالرحمٰن مر گئے۔ کچھ دن بعد مہاجرین خالد نے گھات لگا کر رات میں اس طبیب کو قتل کر ڈالا۔

آغانی میں ہے کہ لوگوں نے مہاجر کو قید کر کے معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ معاویہ نے پوچھا: تم نے میرا طبیب کیوں مار ڈالا؟ مہاجر نے جواب دیا: ماموں کو قتل کیا ہے ابھی آمر و حاکم باقی ہے۔ ''میں نے ہتھیار کو قتل کیا ہے ابھی ہاتھ باقی ہے'' (۲)

ابوعمر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ تفصیلی ہے میں نے مختصر لکھا ہے۔ اس واقعہ کو عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں اور دیگر مؤرخین نے بھی لکھا ہے۔ یہ واقعہ ۴۶ھ میں پیش آیا یعنی یزید کے قضیہ چھڑنے کے دو سال بعد۔

۱۔ مقاتل الطالبین ص۲۹ (ص۸۰)

۲۔ استیعاب (القسم الثانی ص ۸۲۹ نمبر ۱۴۰۲)؛ الآغانی ج ۱۵ ص ۱۳ (ج ۱۶ ص ۲۰۹)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۲۸ (ج ۵ ص ۲۲۷)

سعید بن عثمان

عثمان کے بیٹے سعید نے خراسان کی گورنری مانگی۔ معاویہ نے کہا: وہاں کا گورنر ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا: میرے باپ ہی کی وجہ سے آپ اس عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے آپ کو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ آپ تو یزید کو میرے اوپر برتری دیتے ہیں۔ حالانکہ میرے ماں باپ اس کے ماں باپ سے افضل ہیں۔ معاویہ نے کہا: میں نے عثمان کا حق ان کی خونخواہی کا مطالبہ کر کے ادا کر دیا۔ جہاں تک ماں باپ کے افضل ہونے کا سوال تھا بخدا عثمان اور نائلہ مجھ سے اور میری بیوی سے افضل تھے۔ اب تیری برتری کی بات مہمل ہے۔ میں یزید پر تجھے برتری ہرگز نہیں دے سکتا۔ یزید نے کہا: اے امیر المومنین! یہ آپ کے چچیرے بھائی ہیں۔ آپ کو ان کے معاملہ میں غور و فکر کرنی چاہئے۔ (۱)

ابن قتیبہ کے مطابق جب معاویہ شام پہنچا۔ تو سعید جو بدمعاش اور طرار تھا۔ اس نے معاویہ سے کہا: آپ میرے یا یزید کے لئے بیعت کیوں نہیں لیتے؟ اور پھر وہ ساری باتیں جو بیان ہوئیں ان کا آپس میں مکالمہ ہوا۔ (۲) ابن عساکر کا خیال ہے کہ مدینہ والے سعید کو چاہتے تھے اور یزید سے نفرت کرتے تھے اور پھر اس سلسلہ میں ساری باتیں ہوئیں۔

بیعت یزید کے متعلق معاویہ کے خطوط

معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس لئے اپنے بعد اختلاف امت سے بچنے کے لئے کسی کو جانشین بنانا چاہتا ہوں۔ لیکن مدینے والوں کی رائے کے بغیر یہ بات طے نہیں پا سکتی۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے اس معاملے کو پیش کر کے ان کے جواب سے مطلع کرو۔ مروان نے لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں نے کہا: اچھی بات ہے۔ لیکن معاویہ کو نام بھی پیش کرنا چاہئے۔ مروان نے معاویہ کو

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۱ (ج ۵ ص ۳۰۵ حوادث ۵۶ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۷۹، ۸۰ (ج ۸ ص ۸۵، ۸۶ حوادث ۵۶ھ)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۱۶۴)

خط لکھا تو اس نے یزید کا نام پیش کیا۔ جب یہ بات مدینے والوں کو معلوم ہوئی کہ معاویہ اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنانا چاہتا ہے تو عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے تقریر کی کہ بخدا! اے مروان! تو نے غلط کہا۔ معاویہ بھی غلطی پر ہے اور تم لوگ بہترین شخص کو چھوڑ کر حکومت کو شہنشاہیت میں بدلنا چاہتے ہو۔ مروان نے عبد الرحمٰن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی شخص کے لئے قرآن میں مذمت وارد ہوئی ہے کہ (ہر وہ شخص کہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ وائے ہو تم پر) یہ سنکر عائشہ نے پس پردہ چلا کر کہا کہ تو نے عبدالرحمان کے لئے ایسی بات کہی بخدا تو جھوٹا ہے، یہ آیت فلاں شخص کے لئے نازل ہوئی۔ البتہ تیرے اوپر رسول نے بارہا لعنت کی ہے۔(۱)

امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر معاویہ کی تجویز کی مذمت کی۔ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر نے بھی مذمت کی۔ مروان نے یہ سارا ماجرہ معاویہ کو لکھ دیا۔ اس سے پہلے معاویہ نے اپنے گونروں کو خط لکھ کر یزید کی تعریف کے پل باندھے تھے۔

اور انہیں تاکید کی تھی کہ اس سلسلہ میں اپنے یہاں سے وفود بھیجیں۔ اس حکم کے مطابق محمد ابن عمرو مدینے سے اور احنف ابن قیس بصرے سے آیا۔ محمد نے معاویہ سے کہا کہ ہر حاکم پر ذمہ داری ہے کہ امت محمدؐ کے لئے کیسے شخص کو حاکم بناتا ہے۔ اس کی باتوں سے معاویہ سخت برہم ہوا اور واپس کر دیا۔ احنف کو حکم دیا کہ یزید کی ملاقات کے لئے جائے۔ جب وہ واپس آیا تو پوچھا: اپنے بھائی کو کیسا پایا؟

۱۔ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۸۱ (ج ۴ ص ۵۲۸ ح ۸۴۸۳/)؛ تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۱۹۷ (ج ۱۶ ص ۱۳۱)؛ تفسیر کشاف ج ۳ ص ۹۹ (ج ۴ ص ۳۰۴)؛ الفائق فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۳۲۵ (ج ۴ ص ۱۰۲)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۹؛ تفسیر کبیر رازی ج ۷ ص ۴۹۱ (ج ۲۸ ص ۲۳)؛ اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۴ (ج ۲ ص ۲۸ نمبر ۱۲۱۷)؛ نہایہ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴ (ج ۳ ص ۳۵۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵۵ (ج ۶ ص ۱۵۰ خطبہ ۲/۷۷)؛ تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ طبری ج ۲۶ ص ۱۳ (ج ۶ ص ۱۲۱)؛ الاجابہ زرکشی ص ۱۴۱ (ص ۱۳۰، ۱۲۹ باب ۲ فصل ۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۳۲ (ج ۴ ص ۱۴۴، ۱۴۳) الصواعق المحرقہ ص ۱۰۸ (۱۸۱) ارشاد الساری ج ۷ ص ۳۲۵ (ج ۱۱ ص ۶۹) لسان العرب ج ۹ ص ۳۷ (ج ۱۰ ص ۲۷۹) درمنثور ج ۶ ص ۴۱ (ج ۷ ص ۴۴۴) حیاۃ الحیوان دمیری ج ۲ ص ۳۹۹ (ج ۲ ص ۴۲۲) السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱/ ۳۱۷) تاج العروس ج ۵ ص ۶۹ تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۰ (ج ۵ ص ۲۱) تفسیر روح البیان آلوسی ج ۲۶ ص ۲۰ سیرہ نبویہ زینی دحلان ج ۱ ص ۲۴۵ (ج ۱ ص ۱۱۷)

احنف نے جواب دیا:

میں نے اس کو عیش ونشاط میں ڈوبا ہوا الہڑ جوان ہی پایا ہے۔ کچھ دن بعد جب تمام گورنر جمع تھے معاویہ نے ضحاک ابن قیس سے کہا کہ میں کچھ تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ جب ختم کروں تو تم مجھ سے بیعت یزید کا تقاضہ کرنا۔ معاویہ نے اپنی تقریر میں اسلامی انتظام اور احترام کی اہمیت نیز حق اور خلافت کے متعلق تقریر کی، درمیان میں یزید کا نام بھی لایا اور اس کے متعلق لوگوں کو ابھارا۔

ضحاک نے اٹھ کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ لوگ آپ کے بعد ایک حاکم کے محتاج ہیں اور تجربوں نے ہم کو بتایا کہ اتحاد ملت خونریزی کو روکتا ہے اور اسی میں امن وصلاح ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یزید خوش اخلاق اور نیک چلن ہے، علم، حلم اور تدبر سے بھی آراستہ ہے۔ آپ اسی کو اپنا ولی عہد بنائیں تا کہ آپ کے بعد ہمارا پشت پناہ رہے۔ عمرو ابن سعید اشدق نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔ پھر یزید ابن مقنع نے کہا اے امیر المومنین! اگر لوگ یزید کو نہ پسند کریں گے تو تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کے لئے یہ ہے۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تم شہنشاہ خطابت ہو۔

اس کے بعد تمام گورنروں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعد معاویہ نے احنف سے رائے مانگی تو اس نے کہا کہ اگر صحیح رائے دوں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور غلط رائے دوں تو خدا کا ڈر ہے۔ آپ یزید کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس کی آمد ورفت کہاں ہے، اس کی چال ڈھال کیسی ہے؟ اگر خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں تو اس سے باز آیئے ہم تو بہر حال آپ کی اطاعت کریں گے۔ ایک شامی نے کھڑے ہو کر کہا: پتہ نہیں یہ عراقی دیہاتی کیا بکواس کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تلوار کے زور پر آپ کی بات منوائیں۔ اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے۔ معاویہ نے دوستوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور مخالفوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ اس طرح زیادہ تر لوگ بیعت یزید کے لئے آمادہ ہو گئے۔(۱)

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۴ ۔ ۳۰۲ (ج ۴ ص ۱۶۳ ۔ ۱۶۱) ؛ تاریخ ابن کامل ج ۳ ص ۲۱۶ ۔ ۲۱۴ (ج ۲ ص ۵۰۹ حوادث ۵۶ھ)

دوسری صورت

مؤرخین نے لکھا ہے کہ معاویہ نے شہادت امام حسنؑ کے کچھ دن کے بعد شام والوں سے یزید کی بیعت لی۔ اس کی بیعت کی تمام گورنروں کو اطلاع دیدی۔ مدینہ کا گورنر مروان تھا۔ اسے حکم دیا کہ قریش اور تمام معززین کو بیعت یزید کے لئے آمادہ کرو۔ مروان چونکہ نتیجہ جانتا تھا اس لئے پس و پیش کرنے لگا پھر معاویہ کو لکھا کہ آپ کے قوم و قبیلے کے افراد بیعت یزید سے کترا رہے ہیں۔ اب اپنی رائے لکھئے تا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ معاویہ نے سمجھ لیا کہ مروان ٹال مٹول کر رہا ہے۔ اس لئے لکھا کہ تمھیں گورنری سے معزول اور سعید بن عاص کو متعین کیا جاتا ہے۔ مروان خط پڑھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ اپنے خاندان اور بنی کنانہ کو جو اس کے ننہالی رشتہ دار تھے جمع کر کے ان سے شکوہ ریز ہوا کہ بغیر کسی سے مشورہ لئے بیعت یزید کی سعی کر رہا ہے۔ بنی کنانہ نے اس سے کہا کہ ہم تمھارے تیر و تلوار ہیں، تم جس سے کہو گے اس سے جنگ کریں گے۔ مروان ان لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق پہنچا۔ دربان نے مروان کے ساتھ انبوہ کثیر دیکھ کر داخلے کی اجازت نہیں دی۔ مروان نے دربان کی اچھی طرح پٹائی کر دی اور دربار میں داخل ہو گیا۔ اور بعنوان خلیفہ سلام کر کے معاویہ سے کہا۔ پھر تقریر میں خدا کی قدرت کا تذکرہ کر کے کہا کہ کوئی بھی قدرت خداوندی سے باہر نہیں جا سکتا۔ ہم نے تمہاری ہر طرح مدد کی اب تم راہ راست سے بھٹک رہے ہو۔ دیکھو چھوکروں کو عنان حکومت تھما کے اسلام کی تباہی کا سامان مت کرو۔

معاویہ کو مروان کی باتوں پر غصہ تو بہت آیا لیکن غصہ کو پی کر نرمی سے مروان کا ہاتھ تھام کر بھینچا پھر کہا: خدا نے ہر حقدار کا حق معین کیا ہے۔ اور تجھے معزز محترم قرار دیا ہے۔ تمھارے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سر آنکھوں پر رہو۔ تم میرے بعد دوسرے نمبر کے آدمی ہو۔ پھر اسے اور تمام وفد کے ارکان کو انعام و جائزہ سے نوازہ اور مروان کا ہزار دینار مشاہرہ معین کر دیا۔ سب کو ایک ایک لاکھ فوراً عطا فرمایا۔

سعید بن عاص کے نام معاویہ کا خط

معاویہ نے گورنر مدینہ سعید کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دے اور جو لوگ آمادہ ہوں یا

انکار کریں انکے نام لکھ بھیجو۔ خط ملتے ہی سعید نے سختی سے عمل کیا۔ لیکن چند کے علاوہ کسی نے بیعت نہ کی۔ خاص طور سے بنی ہاشم کی ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سعید نے تمام واقعہ معاویہ کو لکھ بھیجا کہ لوگ اس سے کترا رہے ہیں۔ بنی ہاشم کی تو ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سب سے زیادہ مخالفت میں آگے آگے عبداللہ بن زبیر ہے۔ اگر میرے پاس معتدبہ جنگی سوار ہوتے تو اسے دھر پکڑتا۔ اب آپ آکر حالات سے نپٹئے۔

معاویہ نے ابن عباس، ابن زبیر، عبداللہ بن جعفر اور امام حسینؑ کو خطوط لکھے اور سعید کو تاکید کی کہ ان کے جوابات میرے پاس جلد ارسال کرو۔ سعید نے جواب دیا: تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ مدینے والے قطعی بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ خاص طور سے بنی ہاشم۔ ابن زبیر کی رائے بھی معلوم ہو چکی ہے۔ دوسرے رؤساء کو خط لکھ کر ان کے جواب میرے پاس بھیجو۔ سب سے نرمی و عطوفت سے پیش آؤ۔ اپنا ارادہ مستحکم رکھنا، خاص طور سے امام حسینؑ کا احترام ملحوظ رکھنا کیوں کہ وہ تمھارے رشتہ دار ہیں اور ان کا عظیم حق ہماری گردنوں پر ہے۔ کسی مسلمان کو ان کے حق سے انکار کی مجال نہیں۔ وہ شیر دل و بہادر بھی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم ان سے بحث و مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو شکست کھا جاؤ گے۔ لیکن ابن زبیر درندہ ہے وہی روڑا اٹکائے گا۔ اس سے احتیاط برتو۔ میں خود بھی جلد ہی آرہا ہوں۔ والسلام (۱)

امام حسینؑ کی رشتہ داری اور حق عظیم کا اعتراف بڑی بات ہے۔ لیکن جن لوگوں کے سامنے صرف دنیا ہو وہ آخرت کے اندھے ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی دلوالیہ پن، صلہ رحم اور حق شناسی کے تمام وسائل مسدود کر دیتا ہے۔

معاویہ کا خط حسینؑ کے نام

مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ایسے کام کئے ہیں جنکا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ ایسے شخص کی بیعت کو باقی

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۶۔۱۴۴ (ج ۱ ص ۱۵۴۔۱۵۳)

رکھنا جو سب سے زیادہ حقدار ہے آپ اس سے رخ نہ موڑیئے۔ ورنہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا سے ڈریئے اور امت کو فتنہ میں مبتلا نہ کیجئے۔ اپنی اور دین محمدیؐ کی مصلحتوں کا خیال رکھئے۔ کہیں بے ایمان لوگ آپ کو راہ راست سے دور نہ کر دیں۔

امام حسینؑ نے جواب دیا: تمھارا خط ملا، تمھارے لکھنے کے مطابق میں نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جنکا تمھیں گمان بھی نہ تھا۔ انسان کو راہ راست کی توفیق صرف خدا ہی دیتا ہے۔ تم سے جن چغلخوروں نے میرے خلاف باتیں کیں ہیں وہ گمراہ ہیں۔ میں جنگ یا اختلاف کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم نے جن مقدسات کو پائمال کیا ہے اور تمہاری ظالم ٹولی نے جو خون بہائے ہیں میں ان سب کو دیکھ رہا ہوں۔ (۱)

معاویہ نے عبداللہ ابن جعفر کو خط لکھا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں، تمہارے خاندان پر میری عنایت کی نظر ہے لیکن مجھے تمہارے متعلق ناخوشگوار اطلاع ملی ہے۔ اگر تم نے یزید کی بیعت کی تو شکریہ ادا کرونگا اور اگر بیعت سے کتراؤ گے تو مجبور کرونگا۔

عبداللہ ابن جعفر نے جواب دیا کہ تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے دوسروں پر ترجیح دیتے ہو اگر ایسا کرتے ہو تو اپنی خوش بختی کا سامان کرتے ہو اور اگر ہاتھ روکتے ہو تو تقصیر کرتے ہو۔ تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا جائیگا تو سن لو اپنی جان کی قسم! کل میں نے تمھیں اور تمہارے باپ کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ اور تم بے رغبت اور اضطرار کی حالت میں مسلمان ہوئے تھے۔ (۲)

معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کے خط میں کچھ اشعار لکھ کر بھیجے کہ جن کا مفہوم یہ تھا کہ میرے حلم سے تم بہت زیادہ گستاخ ہو گئے ہو، تم دوغلا پن کر رہے ہو۔ تم سے پہلے ابلیس نے بھی دوغلا پن کیا تھا اور اس نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔ چنانچہ وہ معزز و محترم تھا پھر ملعون ہو گیا۔

ابن زبیر نے جواب میں یہ اشعار لکھے کہ ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جس نے ظالموں کو رسوا کیا۔ جو شخص خدا کے حلم کے مقابلے میں گناہ کی جسارت کر رہا ہے کیا وہ مغرور ہو گیا ہے۔ اگر تم نے

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۱۵۵) بجمہرۃ الرسائل ج ۲ ص ۶۷

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۷۔۱۴۸ (ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۴)

اپنے منصوبے پر عمل کیا تو میں تلوار سے جواب دونگا۔(۱)

مدینے میں بیعت یزید

معاویہ نے سن ۵۵ھ میں حج کا سفر کیا اور سن ۵٦ھ میں عمرہ کا سفر کیا۔ دونوں سفر میں اس کا خاص مقصد یزید کی بیعت کے لئے فضا ہموار کرنا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں بات چیت کی اور اصحاب نیز معزز شخصیتوں سے تبادلہ خیال کیا۔ مورخین نے ان دونوں سفر کو باہم گڈ بڑ کر دیا ہے۔

پہلا سفر

ابن قتیبہ (۲) کے مطابق بیعت یزید کا تذکرہ نہیں کیا، جب مدینے آیا لوگ اس کے استقبال کے لئے آئے۔ عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن جعفر، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ پھر اپنے دربان کو حکم دیا کہ جب تک یہ لوگ میرے پاس موجود ہیں کسی کو بھی اندر نہ آنے دینا۔ جب یہ لوگ بیٹھے تو معاویہ نے شکر خدا ادا کرنے کے بعد رسول خداؐ پر صلوات پڑھی پھر کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنا دوں۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ بھی اسے پسند کروگے۔ میں حسنؑ وحسینؑ کی موجودگی میں اس لئے یہ بات نہیں رکھنا چاہتا کہ یہ لوگ فرزند رسولؐ ہیں۔ اب تم لوگ امیر المومنین کے سامنے صحیح رائے پیش کرو۔

عبداللہ ابن عباس نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ ہم نے تمہاری بات سن لی۔ خدا نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعہ امت کی تبلیغ پر معین کیا۔ اس لئے انھیں کے خاندان کے لوگ حکومت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ امت کو حکم رسولؐ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۷۔۱۴۸ (ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۴)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۸

پھر عبداللہ ابن جعفر نے تقریر کی کہ قرآن کی روشنی میں یہ خلافت رسولؐ کے قرابتداروں کا حق ہے اور اگر عمر وابوبکر کے طریقے پر عمل کیا جائے تو خاندان رسولؐ کے افضل شخص کو حکومت اسلامی سپرد کرنی چاہیے۔ خدا کی قسم! اگر لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو اسلام ہمیشہ ترقی پذیر رہتا، اور حکم خدا پر عمل ہوتا رہتا آپس میں اختلاف وکشت وخون بھی نہ ہوتا۔ آپ کو اس سلسلے میں لوگوں کی مصلحتوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ قیامت میں آپ سے باز پرس ہوگی۔ آپ نے حسنؑ وحسینؑ کو دعوت نہ دیکر اچھا کام نہیں کیا۔ ان دونوں کی مرضی کے بغیر یہ کام مکمل بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ معدن علم وفضیلت ہیں آپ مانئے یا نہ مانئے۔

پھر عبداللہ ابن زبیر نے کہنا شروع کیا کہ خدا نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ ہمیں اسلام سے بہرہ مند کیا۔ یہ خلافت صرف قریش کا حق ہے جو پسندیدہ کردار سے آراستہ ہوں۔ اس لئے اے معاویہ! آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور اپنے اوپر رحم کرنا چاہیے کیونکہ یہ ابن عباس ہیں، عم رسولؐ کے بیٹے اور یہ عبداللہ ابن جعفر ہیں، ذوالجناحین کے فرزند اور میں ابن زبیر ہوں رسولؐ کی پھوپھی کا بیٹا۔ خود علیؑ نے حسنؑ و حسینؑ جیسے دو فرزند چھوڑے ہیں جنکی عظمت سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ لہٰذا خدا سے ڈرو۔ اپنے اور ہمارے درمیان تم خود ہی انصاف کرو۔

اس کے بعد عبداللہ ابن عمر نے تقریر کی کہ خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعے ہمیں عزت وافتخار سے سرفراز کیا۔ یہ خلافت ایرانی اور رومی شہنشاہیت کی طرح نہیں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو جانشین بنادے۔ اگر ایسا ہوتا تو اپنے باپ کے بعد میں خلیفہ ہوتا، انھوں نے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ کے ذریعے خلیفہ منتخب کرایا۔ یہ خلافت تمام قریش کا حق ہے اوران میں جو نیک اور صالح ہو۔ یزید تو قریش کا چھوکرا ہے تمھیں خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

اس وقت معاویہ نے کہا کہ میں نے اپنی بات کہی۔ اور تم نے اپنی بات کہی حقیقت تو یہ ہے کہ باپ تو سدھار گئے اور بیٹے رہ گئے ھیں۔ مجھے ان اصحاب کے بیٹوں کے مقابل خود اپنا بیٹا زیادہ عزیز ہے، پھر یہ کہ اگر تم لوگ میرے بیٹے سے ملاقات کرو تو بات کرنے میں تیز طرار پاؤ گے۔ حکومت بنی عبدمناف ہی

کا حق ہے کیوں کہ وہ رسولؐ خدا کے رشتہ دار ہیں۔ لیکن رسولؐ خدا کی وفات کے بعد لوگوں نے ابو بکر و عمر کو بغیر اسکے کہ ان کے خاندان میں بادشاہی رہی ہو منصب حکومت سے سرفراز کر دیا۔ پھر یہ کہ انھوں نے پسندیدہ رویہ اپنایا۔ اس کے بعد حکومت خاندان عبد مناف میں پلٹ آئی اور قیامت تک اسی خاندان میں رہے گی۔ اے ابن زبیر اور ابن عمر! سن لو، خدا تمھیں اس حکومت سے محروم کر چکا ہے۔ لیکن میرے یہ دونو ں چچیرے بھائی (ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر) حکومت سے بہر حال وابستہ رہیں گے۔ انشاء اللہ

پھر کوچ کا حکم دیا اور کوئی بیعت یزید کی بات نہیں کی۔ مخالف اور موافق لوگوں کے وظائف بھی بند نہیں کئے۔ شام واپس چلے گئے ۵۱ھ تک بالکل خاموش رہے۔ (۱)

اس تاریخی تذکرہ میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لیکن ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ و ابن زبیر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بھی تقریر کی اور کہا کہ یہ خلافت رومی اور ایرانی شہنشاہیت نہیں ہے۔ بخدا! میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

اس واقعے کو دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب معاویہ حج کے قصد سے وارد مدینہ ہوئے تو مدینہ کے جوان، بوڑھے، عورت و مرد بھی پیادہ وسوار استقبال کے لئے نکل پڑے۔ معاویہ نے جمیعت سے ملاقات کی اور نرم کلامی اور رضا جوئی کی ہر ممکن سعی کی۔

خوشآمدید مدینہ والوں سے کہا کہ فقط آپ حضرات کی محبت اور شوق ملاقات میں یہ طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا ہے تا کہ مجاوران رسولؐ اکرم کی زیارت کرسکوں۔ جواب میں بہت سے لوگوں نے خوشآمدانہ باتیں کیں۔ جرف تک پہنچے تو امام حسینؑ اور ابن عباس بھی استقبال کے لئے آگئے۔ دونوں کی طرف اشارہ کر کے معاویہ نے کہا: یہ دونوں سردار بنی عبد مناف ہیں۔ پھر ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے۔ کبھی ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے کبھی ان سے گفتگو کرتے، کبھی ان سے۔ مدینہ آئے تو امام حسینؑ و ابن عباس اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اور معاویہ حضرت عائشہ سے

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۴۔۱۴۲ (ج ۱ ص ۱۵۰۔۱۴۸)؛ جمہرۃ الخطب ج ۲ ص ۲۳۶۔۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۴۸۔۲۴۶)

ملنے چلے گئے۔ عائشہ نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہاں صرف عائشہ کا خادم ذکوان تھا۔ عائشہ نے کہا: تمھیں ڈر نہیں لگا کہ میں اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کا بدلہ لینے کے لئے کسی کو تمھاری گھات میں بٹھا دیتی جو تمھیں موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ معاویہ نے کہا: آپ ایسا ہرگز نہ کرتیں، پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: چونکہ میں بیت رسول خدا میں آیا ہوں جو امن کا گھر ہے۔ پھر عائشہ نے حمد الٰہی کے بعد کہا کہ تمھیں ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا چاہئے۔ معاویہ نے اپنا منھ بند ہی رکھا اس ڈر سے کہ عائشہ کی طراری کے آگے ان کی چل نہیں سکتی۔ خوشامدانہ لہجہ میں کہا کہ اے ام المومنین! آپ نے ہمیں خدا و رسول کو پہچنوایا، دین کی معرفت کرائی، آپ اس لائق ہیں کہ آپکی ہر حال میں اطاعت کی جائے لیکن بیعت یزید کا واقعہ تقدیر خداوندی سے وقوع پزیر ہوگیا۔ لوگوں کو اب اس میں کوئی اختیار نہیں رہ گیا ہے۔ کیوں کہ سب لوگ اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ اطاعت کا قلادہ گردن میں باندھ چکے ہیں۔ عائشہ نے دیکھا کہ یہ بیعت یزید کا مصمم ارادہ کر چکا ہے کہنے لگیں کہ دیکھو خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کے حق میں نامناسب رویہ اختیار نہ کرو عجلت پسندی کا نتیجہ خراب ہوگا۔ معاویہ اٹھنے لگے تو عائشہ نے کہا کہ تم نے حجر اور ان کے نیک و پارسا ساتھیوں کو قتل کرادیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اس معاملہ کو ہم پر اور حجر پر چھوڑ دیجئے، ہم قیامت میں سمجھ لیں گے۔ ذکوان کے بازوں کا سہارا لئے گھر سے باہر آئے۔ اور کہا کہ بعد رسولؐ ایسا سخنور میں نے نہیں دیکھا۔ اور اپنی قیام گاہ میں پہنچ گئے۔ پھر کسی کو بھیج کر امام حسینؑ کو بلوایا اور تنہائی میں ملاقات کر کے کہا: بھتیجے! تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے سوائے پانچ قریشیوں کے جنکی رہبری تم کر رہے ہو۔ پیارے بھتیجے! آخر کیوں مخالفت پر کمر بستہ ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا: انھیں بھیج کر بلواؤ، اگر انھوں نے بیعت کر لی تو میں بھی کرلوں گا، ورنہ عجلت پسندی مت دکھایئے۔ معاویہ نے یہ بات کسی سے بھی نہ کہی۔ راستے میں ابن زبیر نے آدمی بٹھار کھا تھا کہ جب حسینؑ ملاقات کر کے واپس آئیں تو مجھے مطلع کرنا۔ اس شخص نے امام حسینؑ سے پوچھا: آپ کے بھائی زبیر نے پوچھا ہے کہ وہاں کیا واقعہ پیش آیا اور تفصیل پوچھنے میں بہت زیادہ اصرار کیا ہے۔

پھر معاویہ نے ابن زبیر کو بلوایا اور خلوت میں وہی بات کہی۔ زبیر نے بھی وہی کہا کہ آپ انھیں

بلوایئے اگر انھوں نے بیعت کی تو میں بھی کرلوں گا۔ پوچھا: کیا ایسا ہی کروگے؟ جواب دیا: ہاں۔ معاویہ نے اس کی خبر کسی کو نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن عمر کو بلوایا اور خلوت میں ان دونوں سے بھی زیادہ نرم کلامی سے گفتگو کی اور کہا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں امت محمدؐ کو اس طرح چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چرواہے کے بکریوں کا جھنڈ ہوتا ہے۔ (ہائے! کیا اس بات کا احساس رسولؐ خدا کو نہ تھا؟ وصیت رسولؐ کو ٹھکرا کر اپنے مطلب کے وقت اسی حقیقت کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ رسولؐ بغیر وصی و جانشین بنائے چلے گئے ہوں گے یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔)

تم جنگی سرداری کرتے ہو ان پانچ کے سوا سبھی نے یزید کی بیعت کرلی ہے۔ آخر تم مخالفت پر کیوں کمربستہ ہو؟ ابن عمر نے کہا: کیا آپ ایسا کام کریں گے جس سے آپ کا مقصد بھی حاصل ہوجائے اور خون بھی نہ بہے؟ معاویہ نے کہا: میں تو یہی چاہوں گا۔ ابن عمر نے کہا آپ عمومی جلسہ کیجئے اگر سب نے بیعت کرلی تو میں بھی کرلوں گا۔ خدا کی قسم! اگر امت کسی حبشی پر بھی ایکا کرلے تو میں اس کی بیعت کرلوں گا۔ معاویہ نے کہا: کیا ایسا کروگے؟ ابن عمر کہا: ہاں ایسا ہی کروں گا۔(۱) پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلاکر کہا: آخر تم گناہ میں اپنے ہاتھ کیوں رنگین کررہے ہو؟ عبدالرحمٰن نے کہا: میں اس میں اپنی بھلائی سمجھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تمھارے قتل کا ارادہ کرلیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا میں ذلت پاؤگے اور آخرت میں جہنم۔ یہ کہکے وہاں سے چلے آئے۔

اس دن معاویہ نے لوگوں کو انعام و بخشش سے نوازنے میں گذارا، لوگوں کی عزت افزائی میں صرف کیا۔ ۔دوسرے دن صبح حکم دیا کہ تخت آراستہ کیا جائے، اس کے اطراف میں کرسیاں لگا دی جائیں تاکہ دربان و مقربان بیٹھیں۔ اس کے برابر اپنے خاندان کے لوگوں کی کرسیاں لگوائیں۔ خود یمنی جامہ زیب تن کئے ہوئے، سیاہ عمامہ لگائے، معطر ہوکر اپنے تخت پر بیٹھے۔ کلرکوں کو نزدیک ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ ضروری باتیں نوٹ کرتے جائیں۔ دربان کو حکم دیا کہ کسی کو بھی خواہ کوئی بھی ہو بغیر میری اجازت کے اندر آنے نہ دیا جائے۔ پھر امام حسینؑ اور ابن عباس کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ پہلے ابن

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۴۹ اقدوم معاویۃ المدینۃ علی ھولاء القوم)

عباس آئے اور سلام کیا۔ معاویہ نے انھیں بائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بات چیت شروع کی۔ معاویہ نے کہا: خدا نے مزار رسولؐ کی مجاورت سے تم لوگوں کو پوری طرح بہرامند کیا ہے۔ ابن عباس نے کہا: بلکہ اس کے علاوہ بھی ہم لوگوں کو حصے نصیب ہوئے ہیں۔ معاویہ نے یہ باتیں اس لئے کیں تھیں کہ بات چیت دوستانہ ماحول میں شروع ہو اور بحث و مجادلہ کی نوبت نہ آئے۔ ابھی بات انسان کی سرشت اور عمر کے متعلق ہو رہی تھی کہ امام حسینؑ آ گئے۔ معاویہ کی نظر پڑی تو داہنی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ان کی اور اولاد امام حسنؑ کی احوال پرسی کرنے لگے۔ امام جواب دے کر خاموش ہو گئے۔ پھر معاویہ نے تقریر شروع کی اور حمد و ثنائے الٰہی اور درود رسولؐ کے بعد رسولؐ کی دنیا سے بے اعتنائی، شیخین کی خلافت اور تیسرے صاحب کے حادثۂ قتل کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ تمھیں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یزید کی بیعت کے لئے کوشش کی جا رہی ہے تا کہ معاشرتی وحدت برقرار رہے۔ تم دونوں بھی قرابت رسولؐ رکھتے ہو، علم و شجاعت سے آراستہ ہو، لیکن میں نے یہ باتیں یزید میں زیادہ دیکھی ہیں۔ پھر یہ کہ وہ واقف سنت رسول اور واقف قرآن ہے، اس کا حلم پتھر کو بھی موم کر دیتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ معصوم رسولؐ نے جنگ ذات السلاسل میں عمرو ابوبکر کو اکابر صحابہ کے مقابل سربراہ لشکر بنایا۔ ان کی سیرت ہمارے لئے اسوہ ہے۔ اے بنی عبدالمطلب ہمارے اور تمھارے مفادات مشترک ہیں۔ اس نشست میں ہم تم سے انصاف کی توقع کرتے ہیں۔ اب تم لوگ اپنی اپنی رائے ظاہر کرو۔

جواب میں ابن عباس کھڑے ہونا چاہتے تھے کہ امام حسینؑ نے انھیں بٹھا دیا اور فرمایا: چوں کہ معاویہ کا زیادہ تر روئے سخن میری طرف تھا اس لئے مجھ کو جواب دینے دو کہ زیادہ تہمت مجھ کو لگائی گئی ہے

امام نے فرمایا:

اما بعد: اے معاویہ تم رسولؐ خدا کی جس قدر بھی مدح کرو ان کے بے شمار محاسن کے مقابل کم ہی ہوگا۔ تم حقیقت کو چھپا نہیں سکتے۔ صبح کی سپیدی نے شام کی سیاہی کو رسوا کر دیا۔ نور خورشید نے چراغ کے نور کو مدھم کر دیا۔ جو لوگ بعد رسولؐ خلیفہ بنے ان کی ضرورت سے زیادہ تم نے ستائش کی اور دوسروں پر جفا کی۔ تم انصاف سے قطعی دور ہو گئے۔ اگر واقعی صاحب فضیلت کی بات بیان کی تو شیطان نے تمھیں

دوسرے فضائل کے بیان سے روکا۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے یزید کی سیاست، تدبر اور دوسرے کمالات کا ڈھونگ رچایا ہے۔ تم اس بارے میں لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ یزید کوئی اجنبی آدمی ہے یا کوئی غائب شخص ہے۔ یا کسی ایسی چیز کی تعریف کر رہے ہو جسے صرف تمھیں جانتے ہو۔ حالانکہ یزید کے چال چلن اور عقیدے کا اظہار خود اسکا وجود ہے۔ اس کی حرکات پر غور کرو کتوں سے کھیلنا، کبوتر بازی، ہجڑوں کے ساتھ لہو ولعب، ہوس بازی نے اس کے کردار میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ تم کیسے اس قسم کے آوارہ انسان کو ایسے بلند مقام پر فائز کرنا چاہتے ہو۔ خود بھی گمراہ ہوگے اور لوگوں کو بھی بے راہ کروگے۔ آخرت کو یاد کرو۔

معاویہ نے ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا کہ تمہاری بات تو اس سے بھی تلخ تر ہوگی۔ ابن عباس نے کہا: بخدا! وہ ذریت رسولؐ اور اصحاب کساء کی فرد ہیں، پاک و معصوم خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، لہذا تمھیں اپنے ارادے سے باز آنا چاہئے۔

معاویہ نے کہا: میں ہمیشہ بردبار رہا ہوں اور بہتریں بردباری یہ ہے کہ خاندان کے لوگوں سے بردباری کی جائے، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب آگئے تو ابن عمر سے کہا کہ تم تو ہمیشہ کہتے ہو کہ ایک رات بھی بے امام کی بیعت کے نہ گذارنا چاہئے۔ اب میں تمھیں اسلامی وحدت کو برہم نہ کرنے کی تاکید کرتا ہوں تاکہ بعد میں خونریزی نہ برپا ہو۔ یزید کی بیعت ایک تقدیر الٰہی تھی جو انجام پاگئی، اب کسی انسان کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، لوگوں نے پیان محکم باندھ لیا ہے۔ یہ کہکے خاموش ہوگئے۔

ابن عمر نے جواب دیا:

اے معاویہ! تم سے پہلے کے خلفاء کے بھی لڑکے جو تمہارے لڑکے سے بہتر ہیں، جو خیال آج تم اپنے لڑکے کے متعلق رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے تھے، انہیں حکومت کے کاموں میں دخیل نہ کیا بلکہ امت کی بہتری کے لئے بہترین انسانوں کا انتخاب کیا۔ تمھیں جو اندیشہ ہے میں بھی وحدت اسلامی پارہ پارہ نہ کروں گا، میں ایسا کام انشاء اللہ ہرگز نہ کروں گا بلکہ لوگ اگر ہم خیال ہوگئے تو مین بھی وہی کروں گا نہ

خون بہنے کا سامان کروں گا، معاویہ نے انہیں دعا دے کر رخصت کر دیا اور کہا کہ تم مخالفت و سرکشی نہ کرو گے۔ پھر اس کے بعد ابن زبیر سے بھی اسی طرح بات کی۔، ابن زبیر نے کہا: تم نے جو اس گستاخانہ ارادے کو محکم کرلیا ہے بخدا! اب تجھے خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔ اسی خدا کی قسم! تمہیں اس کام کو شوریٰ کے حوالے کرنا چاہئے ورنہ اس بیعت کو زیروزبر کردوں گا۔ یہ کہکے جانے لگے تو معاویہ نے دامن تھام کر کہا: ذرا ٹھہرو، اے خدا! اس کی شرارتوں سے جس طرح بھی ہو مجھے محفوظ رکھ، خبردار اگر تم نے شامیوں کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو وہ تمہارا تیاپانچا کردیں گے۔ پھر کہا کہ تم مکار لومڑی ہو جو ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ میں گھستی پھرتی ہے، تم نے ہی ان دونوں کو بھڑکایا ہے اور مخالفت پر ابھارا ہے۔ ابن زبیر نے کہا: تم یزید کی بیعت لینا چاہتے ہو بتاؤ تو میں اسکی بات مانوں گا یا تمہاری؟ اگر خلافت سے تھک گئے ہو تو استعفا دے دو اور یزید کی بیعت کرلو ہم بھی اس کی بیعت کرلیں گے۔

آپس میں بہت زیادہ تبادلہ خیال ہوا۔ آخر میں معاویہ نے کہا:

میں جانتا ہوں کہ تم اپنے کو موت کے منہ میں ڈھکیل رہے ہو۔ پھر ان دونوں کو رخصت کر دیا اور تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی۔ چوتھے روز نکل کر حکم دیا کہ لوگوں کو ایک اہم مسئلے کے لئے جمع ہونے کی خبر دے دو۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ ان متذکرہ چند افراد کو مسجد کے آس پاس بٹھایا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد یزید کے محاسن و فضائل، اس کی قرآنی بصیرت اور حدیث فہمی کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ مدینہ والو! میں یزید کی بیعت کے لئے یہاں آیا ہوں۔ ہر شہر و دیہات میں جہاں بھی اس مسئلہ کو پیش کیا گیا، سب نے بلا چون و چرا تسلیم کرلیا، فقط مدینہ باقی رہ گیا۔ جو تاخیر اور بے توجہی کا مظاہرہ کر رہا ہے مدینہ کے چند سر برآوردہ بیعت سے کترا رہے ہیں۔ بخدا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یزید سے بہتر بھی مسلمانوں میں کوئی ہے تو میں اسی کی بیعت لیتا۔

یہ سنتے ہی امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور:

خدا کی قسم! جو شخص یزید اور اس کے ماں باپ سے بھی افضل و بہتر ہے اس کو تم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ شاید تم اپنے ہی کو مراد لے رہے ہو؟ فرمایا: ہاں۔ معاویہ نے کہا:

ہاں! میں مانتا ہوں کہ تمہاری والدہ یزید کی والدہ سے قطعاً افضل ہیں۔ وہ اگر عام عورت بھی ہوتیں تو اس کی ماں سے افضل ہوتیں لیکن وہ تو دختر رسولؐ بھی ہیں۔ سبقت ایمان اور دینی بصیرت سے سرفراز ہیں لیکن تمہارے باپ نے یزید کے باپ کے مقابل خدا کے یہاں انصاف طلب کیا اور ان کے خلاف فیصلہ صادر ہوا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: تمہاری نادانی کے لئے یہی کافی ہے کہ تم نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رکھی ہے۔

معاویہ نے کہا: تم نے اپنے کو یزید سے بہتر کہا ہے۔ بخدا! وہ امت کے حق میں تم سے زیادہ مفید ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: یہ سراسر بہتان ہے، یزید شراب خوار، ہوس باز اور ذلیل حرکتیں کرنے والا ہے۔ کیا وہ مجھ سے بہتر ہوگا؟

معاویہ نے کہا: ذرا ٹھہرو، اپنے چچیرے بھائی کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تمہاری باتیں اس سے کہی گئیں تو وہ تمہیں گالی نہیں دے گا۔ پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

لوگو! تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا بغیر کسی کو اپنا جانشین معین کئے دنیا سے گذر گئے۔ مسلمانوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ ابوبکر کو خلیفہ بنالیں، ان کی بیعت ہدایت کی بیعت تھی، انہوں نے قرآن وسنت پر عمل کیا، اپنے بعد عمر کو نامزد کیا اور عمر نے چھ آدمیوں کی کمیٹی تشکیل دی، بنابریں ابوبکر نے وہ کیا جو رسولؐ نے نہیں کیا تھا، عمر نے وہ عمل کیا جو ابوبکر نے نہیں کیا تھا۔ سب کے پیش نظر مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ اسی لئے میں بھی مصالح مسلمین کے پیش نظر یزید کی بیعت لینا چاہتا ہوں کہ میرے بعد گذشتہ اختلافات کا سد باب ہو جائے۔ (۱)

بیعت یزید کی سعی میں دوسرا سفر

ابن اثیر کے مطابق جب عراق اور شام والوں نے یزید کی بیعت کر لی تو معاویہ نے ایک ہزار جنگجو

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵۵۔ ۱۴۹ (ص ۱۶۳۔ ۱۵۷)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳ حوادث ۵۶ھ)

سواروں کے ساتھ حجاز کا رخ کیا۔ مدینے کے قریب امام حسینؑ کے ہمراہ لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔
معاویہ نے امام کو دیکھا تو کہا: نہ سلام نہ علیک

تم اپنے کو موت کے منھ میں ڈھکیل رہے ہو۔ امامؑ نے فرمایا: ذرا سنبھل کے بولو، نامناسب بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ تم اس سے بدتر کے حقدار ہو۔

ابن زبیر استقبال کے لئے آئے تو اس سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، میں ایک حیوان کو دیکھ رہا ہوں جو سوراخ میں منھ چھپائے اپنی دم سے جنگ کر رہا ہے، ذرا دیر میں اس کی دم پکڑ کر کمر توڑ دی جائے گی، اسے نکال باہر کرو۔ معاویہ کے آدمیوں نے اس کی سواری پر چابک مارا اور وہ واپس چلے گئے۔

عبدالرحمن بن ابی بکر سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، بڈھے کی عقل ماری گئی ہے۔ اس کو بھی حکم دیا کہ نکال باہر کردو۔ عبداللہ بن عمر کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔ جو لوگ ساتھ آئے تھے ان کی طرف بھی اعتنا نہ کی اور مدینہ داخل ہو گئے۔ لوگ اذن باریابی سے محروم ہوتے رہے، نہ بات چیت کی۔ نتیجہ میں مکہ جا کر قیام پذیر ہوئے۔

معاویہ نے مدینہ میں تقریر کر کے یزید کی ستائش و تعریف کے پل باندھے، کہنے لگے: اس کے ہوتے کون حقدار خلافت ہوسکتا ہے؟ میرے خیال میں کچھ لوگ مخالفت کر کے اپنے سر مصیبت اونڈیل رہے ہیں۔ اگر میری نصیحت انہیں فائدہ پہونچا سکے تو میں نے ان کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ پھر عائشہ سے ملنے گئے۔ وہ سن چکی تھیں کہ معاویہ نے امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کو دھمکی دی ہے کہ اگر بیعت نہ کی تو قتل کر دوں گا۔

معاویہ نے عائشہ سے ان کی شکایت کی۔ عائشہ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ تم نے انہیں قتل کی دھمکی دی ہے۔ معاویہ نے کہا: ام المومنین! وہ لوگ میری نظر میں محترم ہیں لیکن میں نے یزید کی بیعت کر لی ہے، میرے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی کر لی ہے، آپ کا کیا خیال ہے، کیا میں اپنی بیعت توڑ دوں؟
عائشہ نے کہا: ان کے ساتھ نرمی و مہربانی کا برتاؤ کرو شاید اچھے حالات پیدا ہو جائیں۔
معاویہ نے کہا: اب میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد کہا کہ تمہیں کیسے اطمینان ہو گیا کہ میں تمہیں

ابن قتیبہ نے بھی معاویہ کا محافظوں اور گارڈوں کے نرغے میں دھوکہ دے کر بیعت یزید لینے کا حال لکھا ہے۔ شرکاء بزم میں امام حسینؑ، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور عبدالرحمان بن ابی بکر تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو پہلے ہی اپنے اس کاروائی کی اطلاع دے دی تھی۔ گھر سے نکلے تو ان سب کے ہمراہ ہنستے اور بات کرتے ہوئے مسجد تک گئے۔ امام حسینؑ کو جامۂ زرد، ابن عباس کو جامہ سبز، ابن عمر کو جامہ ابریشمی، ابن زبیر کو بھی جامہ ابر ریشمی سرخ حلقوں سے نوازا، درمیان میں ایسی حرکتیں کرتے جاتے تھے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ سبھی خوش اور راضی ہیں اور پھر متذکرہ ڈرامہ کیا۔

مکہ جاتے ہوئے جب مقام روحاء پہونچے تو ابن عباس نے ان سے ملاقات کرنی چاہی۔ معاویہ نے اجازت نہ دی، خواب سے چونکے تو پوچھا: کون شخص منتظر ملاقات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس۔ حکم دیا: ان کو سواری سمیت یہاں تک لاؤ۔ ابن عباس نے پوچھا: اب کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا: مکہ۔ ابن عباس نے کہا: آپ نے تمام قبائل کو جائزہ وانعام دیا ہمیں کیوں نہ دیا؟ معاویہ نے کہا: جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں گے تمہارے وظائف بند رہیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ ابن زبیر نے بھی بیعت نہ کی لیکن تم نے بنی اسد کا وظیفہ بند نہیں کیا، ابن عمر نے بھی بیعت نہ کی لیکن بنی عدی کا وظیفہ نہیں روکا

اگر میرے سردار نے بیعت نہ کی تو دوسروں نے بھی نہیں کی، اس سے ہمارا کیا ربط ہے؟ معاویہ نے کہا: دوسروں میں اور تم میں فرق ہے۔ بخدا! جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں ہم وظائف نہ دیں گے۔ اس وقت ابن عباس نے سواحل شام کے لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی دھمکی دی اور معاویہ نے ڈر کے مارے وظائف جاری کرنے کا حکم دے دیا۔ مقام روحاء سے سب کا وظیفہ ارسال کیا۔(۱)

اس شرمناک واقعہ ''بیعت یزید'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ڈرامہ دھونس، دھمکی، دھوکہ، تہمت وافترا، جھوٹ اور قتل وغارت گری کے سہارے رچایا گیا۔ معاویہ نے بیعت یزید کے لئے کسی کو

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۵۶ (ج۱ص۱۶۳)

دھمکی دی، کسی کو گورنر بنایا، کسی کو قتل کیا، کہیں درہم و دینار لٹائے لیکن اکثر اس میں ایسے بھی نظر آئے جن کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ لیکن اس سے فائدہ ہی کیا جب کہ اہل سنت حضرات ان کی پیروی نہیں کرتے۔ امام حسینؑ فرزند رسولؐ اور عصمت و طہارت کی آغوش کے پروردہ تھے، آپ نے اس شرمناک بیعت کی ہر ممکن مخالفت کی، لوگوں کو چوکنا کیا کہ اس سے مسلمانوں کے مصالح عمومی خاک میں مل جائیں گے، لوگوں کو برسرپیکار ہونا چاہئے۔ آپ نے کوئی پرواہ نہ کی کہ لوگ ہماری باتوں پر کان دھرتے ہیں یا نہیں۔ آپ کی اطاعت کر رہے ہیں یا نہیں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری نبھادی، لوگوں کو باخبر کردیا۔

آپ نے معاویہ کی تہمت اور دوسروں کی سرزنش کی ذرا بھی پرواہ نہ کی، آپ مسلسل احتجاج کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ اپنے شرمناک گناہ لئے جہنم واصل ہوگیا۔ امام حسینؑ اس حال میں خدا سے ملاقی ہوئے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری باحسن وجوہ نبھائی اور رضائے الٰہی کی ابدی سعادتوں سے سرفراز ہوئے ۔امام حسنؑ کی طرح امام حسینؑ بھی قتیل بیعت ہوئے۔ اسی بیعت کی وجہ سے اسلام پر بے شمار نحوستیں برس پڑیں، کعبہ پر چڑھائی، واقعہ حرہ، ناموس مدینہ کی بے حرمتی اور واقعہ کربلا کا اندوہناک حادثہ جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس واقعہ شہادت کے بعد ہر وابستہ رسولؐ کی آنکھیں قیامت تک آنسو بہاتی رہیں گی۔ ولی عہد ایسا شخص ہوا تھا جو نہ صرف یہ کہ اس مقام خلافت کا اہل نہ تھا بلکہ پست ترین رذائل کا مجموعہ، بے حیائی کا مجسمہ، شراب و شباب کا رسیا اور تمام قسم کی رسوائیوں کا پتلہ تھا۔

اکثر پاک نفس افراد نے یہی گواہی دی چنانچہ مدینہ کا وفد جس میں عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ، عبداللہ بن ابی عمرو، منذر بن زبیر اور دیگر اعیان مدینہ تھے۔ یزید نے ان کا بڑا احترام کیا، بڑی خاطر تواضع کی۔ ان میں منذر کے علاوہ سبھی نے مدینہ واپس آکر یزید کے پاپ بیان کرنا شروع کردیئے۔ انہوں نے کہا: ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جو بے دین، کنیزوں کا رسیا، گویوں کا شیدا، کتوں کا شوقین اور نہایت اوباش ہے۔ نتیجہ میں مدینہ والوں نے بیعت کا قلادہ گردن سے اتار پھینکا۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۷ ص ۴ (ج ۵ ص ۴۸۰ حوادث ۶۲ھ)؛ تاریخ کامل ج ۴ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۸۸ حوادث ۶۱ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۵ حوادث ۶۲ھ)؛ فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۹ (ج ۱۳ ص ۷۰)

بزرگ صحابی رسول عبداللہ بن حنظلہ واقعہ حرہ ہی میں شہید ہوئے، آپ نے اپنی تقریر میں یزید کے ترک نماز، شراب خواری اور ماں، بہن، بیوی میں تمیز نہ کرنے کے صفات کا تذکرہ کر کے کہا کہ اگر لوگ میرا ساتھ دیں تو اس کے خلاف جہاد کروں۔(۱)

منذر نے کہا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ رشوت دی ہے اس لئے اس کی بدکرداریاں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بخدا! وہ شراب پیتا ہے، مستی میں نماز بھی چھوڑ دیتا ہے۔(۲)

عتبہ بن مسعود نے ابن عباس سے کہا: انتہائی شرابی و ہوس باز یزید کی آپ بیعت کریں گے؟ ابن عباس نے فرمایا: چھوڑو بھی، ابھی اس سے بھی بدتر کمینے آئیں گے جن کی تم لوگ بیعت کرو گے، میں نے تمہیں منع کیا لیکن تم اس کے مرتکب ہوئے، دیکھو گے کہ ایک قریشی دار پر چڑھایا جائے گا (مطلب تھا عبداللہ بن زبیر)(۳)

یزید کے سیاہ کارنامے عالم لوگوں سے پوشیدہ نہ تھے تو کیا اس کے باپ معاویہ سے پوشیدہ ہوں گے؟ وہ صالح صحابہ کے درمیان اس کی مدح سرائی کرتا ہے، جب کہ خود معاویہ نے ایک خط میں یزید کو بہت سرزنش کی۔

اے یزید سمجھ لو کہ شراب کی مستی سے شکر خدا کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کی مسلسل عنایات نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ انسان نماز کو اس کے وقت پر نہ پڑھے۔ شراب خواری ہی کی وجہ سے انسان نماز کو ترک کرتا ہے، دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، جو کام تنہائیوں میں کرنا چاہئے اسے اعلانیہ کرنے لگتا ہے۔ بنا بریں اپنے کو تنہائیوں میں پاپ کرنے سے بے خوف نہ ہو جاؤ، اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۷۲ (ج ۲۷ ص ۴۲۹ نمبر ۳۲۷۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۲۷) تاریخ کامل ج ۴ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۸۸ ۶۲ھ) الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۹ (نمبر ۴۶۳۷)

۲۔ تاریخ کامل ج ۴ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۸۸) البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۶ حوادث ۶۲ھ

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۱۷۴)

برے کاموں کو چھوڑ دو۔

انھیں مشہور رذائل اور خباثت کی وجہ سے حسن بصری نے کہا ہے کہ معاویہ کا یزید کو جانشین نامزد کرنا چار عظیم ترین پاپ میں سے ایک ہے۔

۱۵۔ صفحات تاریخ پہ معاویہ کے سیاہ کارنامے

معاویہ کی تمام منحوس زندگی پاپ سے بھری ہے۔ ہم یہاں صرف چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ایک طویل عرصہ تک امیر المومنین حضرت علیؑ پر سب وشتم، گالی گلوج کی رسم جاری کی نماز جمعہ و عیدین نیز قنوت میں لعنت کو ضروری قرار دیا (۱) اپنے گورنروں اور کارندوں کو حکم دیا کہ اسی بات پر بیعت لیں، جس نے سرتابی کی اسے سزا دی۔

ا۔ مسلم و ترمذی نے عامر بن سعد بن وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا: تم علیؑ پر سب وشتم کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا: میں نے ان کے متعلق ایسی قیمتی احادیث سنی ہیں کہ مجھے عظیم نعمتوں سے بھی عزیز تر ہیں۔ پھر حدیث منزلت، حدیث رایت اور واقعہ مباہلہ نقل کیا۔ معاویہ کو مدینہ میں جب تک سعد زندہ رہے کلمہ فحش ادا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (۲)

طبری نے اس روایت کو ابن نجیح سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سعد کو اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر سب وشتم شروع کر دیا۔ سعد اعتراض کر کے جانے لگے اور متذکرہ تینوں روایات بیان کیں۔

مسعودی نے اس واقعہ کو طبری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سعد جانے لگے تو معاویہ نے زوردار ریاح خارج کی اور کہا: بیٹھو اور جواب بھی سن لو کہ جب تمھیں یہ احادیث یاد تھیں تو ان کی جمل و صفین میں مدد

۱۔ المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۸۶، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۶ شرح سنن ابن ماجہ سندی ج ۱ ص ۳۸۶، المصنف عبد الرزاق (ج ۳ ص ۲۸۴ حدیث ۵۶۳۶) نیل الاوطار شوکانی ج ۳ ص ۳۶۳ (ج ۳ ص ۳۳۵) شرح موطا زرقانی ج ۱ ص ۳۲۴ (ج ۱ ص ۳۶۳)

۲۔ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲۰ (ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابہ) سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۱۷۱ (ج ۵ ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵)

کیوں نہ کی؟ عثمان کے بعد ان کی بیعت کیوں نہ کی؟ اگر میں نے یہ حدیث رسول سنی ہوتی تو ہمیشہ علیؑ کی جوتیاں سیدھی کرتا رہتا۔ سعد نے جھلا کر کہا کہ جس جگہ تم بیٹھے ہو اس کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ معاویہ نے کہا: بنی عذرہ اسے قبول نہ کریں گے۔ لائق توجہ بات یہ ہے کہ سعد قبیلہ بنی عذرہ سے تھے۔

ابن کثیر کے مطابق سعد کی روایت کو معاویہ نے ام سلمہ سے پوچھا اور انھوں نے تصدیق کی۔ تب معاویہ نے کہا: اس سے پہلے میں نے حدیث سنی ہوتی تو مرتے دم تک علیؑ کی چاکری کرتا۔ (۱)

معاویہ نے سفید جھوٹ بولا ہے کہ اسنے ان مشہور احادیث کو نہیں سنا تھا کیونکہ یہ حدیث خواص کے علاوہ عوام کے بھی زبان زد تھی۔ میں نے مان لیا کہ جنگ خیبر میں معاویہ مشرکوں کی فوج میں تھا۔ حدیث منزلت کو تو متعدد مواقع پر بلکہ آخری زمانوں میں بھی فرمایا ہے۔ (۲)

جنگ تبوک میں اور روز غدیر خم تو معاویہ خود بھی حاضر تھا۔ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے ساتھ اپنے کانوں سے خود ہی سنا تھا۔ چونکہ وہ ارشاد رسولؐ پر ایمان ہی نہیں لایا تھا اس لئے حکم کے خلاف علیؑ سے جنگ کی اور اس نے حضرت علیؑ پر سب وشتم کی قبیح رسم جاری کی حالانکہ دعائے رسول کو اپنے کانوں سے سنا تھا کہ خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھنا جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھنا۔ احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق اس حدیث کو مواخات کے موقع پر بھی فرمایا تھا۔ (۳)

فرض کر لیا کہ واقعہ مباہلہ کے وقت وہ کافر تھا تو کیا اس بعد اس نے قرآن میں آیہ مباہلہ نہیں پڑھی تھی؟ تھوڑی دیر کے لئے مان لیا کہ معاویہ سچ بول رہا ہے تو کیا اس نے قرآن میں یہ حکم نہیں پڑھا تھا کہ جب مومنین کے دو گروہ جنگ کریں تو ان درمیان صلح کرادو۔ خود معاویہ نے عمار کے متعلق سنا تھا کہ

۱۔ مروج الذھب ج۱ص۶۱ (ج۳ص۲۴) تذکرۃ الخواص ص۱۲، (ص۱۸)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ ج۸ص۷۷ (ج۸ص۸۳ حوادث ۵۵ھ)

۳۔ سنن ترمذی ج۲ص۲۱۳ (ج۵ص۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) خصائص نسائی ص۳۲ (ص۳۳ حدیث ۱۱) سنن نسائی ج۵ص۱۰۷ حدیث ۸۴۹۹ مروج الذھب ج۲ص۶۱ (ج۳ص۲۴) صحیح مسلم (ج۵ص۲۳ حدیث ۳۲) المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۱۰۸ (ج۳ص۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) ۲ص۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸) ۶۔ مناقب علی احمد بن حنبل (ص۱۹۷ حدیث ۲۵۷ ریاض النضرۃ

تمھیں باغی گروہ قتل کریگا۔ پھر آخر کیوں جب سعد سے حدیث سن لی اور ام سلمہ سے تصدیق بھی کرالی تو حضرت علیؑ پر لعنت کی رسم قبیح بند نہ کرائی۔

جی ہاں! اس نے عشرہ مبشرہ کی فرد سعد سے حدیث سن کر ام سلمہ سے تصدیق بھی کرالی پھر بھی لعنت کی رسم جاری رکھی، گورنروں کو رسم جاری رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں کو سننے پر مجبور کیا۔ اس ذلیل حرکت پر مرگیا اور اپنے گناہوں کا پشتارہ لئے خدا کے سامنے حاضر ہے۔

۲۔ وفات امام حسنؑ کے بعد معاویہ حج کی غرض سے مدینہ آیا اور منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کی۔ اس سے کہا گیا کہ سعد موجود ہیں وہ اسے پسند نہ کریں گے۔ آدمی بھیج کر ان کی رائے معلوم کرو۔ سعد نے آکر کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر کبھی مسجد میں نہیں آؤں گا۔ معاویہ اپنی حرکت سے باز آگیا۔ ام سلمہ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ منبر سے علیؑ اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ رسولؐ خدا انھیں دوست رکھتے تھے۔ لیکن معاویہ نے ان بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ (۱)

۳۔ معاویہ نے عقیل سے کہا کہ علیؑ نے حق برادری نہیں نبھایا اور میں نے رشتہ داری کا حق ادا کیا، اب میں تم سے اسی وقت راضی ہوں گا جب تم منبر پر علیؑ پر سب شتم کرو۔ عقیل منبر پر گئے اور کہا: لوگو! معاویہ نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے تم لوگ اس پر لعنت بھیجو۔ سب نے لعنت کی۔ منبر سے نیچے آئے تو معاویہ نے کہا: تم نے تشخیص نہیں کی کہ کس پر لعنت بھیجو۔ فرمایا: بخدا! اس سے ایک کلمہ کم یا زیادہ نہ کہوں گا۔ (۲)

۴۔ معاویہ نے عبید اللہ بن عمر کی خوش آمد کی اور علیؑ پر لعنت کرنے کو کہا اور نیز یہ کہ انھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ یاد رکھو وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں، ان کی ماں فاطمہ بنت اسد ہیں، وہ شیر نر بھی ہیں، حکومت عدل کے ساتھ کی۔ اب بتاؤ تو ان کی کس بات کی مذمت کروں۔ صرف انھیں قتل عثمان کا الزام دے سکتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا: اس طرح تو ان کے منھ پر طمانچہ لگا دوگے۔ (۳)

۱۔ العقد الفرید ج۲ ص۳۰۱ (ج۴، ۱۵۹)

۲۔ العقد الفرید ج۲ ص۱۴۴ (ج۳ ص۲۱۵) المستطرف ج۱ ص۵۴ (ج۱ ص۴۳)

۳۔ کتاب صفین ابن مزاحم ج۱ ص۹۲ (۸۲) شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۲۵۶ (ج۳ ص۱۰۰ خطبہ ۴۳)

۵۔ شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ معاویہ نے مختلف علاقوں میں علیؑ پر لعنت بھیجنے والے ملازم متعین کیے، آخری مرد انصاری تھا جس کا نام انیس تھا، اس نے لعنت ملامت کے بعد لوگوں سے کہا کہ آج تم لوگوں نے بہت زیادہ سب وشتم کیا۔ میں نے حدیث رسول سنی ہے کہ قیامت میں درخت کے پتوں کیطرح غیروں کی شفاعت کروں گا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ رسول خداؐ غیروں کی تو شفاعت کریں گے مگر اپنے رشتہ داروں کی نہ کریں گے۔(۱)

۶۔ ایک بار معاویہ اپنے اعیان وامراء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ احنف بھی تھے۔ حضرت علیؑ پر لعنت ہونے لگی، بعد میں احنف نے معاویہ سے کہا: بخدا! اگر یہ لوگ سمجھتے کہ تمھاری خوشی بھی لعنت کرنے میں ہے تو یہ اس سے باز نہ آتے۔ رسولؐ پر بھی لعنت کرتے۔ خدا سے ڈرو، وہ اپنے کردار کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے فداکاری کے احسانات سے اسلام کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ معایہ نے کہا: احنف! تمھاری بکواس کو ہم نے نظر انداز کیا، اب تمھیں بہر حال منبر پر جا کر لعنت کرنی ہوگی۔ احنف نے کہا: اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے ورنہ انصاف ہی کی بات کہوں گا۔ پوچھا: کیا کہو گے؟ احنف نے کہا: میں کہوں گا کہ لوگو! معاویہ نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، علیؑ ومعاویہ نے باہم جنگ کی، ہر ایک کا دعوی ہے کہ دوسرا باغی ہے، لھذا آؤ اب دعا کریں کہ ان میں جو بھی باغی ہو اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مومنین کی لعنت ہو۔ معاویہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر رہنے ہی دو۔(۲)

۷۔ علامہ اسماعیل بن علی بن محمود نے (المختصر فی اخبار البشر) میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ نے صلح میں چند شرائط لکھیں تھیں کہ معاویہ اگر انھیں مان لے تو وہ مطیع ہو جائیں گے، معاویہ نے انھیں مان لیا۔ ان میں ایک شرط یہ تھی کہ موجودہ کوفے کا خزانہ امام حسنؑ کو دے دیا جائے گا، دیگر ایرانی آرضیات کی مالگذاری بھی اور یہ کہ علیؑ پر سب وشتم نہ کیا جائے۔ لیکن معاویہ نے علیؑ کو دشنام دینے کی شرط قبول نہ کی۔ آخر امام حسنؑ نے شرط نرم کر کے لکھا کہ ان کے سامنے امام علیؑ کو دشنام نہ دیا جائے تو معاویہ نے مان لیا

۱۔ اسد الغابۃ ج ۱ ص ۱۳۴ (ج ۱ ص ۱۵۸ نمبر ۱۷۲) الاصابۃ ج ۱ ص ۷۷

۲۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۴۴ (ج ۳ ص ۲۱۵) المستطرف ج ۱ ص ۵۴ (ج ۱ ص ۴۲)

لیکن اس شرط کو بھی پورا نہ کیا۔(۱)

۸۔قیس بن عباد شیبانی نے زیاد کو خبر دی کہ صیفی بن فسیل حجر بن عدی کا طرفدار ہے اور تمہارا سخت دشمن ہے۔زیاد نے اسے بلوا کر پوچھا: ابوترابؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ جواب دیا: ابوترابؑ کو میں نہیں جانتا۔ پوچھا: علیؑ کو پہچانتے ہو؟ جواب دیا: ہوں۔ کہا: وہی تو ابوترابؑ ہیں۔جواب دیا: وہ تو حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہیں۔زیاد نے کہا: ان پر لعنت کرو ورنہ گردن مار دوں گا۔ جواب دیا: اگر اسی وجہ سے مجھے قتل کریگا تو مجھے خوشنودی خدا حاصل ہوگی اور تو روسیاہ ہوگا۔حکم دیا: گردن ماردی جائے۔پھر حکم دیا کہ پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈال دیا جائے اور اس کے بعد انھیں قتل کر دیا گیا۔ان کے ساتھ حجر کے دوسرے ساتھیوں کو بھی ۵۱ھ میں قتل کیا گیا۔(۲)

۹۔بسر بن ارطاۃ نے بصرہ میں منبر پر علیؑ کو گالیاں دے کر کہا: تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر سچ کہوں تو تائید کرنا ورنہ تکذیب کرنا۔ابوبکر نے کہا: خدا گواہ ہے میں تجھے پکا جھوٹا سمجھتا ہوں اور تیری باتیں قطعی غلط ہیں۔حکم دیا ان کا گلا دبا دیا جائے۔(۳)

۱۰۔کثیر بن شھاب کو معاویہ نے گالیوں ہی کے انعام میں ری کی حکومت پھر کوفہ کی گورنری دی۔

۱۱۔مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا گورنر ہوا تو اس نے علیؑ اور ان شیعوں کو گالیاں دیں۔متواتر روایات میں ہے کہ مغیرہ نے بارہا یہ حرکت کی، وہ کہتا تھا کہ رسولؐ خدا نے علیؑ کو قربت کی وجہ سے بیٹی نہیں دی تھی بلکہ ابوطالبؑ کے احسانات کا بدلہ چکایا تھا۔مغیرہ کی بدگوئی پر زید بن ارقم نے اعتراض کیا کہ رسولؐ خدا نے مردوں کی بدگوئی سے منع کیا ہے کوفے کے چند خطیبوں نے تقریر کی۔صعصعہ نے تقریر کی تو مغیرہ نے

۱۔تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۲ (ج ۵ ص ۱۶۰ حوادث ۴۰ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۴۳۶ حوادث ۴۱ھ) البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۴ (ج ۸ ص ۱۶ حوادث ۴۰ھ) تذکرۃ الخواص، ص ۱۱۳ (۱۹۸) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۱۰ (ص ۳۵)

۲۔تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴۹ (ج ۵ ص ۲۶۶ حوادث ۵۱ھ) الآغانی ج ۱۶ ص ۷ (ج ۱۷ ص ۱۴۸) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۰۴ (ج ۲ ص ۴۹۲ حوادث ۵۱ھ) تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۴۵۹ (ج ۲۳ ص ۲۵۸ نمبر ۲۹۰۸) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۱۲۵) تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۱۶۸۔۱۶۷ حوادث ۴۱ھ)

۳۔تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۴۵۲ حوادث ۴۱ھ)

انھیں نکال دیا اور لعنت کرنے کا حکم دیا۔ صعصعہ نے کہا کہ خدا لعنت کرے اس پر جو علیؑ پر لعنت کا حکم دے۔ مغیرہ نے انھیں قید کرنے کی قسم کھائی پھر منھ کی کھائی کیوں کہ لعنت اسی کے گلے پڑ گئی تھی۔ (۱)

۱۲۔ نمیر بن اسحاق کہتا ہے کہ مروان حاکم مدینہ تھا اور حسن بن علیؑ کے سامنے علیؑ پر برابر لعنت کرتا تھا۔ امام حسنؑ چپ رہتے تھے۔ ایک دن کہلوایا کہ تمھاری مثال خچر کی ہے جس سے کہا جاتا ہے کہ تمھاری ماں کون ہے تو کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے۔ امام حسنؑ نے جواب دیا کہدو: اگر وہ سچ کہتا ہے تو خدا ہمیں معاف کرے اور جھوٹ بکتا ہے تو خدا اس سے بدلہ لے، مروان جسے رسولؐ خدا نے چھپکلی اور چھپکلی کا بچہ کہا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؑ کو اسطرح کیوں گالیاں دیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ ہم بنی امیہ کی حکومت صرف اسی وسیلہ سے باقی رہ سکتی ہے۔ (۲)

۱۳۔ معاویہ نے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ اس کی مذمت میں حدیث رسولؐ بھی مروی ہے (۳) یہ شخص منبر رسولؐ پر بہت زیادہ حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا۔ ارشاد الساری (۴) اور تحفۃ الباری میں ہے کہ اس کا لقب اسی لئے اشدق ہوا کہ بہت زیادہ منبر پر گالیاں بکنے کی وجہ سے اس کے منھ پر لقوہ کا اثر ہو گیا تھا۔ یہ شخص قتل حسینؑ کے وقت بھی مدینہ کا گورنر تھا، جب خبر قتل مدینہ میں شائع ہوئی اور زنان بنی ھاشم نے نوحہ وزاری کی تو اس نے خوشی میں اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ قتل عثمان کے شیون کا بدلہ ہے۔ پھر منبر پر جا کر خبر قتل حسینؑ دی (۵) اور مزار رسولؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے محمدؐ! یہ جنگ بدر کا بدلہ ہے۔ تمام مہاجرین وانصار جو موجود تھے انھوں نے سخت احتجاج کیا۔ اسی سعید نے ابورافع کے فرزند کو محض یہ کہنے پر کہ میں آزاد شدہ پیغمبر ہوں پانچ سو تازیانے مارے اس نے اقرار کیا کہ میں تمھارا آزاد

۱۔ مسند احمد ج۱ ص۱۸۸ (ج۱ ص۳۰۷ حدیث ۱۶۳۴) الآغانی جلد ۱۶ ص۲ (ج۱۷ ص۱۳۷) المستدرک علی الصحیحین ج۱ ص۳۸۵ (ج۱ ص۵۴۱ حدیث ۱۴۱۹) شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۳۶۰ (ج۴ ص۶۹ خطبہ ۵۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص۱۲۷ (ص۱۷۷) الصواعق المحرقہ ص۳۳ (ص۵۵)

۳۔ مسند احمد ج۲ ص۵۲۲ (ج۳ ص۳۳۰ حدیث ۱۰۳۸۵) البدایہ والنھایہ ج۸ ص۳۱۱ (ج۸ ص۳۴۲ حوادث ۶۹ھ)

۴۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۳ ص۳۶۸ (ج۴ ص۴۱۹ حدیث ۱۸۳۲)

۵۔ تاریخ طبری ج۶ ص۲۲۸ (ج۵ ص۴۶۵ حوادث ۶۱ھ) تاریخ کامل ج۴ ص۳۹ (ج۲ ص۵۷۹ حوادث ۶۱ھ)

کردہ ہوں تو اسے چھوڑا۔(۱)

۱۴۔حاکم نیشاپوری نے بطریق طاؤوس یہ روایت نقل کی ہے کہ حجر بن قیس مددی مولا علی کے غلام خاص تھے۔ایک دن حضرت نے اس سے کہا کہ تمھیں حکم دیا جائے گا کہ مجھ پر لعنت کرو،تم لعنت کر دینا لیکن مجھ سے بے تعلق نہ ہونا،تبرا نہ کرنا۔طاؤوس خود گواہ ہیں کہ حجر کو خلیفہ احمد بن ابراہیم اموی نے لعنت علی کا حکم دیا پھر قتل کی دھمکی دی۔حجر نے منبر پر کہا کہ امیر احمد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علی پر لعنت کروں اس لئے تم لوگ بھی اس پر لعنت کرو،خدا اس پر لعنت کرے۔خدا نے سب کی عقل پر پتھر ڈال دیئے تھے کوئی نہ سمجھا کہ حجر کس پر لعنت کر رہے ہیں۔(۲)

معاویہ اور اس کے گورنروں نے اس رسم لعنت کو اس قدر طول دیا کہ بچے بوڑھے ہو گئے۔ابتداء میں تو کچھ لوگ لعنت سے کتراتے تھے،بعض نے اس سلسلے میں سخت اذیتیں بھی جھیلیں،بعض قتل بھی ہو گئے لیکن امویوں نے اس میں اس قدر تندی دکھائی کہ آہستہ آہستہ تمام معاشرے میں رائج ہو گیا۔معاویہ سخت ترین دشمنان علی ہی کو گورنری پر مامور کرتا تھا تاکہ رسم لعنت کو کینہ توزی میں جاری رکھ سکے۔یہ شرم ناک رسم عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک جاری رہی یعنی پورے چالیس سال تک تمام اہم شہر کوفہ،مکہ،مدینہ،بصرہ میں یہ بدعت جاری رہی۔یاقوت نے معجم (۳) میں لکھا ہے کہ تمام اسلامی مملکت میں یہ شرم ناک رسم جاری تھی صرف سیستان اس سے محفوظ رہا،وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی۔لوگ بپھر گئے پھر وہاں والوں نے حکومت سے معاہدہ کر لیا کہ یہاں یہ شرم ناک حرکت نہ کی جائے۔بنی امیہ کے زمانہ میں ستر ہزار منبروں سے حضرت علی پر سب وشتم ہوتا تھا (۴) اور اس کام کو عقیدہ ثابت اور مسلمہ فرض سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے اس شرمناک رسم کو بند کیا تو لوگ سمجھتے تھے

۱۔کامل مبرد ج۲ص۷۵(ج۱ص۴۰۱) الاصابۃ ج۴ص۶۸

۲۔المستدرک علی الصحیحین ج۲ص۳۵۸(ج۲ص۲۹۰ حدیث ۳۳۶۶)

۳۔معجم البلدان ج۵ص۳۸(ج۳ص۱۹۱)

۴۔ربیع الابرار (ج۲ص۱۸۶) العقد الفرید ج۲ص۳۰۰(ج۴ص۱۵۹)

کہ انھوں نے انتہائی غلط اور فحش حرکت کی ہے۔ یہ لعنت کسی حال میں بند نہیں ہونی چاہئے تھی۔

مسعودی کی مروج، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر اور سیوطی کی تاریخ الخلفاء (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے صرف نماز جمعہ میں منبروں سے علیؑ پر لعنت کو بند کیا تھا اور اس کی جگہ پر آیت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس نے علیؑ پر لعنت کرنے والوں کو سزا بھی دی ہو اس کا کوئی ثبوت صفحات تاریخ میں نہیں ہے حالانکہ کہ اسی عمر نے عثمان یا معاویہ کو گالی دینے والے پر تازیانے کی سزا دی تھی (۲) حضرت علیؑ کو گالی دینے کے جرم میں سزا دینے کا کوئی ثبوت نہیں۔ حضرت علیؑ کے فضائل، محاسن، آیات و احادیث میں انکی مدح اور اسلام کیلئے انکی فداکاریاں اگر نظر انداز بھی کردی جائیں تو کیا فقہاء کا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ گالی اور لعنت حرام ہے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینا یا لعنت کرنا حرام ہے۔ (۳)

حضرت علیؑ کی پاک نسل اور قدسی صفات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو کیا وہ مسلمان بھی نہیں تھے؟ کیا عشرہ مبشرہ کی فرد بھی نہیں تھے؟ کیا وہ صحابی بھی نہیں تھے؟ جنکے لئے علماء کا فتوی ہے کہ ان پر لعنت کرنا کفر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص عثمان یا طلحہ یا کسی صحابی رسول کو گالی دے وہ دجال ہے، اسکی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس پر خدا، رسولؐ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (۴) امام احمد بن حنبل (۵) کہتے ہیں: رسول خداؐ کے بعد سب سے بہتر ابو بکر، پھر عمر پھر عثمان اور پھر علیؑ ہیں۔ اس بات پر سب متفق

۱۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۲۰۵) تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۳۰۵) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۸ (ج ۳ ص ۲۵۶ حوادث ۹۹ھ) تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ (ص ۲۲۶)

۲۔ الصارم المسلول ابن تیمیہ ص ۲۷۲ (ص ۵۷۴)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۷ حدیث ۴۸) صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۱۴ حدیث ۱۱۶ کتاب الایمان) سنن ترمذی (ج ۴ ص ۳۱۱ حدیث ۱۹۸۳) سنن نسائی (ج ۲ ص ۳۱۳ حدیث ۳۵۷۱۔۳۵۶۸) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۲۹۹ حدیث ۳۹۴۱۔۳۹۳۹) مسند احمد (ج ۱ ص ۶۳۶ حدیث ۳۶۳۹) سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۰) تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۱۸۵ نمبر ۷۱۶۳) الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۴۶۶) فیض القدیر (ج ۴ ص ۸۴، ۵۰۵، ۵۰۶، مشکاۃ المصابیح (ج ۳ ص ۴۳ حدیث ۴۸۴۸)

۴۔ تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۵۰۹ (ج ۱ ص ۴۴۷)

۵۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۱۸۶ حدیث ۹۳۶)

ہیں اور یہی خلفائے راشدین ہیں۔ انکے بعد جائز نہیں کہ کوئی شخص ان کی برائی کرے۔ جو شخص برائی کرے اسے سزا دی جائیگی، اگر اسرار کرے تو عمر قید کی سزا بھی دی جائیگی تا کہ وہ باز آئے۔ قاضی ابویعلی کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالی دینا کفر ہے۔ یہ تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کوفے کے علماء صحابی کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ابوبکر وعمر کے لئے تو اس سے بھی زیادہ سخت فیصلے ہیں۔ ابویعلی سے پوچھا گیا کہ جو شخص ابوبکر کو گالی دے؟ جواب دیا: وہ کافر ہے۔ سوال ہوا کیا اس کی نماز میت پڑھی جائے گی؟ جواب دیا: نہیں۔ پوچھا گیا: لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ جواب دیا: اسکی لاش چھونا نہیں چاہئے بلکہ لکڑی سے اٹھا کر قبر میں پھینک آنا چاہئے۔(۱)

یہ فتوے تمام علماء کے نزدیک مسلم ہیں۔ تو کیا کوئی بھی انصاف پسند یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ کو گالیاں دیں ان پر یہ احکامات کیوں نہیں نافذ ہوتے؟ جن لوگوں نے یہ شرمناک جرم کیا انھیں کافر اور دجال کیوں نہیں کہا جاتا؟

۱۶۔ معاویہ کی حضرت علیؑ سے جنگ

اس سلسلے میں اگر تمام باتوں سے چشم پوشی کر لی جائے تو اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت امیر المومنینؑ خدا پرست مسلمان تھے اور مسلمان کو آزار پہنچانا اور اس سے جنگ کرنا حرام ہے، آیت ہے کہ جو لوگ مومنین و مومنات کو اذیت دیتے ہیں وہ بہت بڑے بہتان اور گناہ عظیم کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمان کو گالی دینا بد کرداری ہے اور جنگ کرنا کفر ہے۔

اس سلسلے میں معاویہ نے دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھایا، علیؑ کو گالی بھی دی اور خلیفہ وقت سے جنگ بھی کی۔ اولین مسلمان کو اذیت بھی دی، جس کی اذیت رسولؐ کی اذیت کے مترادف تھی۔ جو لوگ

۱۔ الصارم المسلول ص ۵۷۵

رسولؐ خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جس نے رسول کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ خدا اور رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ پھر یہ کہ حضرت علیؑ نص، اجماع اور بیعت مہاجرین و انصار کی بنا پر خلیفہ وقت تھے۔ چند کے سوا تمام صحابہ نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اسلامی حد بندی سے الگ ہو جائے اسکی گردن مار دینے کا حکم ہے، احادیث رسولؐ میں واضح طور سے حکم دیا گیا ہے: جسے دیکھو کہ امت محمدؐ میں افتراق پیدا کر رہا ہے اسے قتل کر دو۔ جو شخص جماعت میں افتراق پیدا کرے اس کی جاہلیت پر موت ہوگی، جہنم میں جائے گا، خدا کے نزدیک اسکی کوئی حجت قابل قبول نہ ہوگی۔ (۱)

ان احکامات کی روشنی میں سوچنا چاہئے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلحانہ بغاوت کر کے اسلامی حکومت کو متزلزل کیا اور خلیفہ وقت کی اطاعت سے سرپیچی کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ کیا۔ ان ارشادات رسولؐ سے معاویہ کی ذمہ داریاں پوری طرح روشن ہو جاتی ہیں اور وہ اسلامی باغی قرار پاتے ہیں۔ جس طرح کہ حالت کفر و شرک میں باطل کے سرغنہ تھے۔ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد جنگ پر مامور فرمایا تھا۔ اسی طرح فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ معاویہ نے عمار کو قتل کیا۔ عمار ہی پر کیا منحصر ہے، کتنے ہی پاک دامن صحابہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
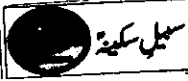
آخر معاویہ کو کس منطق کی بنیاد پر خلیفہ کہا جاتا ہے؟ رسولؐ کی تو حدیث ہے کہ جب دوسرا شخص خلافت کا دعویدار ہو تو اس کی گردن مار دو۔ نیز یہ کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۲) فرمایا کہ میرے بعد بہت سے خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: پھر آپکا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ پہلے کو

۱۔ صحیح بخاری باب السمع والطاعۃ للامام (ج ۲ ص ۲۶۱۲ حدیث ۶۷۲۴) صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۱، ۲۲، ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، حدیث ۵۳، ۵۷، ۶۰ کتاب الامارہ) سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۶، ۱۵۷ مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶ (ج ۲ ص ۵۷۳ حدیث ۷۸۸۴) المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۱۱۷ (ج ۱ ص ۲۰۴ حدیث ۴۰۴۔ ۴۱۰) سنن ترمذی ج ۹ ص ۶۹ (ج ۴ ص ۴۳۵ حدیث ۲۲۲۴) تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۷

۲۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۸ حدیث ۶۱ کتاب الامارہ) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵)

مان لو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ ان احادیث کے علاوہ خود معاویہ کے لئے حدیث ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ (۱) اسکے علاوہ حدیث ہے کہ جو علیؑ سے برسرِ پیکار ہو اسے قتل کر دو خواہ کوئی بھی ہو۔ (۲)

جس وقت علیؑ اور معاویہ میں اختلاف ہوا تو قرآن کی روشنی میں ہی فیصلہ ہونا چاہئے تھا کہ باہم صلح وصفائی کرانی چاہئے تھی۔ اب اگر ان میں کوئی بغاوت کرے تو اس کے خلاف جنگ کرنی چاہئے تھی تا کہ حکم خدا کی طرف واپس آئے (۳)

امام شافعی نے اسی آیت سے باغیوں کے ساتھ جنگ جائز ہونے کا استدلال کیا ہے (۴) اور معاویہ صریحی باغی تھے (۵) محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں کہ اگر معاویہ نے ظالمانہ طریقے سے حضرت علیؑ سے مسلحانہ بغاوت نہ کی ہوتی تو ہم باغیوں سے جنگ کے طریقے معلوم نہ کر پاتے (۶) تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ آیت باغیوں سے جنگ کی دلیل ہے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ مسلمان باغیوں کے لئے یہ بنیادی آیت ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، اسی آیت سے محدثین نے استدلال کیا ہے اور اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسولؐ نے فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ نیز خوارج کے خلاف بھی اسی سے حکم فراہم ہوتا ہے جنھوں نے اصحاب علیؑ کو قتل کیا۔ بنا بریں یہ متفقہ بات ہے کہ حضرت علیؑ امام اور خلیفہ وقت تھے، جس نے آپ سے جنگ کی وہ باغی قرار پائے، ان سے جنگ کرنا واجب تھی۔ (۷)

۱۔ کنوز الدقائق مناوی ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۹) کتاب صفین ۲۴۳۔۲۴۸ (۲۱۶۔۲۲۱) تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸) تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۶۶۵۲) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۴۸ (ج ۴ ص ۳۲ خطبہ ۵۴) تھذیب التھذیب ج ۲ ص ۴۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ کنوز الدقائق ص ۱۲۵ (ج ۲ ص ۱۱۴)　　۳۔ سورۂ حجرات۔ ۹　　۴۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۱

۵۔ کفایۃ الطالب ص ۷۲ (ص ۱۷۳ باب ۳۸)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۰۵ (ج ۷ ص ۳۳۹ حوادث ۳۷ھ)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۳۷۰)؛ کنز العمال (ج ۱۱ ص ۶۱۳ حدیث ۳۲۹۷۰)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۹ (ج ۳ ص ۱۵۰ حدیث ۴۶۷۴)

۶۔ الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۲۶　　۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۱۷ (ج ۱۶ ص ۲۰۸)؛ العواصم والقواصم ص ۱۷۰، ۱۶۸

زیلعی نے نصب الرایہ میں لکھا ہے کہ حق علیؑ کی طرف تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ علیؑ کی طرف تھے، معاویہ والوں نے انھیں قتل کیا۔ ام الحرمین ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنے دور حکومت میں حق پر تھے، جن لوگوں نے ان سے جنگ کی وہ باغی تھے۔ البتہ ان سے حسن ظن کی بنا پر یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے خطائے اجتہادی کی۔ اور امت کا اجماع ہے کہ جنگ جمل اور صفین میں علیؑ حق پر تھے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ بعد جنگ حضرت عائشہ نے ندامت کا اظہار کیا (نصب الرایہ: اولین طباعت میں یہی عبارت تھی لیکن موجودہ طباعت میں تحریف کر دی گئی ہے)(۱)

عائشہ نے صحیح کہا تھا کہ آیت ''وان طائفتان من المومنین اقتتلوا'' سے مسلمانوں کی رعیت میں نے سب سے زیادہ دکھی۔ (۲) خود ام المومنین نے سب سے پہلے اس حکم کی مخالفت کی اور اس کا حکم ضائع کیا اور جاہلی بناؤ سنگھار کر کے گھر سے نکلیں، امام وقت سے جنگ کی پھر شرمندگی میں اس قدر روتی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

اسی دلیل سے امیر المومنینؑ شام والوں سے جنگ کرنا واجب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ دو راستے ہیں یا تو شامیوں سے جنگ کروں یا جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کروں۔ (۳) رسول اکرمؐ نے بھی حضرت علیؑ، عمار، ابوایوب جیسے اصحاب کبار کو مارقین، قاسطین اور ناکثین سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ (۴) اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ معاویہ والے قاسطین میں تھے۔ بنا بریں معاویہ سے جنگ واجب تھی۔ وہی حکم دیتا ہے کہ علیؑ سے جنگ کرو۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے کہ جب باہم

۱۔ نصب الرایہ ج ۴ ص ۶۹؛ الارشاد ص ۳۳۳ (ص ۳۶۵)

۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۲؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۸ حدیث ۲۶۶۴)

۳۔ نہج البلاغہ ج ۱ ص ۹۴ (ص ۸۴ خطبہ ۴۳)؛ کتاب صفین ص ۵۴۲ (ص ۴۷۴)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۵ (ج ۳ ص ۱۲۴ حدیث ۴۵۹۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۲۰۸ خطبہ ۳۵)؛ بحر الذخار ج ۵ ص ۴۱۵ (ج ۶ ص ۴۱۵)

۴۔ مسند شمس الاخبار ص ۳۸ (ج ۱ ص ۱۰۳ باب ۷)؛ مسند ابی یعلی (ج ۳ ص ۱۹۴ حدیث ۱۶۲۳)؛ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۸؛ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۸۷ (نمبر ۷۱۶۵) کفایۃ الطالب ص ۷۰ (ص ۶۹ باب ۳۷)

اختلاف کرو تو قرآن کو حکم بناؤ۔ اس شخص نے حکم خدا اور رسولؐ کے برخلاف اعلان جنگ کردیا۔ حضرت علیؑ نے اتمام حجت کے بطور اسی لئے پہلے اس سے خط و کتابت فرمائی اور کتاب اللہ و سنت رسولؐ کی طرف برابر دعوت دیتے رہے۔(۱) لیکن معاویہ نے قرآن اور سنت کی قطعی پرواہ نہ کی۔ ان واجبی احکام کا ذرہ برابر خیال نہ کیا اور جہنم کا ایندھن بن گیا۔ کیا معاویہ کی فہمائش کے لئے یہ احادیث رسول کافی نہیں تھیں کہ علیؑ کی منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! جو اس کو دوست رکھے تو بھی دوست رکھ۔

جس نے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی۔

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: ایک کتاب خدا، دوسرے اپنی عترت۔

جسے پسند ہو کہ میری جیسی زندگی و موت سے سے ہمکنار ہو اسے علیؑ سے محبت کرنی چاہئے۔

خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ علیؑ ہدایت کا پرچم، منارۂ ایمان، میرے اولیاء کے امام اور میرے تمام اطاعت شعاروں کا نور ہیں۔

صحیفۂ مومن کا عنوان علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے: ان سے جنگ، مجھ سے جنگ اور ان سے صلح، مجھ سے صلح ہے۔

علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

اے علیؑ! تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔

اے علیؑ! تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی نفرت کرے گا حسنین کا ہاتھ تھام کر فرمایا: جو ان سے اور ان کے والدین سے محبت کرے، وہ قیامت میں میرے درجے میں ہوگا۔

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص۴ (ج۵ ص۸ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ج۱ ص۱۹ (ج۳ ص۲۱۰ خطبہ ۴۸)

علیؑ کی منزلت وہی ہے جو میرے بدن کو میرے سر سے ہے۔

اپنی جان کی قسم! جو اہل بیتؑ سے بغض رکھے گا، اسے خدا جہنم میں جھونک دے گا۔

اے علیؑ! خوشا حال اس کا جو تم سے محبت کرے اور تمہارے بارے میں سچ بولے، اس کا ستیاناس ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے بارے میں جھوٹ بولے۔

جو مجھ سے محبت کرے اس کو علیؑ سے محبت کرنی چاہئے۔

اور جس نے علیؑ سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی اور جو مجھ سے نفرت کرے وہ خدا سے نفرت کرتا ہے اور جہنمی ہے۔

علیؑ کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ وارفتہ ذات خداوندی ہیں۔

یہ نیکوں کا امیر اور بدکاروں کا قاتل ہے، اس کا مددگار منصور اور اسے چھوڑنے والا ناکام ہے۔

جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ چالیس احادیث (۱)

یہ امیر المومنینؑ کے متعلق محبت و نفرت کے احکام وارشادات رسولؐ تھے۔ اسی لئے عظیم صحابہ نے معاویہ کی معاندانہ روش کو سخت ناپسند کیا۔ (۲) ابوذر نے حدیث رسولؐ پیش کی: معاویہ جہنم کا کندہ ہے۔ (۳) اور معاویہ نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ عبد الرحمن بن سہل نے معاویہ کی شرابخواری پر نصیحت کی، عمرو عاص نے عمار کی شہادت کے بعد فئیہ باغیہ کی حدیث سنائی، ان کے علاوہ بھی صحابہ نے احتجاج اور غم وغصہ کا مظاہرہ کیا۔ معاویہ کی خباثت نفس کا اندازہ موفقیات بن بکار کی روایت سے ہوتا ہے۔ مطرف بن مغیرہ نے کہا کہ میرے باپ اکثر معاویہ کے یہاں سے آتے تو اس کی ذہانت و ہوشمندی کی تعریف کرتے۔ لیکن ایک دن آئے تو مغموم تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا: آج کی رات

۱۔ مذکورہ حدیثیں اسی کتاب کی جلد ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں موجود ہیں۔

۲۔ مروج الذہب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۴)؛ تذکرۃ الخواص ص ۱۲ (ص ۱۸)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۳۰)

میری بھیانک ترین رات ہے، میں دنیا کے خبیث ترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں، میں نے آج معاویہ سے کہا کہ اگر آپ بنی ہاشم کے ساتھ صلہ رحم کرتے تو بہتر ہوتا۔ اس کمینے نے جواب دیا کہ افسوس! ابوبکر نے منصفانہ حکومت کی، انہیں کیا ملا؟ عمر نے انصاف کیا، کیا ملا؟ میرے بھائی عثمان نے تو خوش کرداری کی حد کردی لیکن ان کے ساتھ برابرتاؤ ہوا لیکن یہ بنی ہاشم تو ہر پانچ وقت اپنی برتری کا اعلان کراتے ہیں ''اشھد ان محمد رسول الله''۔(۱)

معاویہ کے گستاخانہ خطوط جو اس نے امیرالمومنینؑ کے لکھے، انہیں پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عصبیت میں کفر کی حدوں سے بہت آگے نکل گیا تھا۔(۲) معاویہ شجرہ ملعونہ کی فرد اور علیؑ صدیق اکبر و فاروق اعظم اور یعسوب الدین تھے۔(۳) علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ تھا(۴) علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔(۵)

ایسی ہزاروں احادیث رسولؐ ہیں، اس طاغی کو نام علیؑ سے چڑھ تھی۔ عبداللہ بن عباس کے یہاں لڑکا ہوا، علیؑ اسے دیکھنے گئے، گود میں لے کر پوچھا: کیا نام رکھا؟ ابن عباسؓ نے کہا: میں آپ پر سبقت کیسے کرسکتا ہوں۔ فرمایا: میں نے علی نام رکھا اور کنیت ابوالحسن۔ کچھ دن بعد معاویہ نے ابن عباس سے کہا کہ میں نے اس کی ابومحمد کنیت رکھی۔ علی کے نام سے مت پکارنا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے علی نام کے اپنے بچوں کا نام بدل دیا تھا۔(۶) کیونکہ بنی امیہ علی نام کے بچوں کو قتل کردیتے تھے۔(۷)

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۳۴۱ (ج۳ص۴۹)

۲۔ وسارے خطوط شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۳ص۴۱، ۴۱۲، ۴۲۸؛ ج۴ص۵۰، ۵۱، ۲۰۱ (ج۱۵ص۸۲، ۸۷، ۱۸۶؛ ج۱۶ص۱۳۵، ۱۳۴؛ ج۱۷ص۲۵۳، ۲۵۲)

۳۔ الحاوی للفتاوی سیوطی (ج۲ص۱۹۶)

۴۔ مستدرک حاکم ج۳ص۱۲۴ (ج۳ص۱۳۴ حدیث ۴۶۲۸)؛ المعجم الاوسط طبرانی (ج۵ص۴۵۵ حدیث ۴۸۷۷)؛ صواعق محرقہ ص۴۷، ۷۵ (۱۲۴، ۱۲۶)؛ الجامع الصغیر ج۲ص۱۴۰ (ج۲ص۱۷۷ حدیث ۵۵۹۴)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ (ص۱۶۲)؛ فیض القدیر ج۴ص۳۵۶

۵۔ مناقب خوارزمی (ص۱۷۶ حدیث ۲۱۴) فرائد السمطین (ج۱ص۱۷۷ حدیث ۱۴۰)

۶۔ کامل مبرد ج۲ص۱۵۷ (ج۱ص۴۹۷)

۷۔ تہذیب التہذیب ج۷ص۳۱۹ (ج۷ص۲۸۱)

۱۷۔ فرزند جگر خوارہ کی تباہ کاریاں

۱۔ جب علیؑ کی فوج کے سپاہی نعیم بن صہیب جنگ صفین میں قتل ہوئے تو ان کا چچیرا بھائی نعیم بن حارث معاویہ سے بولا کہ اسے مجھے بخش دیجئے تا کہ دفن کروں۔ معاویہ نے کہا: اسے دفن ہونے کا حق نہیں کیونکہ عثمان کو بھی دفن نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ نعیم نے کہا: اگر اجازت نہیں دو گے تو تمہیں چھوڑ کر علیؑ کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ مجبور ہو کر معاویہ نے اجازت دی اور اس نے دفن کیا۔ (۱)

۲۔ عبداللہ بن بدیل قتل ہوئے تو معاویہ کے ساتھ ابن بدیل کے دوست عبداللہ بن عامر بھی سر ہانے پہونچے۔ ابن عامر نے ابن بدیل کی لاش کو ڈھانپ کر مغفرت کی دعا کی۔ معاویہ نے کہا: چہرہ کھولو ۔ ابن عامر نے کہا: بخدا! جب تک جان میں جان ہے ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ اس کا مثلہ کیا جائے۔ معاویہ نے کہا: چہرہ کھولو، مثلہ نہیں کروں گا، میں نے تمہیں بخش دیا۔ (۲)

ابو جعفر بغدادی المحبر میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ جسے بھی دین علیؑ پر پاؤ اسے قتل کر دو اور اس کی لاش کا مثلہ کر کے پارہ پارہ کر دو۔ (۳)

۳۔ معاویہ نے نذر مانی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کی عورتوں کو کنیز بنائے گا اور جن عورتوں نے جنگ صفین میں اس کے خلاف جنگ کی تھی انھیں قتل کرے گا۔ اس سلسلے میں خالد بن معمر کے اشعار بھی ہیں۔ (۴)

۴۔ بارودی لکھتا ہے کہ عمیر بن قرہ صحابی رسولؐ جنگ صفین میں معاویہ کے خلاف سخت جنگ کر رہے تھے، معاویہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر قبضے میں آ گئے تو ان کے کان میں تانبہ پگھلا کر ٹپکاؤں گا۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۹۳ (ص ۲۵۹)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴ (ج ۱۵ ص ۲۶ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۹ (ج ۵ ص ۲۰۷ خطبہ ۶۵)

۲۔ کتاب صفین ص ۲۷۷ (ص ۲۴۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۷ خطبہ ۶۵)

۳۔ المحبر ص ۴۷۹

۴۔ کتاب صفین ص ۲۳۱ (ص ۲۹۴) ۵۔ الاصابہ ج ۳ ص ۳۵ (نمبر ۶۰۵۲)

یہ جگر خوارہ کے وہ بعض کرتوت ہیں جو جنگ صفین میں سرزد ہوئے۔ کیا یہی دین اسلام کا تقاضہ ہے کہ اگر خلیفہ وقت کی حمایت میں قتل ہوجائے تو اس کو دفن ہونے کا حق نہ رہے؟ کیا مخالف کا مثلہ اور اس کی لاش کو پارہ پارہ کرنا سابقین اولین صحابہ کا بھی شعار رہا ہے؟ رسولؐ خدا نے تو جانور کی لاش کو بھی پارہ پارہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(۱)

آخر کس دلیل سے جگر خوارہ کا فرزند، علیؑ والوں کی لاش کا مثلہ جائز سمجھتا تھا؟ معصیت کی نذر ماننا تھا؟ عورتوں کو کنیزی میں لینے کا عہد کرتا تھا؟ جب کہ حرام نذر کا پورا کرنا روا نہیں۔(۲)

۱۸۔ ناروا تہمتیں

معاویہ کے شرمناک پاپ ہمارے آپ کے اندازوں سے باہر ہیں۔ اس نے حضرت علیؑ سے جنگ اور ان پر سب و شتم کو کس دل سے جائز سمجھا ہوگا؟ لیکن اس نے تو اتہام طرازیوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں، ایک تو حضرت علیؑ کو ملحد کہا اور دوسرے یہ کہ علیؑ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حالانکہ علیؑ کی تلوار ہی سے اسلام قوی ہوا اور نماز برپا ہوئی، ان کی نماز کی خدا نے مدح کی۔ وہ سادہ لوح عوام کو سمجھاتا تھا کہ علیؑ کا اسلام پر ایمان نہ تھا اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ معاویہ ہر تقریر کے بعد کہتے:

خدایا! ابوترابؑ ملحد ہوگیا ہے، تیری راہ لوگوں پر بند کردی ہے اس لئے اس پر لعنت کر بدترین لعنت ،اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھا۔ اور یہ حکمنامہ تمام گورنروں کو لکھ بھیجا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے

۱۔ المعجم الکبیر طبرانی (ج۱ص۱۰۰ حدیث ۱۶۸)؛ نصب الرایۃ ج۳ص۱۲۰؛ شرح السیر الکبیر سرخسی ج۱ص۷۸؛ صحیح بخاری باب ما یکرہ من المثلۃ (ج۵ص۲۱۰۰ حدیث ۵۱۹۶)

۲۔ صحیح بخاری ج۹ص۲۴۵، ۲۴۶ (ج۶ص۲۴۶۳ حدیث ۶۳۱۸ ص۲۴۶۴ حدیث ۶۳۲۲)؛ سنن ترمذی ج۱ص۲۸۸ (ج۴ص۸۸ حدیث ۱۵۲۶)؛ سنن ابن ماجہ ج۱ص۶۵۳ (ج۱ص۶۸۷ حدیث ۲۱۲۶)؛ سنن ابی داؤد ج۲ص۷۸ (ج۳ص۲۳۳ حدیث ۳۲۸۹)؛ سنن نسائی ج۷ص۱۷ (ج۳ص۱۳۴ حدیث ۴۷۴۹، ۴۷۵۰)؛ سنن بیہقی ج۱۰ص۷۵

اسے بند کیا۔(۱)

ابن مزاحم لکھتا ہے کہ جنگ صفین میں ایک کالا جوان معاویہ کی فوج سے نکلا اور دین عثمان پر ہونے کا اعلان کر کے مبارز طلب ہوا، پھر حضرت علیؑ کو گالیاں دینے لگا۔ ہاشم مرقال نے اس سے کہا کہ خدا سے ڈرو، اسے کیا جواب دو گے؟ وہ بولا: میں تم لوگوں سے اس لئے جنگ کر رہا ہوں کہ میرے امیر معاویہ نے کہا ہے کہ تمہارا امیر نماز نہیں پڑھتا، اس نے میرے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہاشم نے کہا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب، انہیں تو اصحاب رسولؐ اور اساتذۂ قرآن نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ بدعتیں کرتے تھے اور دین محمدؐ بدل رہے تھے پھر سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ میرا امیر سابق الاسلام اور سب سے پہلا نمازی ہے۔ سب سے زیادہ دین خدا کا واقف کار اور پیغمبرؐ کا قریب ترین رشتہ دار تھا۔ وہ جوان بولا: میرے بھائی! تم مرد صالح معلوم ہوتے ہو اور میں گناہ میں مبتلا تھا، اب میں خدا سے توبہ کرتا ہوں اور میدان سے چلا گیا۔ ایک شامی نے کہا کہ اس عراقی نے تمہیں دھوکا دیا۔ جواب دیا: نہیں، اس عراقی نے میری خیر خواہانہ نصیحت کی۔(۲)

معاویہ نے پوری عمر علیؑ پر تہمت لگائی اور جب ابن عباس سے بعد شہادت امیر المومنینؑ ملاقات کی تو کہا کہ اس خدا کا شکر جس نے علیؑ کو قتل کیا۔

آخر یہ کمینہ کس خدا کا شکر ادا کر رہا ہے، کیا اس کا جس نے علیؑ کو ولایت عطا کی ہے اور جس کی طہارت کا قرآن میں اعلان کیا ہے، جس نے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا وصی بنا دو؟ کیا کوئی مسلمان جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے، قتل علیؑ پر خوش ہوگا اور خدا کا شکر ادا کرے گا؟ جی ہاں! یہ وہی کرے گا جو خدا کے بجائے ہبل کو مانتا ہو۔

فرزند جگر خوارہ کی باغیانہ روش کا دوسرا بہانہ یہ تراشا جاتا ہے کہ انہوں نے خون عثمان کا بدلہ لیا اور عثمان کا خون علیؑ کی گردن پر تھا۔ اس سلسلے میں کچھ باتیں پیش نظر رہنی چاہئے:

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۳۵۶ (ج۴ ص ۵۶، ۵۷ خطبہ ۵۶)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۰۲ (ص ۳۵۴)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴ (ج ۵ ص ۴۳ حوادث ۳۷ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۳۸۴ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۸ ص ۳۶، ۳۵ خطبہ ۱۲۴)

۱۔ اول یہ کہ معاویہ خود واقعہ قتل کے شاہد نہیں ہیں بلکہ ان کی مدد کرنے میں کوتاہی کی تاکہ خون بہے تو یہ بہانہ بنا کر اپنا اقتدار مضبوط و وسیع کریں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ حضرت امیر المومنینؑ قتل عثمان کے موقع پر مدینہ سے باہر تھے، اس لئے قتل میں ان کے شریک ہونے کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے، نہ ان کی حمایت میں نہ ان کی مخالفت میں، کسی قسم کی جد وجہد نہیں کی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ عثمان کے قاتل نے تو خود اقرار کیا ہے کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، یہاں وادی السباع میں رہ کے عثمان کو قتل کر دیا۔(۱)

جرجانی کہتے ہیں کہ جب عمرو عاص نے مصر کے بدلے معاویہ کی حمایت کی اور عہد نامہ بھی تحریر ہو گیا تو معاویہ نے اس کے سامنے سیاسی حالات پیش کر کے مشورہ طلب کیا۔ عمرو عاص نے کہا: محمد بن حذیفہ کو قتل کرا دو، شہنشاہ روم سے تحفہ بھیج کر صلح کر لو، اب رہ گئے علیؑ تو ان کی عراق کے معززین نے بیعت کر لی ہے، شام کے لوگوں کو تم نے علیؑ کے خلاف کر کے اچھا نہیں کیا ہے، اب تمہیں شامیوں کے رئیس شرجیل بن سمط کندی کو فریب دے کر علیؑ کا مخالف بنانا ہوگا۔ معاویہ نے اسے حمص میں خط لکھ کر ہم خیال بنانا چاہا، تھوڑی سی عیاری کے بعد یہ معاملہ بھی پٹ گیا۔ جب شرجیل شام آیا تو شامیوں نے زبردست استقبال کیا۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ علیؑ نے جریر کو بھیج کر مجھ سے بیعت لینی چاہی ہے، علیؑ بہترین امت تھے اگر انہوں نے عثمان کو قتل نہ کیا ہوتا۔ اب میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ شرجیل نے غور کرنے کی مہلت مانگی تو معاویہ نے اپنے آدمی لگا دیئے تاکہ معاویہ کا ہم خیال بنائیں۔ شرجیل نے جریر سے ملاقات کر کے قتل عثمان کے متعلق مناظرہ کیا، آخر شرجیل علیؑ کا مخالف ہو گیا اور جھوٹی گواہیوں اور اتہام طرازیوں کے بل پر معاویہ نے شام والوں کو حضرت علیؑ کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا۔(۲)

۱۔ تاریخ طبری ج۵ ص۲۳۴ (ج۴ ص۵۶۰)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۹،۵۷ (ص ۴۴،۵۱)؛ استیعاب ج۱ ص۵۸۹ (القسم الثانی ص۷۰۰ نمبر ۱۱۶۸)؛ اسد الغابہ ج۲ ص ۳۹۲ (ج۲ ص۵۱۴ نمبر ۲۳۱۰)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۱۹ (ج۲ ص۳۶۰ حوادث ۳۶ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص ۱۳۹، ۲۴۹، ۲۵۰ (ج۲ ص۷۳،۷۱ خطبہ ۲۶؛ ج۳ ص۸۳،۷۹ خطبہ ۴۳)

۴۔ عثمان کو مہاجرین وانصار نیز معزز ترین اصحاب رسولؐ نے اس لئے قتل کیا کہ وہ امت اسلامی کو قرآن وسنت سے منحرف کر رہے تھے، اس لئے ان کا خون مباح سمجھا گیا۔ اس بنا پر کسی کو بھی ان کا قصاص لینے کا حق نہیں تھا۔ اس حقیقت کو حضرت علیؑ، (۱) ہاشم مرقال (۲) اور عمار یاسر (۳) جیسے عظیم صحابہ نے واضح کر دیا ہے۔

۵۔ امیر المومنینؑ کی سپاہ میں ایسے بھی عظیم اصحاب تھے جن کا قتل عثمان سے کوئی تعلق نہ تھا پھر آخر کس دلیل سے معاویہ نے حضرت علی سے جنگ کی؟

۶۔ پھر یہ کہ خود معاویہ کسی طرح بھی خون عثمان کے ولی نہ تھے۔

شرعی لحاظ سے ان کا قصاص فرزندان عثمان کو طلب کرنا چاہئے تھا، وہ خلیفہ وقت سے دادخواہ ہوتے تو فیصلہ ہوتا۔ البتہ معاویہ قصاص طلب کرتے اپنے بھائی حنظلہ کا، عتبہ کا ولید بن عتبہ کا، عاص بن سعید کا جن کے قاتل حضرت علیؑ تھے لیکن معاویہ ایسا نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس میں مسلمان ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ البتہ خون عثمان قصاص طلب کیا کیونکہ جاہلی عہد میں قصاص فرزندوں کے علاوہ دور کا رشتہ بھی طلب کرسکتا تھا معاویہ عثمان کے دور ہی کے رشتہ دار تھے۔

۷۔ معاویہ کو چاہئے تھا کہ پہلے علیؑ کی بیعت کر کے وحدت معاشرہ میں شامل ہوتے پھر قصاص کا دعوی رکھتے، خود حضرت علیؑ نے بھی ایک خط میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔ (۴)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱ ص ۹۱)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۴ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ کامل مبرد ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۰۲ (ص ۳۵۴)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۴۳ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۸ ص ۳۵ خطبہ ۱۲۴)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۳۸۴ حوادث ۳۷ھ)

۳۔ کتاب صفین ص ۳۶۱، ۳۶۹ (ص ۳۱۹، ۳۲۶)؛ تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۱ (ج ۵ ص ۳۹ حوادث ۳۷ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۳ (ج ۲ ص ۳۸۰ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۵۰۴ (ج ۵ ص ۲۵۲ خطبہ ۶۵)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۶۶ (ج ۷ ص ۲۹۶ حوادث ۳۷ھ)؛ جمہرۃ الخطب ج ۱ ص ۸۱ (ج ۱ ص ۳۵۷ خطبہ ۲۲۵)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۸۸ (ج ۱ ص ۹۲)؛ کامل مبرد ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳)

۸۔ معاویہ سے قبل طلحہ وزبیر نے بھی زوجہ رسول کو ساتھ لے کر یہی ڈرامہ کیا تھا۔ حضرت علی نے انہیں یہی سمجھایا کہ عثمان کے فرزند ہیں، یہ حق انہیں پہونچتا ہے۔ حضرت تو خود ہی فرماتے تھے کہ دو ہی راستے ہیں یا ان سے جنگ کروں یا کافر ہو جاؤں۔

۹۔ قصاص کے سلسلے میں خلیفہ وقت کی اطاعت بہر حال امت کی ہر فرد پر واجب تھی لیکن معاویہ کو خواہش نفس نے اندھا بہرا بنا دیا تھا اور اس بارے میں اس نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی۔

۱۰۔ قاتلین عثمان کے بارے میں اختلاف ہے، جن پر الزام ہے ان میں جبلہ بن ایہم، کبیرہ سکونی، کنانہ بن بشر، سودان بن حمران، رومانی یمانی، یسار بن غلباض۔ ان میں سے کوئی بھی علی کی فوج میں نہ تھا۔ اگر اسباب کو دیکھا جائے تو تمام مہاجرین وانصار ان کے قتل میں شریک تھے، خود حضرت علی نے اپنے کو قتل عثمان سے بری قرار دیا ہے۔ لیکن معاویہ نے جھوٹ اور بہتان کی حد کرتے ہوئے حضرت علی اور ان کے طرفداروں کو قاتلین عثمان میں ہونے کا بھرپور پروپگنڈہ کیا۔

۱۹۔ معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا ''عذر لنگ''

معاویہ کے عفونت خیز اور بھیانک ترین اقدامات اور حضرت علی کے خلاف ان کی مسلحانہ بغاوت کے متعلق جو عذر تراشے گئے وہ آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لئے۔ اب آیئے ذرا آخری گھار کا بھی تجزیہ کر لیجئے جسے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے، یہ ان کی اپنی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ ابن حزم، ابن تیمیہ، اور ابن کثیر کے چبائے ہوئے لقمے ہیں جسے انھوں نے بنا سجا کر اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں: اھل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی و معاویہ کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ اس لئے نہیں تھی کہ معاویہ نے علی سے حق خلافت چھیننا چاہا تھا، کیونکہ یہ بات تو ثابت ہیکہ خلافت حضرت علی ہی کا حق تھا۔ یہ فتنہ خلافت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ اس لئے پیدا ہوا کہ معاویہ اور ان کے ساتھی علی سے قاتلین عثمان کو طلب کر رہے تھے، کیونکہ معاویہ عثمان کے چچیرے بھائی تھے۔ حضرت علی نے اس سے انکار کیا،

وجہ یہ تھی کہ انھیں گمان ہوا کہ فوراً حوالے کر دیا جائے گا تو چونکہ ان کے قبیلے بہت زیادہ ہیں اور حضرت علیؑ کی فوج میں گھل مل گئے ہیں اس لئے سخت بد امنی پھیلے گی اور خلافت کا انتظام متزلزل ہو جائے گا۔
ظاہر ہے کہ ابتداً میں خلافت کو استحکام واستواری نہیں حاصل تھی، اس لئے حضرت علیؑ نے سوچا کہ جب تک خلافت مستحکم نہ ہو جائے اس معاملے کو ٹالنا زیادہ قرین صواب ہے، جب قومی وحدت استوار ہو جا ئے تو یکایک قاتلین عثمان کو پکڑ کر حوالے کر دیا جائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب جنگ جمل میں آواز دی گئی کہ قاتلان عثمان فوج سے الگ ہو جائیں تو بعض نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلحانہ بغاوت کا ارادہ کر لیا، اکثر لوگ قتل عثمان کے ھم خیال تھے، چنا نچہ ایام محاصرہ میں صرف مصری افراد کی تعداد سات سو، ہزار یا پانچ سو تھی، کوفہ وبصرہ کے لوگوں کو ملا کر تعدا دوس ہزار تک پہونچ جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ نے انھیں حوالے کرنے سے پہلو تہی برتی کیو نکہ معاملہ سخت دشوار تھا۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بلوائیوں نے عثمان کو تاویل فاسد کی بناء پر قتل کیا ہو کیونکہ عثمان نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تھا۔ جیسے مروان کا معاملہ جوان کا پت تھا اور پیغمبرؐ نے اسے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا مگر عثمان نے بلا کر اسے اپنا داماد بنا لیا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنا دیا تھا، محمد بن ابی بکر، محض نا واقفیت میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ عثمان کا خون بہانا جائز ہے۔ یہ قول امام شافعی ہے لیکن میری بات زیا دہ قابل اعتماد ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے، ان کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ ان سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوتا۔ (۱)
انھیں حجت تمام کرنے کے بعد قتل نہیں کیا گیا، انھیں ہزاروں مصری، کوفی وبصری لوگوں نے قتل نہیں کیا، تمام ملک ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ تھا، پاک نفس اور نیک لوگوں نے ان پر تنقید نہیں کی تھی، اول دن ہی سے قاتلین مجہول نہیں بلکہ معروف تھے، مہاجرین وانصار قتل میں شریک نہیں تھے۔

(۱) الصواعق المحرقہ ص ۱۲۹، ۲۱۶)

مدینہ والوں نے دوسرے شہروں میں خط لکھکر دین محمدیؐ کی تباہی کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، طلحہ، زبیر، عائشہ اور عمرو عاص تمام لوگوں سے زیادہ قتل عثمان میں کوشاں نہیں تھے، دنیا نے عثمان کا طلحہ کے خلاف احتجاج بھی نہیں سنا تھا، سعد نے مدد نہ کرنے کا اقرار بھی نہ کیا تھا، تین روز تک عثمان کی لاش مزبلہ پر بھی پڑی نہیں رہی، طلحہ وزبیر نے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا بھی نہیں تھا، امام وقت حضرت علیؑ کو درگذر کرنے کا حق بھی نہیں تھا، جس طرح عثمان نے ہرمزان وجفینہ کے قتل میں عبیداللہ کو معاف کردیا تھا، چند معززترین صحابہ نے گواہی بھی نہیں دی تھی کہ عثمان کا خون معاویہ کی گردن پر ہے، عثمان کا ولی معاویہ کے سوا کوئی تھا بھی نہیں، اور معاویہ خود واقعہ قتل کے عین گواہ بھی تھے؟

ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ معاویہ کی مسلحانہ بغاوت حکومت ہتھیانے کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہتے تھے، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آزاد کا قصاص طلیق کو لینے کا حق ہے۔ ٹھیک ہے تمام حادثات یونہی پیش آئے تھے جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے لیکن کوئی ابن حجر سے پوچھے کہ کیا معاویہ کی مخالفت ودشمنی امام وقت کے خلاف نہیں تھی؟ کیا ایسے خلیفۂ وقت کے خلاف نہیں تھی جسے نص اور اجماع کے ساتھ ساتھ عظیم اصحاب رسولؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا؟ کیا ان کی مسلحانہ بغاوت اسلامی حکومت کو متزلزل نہیں کررہی تھی؟ کیا الٰہی سیاست کی تحقیر وتذلیل نہیں ہوئی؟

معاویہ خلیفہ نہیں تھے، نہ ان کی بیعت ہی ہوئی تھی، بلکہ وہ صرف ایک پچھلے خلیفہ کے معین کئے ہوئے ایک گورنر تھے۔ اس بنا پر جو بیعت مدینہ میں منعقد ہوئی اس کی اطاعت شام کے گورنر پر لازم تھی۔ خود امیرالمومنینؑ نے خط میں لکھا تھا کہ اگر تم شام کی گورنری چاہتے ہو تو آ کر جدید تقرری کا پروانہ لے جاؤ۔ یہ سب کچھ بھی نہ ہوا؟

وفود کی کہانی

پہلا وفد:

اول ذی الحجہ ۳۶ھ میں حضرت علیؑ نے بشیر ابن عمرو، سعد ابن قیس اور شبث ابن ربعی پر مشتمل

ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس شخص کو دین خدا، فرمانبرداری اور جماعت سے وابستگی کی دعوت دینا۔ معاویہ کے پاس پہنچ کر بشیر ابن عمرو نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ اے معاویہ! دنیا زائل ہو نے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، اللہ تمھارے عمل کا محاسبہ کریگا اور اسی کے مطابق برتاؤ کرے گا، میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور خون بہانے سے باز آؤ۔

معاویہ نے بشیر بن عمرو کی بات کاٹ کر کہا کہ کیا یہی بات تم نے اپنے امام سے کہی؟ ہے بشیر نے جواب دیا: میرا امام تمھاری طرح نہیں ہے، وہ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار اور فضیلت، سبقت اسلامی اور قرابت رسول کا حامل ہے۔ معاویہ نے کہا کہ علیؑ کیا کہتے ہیں؟ بشیر نے کہا کہ وہ تمھیں تقوائے الٰہی کی دعوت دیتے ہیں، تمھیں اپنے ابن عم کی بات ماننا لازم ہے۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم خون عثمان رائیگاں نہیں جانے دینگے۔

اس کے بعد شبث ابن ربعی نے تقریر کی، حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا: اے معاویہ! تم نے بشیر کا جو جواب دیا اسے ہم نے خوب سمجھا، تمھارا مقصد ہم سے پوشیدہ نہیں، تم ہر وسیلے سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہو، خون عثمان کے بہانے کچھ پست لوگ تمھارے ہم خیال ہوگئے ہیں حالانکہ عثمان کی مدد کرنے میں ٹال مٹول دکھائی تاکہ تم اس خون کا بہانہ بنا کر اقتدار حاصل کرسکو، لیکن اسے سمجھ لو کہ بہت سی آرزوؤں میں خدا خارج ہوجاتا ہے، تم نے اپنی امید کے حصول میں غلطی کی ہے، تم بدترین عرب! اگر تم تمناؤں میں کامیاب ہوگئے، تو جہنم واصل ہوگے اے معاویہ! خدا سے ڈرو، اور اپنا مطالبہ چھوڑو، حقدار سے جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ اے عربی! تو نے جھوٹ بولا اور میری ملامت کی، تو بددماغ ہے، میرے سامنے سے دور ہو جا، اب میرے اور تمھارے درمیان صرف تلوار ہی فیصلہ کریگی۔ وفد نے واپس آکر حضرت علیؑ سے ساری روداد سنادی۔(۱)

۱۔ تاریخ طبری ج۵ ص۲۴۲ (ج۴ ص۵۷۳ حوادث سنہ ۳۶) تاریخ کامل ج۳ ص۱۲۴ (ج۲ ص۳۶۵ حوادث سنہ ۳۶ھ) البدایہ والنھایہ ج۷ ص۲۵۶ (ج۷ ص۲۸۵ حوادث سنہ ۳۶ھ) تاریخ طبری ج۶ ص۳ (ج۵ ص۵۷ حوادث سنہ ۳۸ھ) کامل ابن اثیر ج۳ ص۱۲۴ (ج۲ ص۳۶۷ حوادث سنہ ۳۷ھ) البدایہ والنھایہ (ج۷ ص۲۸۶ حوادث سنہ ۳۷ھ)

دوسرا وفد:

محرم ۳۷ھ میں بھیجا، جب فریقین نے جنگ روک کر صلح وصفائی کی بات شروع کی، حالانکہ اس کا فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت علیؑ نے عدی ابن حاتم، یزید ابن قیس، شبث ابن ربعی اور زیاد ابن حنظلہ کو معاویہ کے پاس بھیجا:

عدی ابن حاتم نے کہا کہ ہم تمھارے پاس وحدت کلمہ اور اتحاد ملت کی دعوت دینے آئے ہیں تاکہ خون نہ بہے اور امن پیدا ہو، کہیں تم۔ جنگ جمل کا منظر نہ بھگتنا پڑے۔ معاویہ نے کہا کہ تم میرے پاس صلح کے بجائے دھمکانے آئے ہو، میں حرب کا بیٹا ہوں جسے ڈرایا نہیں جاسکتا تم ہی لوگوں نے عثمان کو قتل کیا، اب میری تمنا ہے کہ ان کے بدلے میں تم لوگوں کو قتل کروں۔

شبث ابن ربعی اور زیاد نے معاویہ سے کہا کہ ہم تمھارے پاس صلح کی بات لیکر آئے ہیں اور تم مہمل باتیں کرنے لگے، کچھ مفید باتیں کرو۔ اس وقت یزید ابن قیس نے کہا کہ ہم تمھارے پاس دوٹوک جواب لینے کیلئے بھیجے گئے ہیں، تم پر اچھی طرح واضح ہے کہ فضائل ومحاسن میں کوئی بھی علیؑ کا ہم پلہ نہیں، تم سے علیؑ کا کوئی مقابلہ نہیں، اے معاویہ علیؑ کی مخالفت نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ تم وحدت قومی کی جو بات کر رہے ہو یہ میرے پاس ہے، میں تمھارے امام کی پیروی نہیں کرسکتا کیونکہ اس نے عثمان کو قتل کیا اور قاتلوں کو پناہ دی ہے، تم قاتلوں کو ہمارے حوالے کردو تاکہ عثمان کے بدلے میں انھیں قتل کردوں پھر تمھاری قومی وحدت کی پیش کش قبول کرلوں گا، شبث نے کہا۔ کیا تم اس بات کو پسند کروگے کہ عمار کو تمھارے حوالے کیا جائے کہ انھیں قتل کردوں معاویہ نے کہا: کیا ہرج ہے، میں تو عمار کو غلام عثمان کے بدلے میں قتل کردوں۔

شبث نے کہا: خدائے زمیں وآسمان کی قسم! تم نے انصاف نہیں کیا، جب تک تمھارے بہت سے لوگ خاک وخون میں نہیں لوٹے تم عمار پر قابو نہیں پاسکوگے، معاویہ نے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو دنیا تم لوگوں پر اندھیر ہوجائیگی۔

جب یہ وفد معاویہ کے پاس سے چلا آیا تو معاویہ نے زیاد کو آدمی بھیج کر بلوایا اور کہا کہ علی علیہ

السلام نے قطع رحم کیا اور قاتلان عثمان کو پناہ دی، اس لئے میں تم سے اور تمھارے قبیلے سے مدد کی بھیک مانگتا ہوں، میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اگر کامیابی ملی تو تمھیں کوفے یا بصرے کا گورنر بنادونگا۔

زیاد کا بیان ہے کہ معاویہ کہہ چکے تو میں نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ میں خدا کے روشن راستے پر ہوں اور اس نے مجھ پر انعام کیا ہے، میں کبھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ کہکر میں چلا آیا۔(۱)

ابن دیزیل کی روایت ہے کہ عراقی اور شامی قاریان قرآن کا آمنا سامنا ہو جو لگ بھگ تیس ہزار تھے۔ عراقیوں میں عبیدۂ سلمان، علقمہ ابن قیس، عامر ابن قید اور عبداللہ ابن عتبہ تھے، یہ لوگ معاویہ کے پاس گئے اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ معاویہ نے کہا: عثمان کا بدلہ اور علی علیہ السلام سے لونگا۔ پوچھا گیا: کیا انھوں نے قتل کیا ہے؟ جواب دیا: ہاں، انھوں نے قتل کیا ہے اور قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ ان لوگوں نے واپس آکر حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا تو مولا نے فرمایا وہ جھوٹا، ہے تم بھی جانتے ہو کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا کہ انھوں نے قتل تو نہیں کیا ہے لیکن قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بخدا! میں نے نہ قتل کیا نہ حکم دیا ہے جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اگر علی علیہ السلام سچے ہیں تو ان کی فوج میں جو قاتلان عثمان ہیں ان سے بدلہ لے لیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے قرآن وحدیث سے استنباط کر کے عثمان کو قتل کیا ہے، ان پر میرا قابو نہیں۔ معاویہ نے کہا کہ پھر ہمارے مشورے کے بغیر وہ خلیفہ کیسے ہو گئے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجرین وانصار اور بدریوں نے میری بیعت کی، اس وقت بدری اصحاب صرف میرے ساتھ ہیں، دیکھو تم اپنے نفسوں کو دھوکہ مت دو۔(۲)

یہاں قابل ملاحظہ بات یہ ہے کہ وہ جبار وسرکش حق کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ نہیں، نہ وحدت قومی، نہ اطاعت خلیفہ وقت، نہ مہاجرین وانصار، اصحاب بدر کی عظمت۔ کس ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ جس وحدت قومی کی تم گہار مچارہے ہو وہ میرے پاس ہے، میں تمھارے رہبر کی اطاعت نہین کروں گا حالانکہ

۱۔ البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷ حوادث سنہ ۳۷ ھ)

۲۔ امروج الذھب ج ۲ ص ۱۷ (ج ۳ ص ۴۲)

جس وحدت قومی کو اپنے پاس بتا رہا ہے وہ مدینہ میں دست حضرت علیؑ پر واقع ہوئی تھی ۔ معاویہ کو شام والوں پر ناز تھا جنھیں اونٹ اور اونٹنی کی تمیز نہیں تھی ۔(۱)

فرزند جگر خوارہ کو آخر خلافت سے کیا سروکار؟ کیا ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں خلافت منعقد ہوگی؟ پھر وہ چاہتا ہے کہ علیؑ خلافت سے دستبردار ہو جائیں ۔ابن حجر کے دعوی کے مطابق اگر وہ خلافت کے لئے جنگ نہیں کر رہا تھا تو آخر یہ تماشے کیا ہیں؟

وہ شبث بن ربعی سے کہتا ہے کہ اگر عمار ہاتھ آجائیں تو انھیں عثمان ہی نہیں ان کے غلام کے بدلے قتل کروں ۔ کیا اس نے عمار کی فضیلت میں احادیث رسولؐ نہیں سنی تھیں کہ عمار سرتا پا ایمان سے مملو نہیں ہیں، حق عمار کے ساتھ ہے اور عمار حق کے ساتھ، عمار کا خون اور گوشت جہنم پر حرام ہے۔ انھیں عمار سے کیا سروکار؟ وہ جنت کی طرف بلا رہا ہے اور یہ لوگ جہنم کی طرف بلا رہے ہیں ۔ جسے رسولؐ کی پروانہ ہوا سے ارشاد رسولؐ کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے؟

معاویہ نے ایک وفد حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن سمط اور معن بن یزید پر مشتمل حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیجا۔ حبیب نے کہا کہ عثمان کتاب خدا پر عمل کرنے والے خلیفہ تھے اس لئے آپ لوگ ان پر برہم تھے اور قتل کر دیا، اگر آپ قاتل عثمان نہیں ہیں تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیجئے، پھر حکومت سے علیحدہ ہو جایئے تا کہ شوریٰ کے مطابق متفقہ خلیفہ منتخب کیا جائے۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ او بے مادر! تجھے خلافت سے کیا سروکار؟ دور ہو جا یہاں سے۔ شرجیل نے کہا کہ جو میرے ساتھی نے کہا وہی میرا بھی خیال ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ بعد رسولؐ لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی، ابو بکر نے عمر کو جانشین بنایا پھر عثمان خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے تنقید کی اور قتل کر دیا، میں اس سے قطعی علیحدہ تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی میری بیعت کی، اس کے بعد طلحہ و زبیر نے بیعت توڑ دی، معاویہ تو کسی شمار قطار میں نہیں یہ ایسی نسل کا ہے جو ضلالت کا پرچم ہے ۔ ہاں میں تو قرآن و سنت رسولؐ کی

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۴ (ج ۵ ص ۷ حوادث سنہ ۳۷ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۲ ص ۳۶۸ حوادث سنہ ۳۷ھ) البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷ حوادث سنہ ۳۷ھ)

دعوت دے رہا ہوں۔ وہ دونوں عثمان کے ناحق قتل ہونے اعلان کر کے بزم مولا علیؑ سے واپس آگئے۔(۱)

پردہ اٹھتا ہے

اب ذرا معاویہ کے خطوں کو دیکھئے جسمیں مولا علی علیہ السلام سے جنگ میں اپنا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں ابن حجر کے دعوی کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے کہ معاویہ نے خلافت کے لئے جنگ نہیں لڑی۔

نعمان بن بشیر نے زوجہ عثمان کا خط لا کر معاویہ کو دیا، جس میں بلوائیوں کی شورش اور محمد بن ابی بکر کا عثمان کی داڑھی پکڑنا اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا بے اختیار رونے لگتا۔ معاویہ منبر پر گئے اور خون آلود پیراہن کھول کر لوگوں کو دکھایا، لوگ داڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ اس وقت معاویہ نے لوگوں سے خون عثمان کا بدلہ لینے کو کہا۔ شام والوں نے معاویہ کی بات مان کر کہا: تم ان کے چچیرے بھائی اور خون کے ولی ہو۔ اسی بات پر لوگوں نے معاویہ کی بیعت کی۔ معاویہ نے حمص میں شرجیل ابن سمط کندن کو اسی بات پر بیعت کرنیکے لئے لکھا، شرجیل نے اشراف حمص کو بلوا کر کہا کہ قتل عثمان سے بڑا جرم تو یہ ہے کہ ہم معاویہ کی محض جنگی حکمراں کی حثیت سے بیعت کریں، یہ غلطی ہوگی، ہمیں معاویہ کی خلیفہ کی حثیت سے بیعت کرنی چاہیئے

چنانچہ حمص والوں نے بحثیت خلیفہ معاویہ کی بیعت کر لی، پھر شرجیل نے معاویہ کو لکھا کہ آپ بغیر خلیفہ کے خلیفہ کا قصاص لیتے اس لئے میں نے خلیفہ کی حثیت سے بیعت لے لی ہے۔ معاویہ بہت خوش ہوا اور منبر پر جا کر شرجیل کے اقدام کی لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں سے کہا کہ تم بھی خلیفہ کی حثیت سے میری بیعت کرو۔ جب اس کی بیعت مکمل اور حکومت مستحکم ہوگئی تو حضرت علیؑ کو خط لکھا۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۶۹، ۷۰ (ج۱ص۷۴)

عثمان بن عبداللہ جرجانی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کی بیعت ہوگئی، لوگوں نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کی شرط سے بیعت کی۔ اس وقت مالک بن ہبیرہ کندی شام کا معزز شخص تھا، بیعت کے وقت موجود نہ تھا۔ بولا: اے امیر المومنین! اس حکومت وعوام کو آپ نے فاسد کر دیا اور احمقوں کو موقع دے دیا، عرب جانتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ کردار کا غازی ہے گفتار کا نہیں، بہت جلد آپ اس کو دیکھ بھی لیں گے، ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہر سرد و گرم حالات پر آپ کی بیعت کروں زقان نے بھی اتنی آزینہ پر اچھے اشعار کہے۔(۱)

معاویہ وعلیؑ کی باہم خط وکتابت سے بھی معاویہ کے عزائم ومقاصد کا اچھی طرح پتہ چلتا ہے۔ بیعت کے پہلے ہی دن حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا کہ باتیں بہت زیادہ ہیں، اب تم فوراً اپنے اصحاب کے ساتھ آکر میری بیعت کرو۔ معاویہ نے اس کا جواب ایک شعر میں دیا جس میں تلوار کی دھمکی تھی۔ حضرت نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمھارے پاس قتل عثمان کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ کی تمام لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے، اس لئے جس میں سب لوگ داخل ہو گئے ہیں تم بھی داخل ہو جاؤ۔ آپ نے جریر بجلی کے ہاتھ جو خط بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ مدینے والوں نے میری بیعت کی ہے اور تم شام والوں پر بھی میری بیعت لازم ہو جاتی ہے کیونکہ میری بیعت بھی انہی لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے عمر، ابوبکر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اس لئے عافیت اسی میں ہیکہ جس بات پر تمام مسلمان متفق ہو گئے ہیں تم بھی اس سے اتفاق کرلو، اچھی طرح یاد رکھو کہ آزاد کردہ لوگوں کا حق خلافت میں نہیں ہے اور نہ وہ شوریٰ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں نے جریر کو بھیجا ہے، وہ مومن اور مہاجر ہیں، ان کے ہاتھ پر میری بیعت کرلو۔

جب جریر خط لیکر پہنچے تو معاویہ بہت پریشان ہوا۔ اس کے بھائی عتبہ نے رائے دی کہ اس معاملے میں عمرو عاص سے مدد مانگو، جو فلسطین میں ہے، معاویہ نے اسے خط لکھ کر شام بلایا اور جریر کے معاملے میں ٹال مٹول کرتا رہا کچھ دن بعد جریر سے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت علیؑ شام اور مصر کے مالیات

۱۔ کتاب صفین ص۹۰ (ص۸۱)

مجھے عطا کر دیں اگر میں مر جاؤں تو کسی کو میرا جانشین نہ بنایا جائے میں انھیں حکومت حوالے کر دوں گا جریر نے کہا کہ اسی کو خط میں لکھ دو جب حضرت علیؑ کو معاویہ کی مکاریاں معلوم ہوئی تو آپ نے جریر کو خط لکھ کر بلوالیا۔ شام میں جریر کا قیام تین یا چار مہینے رہا۔ حضرت نے جریر کو لکھا کہ میرا خط پاتے ہی معاویہ سے فیصلہ کن بات کرو۔ یا جنگ یا صلح، اگر وہ صلح چاہتا ہو تو میری بیعت لے لو۔

سبیل سکینہ

معاویہ نے جریر کے ہاتھوں حضرت علی کا جواب لکھا

اگر آپ کی بیعت بھی گذشتہ خلفاء کی طرح کی گئی ہوتی اور آپ کا دامن خون عثمان سے پاک ہوتا تو آپ بھی میرے نزدیک ابوبکر و عمر کی طرح ہوتے لیکن آپ نے مہاجرین کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور انصار کو مدد سے روکا، اس طرح نادان نے آپ کی اطاعت کی اور کمزور آپ کی مدد سے توانا ہو گئے، شام کے عوام آپ سے جنگ کے سوا کسی بات پر راضی نہیں تا کہ آپ قاتلان عثمان کو حوالے کر دیجئے، اس کے بعد خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالے ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حجاز والے ہی حاکم اسلام تھے لیکن اسلام سے دور ہو گئے تو آب شام والے حاکم اسلام بن گئے، طلحہ و زبیر پر مجھے قیاس نہ کیجئے کیونکہ انھوں نے آپ کی بیعت کی تھی اور میں نے آپ کی بیعت نہیں کی ہے۔ یہی معاملہ بصرہ اور شام والوں کا ہے۔

مولا علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعوی کیا ہیکہ عثمان کی وجہ سے میری بیعت کا اعتبار نہیں، مہاجرین میرے ساتھ ہیں جو گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے اور نہ میں ناسمجھ ہوں، نہ میں نے قتل عثمان کا حکم دیا کہ پریشان ہو جاؤں اور نہ قتل کیا ہے کہ قصاص سے ڈروں۔ تم نے شامیوں کی حکمرانی کا نوحہ پڑھا ہے ذرا ایک ہی فرد وہاں سے دکھاؤ جو شوریٰ کی اہلیت رکھتا ہو۔ تم کوئی نام لو گے مہاجرین و انصار تمھاری تکذیب کریں گے۔ میرے پاس تو حجازیوں کی ایسی بہت سی فرد ہیں۔ اس بنا پر میری بیعت کرو پھر اپنا دعوی میری خدمت میں پیش کرو۔

آواخر جنگ صفین میں معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا کہ اے ابوالحسنؑ! اگر آپ نے مجھ سے جنگ کی تو تباہی سے دوچار ہوں گے، شام والوں نے آپکی بیعت نہیں کی ہے لہذا آپ خدا کے قہر سے ڈریئے، تلوار میان میں کیجئے، خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب میں لکھا:

تم نے مجھے تباہی کی دھمکی دی ہے اور میری سابقہ اسلامی خدمات کے ختم ہونے کا مژدہ سنایا ہے تو اپنی جان کی قسم! اگر میں نے تمھارے خلاف مسلحانہ زیادتی کی ہوتی تو تمھیں اس طرح ڈرانے کا حق پہو نچا تا لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ قرآن کا حکم ہے کہ اگر دو گروہ باھم قتال کریں تو زیادتی کرنیوالے کے خلا ف جنگ کرو تو اسی زیادتی کرنیوالے گروہ میں ہے کیونکہ سب نے میری بیعت کرلی ہے، اب تو ہی اس سے گریزاں ہے۔ ابوبکر نے تیرے بھائی یزید کو گورنر بنایا، عمر نے اور عثمان نے تجھے باقی رکھا، اب تو مجھے ڈرارہا ہے۔ سن لے کہ رسولؐ خدا نے مجھے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے، جس طرح رسولؐ نے تنزیل کے لئے جنگ کی اب میں تاویل کیلئے جنگ کروں گا۔ تم کیسے کہتے ہو کہ شامیوں نے میری بیعت نہیں کی لہذا مجھے خلافت کا حق نہیں۔ مدینے والے جسکی بیعت کرلیں اسکی اطاعت سب پر لازم ہوجاتی ہے چاہے وہ حاضر ہو یا غائب، اب اس میں نظر ثانی اور تغیر کی گنجائش نہیں، اس کی مخالفت کرنے والا منافق ہوگا، بااس بنا پر سرکشی سے باز آؤ اور میری بیعت کرو۔

معاویہ نے جواب دیا: لجاجت اور بیہودگی چھوڑ دو اور قاتلان عثمان کو میرے حوالے کرو، حکومت کو شوریٰ کے حوالے کرو تا کہ مرضیٔ خدا کے مطابق سب کا اتفاق ہو سکے، تمھاری اطاعت میری گردن پر نہیں، نہ تمھاری سرزنش و مواخذہ مجھ سے ہوسکتا ہے۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعویٰ کیا ہے کہ فلاں فلاں شخص فضائل کے حامل تھے، اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو تمھارا اس سے کوئی تعلق نہیں، اگر درست ہو تو تم پر اشکال وارد نہیں ہوتا، تم جیسے طلیق بن طلیق کو حاکم ومحکوم اور افضل و مفضول کی بحث میں پڑنے سے کیا سروکار؟ یہ کام مہاجرین کا ہے۔ اب تم اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کو

شش نہ کرو۔ تم نے مجھے تلوار کی دھمکی دی ہے، یہ لکھ کر تو تم نے رونے والوں کو بھی ہنسا دیا، کب فرزند عبد المطلب تلوار سے ڈرا ہے۔ میں مہاجرین وانصار کی چمکتی تلواروں کے ساتھ آرہا ہوں، جس کا ذائقہ تمہارے بھائیوں اور خاندان کے بزرگوں نے چکھ لیا ہے۔

جب حضرت علیؑ رقہ پہونچے تو لوگوں کے اصرار پر اتمام حجت کے لئے معاویہ کو خط لکھا جس میں اسے اور اس کے ہمنواؤں کی سابقہ اسلام دشمنی یاد دلا کر انھیں حد سے بڑھنے پر سرزنش کی ہے، خلافت کا مستحق رسولؐ کے قرابتداروں اور دین کے واقف کاروں کو بتایا ہے، پھر کتاب خدا وسنت رسولؐ پر عمل کی دعوت دی ہے تا کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور امت تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ (۱) ☆

صاف صاف

ہم نے دیکھا کہ معاویہ نے جریر سے کہا کہ حضرت علیؑ شام ومصر کی مالیات ہمارے حوالے کر دیں اور مجھے شام کی گورنری پر بحال کر دیں۔ امام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ دنیا لبھانے والی

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۳ ص ۴۱۰ خطبہ ۴۸) الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۷، ۷۸ (ج ۱ ص ۷۴، ۹۲-۹۱ کتاب الصفین ص ۳۴، ۳۸، ۵۸، ۵۹، ۶۵، ۶۶) ص ۲۹، ۳۲، ۳۴، ۵۸-۵۲ کامل مبرد ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۷ (ج ۱ ـ ۲۶۷، ۲۷۱) العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۴ ص ۱۳۷-۱۳۶) نہج البلاغہ ج ۲ ص ۷، ۸، ۳۰، ۳۵، ۹۸ (ص ۳۶۸ کتاب ۹، ص ۳۸۵ کتاب ۲۸ ص ۳۸۹-۳۸۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۷۷، ۱۳۶، ۲۴۸، ۲۵۲ (ج ۱ ص ۲۳۰ کتاب ۸، ج ۲ ص ۶۱، ج ۳ ص ۷۵، ۸۸ ج ۱۴ ص ۳۵ کتاب ۶، ص ۴۳-۴۴ کتاب ۷) صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱ ص ۲۷۵ نھایۃ الادب ج ۷ ص ۲۳۳۔

☆ قارئین نے تمام خطوط کو پڑھ کر اندازہ لگا لیا ہوگا کی معاویہ فقط قتل عثمان کی تہمت اور قاتلوں کو پناہ دینے کا الزام لگاتا ہے۔ وہ اس طرح اسلامی سطوت کو کمزور کر کے اپنا الوسیدہ کرنا چاہتا ہے وہ اس سلسلے میں تہدید، قتل وغارت، تہمت وبہتان اور مہاجرین وانصار کی ذلت وخواری پر بھی اتر آیا ہے کبھی خطا کار اور اسلام سے دور ہو گئے ہیں وہ مہاجرین واصحاب بدر تو بے دین ہو گئے اور یہ آزاد کردہ انسان خلافت کا مستحق ہو گیا؟ یہ بھی توجہ طلب ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ سے اس وقت جنگ چھیڑی ہے جب حضرت نے اس پر پوری طرح حجت تمام کر دی تفہیم ویاد دہانی ونصیحت کو ذرا بھی فروگذاشت نہیں فرمایا تمام عذر وبہانوں کو قطع کر دیا۔ لیکن ایسے کیا کیا جائے کہ معاویہ کے پاس حق کو قبول کرنے کا نہ دل تھا نہ دماغ۔

ہے، وہ سچ سجا کر آدمی کے سامنے آتی ہے حالانکہ ہمیں آخرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا فا نی سے دست بردار ہو جاؤ اور باقی کی طرف توجہ کرو، آخرت کے محاسبے سے ڈرو، تم نے لکھا ہے کہ عمر نے تمھیں شام کا گورنر بنایا ہے۔ عمر نے اپنے پیش رو کے معین کئے ہوئے (خالد) کو معزول کر دیا تھا۔ عثمان نے عمر کے گورنروں کو معزول کر دیا تھا۔ اصل میں خلیفہ کو امت کی مصلحت دیکھنی چاہئے۔

معاویہ نے لیلۃ الحریر کے دو تین روز قبل امیر المومنینؑ کو خط لکھا تھا کہ مجھے شام کی گورنری پر باقی رکھا جائے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے بھی یہی کہا تھا کہ اب حضرت علیؑ سے بات چیت شروع کر نا چاہتا ہوں، ایک خط لکھ چکا ہوں جس کا جواب نہیں آیا، اب دوبارہ لکھوں گا پھر یوں لکھا: اور حمد وثنائے الٰہی، آپ اور ہم جانتے ہیں کہ جس جنگ سے ہم دوچار ہیں اگر اسی وقت ہمیں عقل آجاتی تو یہ صورت حا ل نہ ہوتی، اب عافیت اسی میں ہے کہ گذری باتوں پر شرمندہ ہوں اور آئندہ کی اصلاح کریں۔ پہلے میں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ شام مجھے حوالے کر دیجئے اور اپنی بیعت واطاعت میرے اوپر لازم نہ فرمایئے لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور خدا نے جس سے آپ دریغ فرما رہے تھے مجھے دے دیا۔ میں گذشتہ مطالبے کو پھر دہراتا ہوں۔ جس زندگی کے آپ امیدوار ہیں، میں نہیں ہوں اور جس فنا سے آپ ڈر رہے ہیں، مجھے اس کا خوف نہیں، بخدا! اب تو فوجیں کم ہو گئیں، لوگ مر رہے ہیں، ہم بنی عبد مناف میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تمہارا خط ملا، تم نے مجھے یاد دلایا ہے کہ اگر ہم لوگ جانتے تو ان حالات سے دوچار نہ ہوتے تو سن اگر میں خدا کی راہ میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، اس طرح ستر بار بھی ہو تو راہ خدا میں اپنی جدوجہد کمزور نہ ہوگی۔ اب تمھیں عقل آئی اور شرمندہ ہوئے ہو لیکن مجھے ندامت نہیں ہے۔ تم نے شام طلب کیا ہے، اسے نہ کل دیا تھا نہ آج دوں گا، جنگ نے بہت سے لوگوں کو کھایا تو ہے لیکن جو حق پر مرا ہے وہ جنت میں گیا اور جو باطل پر مرا وہ جہنم میں گیا۔

معاویہ نے ابن عباس کو بھی خط لکھ کر جنگ کے بھیانک نتائج کا تذکرہ کیا۔ جس کا جواب ابن عبا

س نے دیا کہ تم نے قتل عثمان کا بہانہ بنا کر حکومت حاصل کرنی چاہی ہے، تم طلیق بن طلیق ہو، تم سے خلافت سے کیا سروکار، یہ کام مہاجرین اور معزز صحابہ کا کام کیا ہے۔

صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ نے کوفے میں داخل ہوتے ہی تقریر کی کہ تم سمجھتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے لئے جنگ کی ہے، میں تو جانتا ہوں کہ تم لوگ یہ سب کرتے ہو، میں نے صرف تم پر حکومت کے لئے جنگ کی ہے، جسے تم ناپسند کرتے تھے، خدا نے مجھے وہ دے دیا۔ سمجھ لو کہ تمام خون رائیگاں اور تمھاری تمام شرطیں میرے پیروں تلے ہیں۔

معروف بن خربوز مکی کا بیان ہے ہم لوگ مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں معاویہ داخل ہوئے تو ابن عباس نے منھ پھیر لیا، معاویہ نے کہا: کیا اس لئے منھ پھرایا ہے کہ میں تمھارے ابن عم سے زیادہ حقدار خلافت ہوں؟ ابن عباس نے کہا: کہ کیا اس لئے وہ مسلمان ہیں اور تم کافر ہو؟ معاویہ نے کہا: نہیں بلکہ اس لئے کہ میں عثمان کا ابن عم ہوں۔ ابن عباس نے کہا: تو میرے ابن عم تمھارے ابن عم سے بہتر وافضل تھے معاویہ نے کہا: عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ تو ابن عباس نے عبداللہ بن عمر کی طرف اشاری کر کے کہا کہ یہ تو تم سے بھی زیادہ حقدار ہوئے۔ معاویہ نے کہا: لیکن عمر کو کافر نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ ابن عباس نے کہا کہ پھر تو بخدا یہ میرے لئے اور بھی مضبوط دلیل بن جاتی ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ان باتوں سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معاویہ اول روز ہی سے خلافت کے لالچی تھے، آخر کڑی پڑی تو صرف شام و مصر پر قناعت کرنے کا اقرار کیا۔ بہر حال جو شخص خلیفہ وقت سے نزاع کرے اس کا قتل واجب تھا، اسی لئے حضرت علیؑ نے اس سے جنگ کی۔

معاویہ کے گندے ارادے

معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام سے اسی وقت سے اختلاف تھا جب اسلام نے دونوں میں جدائی ڈالی تھی۔ ان دونوں میں کفر و اسلام کا فرق تھا، علیؑ سے کینہ اسی وقت سے ہوا جب آپ نے اس کے

بھائی، دادا اور ماموں کو قتل کیا تھا اور پھر اسلام کو ترقی ہوئی۔ صرف اس لئے کہ عثمان قتل ہوئے اور مہا جرین وانصار مدینہ نے علیؑ کی بیعت کر لی، یہ امیر المومنینؑ کی اساس حکومت کی چولیں ہلانے میں لگ گیا معاویہ نے زبیر کو ایک خط لکھا کہ میں نے شام والوں سے تمھاری بیعت لے لی ہے، کوفہ و بصرہ تمھارے نزدیک ہے، دیکھو فرزند ابو طالبؑ قابو نہ پا جائیں، اگر یہ دو شہر تمھاری اطاعت میں آ گئے تو پھر کچھ باقی نہ رہ جائے گا، میں نے تمھارے جانشین کی حیثیت سے طلحہ کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم لوگوں کو انتقام خون عثما ن پر ابھارنے میں کوشش کرو، خدا تم دونوں کو کامران اور دشمنوں کو ذلیل کرے۔ زبیر اس خط کو پڑھ کے بہت خوش ہوئے اور طلحہ کو بھی دکھایا، یہ لوگ معاویہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کے مخالفت علیؑ پر آمادہ ہو گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ذرا اس شخص کی دینداری تو دیکھو کہ صرف اس لئے کہ اہل شام نے زبیر کی بیعت کر لی ہے وہ زبیر کو امیر المومنین لکھ رہا ہے، دونوں کو فریب دے رہا ہے، نقض بیعت اور بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ خون عثمان کو حصول حکومت کا وسیلہ بنا لیا گیا ہے۔ معاویہ نے پہلے اس نردبان کی طلحہ وزبیر کو نشاندھی کی۔ پھر یہ بھی قابل توجہ ہے کہ دشمنان علیؑ کی کامیابی اور علیؑ کی ذلت وخواری کی دعا کی جا رہی ہے۔ حالانکہ رسول خداؐ نے دعا فرمائی ہے کہ جو اسے دوست رکھے خدایا! تو اسے دوست رکھ، جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ، جو اسے ذلیل کرے تو اسے ذلیل کر دے۔

ایک دوسرے خط میں زبیر کو لکھتا ہے:

تم زبیر بن عوام بن ابو خدیجہ ہو، حواری رسولؐ اور داماد ابو بکر ہو، مجاہد اسلام ہو، تم نے اپنی صداقت ایمانی کا اکثر ثبوت دیا ہے، رسولؐ نے تمھیں مژدہ بہشت سنایا اور عمر نے تمھیں شوریٰ کا رکن بنایا۔ امت حکمراں نہ ہونے وجہ سے پراگندہ ہے، لہذا وحدت ملی کیلئے جلد اقدام کرو، امت تباہی کے گھاٹ لگ چکی ہے، میں یہاں تم دونوں کے لئے راہ ہموار کر رہا ہوں، تم دونوں میں سے ایک دوسرے کا جانشین ہو گا۔ والسلام۔

کوئی اس فرزند جگر خوارہ سے پوچھے کہ امت کہاں بغیر چرواہے کے ہے؟ حالانکہ اس امت

کا رہبر علی بن ابی طالبؑ جیسا مدبر اور ہوشمند ہے، ہر نازک اور پیچیدہ حالات میں امت کا بیڑا پار لگانے والا ہے، برادر رسولؐ ہے، اس کی امامت کی نص خود رسول اکرمؐ فرما چکے ہیں، حضرت علی فرماتے ہیں کہ معاویہ وہ شیطان ہے جو ہر چہار جانب سے انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، خدا نے اس کے نصیب میں کوئی سبقت اسلامی نہیں رکھی۔

معاویہ نے طلحہ کو خط لکھا: تم قریشی ہو، خوبصورت اور بہادر ہو، عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد ہو، تمھیں جنگ احد میں شرکت کا فخر حاصل ہے، لہذا اقتدار حاصل کرنے میں جلدی کرو تاکہ خدا تم سے راضی ہو، میں نے یہاں تمھارے لئے حالات سازگار کردئے ہیں، تم اور زبیر یکساں فضیلت کے حامل ہو، خدا تمھیں ہدایت وعقل سے سرفراز فرمائے۔

کوئی معاویہ سے پوچھے کہ جو فضائل وافتخارات تم نے طلحہ وزبیر کے لئے لکھ کر مستحق خلافت بتایا ہے کیا حضرت علی اس سے بے نصیب ہیں؟ عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد طلحہ ہیں، کیا حضرت علی دسویں فرد بھی نہیں؟ پھر کیوں علی کے فضائل وافتخارات کے قائل نہیں ہو؟ ملحد وقاتل کہتے ہو؟ طلحہ وزبیر کا تو اغوا کر رہے ہوتا کہ حضرت علی کا اقتدار مضبوط نہ ہو جائے یہی مژدہ بہشت سعد کیلئے بھی ہے لیکن اسے مستحق خلافت نہیں سمجھا؟ شاید وجہ یہ ہو کہ ان دونوں کے ذریعہ معاویہ اپنا الو اچھی طرح سیدھا کر سکتے ہیں۔ طلحہ کی سبقت اسلامی یاد دلا رہا ہے، کیا حضرت علی سابق الاسلام نہیں ہیں؟ ان کے لئے تو حدیث رسولؐ ہے کہ سابق الاسلام تین ہیں: یوشع، حبیب نجار اور علی ابن ابی طالبؑ۔

اگر طلحہ نے احد میں شرکت کی تو علی نے احد ہی میں کیا، تمام معرکوں میں کارہائے نمایاں انجام دئے، کیا طلحہ کے لئے بھی آسمان سے ندا آئی تھی: **لافتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار**؟

چونکہ علی ہی نے معاویہ کے خاندان کو ہمیشہ خاک چٹائی اور گھر میں صف ماتم بچھوائی، اس لئے وہ حضرت علی کے فضائل ومکارم سے اندھا بہرا بنا ہوا ہے۔

جب معاویہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کرلی ہے اور تمام مہاجرین وارباب شوری متفق ہو چکے ہیں تو مروان کو خط لکھا: میرا خط پڑھتے ہی چیتے کی طرح ہو جاؤ جو غفلت میں حملہ کرتا

ہے، لومڑیوں کی طرح حیلے کر کے دشمنوں کے چنگل سے نکلو، اپنے کو بے وقعت بنالو جس طرح سیاہی پر دسترس کے وقت بے جان بن جاتی ہے۔ یوں اپنے کو خوار و ذلیل بنالو کہ لوگ تمھاری کامرانی سے مایوس ہو جائیں، تمام حالات کے تجسس میں اس طرح رہو جیسے پرندہ اپنے بچے کے دانے کی تلاش میں رہتا ہے، تم حجاز کو تباہ کرو میں شام تباہ کر رہا ہوں۔

اسے یقین تھا کہ اب شام کی گورنری ہاتھ سے جانے والی ہے لہذا اقتدار کے حریصوں کو ابھار کر ایسے حالات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ حضرت علیؑ چین سے نہ رہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ معاویہ نے طلحہ و زبیر کو خلافت کے لئے ابھارا ہے جو خود حضرت علیؑ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آخر معاویہ کو کیا حق ہے خلافت میں ٹانگ اڑانے کا، پھر یہ کہ اگر طلحہ و زبیر کی بیعت ہو بھی جائے تو حدیث رسولؐ کی بناء پر ان دونوں کی گردن ماردینی چاہئے۔

کلمات وارشادات

۱۔ ابوعمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ صحابی رسولؐ عبدالرحمٰن بن غنم شام کے فقیہ و معلم تھے، ان کا مرتبہ شامیوں میں وقیع تھا، یہ وہی ہیں جن سے ابو ہریرہ اور ابو درداء معاویہ کے نمائندے بن کے علیؑ کے پاس جا رہے تھے تو حمص میں انہوں نے ان لوگوں کو بہت لتھاڑا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ تعجب ہے تم لوگ کیسے علیؑ سے مطالبہ کر رہے ہو کہ حضرت علیؑ خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالے کر دیں؟ حالانکہ جانتے ہو کہ مہاجرین و انصار نیز عراق و حجاز کے باشندوں نے ان کی بیعت کی ہے، وہاں کے لوگ شامیوں سے بدرجہا بہتر ہیں، معاویہ طلیق بن طلیق ہے، اسے خلافت کا حق کہاں سے ہو گیا؟ اسے شوریٰ وخلافت سے کیا سروکار؟ اس کے باپ دادا تو مشرکوں کے سرغنہ تھے۔ (۱)

یہ دونوں پشیمان ہو کر توبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

۱۔ استیعاب (القسم الثانی ص ۸۵۰ نمبر ۱۴۴۹)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۸ (ج ۳ ص ۴۷۸ نمبر ۳۳۷۰)

۲۔ایک شامی اثنائے جنگ صفین صف سے باہر آیا اور اپنے مقابلے کے لئے حضرت علیؑ کو بلانے لگا، حضرت تشریف لائے اور اس قدر قریب ہوئے کہ گھوڑے کے منھ آپس میں مل گئے، شامی نے کہا کہ آپ عراق پر قناعت کیجئے اور ہمیں شام میں رہنے دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم دلسوزی اور ہمدردی میں کہہ رہے ہو کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے، لیکن مجھے اس معاملے میں سخت پریشانی ہے، اگر میں معاویہ سے جنگ نہ کروں تو کافر ہو جاؤں، اب جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔(۱)

۳۔عتبہ بن ابوسفیان نے ہبیرہ سے کہا: بخدا! ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ معاویہ حضرت علیؑ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہے، لیکن انہوں نے قتل عثمان مین شرکت کی، اب علیؑ کو چاہیئے کہ خود عراق پر قناعت کریں اور ہمارے لئے شام چھوڑ دیں۔علیؑ کے لئے قطعی نامناسب ہے کہ خلافت کے لئے مستحق ترین فرد ہوتے ہوئے مسلمانوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں۔

جعدہ نے کہا: علیؑ کی اولویت کا تو کوئی شخص بھی منکر نہیں، لیکن معاویہ و علیؑ کا جنگ کے لئے اصرار ایسی بات ہے کہ معاویہ کو جنگ میں شک و تردید ہے اور علیؑ یقین سے بھرپور ہیں۔(۲)

۴۔عبداللہ بن بدیل نے جنگ صفین میں فرمایا کہ معاویہ ایسی چیز کا دعویدار ہے جس کا وہ مستحق نہیں، باطل طریقے پر مجادلہ کر کے حق کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، تعرب و تعصب کے ذریعے شرک و گمراہی کا ماحول واپس لانا چاہتا ہے۔(۳)

۵۔حضرت علیؑ کی خدمت میں عبداللہ نے کہا: اے امیر المومنین! اگر یہ خدا والے ہوتے تو کبھی آپ کی مخالفت نہ کرتے، یہ لوگ فقط ہمارے مقتدا سے انحراف کی وجہ سے برسرپیکار ہیں، اس طرح وہ اپنی سیاسی بساط مضبوط کرنا چاہتے ہیں، چند روزہ دنیا چھوڑنا نہیں چاہتے۔آپ نے چونکہ ان کے قبیلے

۱۔کتاب صفین ص۵۴۲ (ص۴۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۸۳ (ج۲ ص۲۰۷ خطبہ۴۲)

۲۔کتاب صفین ص۵۲۹ (ص۴۶۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۳۰۱ (ج۸ ص۹۸، اصل۱۲۴)

۳۔تاریخ طبری ج۶ ص۹ (ج۵ ص۱۶، حوادث ۳۷ھ)؛ کتاب صفین ص۲۶۳ (ص۲۳۴)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۲۸ (ج۲ ص۳۷۳، حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدیث ج۱ ص۴۸۳ (ج۵ ص۱۸۶، اصل۶۵)

کے سربرآوردہ افراد کی کھوپڑیاں توڑی ہیں اس لئے آپ سے کینہ وعداوت رکھتے ہیں۔ پھر لوگوں سے خطاب کیا: علیؑ نے اسکے بھائی حنظلہ اور ماموں ولید اور دادا عتبہ کو قتل کیا ہے، یہ بیعت کیسے کرسکتا ہے؟۔(۱)

۶۔ یزید بن قیس ارحبی نے جنگ صفین میں تقریر کے درمیان فرمایا:

یہ لوگ دین کے استحکام کے لئے جنگ نہیں کررہے ہیں، نہ اس لئے کہ ہم پر انحراف دین کا الزام ہے، فقط معاویہ کو بادشاہ بنانے کے لئے یہ لوگ جنگ کررہے ہیں۔(۲)

۷۔ سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کو لکھا: ارباب شوری میں سب سے زیادہ اولی حضرت علیؑ ہی ہیں، وہ تمام فضائل ومحاسن سے آراستہ ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق، لیکن تقدیرات نے ان کے بجائے دوسروں کو خلافت دے دی، اے معاویہ! تمہارے تو شروع ہی سے مخالف ہیں، طلحہ وزبیر اگر بیعت پر باقی رہتے تو یہ زیادہ بہتر تھا اور خدائے تعالی عائشہ کی مغفرت فرمائے۔(۳)

۸۔ محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا: تم صرف دنیا کے دلدادہ ہو، اپنی خواہشوں کے پابند ہو چکے ہو، بعد مرگ عثمان کی مدد کررہے ہو جب کہ زندگی میں ان پر لات ماردی تھی، ہم مہاجرین وانصار صواب اور حسن رائے سے زیادہ قریب ہیں۔(۴)

ان کے علاوہ بھی اصحاب رسولؐ اور صلحاء کی آراء کو آپ نے الغدیر کے صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نظریات ہیں جنہوں نے معاویہ کی زندگی کا ہر جہت سے مشاہدہ کیا، جب وہ مشرک تھا اور جب جبراً مسلمان ہوا اور پھر جب اس میں خلافت کی طمع کلبلائی، حالانکہ اس میں فضائل نام کو بھی نہیں، تمام تر رذائل سے بھرا ہوا ہے، اس کے اقدامات سے حکومت اسلامی کمزور ہوئی اور اپنے اقتدار

۱۔ وقعۃ کتاب صفین (ص۱۰۲)

۲۔ کتاب صفین ص۲۷۹ (ص۲۴۷)؛ تاریخ طبری ج۶ ص۱۰ (ج۵ ص۷ احوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۴۸۵ (ج۵ ص۱۹۴ خطبہ ۶۵)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۸۶ (ج۱ ص۹۰)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۸۷ (ج۱ ص۹۱)

کیلئے لالچ، تہدید، قتل وغیرہ طریقے اپنائے، یہ شخص اپنے کو عمر سے بھی زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۱) میں ابن عمر کا بیان ہے کہ معاویہ نے ایک تقریر میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ لوگ حکومت کے متعلق باتیں کرر ہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ میں خلافت کا اس (ابن عمر) سے اور اس کے باپ سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن ابن عمر نے خونریزی کے ڈر سے کچھ جواب نہیں دیا۔ (۲)

پتہ نہیں یہ احتیاط حضرت علیؑ سے بیعت کے وقت کہاں غائب ہوگئی تھی؟

معاویہ کا مقصد تو اس سے بھی بلند تھا کہ وہ اپنے کو رسول کہلوانا چاہتا تھا چنانچہ عمرو عاص نے مصری وفد کو معاویہ سے ملانا چاہا تو ارا کین کو تحقیر معاویہ کی تلقین کی۔ معاویہ بھانپ گیا، چنانچہ اس نے ارا کین دولت کو تاکید کردی کہ وفد کو اتنا ہراساں کرو کہ رام ہو جائے۔ اور پھر تمام وفد نے خدمت میں حاضر ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کے خطاب کیا۔ (۳)

ممکن ہے یہی وجہ ہو کہ معاویہ کے اکثر ہوا خواہ اسے رسول سمجھتے ہیں۔ شمس الدین نیائے مقدسی نے کتاب احسن التقاسیم (۴) میں لکھا ہے کہ اصفہان کے احمق معاویہ کے متعلق بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ ایک عابد سے پوچھا کہ صاحب بن عباد کے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ سن کر وہ صاحب پر لعنت کرنے لگا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ وہ کہتا ہے کہ کیا معاویہ رسول نہیں تھا اور معاویہ کی مذمت کرتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ اور تمہارا کیا خیال ہے؟ جواب دیا کہ میرا عقیدہ تو اس کے متعلق قرآن کی اس آیت پر ہے: ﴿لا نفرق بین احد من رسله﴾ (ہم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے) ابو بکر بھی رسول تھے، عمر بھی رسول تھے.....

جب میں نے اس سے کہا کہ معاویہ صرف ایک بادشاہ تھا تو وہ میری جان کا بھی دشمن ہو گیا۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق ج ۶ ص ۱۴۱ (ج ۴ ص ۱۵۰۸ حدیث ۳۸۸۲)

۲۔ فتح الباری ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۴۰۳)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۸۴ (ج ۵ ص ۳۳۰ حوادث ۶۰ھ)؛ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۴۰ (ج ۸ ص ۱۴۹ حوادث ۶۰ھ)

۴۔ احسن التقاسیم ص ۳۹۹ (ص ۳۰۶)

مان لیا کہ وفد نے وحشت میں معاویہ کو رسول کہہ کے خطاب کیا لیکن معاویہ کی خوشی کس بات کی غماز ہے؟ اس غصب خلافت اور کامیابی نے اس کا دماغ اتنا خراب کر دیا تھا کہ اپنے کو رسول کہلواتا تھا۔ امد بن ابد حضرمی سے بات چیت میں اس نے رسولؐ خدا کا صرف نام لیا تو اس نے برہمی سے کہا کہ تم نے صرف محمد کہا، رسولؐ خدا کیوں نہ کہا۔(۱)

فرزند جگر خوارہ کی باطل پرستی کے یہ چند نمونے پیش کئے گئے۔

تحکیم کا مقصد

آخری دھاچوکڑی جس نے معاویہ کی گدی جمانے میں اہم کردار ادا کیا وہ عمرو عاص کی عیاری سے مسئلہ تحکیم ہے۔ حضرت علیؑ شروع ہی سے فرما رہے تھے کہ اس اختلاف کا حل قرآن سے ہونا چاہئے لیکن معاویہ وعمرو عاص نہیں مان رہے تھے، لیکن جب تلوار کی باڑھ نے آخری مرحلے میں قدم رکھا تو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن نیزوں پر بلند کر کے دہائی دی جانے لگی، اس میں عمرو عاص کی حیلہ پردازی اور ابوموسی اشعری کی حماقت سے معاملہ اور بھی انتشار وافتراق کی نذر ہو گیا۔ عمرو عاص سے ابو موسی نے جھلا کر کہا: خدا تجھ پر لعنت کرے، تو کتے کی طرح ہے یا کتا ہے۔ عمرو عاص نے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا: تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابیں لاددی گئی ہوں۔(۲)

اس طرح دونوں کی عیارانہ پنچایت کی وجہ سے حقیقت اور حکم خدا پامال ہو گیا۔ تحکیم سے قبل ابن عباس نے ابوموسی کو خبردار کیا تھا کہ تمہارا سابقہ عرب کے عیار ترین انسان سے ہے، اگر تم میں لالچ یا خود پسندی آگئی تو معاملہ الٹ سکتا ہے، یاد رکھو، معاویہ طلیق بن طلیق ہے، اس کا باپ مشرکوں کا سرغنہ تھا، وہ

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۰۳ (ج ۳ ص ۹۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۳۱)؛ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۳۶ نمبر ۲۲۳)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۱۸)؛ کتاب صفین ۶۲۸ (ص ۵۴۶)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۴ ص ۱۳۶)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۰ (ج ۵ ص ۷۱ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۴۱۷، ۴۱۸)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۴۴ (ج ۲ ص ۳۹۷ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۲۵۶۔۲۵۵ خطبہ ۳۵)

بغیر شوری اور انتخاب کے دعوی خلافت کرتا ہے.....۔(۱)

احنف بن قیس اور شریح بن ہانی نے بھی ابوموسی اشعری کو خبردار کیا تھا۔(۲)

دوسری طرف معاویہ نے عمرو عاص کو مذاکرات کے لئے اس طرح آمادہ کیا کہ اگر تمہیں عراقیوں سے ڈرایا جائے تو تم انہیں شامیوں سے ڈراؤ، اگر مصریوں سے ڈرایا جائے تو تم یمن والوں سے ڈراؤ، اگر علی سے ڈرایا جائے تو تم معاویہ سے ڈراؤ۔ عمرو عاص نے پوچھا: اگر نام علی کے ساتھ ان کی سبقت ایمانی اور متفقہ خلافت کا تذکرہ آجائے تو کیا کہوں؟ معاویہ نے زچ ہوکر کہا: جیسی مصلحت دیکھنا کرنا۔(۳)

ان واقعات سے عراقیوں اور شامیوں کے تمام عزائم و مقاصد کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک اپنے سردار کی حکومت کا طلبگار تھا اور اسی مقصد سے تحکیم کا واقعہ خواہ حق یا ناحق پیش آیا، جس میں دو جانوروں نے الٹا سیدھا طئے کر دیا۔ تحکیم میں کہیں بھی خون عثمان کا تذکرہ نہ آیا، البتہ صلحنامہ لکھتے وقت مولا علی کے نام سے امیر المومنین ہٹانے کی بات ضرور آئی۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ فقط خلافت کا طلبگار تھا، نہ اسے خون عثمان سے غرض تھی نہ کچھ اور۔ اب ابن حجر کی لچر بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ علی و معاویہ کی جنگ خلافت یا حکومت کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف قتل عثمان کا بدلہ منظور تھا۔ وہ اس توجیہ سے فرزند جگر خوارہ کے خطرناک جرائم کی صفائی دینا چاہتا ہے۔

لچر دلائل

ابن حجر نے اگلوں کی تقلید کرتے ہوئے معاویہ کے جرائم کی بہانہ تراشی اور تصحیح خلافت کے لئے

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۹۵ (ج۲ص۲۴۶ خطبہ ۳۵)

۲۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۹۹ (ج۱ص۱۱۶)؛ نھایۃ الارب ج۷ص۲۳۹؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۹۶ (ج۲ص۲۴۹ خطبہ ۳۵)

۳۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۹۹ (ج۱ص۱۱۶)

ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، اپنی تمام کرتب بازیاں صواعق محرقہ (۱) میں دکھاتے ہوئے دو باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے:

۱۔ معاویہ کے تمام پاپ اور جرائم، باغیانہ لشکرکشی، خونریزی، خلیفہ وقت کے خلاف چڑھائی، ہزاروں مسلمانوں کا قتل (جنگ صفین میں شام کے مقتول پینتالیس ہزار اور عراق کے مقتول پچیس ہزار تھے) (۲)، ان میں تین سو تیرہ بیعت رضوان سے سرفراز تھے۔ (۳)، کچھ مجاہدین بدر (۴) اور اکثر مہاجرین وانصار اور عادل صحابہ تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ سب جرائم معاویہ کے اجتہاد کی وجہ سے ہوئے، ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان مسخرہ انگیز توجیہات سے معاملہ چل بن جائے گا، معاویہ کے گناہوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ جن گناہوں کی تشخیص قرآن وسنت نے کردی ہے، اجتہاد کے بہانے اس عیب کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ جو اجتہاد قرآن وسنت کے مخالف ہو وہ قطعی بے اعتبار ہے۔ ابن حجر نے یہ تو سن لیا تھا کہ مجتہدوں کے استنباط کے برخلاف اجتہاد کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف اجتہاد اور اظہار رائے صحیح نہیں ہے۔ ابن حجر جیسے لوگ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد ایک بے قاعدہ قانون چیز ہے، نہ اس کا کوئی اصول ہے نہ ضابطہ ہے، اسے اپنے پسند کی چیز سمجھ لیا گیا ہے، جس کے ذریعے ہر پاپی کی گردن چھڑائی جا سکتی ہے، اس اجتہاد نے خالد بن ولید کی مجرمانہ حرکت، قبیلہ بنی حنیفہ اور مالک بن نویرہ پر مظالم پر پردہ ڈالا۔ (۵) اسی کے ذریعے ابن ملجم مرادی جیسے پاپی کو جسے رسول اعظمؐ نے کمینہ ترین انسان کہا (۶) اور

۱۔ صواعق محرقہ ص۱۳۱،۱۲۹ (ص ۲۱۸،۲۱۶) ۲۔ کتاب صفین ص۶۴۳ (ص ۵۵۸)

۳۔ مستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۱۰۴ (ج۳ ص۱۱۲ حدیث ۴۵۵۹)

۴۔ مستدرک علی الصحیحین (ج۳ ص۱۱۲ حدیث ۴۵۵۹)؛ البدایہ والنھایہ ج۷ ص۲۵۴ (ج۷ ص۲۸۴ حوادث ۳۶ھ)؛ کتاب صفین ص۲۶۶، ۲۶۸ (ص ۲۳۶، ۲۳۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۴۸۳، ۴۸۴ (ج۵ ص۱۸۹، ۱۹۱، اصل ۶۵)

۵۔ اس سلسلے میں الغدیر کی ساتویں جلد میں تفصیل سے بحث ہوئی ہے۔

۶۔ العقد الفرید ج۲ ص ۲۹۸ (ج۴ ص ۱۵۵)؛ کنز العمال ج۶ ص۴۱۲ (ج۱۳ ص ۱۹۵ حدیث ۳۶۵۸۲)؛ البدایہ والنھایہ ج۷ ص۳۲۳ (ج۷ ص۳۵۸ حوادث ۴۰ھ)

جس نے نفس رسول کو محراب عبادت میں شہید کیا، مجرم کے بجائے ایک ثواب کا تمغہ عنایت کر دیا گیا، اسی اجتہاد سے قاتل عمار، ابو غادیہ کی گردن چھڑائی گئی، عمرو عاص کی تحکیم کی چال کو مستحسن بنا دیا گیا، (۱) یزید جیسے فاسق و بدکردار پاپی کی برأت کا دستاویز فراہم کیا۔ (۲) ظاہر ہے کہ یہ اجتہادات قطعی مہمل اور بے اعتبار ہیں، اس اجتہاد کو قاتلین عثمان کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، حالانکہ ان کو قتل کرنے والے مہاجرین اور انصار نیز ہدایت یافتہ اصحاب رسولؐ تھے، انہیں تو ابن حزم، (۳) ابن تیمیہ، (۴) ابن کثیر (۵) اور ابن حجر (٦) جیسے لوگ ملعون، فتنہ پرداز، خونریز، حکومت اسلامی کے باغی، خطا کار اور عقل و شعور سے عاری سمجھتے ہیں انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر خالد اور ابن ملجم اور معاویہ کو مجتہد کہا جاتا ہے تو قاتلین عثمان کو بھی مجتہد کہا جائے، یہ لوگ تو امیر المومنین حضرت علیؑ کی اس رائے کو بھی اجتہاد ماننے پر آمادہ نہیں، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قاتلین عثمان کے معاملے کو ابھی ٹالا جائے تاکہ داخلی فتنہ فرو ہو پھر بعد میں حکم خدا کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اس میں تو جمل و صفین و نہروان کے معرکے ہو گئے، حالانکہ قاتل ہرمزان کے معاملے میں عثمان کی معافی کو صحیح سمجھتے ہیں۔

اگلوں کا مضحک اجتہاد یہ بھی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ پر دشنام طرازی کو جائز سمجھا جاتا ہے، منبر پر لعن طعن، خطبہ جمعہ و عیدین میں بدعا، یہ سب جائز ہے کیونکہ مجتہد خطا کار ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے، لیکن شیعیان علیؑ کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے ظلم کے خلاف ظالموں کی صفات بیان کر سکیں، اگرچہ وہ مجتہد بالغ نظر ہی کیوں نہ ہو اسے اجتہاد کا حق نہیں۔ اگر کسی سے یہ غلطی ہو گئی تو وہ پھانسی اور جلاوطنی کا مستحق ہے۔
ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض بدعتی افراد معاویہ کو دشنام دیتے ہیں، لعنت کرتے ہیں، معاویہ کے بارے میں بھی ابو بکر و عمر و عثمان کا طریقہ کار اپنانا چاہئے بنابریں ان کی بات لائق اعتنا نہیں، نہ اسے بنیاد عمل بنانا

۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۲۸۳ (ج ۷ ص ۳۱۴ حوادث ۳٦ھ)
۲۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۲۲۳، ج ۱۳ ص ۱۰ (ج ۸ ص ۲۴۵ حوادث ۶۳ھ، ج ۱۳ ص ۱۳ حوادث ۵۹۰ھ)
۳۔ الفصل ج ۴ ص ۱٦۱ ۴۔ منھاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۹، ۲۰٦
۵۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۷٦، ۱۸٦، ۱۸۷ (ج ۷ ص ۱۹۸، ۲۰۸ حوادث ۳۵ھ)
٦۔ صواعق محرقہ ص ٦۷، ٦۸، ۱۲۹ (ص ۱۱۳، ۲۱۷)

چاہیئے۔ یہ لعنت ودشنام ان لوگوں سے سرزد ہوتا ہے جو احمق اور نافرمان ہیں، خدا کو پرواہ نہیں کہ یہ کس وادی میں سرگرداں ہیں، خدا ان پر لعنت اور خوار کرے، ان پر اہل سنت کی تلوار سے زیادہ استدلالی حجت وبرہان مسلط ہے۔(۱)

آپ جانتے ہیں کہ ابن حجر کن لوگوں پر لعنت کر رہے ہیں اور دشنام دے رہے ہیں۔اب ذرا معاویہ کے متعلق رسول خداؐ کی لعنت کو ملاحظہ فرمایئے، امیر المومنینؑ نے جو لعنت فرمائی ہے اور دعائے قنوت میں التزام فرمایا ہے، ابن عباس اور عمار یاسر کی لعنت، محمد بن ابی بکر کی لعنت کے ساتھ ساتھ ہر نماز کے بعد عائشہ کی بددعا اور لعنت، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام صحابہ ومہاجرین وانصار نے معاویہ پر لعنت کی بارش کی ہے، انہیں ملاحظہ فرمایئے اور پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے!!!۔

اجتہاد کیا ہے....؟

اب یہاں ضروری ہے کہ مفہوم اجتہاد کو بھی سمجھ لیا جائے، جس اجتہاد نے ہزاروں خون بہائے، ناموس برباد کی، حرمت پامال کی، احکام وقوانین الٰہی کا تیا پانچا کیا۔اس میں اس قدر وسعت کہاں سے آگئی کہ شریعت کو اتھل پتھل کر دیا جائے؟ کیا اجتہاد میں اتنی گنجائش ہے کہ ناقابل تغیر سنت الٰہی کو دگرگوں کر دیا جائے اور مسلمہ احکام کو لغو قرار دیا جائے؟

کیا مجتہدوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جو دل میں آئے کر ڈالے یا اس کا اصول وحساب کتاب بھی ہے بلکہ مجتہد وہ ہے جو قرآن، سنت اور تفکر واستنباط کے دانشمندانہ عمل کو برتے یا جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اجتہاد بمقابل نص میں چاروں چیزوں کے تاویلات صحیح کا التزام کرے۔اگر اجتہاد کے قواعد معین نہیں کیے جائیں گے تو ہر دیہاتی اور جنگلی اپنی خواہش کے مطابق اٹکل پچھوں مارتا رہے گا، دانشمند اسے اچھا سمجھے گا؟

۱۔صواعق محرقہ ص ۱۳۲(ص ۲۱۹)

آمدی نے ''الاحکام فی اصول الاحکام'' (۱) میں اجتہاد کا مطلب اور انجام کار کے متعلق انتہائی کوششکیا اور لکھا ہے اور علماء اصول نے اجتہاد کا مخصوص معیار متعین کیا ہے، مجتہد اسے کہتے ہیں جو صفت اجتہاد سے متصف ہو، اس کی دو شرطیں ہیں: شرط اول یہ ہے کہ وجود پروردگار سے آگاہ اور اس کے صفات واجبہ کو جانتا ہو نیز یہ کہ اس بنیاد پر عقیدہ رکھے کہ وہ حکم دیتا ہے، قانون بناتا ہے، اس نے رسول اور شریعت نازل کی۔

شرط دوم یہ کہ مدارک شرعی اور اس کے اقسام کا علم رکھتا ہو، اس کے اختلاف و مراتب کو پہنچانتا ہو ، روش جرح و تعدیل، صحیح و سقم کی پہچان، ناسخ و منسوخ کی معرفت اور اس بارے میں آیات کے نزول کی معرفت رکھتا ہو، اسکے ساتھ لغت و نحو پر عبور رکھتا ہو البتہ لازم نہیں کہ وہ لغت میں اصمعی کے پائے کا ہو اور نحو میں خلیل و سیبویہ کا درجہ رکھے، عادات و رسم عرب سے واقف ہو تا کہ الفاظ کے استعمال پر قدرت حاصل کر سکے، مفرد و مرکب، کلی و جزئی، حقیقت و مجاز، تواطی و اشتراک، ترادف و تباین، نص و ظاہر، عام و خاص، مطلق و مقید اور منطوق و مفہوم، اقتضاء، اشارہ، تنبیہ، ایماء وغیرہ کو پہچانتا ہو اور تمیز کر سکے یہ تمام چیزیں مجتہد مطلق کیلئے ضروری ھیں خواہ اسمیں مکمل بصیرت رکھتا ہو یا جزوی طور سے۔

شاطبی (۲) نے اجتہاد کی دو قسمیں کی ہیں: ایک اجتہاد وابستۂ تحقق مناط، اس کو تمام امت بلا اختلاف مانتی ہے، اس کا مطلب ہے مدرک شرعی سے حکم ثابت کیا جائے۔

دوسرے اجتہاد منقطع، اس کی تین قسمیں ہیں، اول: تنقیح مناط، دوسرے: تخریج مناط اور تیسرے: متذکرہ صدر کے اقسام کے تحقیق مناط۔

یہ تو اصولیین کے نزدیک اجتہاد کی تعریف تھی۔ اب رہ گئے فقہاء تو ان کے نزدیک اجتہاد دین شناسی کا بلند ترین مرتبہ ہے، جس کے سہارے وہ فقیہ کہا جاتا ہے اور وہ فقیہ فرع کو اصل و اساس کی طرف پھیرتا ہے، پھر اس سے استنباط احکام کرتا ہے، نقد و اشکال کو رفع کرتا ہے، تشکیک کا دفاع کرتا ہے۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۲۱۸ (ج ۴ ص ۱۶۹)

۲۔ الموافقات ج ۴ ص ۸۹

آمدی ،(۱) ابن نجیم ،(۲) حاوی ،ابن عابدین (۳) و ابن قاسم غزی (۴) وغیرھم کے افادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ کا مطلب فہم و دانش ہے اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم استدلال یا ادلہ تفصیلہ کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ابن رشد نے مقدمہ (۵) مدونہ کبری میں احکام شرعیہ کے مدارک چار لکھے ہیں: اول قرآن ،دوسرے سنت رسولؐ ،تیسرے اجماع ،چوتھے استنباط جسے قیاس کہتے ہیں اور وہ انہیں تینوں کے اصول سے ماخوذ ہو۔

اب ذرا اجتہاد معاویہ پر نظر ڈال جایئے ،کیا ان کے اعمال و تصورات میں نوامیس اربعہ قرآن ، سنت ،اجماع اور قیاس کی کہیں چھاپ ہے ،کیا معاویہ کو قرآن کا علم تھا؟

کس سے درس حاصل کیا؟ کیا انہیں محکم و متشابہ ،عموم و خصوص ،مطلق و مقید ،ناسخ و منسوخ کی خبر تھی ؟ معاویہ کا ظرف کبھی اس کا متحمل نہ ہو سکا وہ تو بتوں کے پجاری تھے ،اسلام تو ان کے دماغ میں کسی طرف سے نہیں گھسا ،معاویہ کے تو دو سال آخر (۶) کے رسولؐ اسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بارہ سال میں سورہ بقرہ یاد کر سکے ،جب یاد کر چکے تو شکرانہ میں قربانی کی ،خدا جانے کتنی پریشانی جھیلی تھی ،انہیں یہ بھی پتہ نہ تھا کہ رسولؐ مر سکتے ہیں ،جب قرآن کی آیت سنائی گئی تو سیدھے ہوئے ،زمانہ رسولؐ اور بعد کے فقہا میں صرف عبداللہ بن مسعود ،ابن عباس ،ابی بن کعب اور زید بن ثابت کا نام آتا ہے ،رہ گئے حضرت علیؑ تو وہ عدل قرآن تھے ،اس کے اسرار و غوامض سے پوری طرح آشنا تھے ،ان کے سامنے تمام سوالات کے جوابات مستحضر رہتے تھے ،خود فرماتے کہ کتاب خدا کے متعلق پوچھ لو ،پوچھ لو۔

۱۔الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ص ۷ (ج ۱ص ۲۲)

۲۔البحر الرائق ج ۱ص ۳

۳۔حاشیہ البحر ج ۱ص ۳

۴۔الشرح ج ۱ص ۱۸

۵۔مقدمۃ المدونۃ الکبری ص ۸

۶۔استیعاب (ج ۳ص ۱۴۱۶ نمبر ۲۴۳۵)

معاویہ کی سنت شناسی یہ تھی کہ مسند احمد کے مطابق لوگوں کو حدیث رسولؐ سنانے سے روکتے تھے۔(۱) صرف انہیں حدیثوں کو سنانے کی اجازت دیتے جو عہد عمر میں رائج ہوگئی تھیں۔ آخر کیوں؟ کیا عمر کے بعد حدیثیں گڑھی جانے لگی تھیں؟ یا عدولی صحابہ کا اعتبار بعد عمر ختم ہوگیا تھا؟ اس طرح اکثر مدارک احکام پر مشتمل احادیث بے وقعت ہو جائیں گی کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ عہد عمر سے پہلے بیان کی گئیں یا بعد میں۔ پھر بھلا عہد عمر کی خصوصیت ہی کیا...؟

معاویہ کی سنت دانی کے لئے کافی ہے کہ وہ سنت کی تحقیر کرتا ہے، کبھی کبھی حدیث سنانے والے کا مذاق اڑاتا ہے۔(۲) گالی بھی دے دیتا ہے، جس کا یہ رویہ ہو اس نے کیا حاصل کیا ہوگا، اندازہ کر لیجئے؟ انہوں نے تو حالات اسلام میں چند سال بسر کئے، انہیں حدیث سننے کا موقع کہاں ملا؟ پھر گورنری وحکومت میں لگ گئے، پھر یہ کہ وہ مدینہ سے بہت دور شام میں تھے، مدینہ والوں سے کینہ رکھتے تھے۔

مستدرک حاکم (۳) میں ہے کہ نوف نے عبداللہ بن عمرو عاص سے کہا کہ آپ صحابی رسولؐ ہیں آپ کو حدیث سنانے کا مجھ سے زیادہ حق ہے۔ عبداللہ نے کہا: مجھے حکمرانوں نے نقل احادیث سے منع کیا ہے۔ نیز یہ کہ معاویہ نے ابن عمر کو پیغام بھجوایا کہ اگر مجھے معلوم ہوگیا کہ تم لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہو تو گردن ماردوں گا۔(۴)

اسی سبب سے معاویہ نے عادل صحابہ کا خون بہایا، مدینہ رسولؐ کو تاراج کیا۔ اس کے بعد یزید نے تو باپ کی حد ہی کر دی۔

۱۔ مسند احمد ج۴ص۹۹ (ج۵ص۶۶ حدیث ۱۶۴۶۷)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید (ج۸ص۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)؛ مروج الذھب ج۱ص۶۱ (ج۳ص۴۴)؛ تاریخ الخمیس ج۲ص۲۷۷؛ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر (ج۶ص۳۶۵)؛ استیعاب ج۱ص۲۵۵ (القسم الثالث ص۱۴۲۱ نمبر ۲۴۳۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج۷ص۲۱۳ (ج۲۶ص۲۰۱ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۱ص۳۰۹)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۳۴ (ص۱۸۸)؛ مستدرک علی الصحیحین (ج۳ص۵۲۰ حدیث ۵۹۳۵)؛ الخصائص الکبری ج۲ص۱۵۰ (ج۲ص۲۵۵)

۳۔ مستدرک علی الصحیحین ج۴ص۴۸۶ (ج۴ص۵۳۳ حدیث ۸۴۹۷)

۴۔ کتاب وقعۃ صفین ص۲۴۸ (ص۲۲۰)

معاویہ کی احادیث مسند احمد میں ایکسو چھ ہیں، جن میں مکررات بھی ہیں، بعض کا تعلق احکام سے نہیں ہے، مثلاً رسولؐ، ابوبکر، عمر تینوں نے ترسٹھ سال عمر پائی۔ یا یہ کہ میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ امام حسنؑ کی زبان چوس رہے تھے۔ اب ذرا متن احادیث کا جائزہ لیجئے:

ا۔ معاویہ حضرت عائشہ سے ملنے گئے تو عائشہ نے کہا: تمہیں اس کا ڈر نہیں تھا کہ کسی کو گھات میں بٹھا کر تمہیں قتل کرا دیتی۔ جواب دیا: آپ ایسا نہ کرتیں کیونکہ میں امن کے گھر میں ہوں، میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ایمان غافلانہ حملے سے مانع ہے۔ پھر پوچھا: میں آپ کی حاجتوں کے بارے میں کیسا ہوں؟ جواب دیا: اچھے ہو۔ معاویہ نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ہم (اور محمد بن ابی بکر) خدا سے ملاقات کریں، وہیں فیصلہ ہوگا۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ قتل معاویہ کو جائز سمجھتی تھیں کیونکہ انہوں نے بہت سے خون بہائے تھے اور بڑے پاپ کئے تھے، لیکن چونکہ معاویہ نے عائشہ کے ساتھ داد دہش کا اچھا رویہ اپنایا تھا، اس لئے نظر انداز کر گئیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ کو ان کے جرائم پر کوئی بھی قائل نہیں کر سکتا تھا، لیکن علیؑ کے خلاف خون عثمان کو عائشہ نظر انداز نہ کر سکیں۔

۲۔ عباد بن عبداللہ بن زبیر کہتا ہے کہ معاویہ نے حج کے موقع پر نماز ظہر دو رکعت پڑھی اور دار الندوۃ چلے گئے عثمان نے نماز ظہر پوری پڑھی۔ جب مکہ آئے تو چار رکعت پڑھی، منیٰ و عرفات میں قصر پڑھی، حج ختم کر کے منیٰ میں اقامت کی تو نماز تمام پڑھی، جب معاویہ نے دو رکعت نماز پڑھی تو مروان اور عمرو بن عثمان نے شکوہ کیا کہ آپ نے عثمان کے خلاف عمل کیا؟ معاویہ نے کہا کہ میں نے رسولؐ اور عمر و ابوبکر کے ساتھ یہاں قصر پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے چچیرے بھائی عثمان نے یہاں پوری نماز پڑھی ہے اس لئے اگر آپ قصر پڑھیں گے تو لوگ عثمان پر تنقید کریں گے۔ یہ سن کر معاویہ نے جب عصر کی نماز پڑھائی تو نماز تمام پڑھائی۔ (۲)

ا۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲ (ج ۴ ص ۵۴ حدیث ۱۶۳۹۰)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۴ (ج ۵ ص ۵۸ حدیث ۱۶۴۱۵)

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں معاویہ پر تنقید کی جائے جو حکم رسولؐ جانتے ہوئے محض خاندانی تعصب مین شریعت پامال کر رہا ہے، یا عثمان کی حرکت پر تنقید کیجائے، اگر معاویہ ایسے ہی فقیہ تھے تو ایسی فقہ پر لعنت۔

۳۔ ہنائی کہتے ہیں: میں اصحاب رسولؐ کے ساتھ معاویہ کے یہاں موجود تھا، معاویہ نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسولؐ خدا نے ریشم پہننے پر منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، ہاں! پھر پوچھا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا رسولخداؐ نے حج اور عمرہ کے جمع سے منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: ایسا تو نہیں ہے، ہم نے ان کے ساتھ دونوں کو جمع کیا۔ (۱)

معاویہ نے کوشش کی کہ ہر سنت ثابت کے خلاف بدعت کا احیاء کیا جائے، متعہ حج کا قرآن میں حکم ہے، رسولؐ، ابوبکر، عمر نے عمل کیا، لیکن عمر نے آخر وقت منع کیا تھا اور معاویہ کا کام ہی تھا حکم خدا کے مقابل حکم عمر کو باقی رکھا جائے، یہ تھی ان کی دین شناسی یا بے اطلاعی۔

۴۔ حمران کہتے ہیں کہ معاویہ نے بعد عصر دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کیا۔

زمانۂ نبیؐ میں بعد عصر دو رکعت نماز پڑھنے کا معمول تھا، حضرت عمر نے اس کو سختی سے منع کیا ، اصحاب نے احتجاج کیا کہ یہ سنت ثابت ہے لیکن عمر نے توجہ نہ دی، معاویہ نے حکم عمر کو جاری کیا۔ (۲)

۵۔ معاویہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: جو شراب پیے اسے تازیانہ مارو، تکرار کرے تو تازیانہ مارو، چوتھی بار تکرار کرے تو قتل کر دو۔ (۳)

مجھے حیرت ہے کہ معاویہ نے اس حکم پر اپنی گورنری یا حکومت کے زمانے میں ایک روز بھی عمل کیا؟ اگر عمل کرتے تو شراب کے قافلے اونٹوں پر بار نہ ہوتے، خرید و فروخت کی شام میں آزادی نہ دیتے، خود

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲، ۹۵، ۹۹ (ج ۵ ص ۵۴ حدیث ۱۶۳۹۱، ص ۵۹ حدیث ۱۶۴۲۲، ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۶)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۹، ۱۰۰ (ج ۴ ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۵، ص ۶۷ حدیث ۱۶۴۶۹)

۳۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۱۰۱ (ج ۵ ص ۵۶ حدیث ۱۶۴۰۵، ص ۵۹ حدیث ۱۶۴۱۷، ص ۶۰ حدیث ۱۶۴۲۷، ص ۶۳ حدیث ۱۶۴۳۵، ص ۶۸ حدیث ۱۶۴۸۱)

نہ پیتے اور مستی میں اشعار کفریہ نہ بکتے۔ اگر چہ اس روایت کی سند محکم ہے، امام احمد، ترمذی و ابوداؤد نے ثبت کیا ہے لیکن کوئی فقیہ اس پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اسے معاویہ نے اکیلے نقل کیا ہے۔

۶۔ ابوادریس کہتے ہیں کہ معاویہ بہت کم حدیث بیان کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ خدا ہر گناہ کو ممکن ہے بخش دے سوائے اس کے کہ انسان کافر مرے یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔(۱) ایک خط میں حضرت علیؑ کو معاویہ نے لکھا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ اگر صنعا اور عدن کے تمام باشندے کسی ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خدا سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔

سوال یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں معاویہ کے خلاف پڑتی ہیں یا موافق؟ آخر صفین میں ہزاروں مومنوں کو کس نے قتل کرایا؟ باغی گروہ کون تھا؟ جو ایسا خونخوار ہوا سے خلافت سے کیا سروکار؟ امام وقت کو قتل کرانے کی سازش اور اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے ہزاروں صحابائے کرام، صلحائے عظام کو موت کے گھاٹ اتارنا کہاں تک جائز تھا؟ اس خونخوار نے چونکہ خود حدیث کی روایت کی ہے لہذا اس سے سخت مواخذہ ہوگا۔

۷۔ معاویہ سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ جو شخص بے امام کے مر جائے، اس کی موت جاہلیت پر ہوتی ہے۔(۲)

اب ذرا معاویہ اور اس کے جرگے سے پوچھیے کہ تم پر کس امام کی بیعت کا قلادہ ہے؟ کیا معاویہ کی امامت نص و اجماع سے ثابت ہے؟ خود معاویہ کس حال میں مرا؟ کیا امیر المومنینؑ کے سوا کوئی اور تھا جس کو نص و اجماع کے ذریعے خلافت ملی ہو؟ معاویہ نے تو انہیں سے جنگ کی اور ان کی خلافت کو نہ مانا، ان کی خلافت ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اس طرح وہ جاہلیت کی موت مرا، کیونکہ حضرت علیؑ کی خبر شہادت سن کر خوشی ظاہر کی، امام حسنؑ کے مسموم ہونے پر اظہار مسرت کیا، ان دونوں سے وہ بر

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۴)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۶۱ حدیث ۱۶۴۳۴)

سرپیکار رہا، ہر مکاری اور حیلہ برتا، اپنی سیاسی خلافت جمانے کے لئے ہر لالچ، رشوت اور مکاری کا جال رچایا۔ جب کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دورات بھی بغیر امام کے بسر کرے۔(۱) ورنہ جاہلی موت مرے گا؛ اس حکم رسولؐ میں تو کوئی استثنا نہیں کیا، معاویہ اس حکم سے مستثنیٰ تھا، یا وہ اس حکم سے ناواقف تھا؟ اس طلیق بن طلیق کی موت بہر حال جاہلیت پر ہوئی۔

اس حدیث معاویہ کو ابن عمر کے طریق سے ابوداؤد طیالسی (۲) نے لکھا ہے جس میں اضافہ ہے کہ
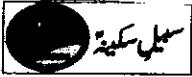
ومن نزع یدا من طاعة جاء یوم القیامة لا حجة له۔(۳)

یہ حقیقت ہے جس سے گریز ممکن نہیں کہ صحاح ومسانید اس پر متفق ہیں اس حدیث کو ماننے بغیر چارہ نہیں، لازم آتا ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرجائے اس کی موت جاہلیت پر ہوگی، اس موقع پر یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ فاطمہ زہرا قرآن کی روشنی میں پاک اور ان کی خوشنودی رسولؐ کی خوشنودی اور ان کا غم وغصہ رسولؐ اکرم کا غم وغصہ تھا وہ اس حالت میں دنیا سے گئیں کہ ان کا کسی کو امام نہیں بتایا جاسکتا، نہ انہوں نے ابوبکر کی بیعت کی نہ ان کے شوہر نے چھ ماہ تک بیعت کی۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ جب تک فاطمہؑ زندہ تھیں لوگ ان کے احترام میں علیؑ سے تعرض نہ کرتے تھے، لیکن جب فاطمہؑ انتقال کر گئیں تو لوگوں سے علیؑ کا رابطہ تاریک ہوگیا۔(۴) قرطبی نے بھی المفہم میں لکھا ہے کہ جب تک فاطمہؑ حیات تھیں، لوگوں نے علیؑ کا احترام کیا لیکن جب فاطمہؑ مر گئیں اس وقت تک علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہ کی تھی تو علیؑ کا وہ احترام باقی نہ رہا، لوگوں نے بیعت لے کر وحدت میں شامل کرنے کا ارادہ کرلیا۔

۱۔المحلی ج۹ص۳۵۹ (مسئلہ ۱۷۶۸)　　۲۔مسند طیالسی ص۲۵۹

۳۔صحیح مسلم ج۶ص۲۲ (ج۴ص۱۲۶ حدیث ۵۸ کتاب الامارہ)؛ سنن بیہقی ج۸ص۱۵۶؛ تفسیر ابن کثیر ج۱ص۵۱۷؛ مجمع الزوائد ج۵ص۲۱۸،۲۲۳؛ ازالۃ الخفاج ۱ص۳؛ مسند احمد ج۳ص۴۴۶ (ج۴ص۴۷۶ حدیث ۱۵۲۶۹) شرح المقاصد ج۲ص۲۷۵ (ج۵ص۲۳۹)؛ خاتمۃ الجواهر المضیئۃ قاری ج۲ص۵۰۹؛ تیسیر الوصول ج۳ص۳۹ (ج۲ص۴۷)

۴۔صحیح بخاری کتاب المغازی ج۶ص۱۹۷ (ج۴ص۱۵۴۰ حدیث ۳۹۹۸)؛ صحیح مسلم کتاب الجهاد ج۵ص۱۵۴ (ج۴ص۳۰ حدیث ۵۲)

یہاں تین احتمالات ہیں:

اول یہ کہ فاطمہؑ نے ایک حکم اسلامی پر عمل نہ کیا اور بے امام مر گئیں۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں، جب کہ تمام شیعہ سنی علماء نے اس کی روایت کی ہے۔

تیسرے یہ کہ فاطمہؑ نے ابو بکر کی امامت کو صحیح نہیں سمجھا، ابو بکر کو خلافت کا مستحق نہیں جانا بلکہ علیؑ کی امامت کی قائل تھیں۔

کیا کوئی مسلمان سوچ سکتا ہے کہ فاطمہؑ نے خلاف عقل و منطق اور مخالف رضائے خدا عمل کیا ہوگا؟ دوسرا احتمال بھی صحیح نہیں، حدیث قطعی صحیح ہے۔ لہذا اب تیسرا احتمال ہی باقی رہ جاتا ہے کہ فاطمہ زہرا جگر پارۂ رسولؐ نے ابو بکر کی امامت و خلافت کو صحیح نہیں سمجھا، وہ ابو بکر کی خلافت سے بیزار تھیں، اسی لئے حضرت علیؑ نے زمانۂ فاطمہؑ میں ابو بکر کی بیعت نہ کی حالانکہ جانتے تھے کہ جو شخص بغیر امام کے مر جائے اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔

۸۔ ابو ہریرہ نے معاویہ کی شکایت رسولؐ خدا سے کی، آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو بار سر اٹھایا اور فرمایا: اگر تم حکمراں ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ حکمراں ہونگا لیکن ارشاد رسولؐ کے مطابق آج اسی میں مبتلا ہوں۔(۱)

لیکن اس شخص نے وصیت رسولؐ پر قطعی عمل نہ کیا، نہ خدا کا خوف کیا، نہ عدالت کو راہ دی، اس کی حکمرانی تمام تر ظلم و عدوان سے بھری ہے، کاش قتل عثمان کے بعد اسے یہ وصیت رسولؐ یاد آتی تو مولا علیؑ سے جنگ نہ کرتا، نہ عدول صحابہ کو جلاوطنی و قتل و قید کی اذیت دیتا، کیا یہ سب کام عدالت و تقوی پر مبنی تھے؟ نہ زیاد کو بھائی بناتا، نہ منبر پر علیؑ و آل علیؑ نیز شیعوں پر لعن طعن و دشنام طرازی کرتا۔ پتہ نہیں اگر وصیت رسولؐ نہ ہوتی تو وہ کیا کرتا؟

۹۔ معاویہ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے سنا کہ اگر خدا کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو اسے دینی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔(۲) یہ حدیث مسند احمد میں سولہ بار نقل کی گئی ہے، اس کا نتیجہ تو یہ ہونا

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱ (ج ۵ ص ۶۹ حدیث ۱۶۴۸۶) ۲۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۶۵ حدیث ۱۶۴۶۰)

چاہیئے تھا کہ معاویہ میں دین شناسی آجاتی، احکام الٰہی پر عمل کرتا، برخلاف اس کے نہ اس میں تفقہ تھا نہ احکام خدا پر عمل۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے معاویہ کے ساتھ کوئی بھلائی نہ کی۔

۱۰۔ محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ ہم لوگ چند افراد کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے اتنے میں معاویہ سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمرو عاص حدیث بیان کرتے ہیں کہ آئندہ قحطانی بادشاہ ہوں گے۔ معاویہ بھڑک اٹھے، منبر پر جا کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ بعض لوگ تم سے ایسی بات نقل کرتے ہیں جو نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں ہے، یہ لوگ قطعی جاہل ہیں، جو لوگ تمہارے خیالات پراکندہ کرنا چاہتے ہیں ان سے پرہیز کرو کیونکہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ یہ حکومت قریش ہی میں رہے گی، جب تک دین وشریعت باقی ہے جو اس سے ٹکرائے گا خدا اسے چور چور کر دے گا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو معاویہ سمجھے ہی نہیں، عمرو عاص کے بیٹے نے یہ نہیں کہا تھا کہ خلیفہ ہوں گے بلکہ کہا تھا کہ بادشاہ ہوں گے، ہر شخص جانتا ہے کہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ ہوئے ہیں جو غیر قریش تھے، پھر یہ کہ رسول کا مقصد خلفاء قریش سے یہ ہے کہ جب تک وہ خلفاء دین وشریعت پر عمل کریں ان سے مت ٹکراؤ، معاویہ وغیرہ تو مسلسل دین وشریعت پامال کرتے رہے، اس طلیق بن طلیق کو خلافت کا ارمان کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ حیرت ہے کہ معاویہ تو عبداللہ کو جاہل کہتے ہیں اور ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ حدیث نقل کرتے ہیں، یا انہیں سب سے زیادہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد ہے۔ وہ مرد فاضل، حافظ اور دانشمند تھے۔(۱) معاویہ انہیں اس طرح جاہل کہہ رہے ہیں جیسے خود بہت بڑے فقیہ ہیں۔ عبادہ بن صامت نے معاویہ سے کہا تھا کہ تیری ماں ہندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔(۲)

یہ معاویہ تھے اور ان کی حدیث شناسی!!!۔

۱۔ استیعاب ج۱ ص ۳۰۷ (القسم الثالث ص ۹۵۷ نمبر ۱۶۱۸)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۳۴۹ نمبر ۳۰۹۰)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۳۵۲ (نمبر ۴۸۴۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۷ (ج ۵ ص ۲۹۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲۶ ص ۱۹۵ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

اجماع

آمدی(۱) نے اجماع کی بہت اچھی تعریف کی ہے کہ کسی معاملے پر اس زمانے کے تمام حل وعقد کا ایک رائے ہو جانا۔ اب ذرا معاویہ کے اقوال، اعمال اور جرائم کو دیکھئے اور تلاش کیجئے کہ اس وقت کے فقہا نے ان بدعتوں پر کہاں اتفاق کیا۔ اجتہاد کی یہ دم بھی معاویہ کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

قیاس

اہل سنت کی نظر میں وہی قیاس معتبر ہے جو قرآن وسنت کی بنیاد پر کیا جائے، یا ان دونوں سے اخراج کیا گیا ہو بحث واستنباط کے ذریعے نوعی یا شخصی حیثیت سے۔ ہم معاویہ کے تمام کرتوتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو کوئی بھی کام قرآن وسنت کی بنیاد یا استنباط کے سہارے انجام نہیں دیا گیا اور نہ اس کی کسی طرح بھی تاویل کی جاسکتی ہے۔ البتہ معاویہ نے جاہلی قیاس کو احکام اسلام میں شامل کر دیا ہے۔

رجال فقہ واصول کی نظر میں صحیح اجتہاد سمجھ لینے کے بعد یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ اس سے قطعی دور تھے، اس نافرمان مجتہد کے بھیانک جرائم پر نظر دوڑایئے اور پھر دیکھئے کہ ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن کثیر اور ابن حجر جیسے لوگ اسے مجتہد کہہ کے تمام جرائم سے بری کر دیتے ہیں، مجتہد خطا کار پر گناہ تو ہوتا ہی نہیں الٹا ایک ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ان سے پوچھئے کہ آخر کس اجتہاد سے مولا علی کو لعنت اور دشنام طرازی کی بلکہ تمام مسلمانوں پر شرعی حیثیت سے لازم کر کے تھوپ دیا؟ آخر کس آیت سے استنباط کیا تھا، آیۂ تطہیر یا آیۂ مباہلہ سے یا ہزاروں احادیث رسولؐ سے جس میں فضائل علی کے سمندر موجزن ہیں، اگر انہیں خلیفہ نہ بھی سمجھیں تو کیا وہ ایک شائستہ کردار مسلمان بھی نہیں تھے؟ یہ ہندہ جیسی فاحشہ کا دودھ پینے والا مجتہد خود اجازت دیتا ہے کہ علی کو گالیاں دی جائیں اور برسرپیکار رہے ظاہر ہے کہ اس حکم کا مدرک صرف قیاس جاہلی ہی میں مل

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۲۸۰ (ج ۱ ص ۲۵۴)

سکتا ہے، دونوں قبیلوں ہاشمی واموی میں پرانی دشمنی تھی، ایک دوسرے کو بہر وسیلہ اذیت دیتے تھے، انتقام لیتے تھے، چاہے وہ مقتول کے وارث نہ بھی ہو۔ معاویہ نے اسی جاہلی روش پر عمل کر کے انتقام عثمان کا نعرہ بلند کیا۔

کس اجتہاد میں گنجائش ہے کہ برسر منبر اور دعائے قنوت میں علیؑ پر لعنت کی جائے جو احتجاج کرے اسے ڈرایا دھمکایا جائے، کس اجتہاد میں دوستداران علیؑ کو قید و جلا وطنی سے دو چار کرنا جائز کہا گیا ہے، کون اجتہاد علیؑ کو کافر و ملحد کہنے کی اجازت دیتا ہے، کس اجتہاد میں قتل علیؑ و امام حسنؑ کی اجازت دی گئی ہے، مکہ و مدینہ کی حرمت کی بربادی، شہداء صفین کا مثلہ اور مولا علیؑ کے لشکر پر پانی بند کرنا کس اجتہاد کی بناء پر ہوا۔ کس اجتہاد میں نااہلوں پر دولت لٹانا، حجر جیسے نیکوں کا قتل، سیرت علیؑ کے خلاف عمل کیا جائے، زیاد کو بھائی بنایا جائے، یزید جیسے شرابخوار کو جانشین بنایا جائے، عترتؑ کی اذیت سے رسولؐ خدا کو آزار پہنچایا جائے، عہد و پیمان کو پیروں تلے روندا جائے سنت رسولؐ کی تضحیک کی جائے اور امام وقت کے خلاف بغاوت کر کے تلوار اٹھائی جائے۔

یہ تمام اجتہاد لچر، پوچ اور بے وقعت ہیں، نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ دین، یہ سبھی قرآن و سنت کے صریحی خلاف۔ یہ سب کچھ ہوس و خودسری تھی، استنباط حکم شرعی نہ تھا، یہ ایسا ہی ہے کہ قتل رسولؐ کے متعلق اجتہاد کیا جائے۔

یہ مجتہد جگر خوارہ کا فرزند، پرچم والی فاحشہ کا پوت تھا، جس نے مقدسات اسلامی کا تیاپانچا کیا، ابن حزم و ابن تیمیہ اسے مجتہد کہتے ہیں، ابن حجر اسے خلیفہ برحق کہتا ہے، لیکن ہم تو ان کے کانوں میں مقبلی کا نظریہ ڈالنا چاہتے ہیں، وہ اپنی کتاب ''العلم الشامخ فی ایثار الحق علی آباء المشائخ'' میں رقمطراز ہیں:

حضرت علیؑ تو صرف ہدایت کے امام تھے لیکن انہیں آزمائشوں میں جھونک دیا گیا اور وہ اپنی پسندیدہ روش پر برابر چلتے رہے۔ ان کے بارے میں کچھ لوگ ہلاک ہوئے، کچھ غلو مین حد سے بڑھ گئے اور کچھ نفرت میں مرتبے سے گھٹانے لگے، اس گروہ کا گمراہ ترین دستہ خوارج کا ہے، جو برسر منبر لعنت کرتے ہیں اور ابن ملجم ملعون کی ستائش کرتے ہیں، اسی طرح مروانیہ بھی لعنت کرتے ہیں، خدا ان کا

ناس مارے ۔کم گمراہ وہ لوگ ہیں جو بیعت شکنوں سے جنگ کرنے کی بنا پر علیؑ کو خطا کار سمجھتے ہیں حالانکہ خدا نے باغی گروہ سے لڑنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ عثمان کا قصاص طلب کر رہے تھے، علیؑ نے انہیں شرعی جواب دیا کہ عثمان کے ورثاء آ کر مقدمہ دائر کریں، ان کی تعداد جنہوں نے عثمان کو قتل کیا، صواعق کے مطابق دس ہزار تک پہونچتی ہے۔(۱) طلحہ و زبیر و عائشہ واصحاب رسولؐ تھے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اشتباہ کا شکار ہوئے لیکن معاویہ کا مقصد تو بالکل واضح ہے۔اسی طرح خوارج کا معاملہ بھی روشن تر ہے، اگر علیؑ ان سے جنگ نہ کرتے تو کون جنگ کرتا؟ خوارج قطعی گمراہ تھے ۔معاویہ حکومت کے خواہشمند تھے جس کے لئے وہ ہر تباہ کاری کے مرتکب ہوئے، آخری جرم بیعت یزید ہے۔بنا بریں جو بھی کہے کہ معاویہ نے اجتہاد کیا وہ سخت غلطی پر ہے یا حقیقت سے بے خبر ہے یا منہ پھٹ یا مقلد یا گمراہ اور خواہش نفس کا پابند ہے، خدایا! ہم اس پر گواہ ہیں۔

میں نے مکے میں کتاب دیکھی جس میں ابن عساکر (۲) سے منسوب عبارت تھی کہ رسولؐ خدا نے پیشین گوئی کردی تھی کہ معاویہ حکمراں ہوں گے اور کسی کو اس پر غلبہ نہ حاصل ہو سکے گا۔حضرت علیؑ نے جنگ صفین کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر یہ حدیث مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔اس قسم کی بات کہنے والے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ کے خلاف تلوار چلانے والوں سے کم نہیں، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ معاویہ باغی گروہ تھا اور حق علیؑ کے ساتھ تھا۔اس عقیدے کے بعد ایسی بات کہنا کہاں تک مناسب ہے؟ جو لوگ معاویہ کو باغی گروہ کہتے ہیں وہی حضرت علیؑ کو بر سر منبر لعنت کرنے کی تحسین کرتے ہیں۔یہ بدعت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک رہی۔ام سلمہ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ رسولؐ خدا کو گالیاں دیتے ہو۔کہا گیا: خدا کی پناہ! ام سلمہ نے فرمایا کہ حدیث رسولؐ ہے: جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔(۳)

اس جاہل و گمراہ مجتہد کی حالت آپ نے دیکھ لی کہ کس قدر فہم و دانش سے تہی دست ہے، اس نے

۱۔الصواعق محرقہ (ص ۲۱۶، ۱۱۸)

۲۔مختصر تاریخ بن عساکر (ج ۲۵ ص ۸)

۳۔العلم الشامخ ص ۳۶۵

کبھی کوئی مفید کام کیا ہی نہیں، صرف معاویہ ہی تفقہ سے عاری نہیں بلکہ جو لوگ اس کی برأت میں علم و دانش کی ریڑھ مارتے ہیں وہ بھی عقل سے عاری ہیں، اس مجتہد کا مرتبہ جسے امام ہدایت کہا جاتا ہے ہمیں حدیث رسولؐ سے سمجھنا چاہئے، جنہوں نے اس کے بھائی، باپ اور خود اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت علیؑ اس پر دعائے قنوت میں برابر لعنت پڑھتے رہے، عائشہ بھی ہر نماز کے بعد نفرین کرتی تھیں۔ امام حسنؑ اور محمد بن ابی بکر اور ابن عباس نے نشاندہی کی کہ اس پر رسولؐ خدا نے لعنت فرمائی ہے۔ رسولؐ خدا نے اس کی آواز سنتے ہی فرمایا: خدایا! اسے فتنے میں جھونک دے، اس کو عمرو عاص کے ساتھ دیکھ کر فرمایا: جب بھی انہیں ایک جگہ دیکھو، علحدہ کر دو کیونکہ کبھی بھلائی پر ایکا نہ کریں گے۔ کبھی فرمایا: جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔

اس کے علاوہ ارشادات حضرت علیؑ جس میں اس کو منافق، پریشاں عقل، فاسق، کذاب، بدکار زادہ کہا۔ ابو ایوب انصاری نے اس کو بت پرست جو مجبوراً اسلام میں داخل ہوا اور خوشی سے نکل گیا۔ بدری صحابی معن سلمی نے فرمایا: تجھ سے زیادہ بدمعاش قریش میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ امام حسنؑ، امام حسینؑ، عمار یاسرؓ، ابن بدیل، سعید بن قیس، ابن عباس، ہاشم مرقال، جاریہ بن قدامہ، محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر جیسے اساطین اسلام کے مذمت بھرے ارشادات ہیں۔

اب آپ کو اختیار ہے کہ معاویہ کے متعلق ان حضرات کی بات مانئے یا ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسوں کی بات مانئے۔

دوسرا بہانہ

معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا دوسرا بہانہ سن لیجئے۔ (۱) حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خلیفہ برحق ہو گئے وہ اس طرح کہ ترمذی نے حدیث حسن نقل کی ہے کہ خدایا! معاویہ کو ہادی و مہدی قرار دے۔ (۲) اور

۱۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۰ (ص ۲۱۹، ۲۱۸)

۲۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۴۵ حدیث ۳۸۴۲)

مسند احمد میں دعائے رسولؐ ہے کہ خدایا! معاویہ کو علم قرآن وحساب تعلیم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔(۱)
اس کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں (۲) اور طبرانی نے کبیر میں (۳) معاویہ کا بیان نقل کیا ہے
کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: اگر بادشاہ ہونا تو نیک برتاؤ کرنا۔ اس بنا پر دعائے اول پر بھی غور کیجئے
جس میں معاویہ کو ہادی ومہدی قرار دیا گیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اس سے فضیت
معاویہ کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں جنگوں کی وجہ سے برا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد
کی وجہ سے جنگ کی جس کی وجہ سے وہ ایک اجر کے مستحق ہوئے، کیونکہ اگر مجتہد خطا کرتا ہے تو ایک اجر
پاتا ہے، اس کی ملامت نہیں کی جاتی۔ فضیلت معاویہ کی دوسری حدیث دعائے رسولؐ ہے کہ جس میں
عذاب سے محفوظ رکھنے کی بات ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دعائے رسول مستجاب ہے، اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ معاویہ کو جنگوں کی وجہ سے نہ صرف عذاب نہ ہوگا بلکہ ایک اجر بھی پائیں گے جو مجتہد خطا کار کو ملتا
ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گروہ معاویہ کو باغی ہونے کے باوجود گروہ مسلمان میں شامل کیا گیا ہے
، اس طرح دونوں گروہ حقوق اسلامی سے سرفراز ہیں، ان کی تنقید نہیں کی جاسکتی، کیونکہ دونوں گروہ نے
اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا، جس کی تردید ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ معاویہ کا گروہ اگرچہ باغی گروہ تھا
لیکن اس کی بغاوت برائی پر مشتمل نہ تھی کیونکہ وہ اجتہاد شخصی کا نتیجہ تھی۔

اسی طرح رسولؐ کی اس پیش گوئی پر بھی غور کرنا چاہئے کہ معاویہ سلطنت وحکومت پائیں گے تو حکم
دیا کہ نیک سلوک اپنائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کی حکومت شرعی تھی، پھر اس کے بعد امام حسنؑ
نے معاویہ کے حق میں دستبرداری اختیار کی تو حق خلافت حاصل ہوگیا۔ نیک روش اپنانے کا حکم دلیل ہے
کہ خلافت برحق تھی، یہ حق ہونا حقانیت کی وجہ سے ہے، سیاسی مظالم کی وجہ سے نہیں کیونکہ جو شخص طاقت
کے زور پر حکومت پا جائے اور مسلمانوں کا حکمراں ہوجائے تو بدکار اور لائق ملامت ہے، اسے مبارکباد
نہیں دینی چاہئے بلکہ اس پر عتاب کرنا چاہئے۔ بنابریں اگر معاویہ نے طاقت کے زور پر حکومت حاصل

۱۔ مسند احمد (ج۵ص۱۱۱ حدیث ۱۶۷۰۲) ۲۔ المصنف (ج۱۱ص۱۴۸ حدیث ۱۰۷۶۴)
۳۔ المعجم الکبیر (ج۱۹ص۳۶۱ حدیث ۸۵۰)

کی ہوتی تو رسولؐ خدا ضرور اشارہ فرماتے چونکہ نہ تصریح کی نہ اشارہ کیا تو اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی دستبرداری کے بعد معاویہ خلیفہ برحق تھے۔

یہ ابن حجر کی عیاری کا سارا زور تھا، اب اس پر چند پہلوؤں سے غور کرنا چاہئے:

۱۔ معاویہ کی شخصیت، ان کی مشرکانہ اور اسلامی زندگی تمام کی تمام سیاہ ہے، اسے دیکھتے ہوئے محال ہے کہ رسولؐ اسلام نے یہ فرمایا ہوگا۔ پاک نفسوں کا خون بہایا، شعائر کی بے حرمتی کی، صالح مومنوں کو جلاوطنی، اسیری اور مہاجرین وانصار کو قتل کیا، شریعت میں تغییر کیا اور بدعتوں کے ڈھیر لگادیئے۔

۲۔ اس حدیث کے مقابل (اسی جلد میں) صحیح وموثق احادیث ہیں جن میں معاویہ کی مذمت ہے پھر حضرت علیؑ کے ارشادات اور تمام صالح صحابہ کی مذمت ہے۔

۳۔ خود رسولؐ اسلام نے فرمایا کہ شام کے طاغی سے جنگ کرو۔ صحیح وموثق احادیث میں ہے وہ باغی گروہ تھا۔ کیا ایسے ذلیل انسان کی تحسین وستائش زبان رسالتؐ سے سمجھ میں آتی ہے؟ قطعی ناممکن ہے۔

۴۔ حافظان حدیث کہتے ہیں کہ معاویہ کے متعلق ایک بھی ستائشی حدیث، صحیح نہیں ہے۔

۵۔ ابن حجر نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے اسکے متن کا تجزیہ کیجئے:

پہلی روایت ترمذی (۱) نے لکھ کر اس کے حسن ہونے کی نشاندہی کی ہے، اس میں ابن ابی عمیر کا صحابی رسولؐ ہونا مشکوک ہے، ابو عمر نے استیعاب (۲) میں اس حدیث کو لکھ کر کہا ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن مضطرب ہے اور شامی بھی ہے، پھر یہ کہ اس حدیث کے تمام رجال شامی اور معاویہ کے زلہ خوار ہیں۔

متن کے بعد اب مفہوم پر آیئے: اس کی پوری زندگی سیاہ ہے لہذا کہیں سے بھی اس کے ہادی و مہدی ہونے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا، پھر اگر مہدی ہے تو آخر کس نے ہدایت کی؟ ابن حجر کس کا نام لیں گے؟ کیا بسر بن ارطاۃ کا، جس نے حرم مکہ ومدینہ کی حرمت برباد کر کے تاراج کیا؟ یا زیاد کا جسے بھائی بنایا تھا؟ یا عمر عاص جس نے مصر کے بدلے اپنا دین بیچ دیا؟ یا مغیرہ بن شعبہ عیار وزنا کار کا؟، یا کثیر بن شہاب کا؟ جو

۱۔ سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۲۲۹ (ج ۵ ص ۶۴۵ حدیث ۳۸۴۲)

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۹۵ (القسم الثانی ص ۸۴۳ نمبر ۱۴۴۵)

منبروں پر دھڑلے سے امیر المومنینؑ پر لعنت کرتا تھا، یا سمرہ کا جو سکوں کے بدلے آیات و احادیث میں تحریف کرتا تھا؟ اگر واقعا رسولؐ نے دعا دی ہوتی تو حضرت علیؑ، امام حسنؑ و حسینؑ، عمار یاسر، خزیمہ بن ثابت جیسے آئمہ و صحابہ اس سے جنگ نہ کرتے کیونکہ یہ لوگ محافظ دین رسولؐ تھے۔ ابن عقیل نے اس دعا کے بارے میں بڑی اچھی بات کہی ہے کہ بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہو تو دعائے رسول قبول نہیں ہوئی۔(۱)

دوسری روایت کہ خدایا! اسے علم قرآن و حساب سکھا دے اور عذاب سے بچا دے۔

اس کی سند میں حارث بن زیاد ہے جسے ابن عبدالبر ذہبی وغیرہ نے ضعیف و مجہول کہا ہے۔(۲) پھر شامی بھی ہے۔ مفہوم کو دیکھیئے تو کیا قرآن کا پورا علم مقصود ہے یا جزوی؟۔ جو بھی ہو کہیں بھی قرآن فہمی کا ثبوت نہیں ملتا، البتہ احکام قرآنی کے خلاف رسول کو اذیت دی، واجب الاطاعۃ امام سے بغاوت کی۔

اس میں حساب کا علم بھی مذکور ہے۔ پتہ نہیں کون سا حساب؟ وہ حساب جو ہمپایہ قرآن ہے، شاید مقصود ہو کہ خدا اس کے سیاہ کارناموں کی حساب رسی فرمائیے یا پھر حقوق خدا و بندگان کا حساب کتاب!!!۔

تیسری روایت

جب تم سلطنت پانا تو نیک روش اختیار کرنا۔

ان تمام احادیث کی سند خود معاویہ تک پہونچتی ہے، اس کے نقل کرنے میں کوئی بھی صحابی شریک نہیں ہے، اس لئے اس روایت سے فضیلت معاویہ کا استدلال ایسا ہے جیسے لومڑی اپنی دم کو گواہی میں پیش کرے۔ تمام عادل صحابہ، مہاجرین و انصار، ازدواج رسولؐ وغیرہ نے اس کے فاسق، بدکار، منافق اور کذاب ہونے کی گواہی دی ہے۔ اس لئے روایت ناقابل قبول ہے۔ یہاں اگر خود ابن حجر ہی کے قول کو بنیاد بنایا جائے تو روایت پر اعتبار کرنے کی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔

۱۔ النصائح الکافیہ ص ۱۶۷ (ص ۲۰۱، ۲۰۰)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۳ ص ۵۷ نمبر ۳۴۵)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۱ (ج ۱ ص ۴۳۳ حدیث ۱۶۱۸)؛ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۴۲ (ج ۲ ص ۱۲۳)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۴۹ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸۵)

تہذیب التہذیب (۱) میں ابن معین کی زبانی لکھتے ہیں کہ جو شخص عثمان، طلحہ یا کسی اصحاب رسول کو گالی دے وہ دجال ہے، اس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں، اس پر خدا کی لعنت اور تمام ملائکہ اور عوام الناس کی لعنت اس طرح معاویہ سب سے بڑا دجال ہے، جس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں اور اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مسلمانوں و عوام الناس کی لعنت، کیونکہ اس نے امیر المومنینؑ، ابن عباس اور قیس بن سعد جیسے عظیم صحابائے کرام گالیاں دیں، ہر دوستدار علیؑ کی توہین کی، اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ہر نماز میں قنوت میں، منبروں پر لعنت کی، گورنروں کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ یہ شرمناک رسم اموی حکومت کے اختتام تک جاری رہی۔

علاوہ اس کے سند روایت میں عبدالملک بن عمر ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ مضطرب الحدیث ہے۔ (۲) پھر یہ کہ کم روایت بھی ہے، میں نے اس کی پانچسو سے زیادہ احادیث نہیں پائیں، اکثر میں خطا کی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ حواس باختہ تھا عجلی کہتے ہیں کہ مرنے سے قبل اس کا حافظہ مختل ہو گیا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ تدلیس کرتا تھا۔ (۳)

دوسرا نام اسماعیل بن ابراہیم کا ہے۔ جسے ابن معین، (۴) نسائی (۵) اور ابن جارود نے ضعیف کہا ہے۔، ابوداؤد بہت ضعیف کہتے تھے اور اس کی روایت لکھتے ہی نہیں تھے۔ (۶)

ان تینوں روایتوں کو معاویہ کے جرائم کی روشنی میں دیکھا جانا چاہئے۔ اگر ابن حجر جیسے لوگ یہی دیکھ لیتے کہ اس کی مدح کی لچر روایات کے مقابلے مذمت کی احادیث زیادہ ہیں تو بے حیائی سے ایسی بات نہ کرتے۔

سید علی اختر رضوی گوپال پوری

۵/ اکتوبر ۱۹۹۲ء؛ ۷/ بجے صبح

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۱ص ۵۰۹ (ج ۱ص ۴۴۷)
۲۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۱ص ۱۵۶ نمبر ۶۹)
۳۔ الثقات (ج ۵ص ۱۱۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ص ۴۱۲ (ج ۶ص ۳۶۴)
۴۔ التاریخ (ج ۳ص ۳۴۵ نمبر ۱۶۶۹)
۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۴۸ نمبر ۳۱)
۶۔ الجرح والتعدیل (ج ۲ص ۱۵۲ نمبر ۵۱۲)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ص ۱۲۲)؛ تہذیب التہذیب ج ۱ص ۲۷۹ (ج ۱ص ۲۴۴)

غدیر
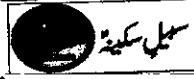
قرآن، حدیث اور ادب میں

گیارہویں جلد

تالیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ولایة علی بن ابی طالب حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی"

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

احوال واقعی

لیجئے! علامہ امینی کی گرانقدر کتاب ''الغدیر'' کی گیارہویں جلد کا ترجمہ و تلخیص پیش ہے، شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھنے والی اس عظیم، ادبی اور تاریخی کتاب کی بقیہ دو جلدوں کا ترجمہ کر کے مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے اسے لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس کتاب کا ترجمہ والد علام کے کارنامے کی تکمیل کے عنوان سے کیا تھا لیکن جیسے جیسے کتاب کا ترجمہ کرتا گیا اور اس کے مطالب سے آشنائی ہوئی تو پہلا جذبہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا، اب اس جذبہ سے بالاتر یہ جذبہ کارفرما ہے کہ اگر والد علام اس کا سنگ بنیاد نہ بھی رکھتے اور میرے بس میں ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کا ترجمہ کر دیتا اس لئے کہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبان میں اس کا ترجمہ ہونا چاہئے۔

چھٹی جلد کے برخلاف اس جلد کا ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ پیش ہے، پہلے پہل مکمل ترجمہ کرنے کا ارادہ تھا اور فارسی کی پہلی جلد کا مکمل ترجمہ بھی کر لیا تھا (غدیر کی ہر جلد کا فارسی ترجمہ دو جلدوں میں ہوا ہے) لیکن وقت کی تنگی اور ناگفتہ بہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی تلخیص کرنی پڑی تا کہ جلد از جلد ولایت کی یہ مسحور کن خوشبو، اردو داں طبقہ بھی محسوس کر سکے اور والد مرحوم کا یہ کارنامہ حالات زمانہ کی نذر ہونے سے محفوظ رہ سکے۔

تلخیص میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ کتاب کے اہم مطالب، میری کم مائیگی اور ناقص تلخیص کی نذر نہ ہو جائیں اسی لئے میں نے دو مرتبہ کتاب کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے پھر اس کی تلخیص کی ہے نیز اپنے بزرگوں کے مشوروں سے بھی استفادہ کیا ہے، بہر حال ترجمہ و تلخیص پیش نظر ہے، اچھے یا برے کا فیصلہ آپ کریں گے، میں نے تو خالص دینی جذبے کے تحت اس کا ترجمہ کیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزۂ علمیہ قم (ایران)

۵ر جمادی الاول ۱۴۳۱ھ روز ولادت ثانی زہرا (س)

فہرست مطالب

بقیہ عندلیبان غدیر (نویں صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (دسویں صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (گیارہویں صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (بارہویں صدی ہجری)

امام حسنؑ کے ساتھ معاویہ کا برتاؤ

فرزند جگر خوارہ نے امام حسنؑ کے ساتھ ایسے سلوک و برتاؤ روا رکھے جن کے مطالعہ سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان کو سن کر انسان آشفتہ خاطر اور رنجور ہوجاتا ہے، انسانیت کی پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے، دین و دیانت ان کی مذمت اور عدل و انصاف ان سے پناہ مانگتے ہیں۔ پاک طینت اور عظیم خاندان کے افراد ایسے سلوک و برتاؤ کو ظلم و جنایت پر محمول کرتے ہیں، ایسے سلوک جنہیں معاویہ نے آسانی اور لاپرواہی سے انجام دیا، ان کے ذریعہ دین و مروت اور شرافت کو پستی کی گہری کھائی میں گراکر ان کی توہین کی۔

امام حسنؑ کون ہیں...؟

یہ ذات والا صفات کچھ نہیں تو کم از کم مسلمانون کی ایک شخصیت، حاملان قرآن کی ایک فرد اور ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے خدا کے لئے احسان و مروت کا راستہ اختیار کیا۔

اس عظیم شخصیت نے اسلامی علوم و معارف کا بوجھ اپنے کاندھے پر اٹھا کر کتاب و سنت اور تمام تر اچھائیوں کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے، اسے مکارم اخلاق میں رہبر اور اسلامی ثقافت میں اسوہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کے مقدس آئین میں ایسی عظیم شخصیت کی توہین، ظلم و خیانت اور اس سے جنگ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے؛ الٰہی شریعت میں ایسی شخصیتوں کے ساتھ پیش آنے کی روش اور طریقے کو بہتر انداز میں بیان کیا گیا ہے، ایسی شخصیتوں کا فائدہ ونقصان مسلمانوں کے فائدہ ونقصان

سے مربوط ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، وہ اصحاب رسولؐ کی نمایاں فرد تھے؛ اصحاب میں ان کے والد بزرگوار کے بعد کوئی ایسا نہیں جو ان کی برابری کر سکے؛ ان کی عدالت اور بہترین سیرت کے پیش نظر ان کے مانند اصحاب میں کوئی نہیں تھا۔ اس امام کے عظیم فضائل کا اہم پہلو یہ ہے کہ اس عہد میں لوگوں کے درمیان ان کے علاوہ کوئی دوسرا رہبری اور امامت کا مستحق نہیں تھا، اس لئے کہ فضیلت اور رسول خدا سے نزدیکی میں تمام صحابہ سے برتر تھے اور اسلامی احکام کے مفادات کو وہی سب سے زیادہ نافذ کرتے تھے۔ بنابریں اس عظیم شخصیت سے دوری اختیار کرنا اور اس سے جنگ کرنا جائز نہیں، ان کے اقوال وافکار کی مخالفت قطعی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ ان پر لعنت بھیجی جائے اور ان کی ہتک حرمت کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جائے۔

اس امامؑ کے فضائل ومناقب میں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے وہ سبط رسول خداؐ اور چشم رسول کی روشنی ''سیدۂ نساء العالمین'' کے فرزند ہیں، ان کا گوشت وخون رسول خداؐ کا گوشت وخون ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کی نبوت پر ایمان رکھنے والوں پر واجب ہے کہ صاحب رسالت کی شان ومنزلت کا پاس ولحاظ رکھیں اور ان کی رضایت وخوشنودی حاصل کریں؛ اس لئے کہ وہ خالص دین اور واضح آئین کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ راضی نہیں ہوں گے۔

ان تمام باتوں سے پیشتر، امام عالی مقام ان اصحاب کساء کی فرد ہیں جنہیں آیہ شریفہ کے مطابق خداوند عالم نے ہر رجس وکثافت سے دور کرکے پاک ومنزہ قرار دیا ہے۔

یہ امام ان افراد میں سے ہیں جن کی خداوند عالم نے ''سورہ ہل اتی'' میں تعریف کرتے ہوئے ان کی شان میں آیۂ مبارکہ ﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾ نازل فرمائی ہے۔

یہ امامؑ رسول اسلامؐ کے ''ذوی القربیٰ'' کی نزدیک ترین فرد ہیں جن کی دوستی ومحبت کو خداوند عالم نے واجب قرار دے کر اجر رسالت کا عنوان قرار دیا ہے۔

یہ ان دو عظیم امانتوں میں سے ایک ہے جنہیں رسول خداؐ نے امت کے درمیان امانت کے طور پر چھوڑا ہے تا کہ وہ ان کی پیروی کریں اور فرمایا: جب تک ان کے دامن سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

یہ اسی خاندان سے ہیں جو امت کے درمیان کشتی نوح کا حکم رکھتا ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے منہ موڑا ہلاک ہو گیا۔ یہ ان افراد میں سے ہیں جن پر خداوند عالم نے نمازوں میں درود وسلام کو واجب قرار دیا ہے جس نے ان پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قابل قبول نہیں۔

یہ ان افراد میں سے ہیں جن کو مخاطب کر کے رسول خداؐ نے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو تم سے دوستی کرے گا میں اس کا دوست رہوں گا۔

یہ ان افراد خیمہ کی فرد ہیں جن کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا: ''اے مسلمانو! میں اس خیمہ میں رہنے والوں کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں، میں ان کا شیدائی ہوں جو ان سے محبت کرتے ہیں، اس خیمہ میں مقیم افراد سے وہی محبت کر سکتا ہے جو پاک طینت ہوگا اور ان سے دشمنی وعداوت رکھنے والا ذلیل اور پست ترین نسل سے ہوگا''۔

یہ امامؑ ریحانہ رسولؐ ہیں، آنحضرت ان کی خوشبو محسوس کر کے اپنے سینے کو فشار دیتے تھے۔

وہ حسین ابن علی علیہما السلام کے بھائی ہیں، یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یہ رسول خداؐ کے حبیب تھے، آنحضرت لوگوں کو ان سے محبت کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے تھے: ''خدایا! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھ''۔

یہ رسول خداؐ کے جگر کے دو ٹکڑوں میں سے ایک ہیں جنہیں آنحضرت نے اپنے دوش مبارک پر اٹھا کر فرمایا: ''جو میرے ان دونوں فرزندوں کو دوست رکھے اس نے مجھ سے دوستی کی ہے اور جو ان سے دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے''۔

یہ ان دو عظیم شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے ہاتھوں کو رسول خداؐ نے پکڑ کر فرمایا: ''جس نے مجھ سے، اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت کی وہ مجھ سے ہے اور وہ قیامت کے دن

میرے ہمراہ ہوگا''۔

یہ رسول خداؐ کے ان دو فرزندوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا: حسن وحسین (علیہما السلام) میرے دو فرزند ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے خدا اُسے پسند فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والے کو خدا اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے آتش جہنم میں جھونک دیتا ہے۔(۱)

یہ ہے امام حسن مجتبیٰؑ کی ذات والا صفات اور عظیم شخصیت۔ اب ذرا جگر خوارہ ہند کے بیٹے پر ایک نظر ڈالئے جس کے سیاہ کارناموں کو اس سے قبل دسویں جلد میں پیش کیا گیا، اس نے امام عالی مقام پر جو مظالم کئے ان کو دنیا کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے افراد جانتے ہیں اور تاریخ کے سینے میں ان کے نمونے موجود ہیں۔

معاویہ نے امام عالی مقام سے دشمنی کر کے ان سے جنگ کی اور نص کے ذریعہ ثابت شدہ حقِ امامت کو زبردستی چھین لیا۔ اس نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جسے اس نے صلح کے وقت امامؑ کے ساتھ کیا تھا۔ امام نے یہ صلح صرف اور صرف شیعوں کے خون، اہل بیت کرام کی کرامت و بزرگی اور دینی شرافت کو بچانے کے لئے کی تھی۔

امام علیہ السلام اپنے علم و دانش کے ذریعہ معاویہ کے ملحوظ خاطر تمام امور سے غافل نہیں تھے، وہ جانتے تھے کہ طاغوت عصر اپنی دسترس میں آئے ہوئے انسان کو صرف موت کے گھاٹ اتارنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اسے منت وسماجت کرنے کی مہلت دیتا ہے تاکہ قبل از وقت اپنی حکومت کے اختیارات کو ثابت کر سکے اور اپنے منھ پر موجود الٰہی لگام کو اس طرح جدا کر سکے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی ان ذلت وخواری اور جنایات کو کم کر سکے جو فتح مکہ کے دن ان کے دامن گیر ہوا تھا، اس دن رسول خداؐ نے قریش کے غلاموں پر احسان کیا، انہیں نعمت عطا کی اور آزاد کیا اور اس طرح یہ گروہ ''طلقاء'' کے نام سے

---

(۱) متذکرہ تمام احادیث کے مصادر اور اسناد انشاءاللہ آئندہ بیان کئے جائیں گے۔

مشہور ہو گیا۔

امویوں کے اسی فریبی نمائندہ نے اس ذلت وخواری کو بنی ہاشم کے سر ڈالنے کا ارادہ کیا، اس سلسلے میں اس نے سر جوڑ محنت کی اور اپنا سارا کس بل نکال دیا۔ لیکن بالآخر اس صلح نے اس کے ارادہ کی مٹی پلید کر دی جس کے آثار و نتائج ہاشمی خاندان کی شرافت و بزرگی، اور ذلت سے ان کی پاکیزگی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اس صلح کے اہم ترین اور عظیم نتائج نے ہی امامؑ عالی مقام کو صلح پر آمادہ کیا تھا، یہ اور بات ہے کہ معاویہ خائن تھا، اس نے عہد و پیمان کو توڑ دیا، اس سلسلے میں مکر و فریب اور عذر تراشیاں خود اسی سے مربوط ہیں۔ اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، اس عہد نامہ کے مطابق معاویہ نے قبول کیا تھا کہ اس کے بعد وہ امام کے والد محترم پر سب و شتم اور لعنت نہیں کرے گا لیکن اس نے سب و شتم کو نا قابل تغییر قانون کے عنوان سے اسلامی مجلسوں میں رائج کیا اور اسے جاری رکھا۔

اس نے عہد کیا کہ اس کے بعد وہ ان کے والد محترم کے شیعوں کو آزاد چھوڑ دے گا لیکن اس نے شیعوں کو بری طرح قتل کیا، شہروں اور ویرانوں میں آوارہ اور بے سر و ساماں کیا۔ وہ شیعہ اتنے خوف و دہشت اور نا امنی میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ جب ان پر یہودی ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا تو وہ ابوتراب علی سے منسوب ہونے سے زیادہ آسان تھا۔

معاویہ نے قبول کیا کہ اس صلح نامہ کے بعد کسی سے کوئی عہد نہیں کرے گا، اس نے امام کو لکھا:

''اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو کر میری بیعت کر لیں تو میں ان عہد و پیمان پر عمل کروں گا اور جن شرائط کو قبول کیا ہے ان پر برقرار ہوں گا اور اعشی بن قیس کے ان اشعار کا مصداق بنوں گا:

وان احد اسدی الیک امانہ فأوف بھا تدعی اذامت وافیا

ولا تحسد المولی اذا کان ذا نمتی ولا تجفہ ان کان فی المال فانیا

''اگر کسی نے کوئی امانت تمہارے سپرد کی ہے تو اس سے وفا کرو تا کہ وفاداروں کے زمرے میں تمہاری موت ہو، کبھی اپنے بے نیاز آقا سے رشک نہ کرو، اگر وہ بے پناہ مال و متاع میں غوطہ زن ہو تب بھی اس پر ظلم نہ کرو''۔ میرے بعد خلافت آپ کا حق ہوگا اس لئے کہ آپ ہی اس مقام و منصب کے

زیادہ حقدار ہیں''۔(۱)

اس عہد و پیان کے باوجود اس نے اپنے بے حیا اور ذلیل بیٹے کو تاکید کی کہ امام کی شہادت کے بعد حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے۔

جب دونوں میں صلح ہوگئی تو امام حسن نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یہ اس صلح نامہ کا متن ہے جسے حسن ابن علی نے معاویہ بن ابی سفیان کے ہمراہ منعقد کرتے ہوئے قبول کیا ہے کہ مسلمانوں کی ولایت و رہبری اس شرط پر اس کے حوالے کریں گے کہ وہ خدا کی کتاب، رسول خدا کی سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کرے، معاویہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے بعد وہ کسی اور کے ساتھ عہد و پیان کرے بلکہ اس کے بعد یہ امر (خلافت) مسلمانون کی شوریٰ کے ذریعہ انجام پذیر ہوگا، اس عہد کے مطابق شام، عراق حجاز اور یمن یا خدا کی وسیع زمین میں ہر جگہ رہنے والے لوگ امان میں رہیں گے، حضرت علی کے اصحاب اور ان کے شیعوں کی جان و مال، اولاد اور عورتیں چاہے جہاں بھی ہوں حفظ و امان میں ہوں گے، معاویہ بن ابی سفیان پر لازم ہے کہ وہ حسن ابن علی، ان کے بھائی حسین اور خاندان رسول کی کسی فرد پر پوشیدہ و آشکارا چالبازی اور سازش سے پرہیز کرے اور انہیں خوف زدہ نہ کرے، میں اس امر بیعت پر خدا کو گواہ، قرار دیتا ہوں وہ بہترین گواہ ہے''۔(۲)

جب معاویہ مسند حکومت پر براجمان ہوا اور کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

''اے کوفہ والو! کیا تم سوچتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے سلسلے میں جنگ کی ہے، نہیں میں نے اس لئے جنگ کی تا کہ تم پر حکومت کرسکوں''۔ اس کے بعد اس نے کہا: میں نے تم سے جو

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۳ (ج ۱۶ ص ۳۷ وصیت ر ۳۱)

۲۔ صواعق ابن حجر ص ۸۱ (ص ۱۳۶)

بھی عہد و پیان کیا تھا ابھی اسی وقت اپنے پیرون تلے روندتا ہوں۔(۱)

ابواسحاق سبیعی نقل کرتے ہیں کہ معاویہ نے مقام نخیلہ میں ایک خطبہ کے دوران کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے حسن بن علیؑ کے ساتھ جو عہد و پیان کیا تھا اسے اپنے پیروں تلے روندتا ہوں، اس پر کبھی عمل نہیں کروں گا۔(۲) ابواسحاق کی نظر میں: وہ ظالم و جابر تھا۔(۳)

لہذا یہ شخص امام علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا، اس نے عہد و پیان توڑا، امام کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، اس نے ان کے جد بزرگوار رسول اکرمؐ اور والد محترم، خلیفہ بلا فصل حضرت علیؑ کے عظمت و احترام کی رعایت نہیں کی، آپ کی مادر گرامی صدیقہ طاہرہ اور خود آپ کی شخصیت کے گوناگوں فضائل و مناقب کا بھی پاس ولحاظ نہیں رکھا، اسلامی حقوق کی ذرا بھی رعایت نہیں کی اور اصحاب کرام کے احترام اور قول رسولؐ کی نص کے مطابق آپ کی قربت و نزدیکی کو پامال کیا۔ حق کی قسم! اس عہد و پیان سے قبل جو مظالم ڈھاتا تھا وہ اس کے بعد بھی ڈھاتا رہا، یہاں تک کہ نمازوں میں بھی امام علیہاالسلام پر لعنت کرتا تھا۔

ابوالفرج نے یحیی بن معین سے، اس نے ابوالفضل لبان سے، اس نے عبدالرحمٰن بنی شریک سے، اس نے ابراہیم بن خالد سے اور اس نے حبیب بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کوفہ میں آکر خطبہ پڑھا، امام حسن وحسین (علیہما السلام) وہیں تشریف فرما تھے، معاویہ نے علیؑ کا نام لے کر ان پر دشنام طرازی کی پھر حسن علیہ السلام کو برا بھلا کہا، امام حسینؑ کھڑے ہوئے تا کہ منھ توڑ جواب دیں لیکن امام حسنؑ علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا پھر کھڑے ہو کر اس طرح فرمایا:

''اے وہ شخص جس نے علیؑ کا تذکرہ کیا، (سن) میں حسن ہوں اور میرے والد علیؑ، تو معاویہ ہے اور تیرا باپ صخر، میری ماں فاطمہ ہیں اور تیری ماں ہند، میرے جد رسول خداؐ ہیں اور تیرا جد عقبہ بن ربیعہ،

۱۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

۲۔ شرح بن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶ (ج ۱۶ ص ۴۶ وصیت ۳۱)

۳۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

میری جدہ خدیجۃ الکبری ہیں اور تیری جدہ فتیلہ، خدا اس شخص پر لعنت کرے جس نے برائی کے ساتھ ہمارا تذکرہ کیا، ہماری شخصیت کا مذاق اڑایا اور عہد رفتہ میں یا آج کے دن ہمارے خاندان کی برائی کی اور کفر ونفاق کو اختیار کیا۔ مسجد میں موجود تمام لوگوں نے آمین کہا، علی بن حسین اصفہانی نے بھی آمین کہا معاویہ اپنے ترکش کا آخری تیر چلا کر جس ظلم کا مرتکب ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مکر وفریب کا سہارا لے کر حضرت کو زہر دلوایا جس سے آپ کی دردناک شہادت واقع ہوگئی، زہر نے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔

ابن سعد طبقات (۱) میں لکھتے ہیں:

معاویہ نے حضرت کو کئی مرتبہ زہر واقدی (۲) کی روایت کے مطابق: حضرت مسموم ہوئے جس سے آپ کی طبیعت ومزاج پر خاصا اثر ہوا پھر دوسری مرتبہ زہر دیا گیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی، شہادت کے قریبی ایام میں طبیب نے آپ کو دیکھ کر کہا: زہر نے اس انسان کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا: اے ابو محمد علیہ السلام! مجھ سے بتایئے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے؟ پوچھا: اے بھائی! کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔ فرمایا: تاکہ آپ کو سپرد لحد کرنے سے پہلے اسے تہ تیغ کرسکوں، اگر مجھے قدرت حاصل نہ ہوئی پھر بھی میں یہ کام انجام دوں گا، بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ ایسی سرزمین میں چلا جائے جہاں تک رسائی ممکن نہیں۔ یہ سن کر امام حسنؑ نے فرمایا: اے بھائی! یہ دنیا تاریک راتوں کے علاوہ کچھ نہیں، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ خدا کی بارگاہ میں اس کا سامنا کرسکوں۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے قاتل کی نشان دہی کرنے سے پرہیز کیا میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بعض اہلکاروں کو اس کام پر اکسایا اور انھوں نے زہر دے دیا۔ (۳)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ ص۱۶ (ج۱۶ ص۴۹ وصیت ۳۱)

۲۔ تتمیم طبقات ابن سعد ج۱ ص۳۵۲ ح ۳۱۵/

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۴۳ (ج۸ ص۴۷ حوادث ۴۹ھ)

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو اٹھ کر چلنے لگے پھر واپس ہوتے ہوئے فرمایا: میں کئی مرتبہ میں مسموم ہوا لیکن جس طرح اس مرتبہ مسموم ہوا ویسا کبھی نہیں ہوا۔ انہوں نے باہر آئے ہوئے اپنے جگر کے بعض ٹکڑوں کو ہاتھوں میں لے کر ایک لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ امام حسینؑ نے پوچھا: اے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا؟ فرمایا: اس کے ساتھ کیا کرو گے، جس شخص کے بارے میں میں گمان کر رہا ہوں اگر وہی ہے تو خدا بہتر انداز میں اس سے باز پرس کرے گا اور اگر دوسرے نے زہر دیا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہونچے۔ تین دن سے زیادہ آپ زندہ نہ رہے پھر آپ کی شہادت ہوگئی خدا ان سے راضی ہو۔

منقول ہے کہ آپ کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی'' نے آپ کو زہر دیا۔ معاویہ نے اسے ورغلایا تھا کہ اگر تو قتل حسن کے سلسلے میں اقدام کرے گی تو سو ہزار دینار دوں گا اور یزید کے ساتھ تیری شادی کر دوں گا۔ یہ لالچ دے کر اس نے جعدہ کو امام حسن علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب امام شہادت کی شہادت واقع ہوگئی تو معاویہ نے دینار بھیج کر اپنا وعدہ پورا کیا لیکن کہا: اگر تو اپنے شوہر کے ساتھ بیوفائی نہ کرتی تو اپنے فرزند سے تیری شادی کر دیتا، یزید کی زندگی مجھے عزیز ہے۔

منقول ہے کہ امام حسنؑ نے وفات کے وقت فرمایا: جام شربت نے اپنا اثر دکھا دیا ہے اور قاتل کا مقصد پورا ہو گیا، وہ (معاویہ) اپنا وعدہ وفا نہیں کرے گا، اسکی باتیں صداقت سے قطعی عاری ہیں۔

شاعر اہل بیت نجاشی نے جعدہ کے اس فعل بد کے متعلق یہ اشعار کہے:

جعدة بكية ولا تسامى	بعد بكاء المعول الثاكل
لم يسبل الستر على مثله	فى الارض من خاف ولا ناعل
كان اذا شبت له نارة	يرفعها باسند الغاتل
كيما يراها بائس مرمل	و فرد قوم ليس بالآهل
يغلى بنى املحم حتى اذا	انضج لم يغل على آكل
اعنى الذى اسلمنا هلكه	للزمن المستحرج الماحل

''اے جعدہ! امام کی موت پر گریہ وزاری کر ایسا گریہ جس کے بعد ایک بیوہ عورت خود کو بے سہارا اور بے پناہ محسوس کرتی ہے۔ دل تنگی اور پریشانی کا شکار نہ ہو کیوں کہ اس عظیم شخصیت کی طرح بوڑھے اور بچوں میں کوئی بھی اس گھر میں زندگی بسر نہیں کرے گا۔ یہ ایسا گھر تھا کہ جب بھی مہمان نوازی کی آگ بھڑکتی تھی تو ایسے بزرگ بھی اس سے مشرف ہوتے تھے جو عظیم شخصیت کے حامل تھے، بے چاروں اور بے کسوں کا تو تانتا بندھا رہتا تھا۔ اس گھر کے کھانے کے گوشت اتنے پکائے جاتے تھے کہ کھانے والے کو کھانے میں پریشانی نہیں ہوتی تھی''۔(۱)

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں: امام حسنؑ نے معاویہ سے عہد لیا تھا کہ وہ خلافت کے بارے میں کسی سے عہد و پیمان نہیں کرے گا اور اس کے بعد خلافت کے حقدار صرف وہ ہونگے، لیکن معاویہ نے اپنے فرزند کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ حسن ابن علیؑ اور سعد بن ابی وقاص تھے اسی لئے اس نے ان دونوں کو زہر دلوا دیا۔ جعدہ کو پیغام بھجوایا کہ اگر تم نے امام حسنؑ کو زہر دے دیا تو میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دوں گا، امام کی شہادت کے بعد اس نے ایک لاکھ درہم بھیجا اور یہ کہلوا دیا کہ میں اپنے بیٹے یزید کی شادی تم سے نہیں کر سکتا۔ (ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں مغیرہ اور ابی بکر بن حفص کے طریق سے یہ واقعہ نقل کیا ہے)۔(۲)

ابو الحسن مدائنی لکھتے ہیں:

حضرت کی وفات ۴۹ھ کو واقع ہوئی، تقریباً چالیس دن بیمار رہے اور ۴۷ سال کی عمر میں شہید ہوئے معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ امام کو زہر دلوایا۔ معاویہ نے کہا: اگر تم نے امام کو زہر دے دیا تو ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے درہم تو دے دیا لیکن دوسری شرط پر عمل نہ کرتے ہوئے کہا: مجھے ڈر ہے کہ جو سلوک تو نے فرزند رسول کے

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۰ (ج ۳ ص ۶۔۷)؛ متذکرہ اشعار تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ تاریخ بن کثیر (ج ۸ ص ۴۷ حوادث ۴۹ھ) میں بھی مذکور ہیں۔

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۲۹ (ص ۸۰ نمبر ۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۱، ۱۷ (ج ۱۶ ص ۲۹، ۴۹ وصیت ۳۱)

ساتھ کیا ہے وہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ کردے۔(۱)

حمص بن منذر رقاشی کا بیان ہے: خدا کی قسم! معاویہ نے امام حسنؑ سے کئے گئے کسی بھی عہد کو پورا نہیں کیا، حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا، اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور امام حسن کو زہر دغا سے شہید کروادیا۔(۲)

ابوعمر نے استیعاب میں قتادہ اور ابوبکر حفص کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حسن بن علیؑ مسموم ہوئے تھے، آپ کو آپ کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث'' نے زہر دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے معاویہ کی سازش کے تحت یہ کام انجام دیا اور ڈھیروں مال و متاع بھی حاصل کئے، واللہ اعلم۔ اس کے بعد انہوں نے مسعودی کی روایت نقل کی ہے۔(۳)

سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں لکھتے ہیں: ارباب سیر (جن میں ابن عبدالبر بھی شامل ہیں) نے نقل کیا ہے کہ حضرت کو ان کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی'' نے مسموم کیا۔ اور سعدی لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے امامؑ کو مسموم کرنے کے سلسلے میں جعدہ کو اکسایا اور کہا کہ میں تجھ سے شادی کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے زہر دے دیا، جب امام کی وفات ہوئی تو جعدہ نے یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ یزید نے کہا: میں تجھے امام حسن کے لئے پسند نہیں کرتا تھا، اپنے لئے کیسے پسند کرلوں؟ شعبی کے بقول: معاویہ نے اس عورت کو آمادہ کیا تھا، اس نے کہا: تو امام حسنؑ کو زہر دے دے، میں اپنے بیٹے یزید سے تیری شادی کردوں گا اور ہزار درہم بھی دوں گا. چنانچہ امام کی شہادت کے بعد اس نے معاویہ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے، معاویہ نے درہم بھیج کر صاف کہلوادیا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اس کی زندگی مجھے عزیز ہے، اگر دلی طور پر اس سے وابستہ نہ ہوتا تو میں اس سے تیری شادی کردیتا۔(۴)

۱۔ شرح بن ابی الحدید ج ۴ ص ۴ (ج ۱۶ ص ۱۱، ۷، اوصیت ۳۱)

۲۔ شرح بن ابی الحدید ج ۴ ص ۷ (ج ۱۶ ص ۱۱، ۷، اوصیت ۳۱)

۳۔ استیعاب ابوعمر ج ۱ ص ۱۴۱ (القسم الاول ص ۳۸۹ نمبر ۵۵۵)

۴۔ تذکرہ ابن جوزی ص ۱۲۱ (ص ۲۱۱۔۲۱۲)

شعبی نے اسی سے ملتی جلتی بات نقل کی ہے: امام حسن علیہ السلام نے وقت شہادت فرمایا: معاویہ جس مقصد کے تحت مجھے مارنا چاہتا تھا پورا ہوا، زہر نے اپنا کام کر دکھایا، اس کی خواہش وآرزو برآئی لیکن خدا کی قسم! وہ اپنے وعدہ پر عمل نہیں کرے گا، اس کا قول صداقت سے عاری ہے۔ پھر طبقات ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے امام کو کئی مرتبہ زہر دلوایا تھا۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: انہیں کئی مرتبہ زہر دیا گیا اور وہ بچ گئے لیکن آخری مرتبہ زہر نے اپنا کام کر دکھایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو زہر دینے پر مامور کیا تھا، یہ زہر اتنا سریع الاثر تھا کہ سامنے موجود طشت میں آپ نے چالیس مرتبہ الٹی کی۔ محمد بن مرزبان نقل کرتا ہے: ان کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث بن قیس'' نے یزید کی سازش کے تحت زہر دیا، یزید نے وعدہ کیا کہ اس سے شادی کرلے گا۔ جب وفات کے بعد یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے تو یزید نے کہا: خدا کی قسم؟ ہم تو حسنؑ کے لئے تجھ سے راضی نہیں تھے، اپنے لئے کیسے پسند کرلیں۔(۱)

کثیر اور ایک روایت کے مطابق نجاشی نے یہ اشعار کہے ہیں:

یا جعدہ ابکیة ولا تسامی بکاء حق لیس با لباطل

لن تستری البیت علی مثلہ فی الناس من خاف ولاناعل

اعنی الذی اسلمہ اھلہ للزمن المستخرج الماحل

کان اذا شبت لہ نارہ یرفعھا بالنسب المائل

کیمایراھا بائس مرمل او وقد قوم لیس بالآھل

یغلی بنی اللحم حتی اذا انضج لم یغل علی آکل

مزی نے ''تہذیب الکمال فی اسماء الرجال'' میں ام بکر بنت مسور سے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ کو کئی مرتبہ مسموم کیا گیا اور بالآخر آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپ کی رحلت کے جانسوز موقع پر بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک صف عزا بچھائی اور نوحہ وماتم میں مشغول رہیں۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۲۲۹ (ج ۱۳ ص ۲۸۲۔۲۸۴ نمبر ۱۳۸۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۷ ص ۳۹)

اسی کتاب میں عبداللہ بن حسن سے منقول ہے کہ میں نے سنا کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو معمور کیا وہ امام حسنؑ کو زہر دینے کے لئے زمینہ فراہم کرے۔ ابوعوانہ نے مغیرہ سے اور اس نے ام موسیٰ سے نقل کیا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا، امام عالی مقام چالیس روز تک اس زہر کے اثر سے پریشان و نالاں رہے۔ (۱)

''مرآۃ العجائب واحاسن الاخبار الغرائب'' میں بھی منقول ہے کہ حسن بن علیؑ کی شہادت زہر کے ذریعہ سے ہوئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث'' نے آپ کو زہر دیا۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے (خدا حقیقت حال سے آگاہ ہے) کہ معاویہ نے اسے دھوکا دیا کہ سو ہزار درھم دے گا اور اپنے بیٹے یزید سے اسکی شادی کر دے گا لیکن جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو معاویہ نے درہم دینے کے بعد کہا: یزید کی زندگی مجھے زیادہ عزیز ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسنؑ نے وقت شہادت فرمایا: زہر آلود شربت نے اپنا اثر دکھا دیا لیکن وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گا، اسکی باتوں میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔

امام کے واقعہ مسموم کو ایک شیعہ شاعر نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

تعرفكم لك من سلوة تفرج عنك قليل الحزن
بموت النبي و قتل الوصي و قتل الحسين و سم الحسن

''تمہیں ایسی تعزیت پیش کرتا ہے جو تمہارے ہر غم کو دور کر دے گا، (اور وہ ہے) وفات رسول، ان کے وصی اور حسین کا قتل اور امام حسن کا مسموم ہونا''۔

زمخشری ربیع الابرار کے باب نمبر ۸۱ میں نقل کرتے ہیں: معاویہ نے بنت اشعث زوجہ امام حسن یعنی جعدہ کو ایک لاکھ درہم دیا تا کہ وہ حضرت کو زہر دے دے، اس کے بعد وہ دو شنبہ تک زندہ رہے، ان کے سامنے رکھے ہوئے طشت میں خون کے لوتھڑے بھرے ہوئے تھے، وہ فرماتے تھے: مجھے بارہا مسموم کیا گیا لیکن مجھے ایسا صدمہ کبھی نہیں ہوا، میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ (۲)

۱۔ تہذیب الکمال ج ۶ ص ۲۵۲ نمبر ۱۲۴۸

۲۔ ربیع الابرار (ج ۴ ص ۲۰۸)

کتاب ''حسن السریر''(۱) میں ہے: ۴۷ھ میں معاویہ کے ورغلانے پر جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے امامؑ کو زہر دیا، ایک لاکھ درہم بھی دیا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کی شادی کردی۔

معاویہ نے امام کو اپنی ناپاک خواہش (بیعت یزید) کی راہ میں عظیم رکاوٹ سمجھ کر خود کو دو اعتبار سے خطرے میں محسوس کیا: صلحنامہ جسے اس نے قبول کیا تھا اور دوسری طرف امام کی شائستہ کرداری، جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں بہت زیادہ مقبول تھے۔ اس خطرناک صورت حال سے بچنے کے لئے اس نے امام عالی مقام کو زہر دلوایا، جب امام کی شہادت کی خبر پہونچی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ہمرہ تمام درباری سجدہ میں گر پڑے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: حسن ابن علیؑ بیمار ہوئے تو مدینہ کے عامل نے معاویہ کے خط میں حسن ابن علیؑ کی شکایت اور ان کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: میں ان کی خبر شہادت سننے کے لئے بے چین ہوں، اگر قادر ہو تو اس کام کو انجام دو۔ وہ ہمیشہ امامؑ کے حالات لکھتا رہا، جب وفات کی خبر دی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ساتھ تمام درباری سجدہ میں گر پڑے۔ اس وقت شام میں عبداللہ بن عباس موجود تھے، وفات کی خبر پاکر معاویہ کے پاس پہنچے، بیٹھتے ہی معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا حسن ابن علی چل بسے؟ کہا: ہاں! وہ شہید ہوگئے، ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' دو مرتبہ اس کی تکرار کی، پھر کہا: تو جس خبر سے بہت زیادہ خوش ہے وہ مجھے معلوم ہوئی، خدا کی قسم: ان کا جسد پاک تیری قبر میں حائل نہ ہوگا. ان کی موت تیری عمر میں اضافہ کا سبب نہیں بنے گی، وہ جس حال میں فوت ہوئے تجھ سے بہتر تھے، ہم اس مصیبت میں غمزدہ ہیں، اس سے قبل ان کے جد رسول خدا کی مصیبت میں بھی ماتم کناں تھے، خدا نے اس مصیبت کی اس طرح تلافی کی کہ ان کی جگہ بہترین جانشین کو معین فرمایا۔ پھر ابن عباس چیخ مار کر گریہ کرنے لگے۔ (۲)

۱۔ (اس کتاب کو محب الدین طبری (صاحب ریاض النضرۃ) کے نواسے ''عبدالقادر بن محمد بن (یحیی حسینی شافعی) طبری'' نے تالیف کیا ہے؛ ملاحظہ ہو: کشف الظنون ج ۳ ص ۴۰۴)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۴ (ج ۱ ص ۱۵۰)

عقد الفرید میں ہے: جب معاویہ کو حسن ابن علیؑ کی خبر شہادت معلوم ہوئی تو سجدہ میں گر پڑا، پھر شام میں موجود ابن عباس کے پاس پیغام بھجوایا اور تسلیت عرض کی، اس وقت وہ بہت زیادہ خوش تھا، اس نے ابن عباس سے پوچھا: کتنے سال کی عمر میں ابو محمد کی وفات ہوئی ہے؟ کہا: ان کی عمر زباں زد خاص وعام تھی، تعجب ہے کہ تو اس سے ناواقف ہے۔ معاویہ نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں؟ کہا: وہ چھوٹے سہی لیکن وہ بھی بڑے ہوں گے .اس خاندان کے چھوٹے بھی بڑوں کے کے مانند ہیں۔ پھر کہا: اے معاویہ! میں تجھے اتنا خوش کیوں دیکھ رہا ہوں، کیا یہ خوشی حسن ابن علی کی موت کی وجہ سے ہے. خدا کی قسم! تیری موت بھی فراموش نہیں کی جائے گی، ان کی موت تیری قبر کو پر نہیں کرے گی ان کے بعد تیری زندگی کتنی مختصر ہے۔(۱)

راغب اصفہانی نے محاضرات میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔(۲)

حیاۃ الحیوان اور تاریخ الخمیس میں ہے: سبیل سکینہ

''ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب (امام) حسن مریض ہوئے تو مروان بن حکم نے اس سلسلے میں معاویہ کو خط لکھا۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: مجھے حسن کی موت کی خبر سناؤ۔ جب اسے وفات کی خبر ہوئی تو سبز محل سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی جسے سن کر شام والوں نے بھی تکبیر کہی۔ یہ دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے معاویہ سے کہا: خدا تمہاری آنکھ روشن کرے، تکبیر کیوں کہی تھی؟ اس نے کہا: حسن مر گئے۔ فاختہ نے کہا: کیا فرزند فاطمہ کی موت پر تکبیر کہتے ہو؟ معاویہ نے جواب دیا: میں نے ان کی موت سے خوش ہو کر تکبیر نہیں کہی ہے، لیکن یہ خبر سن کر میرے دل کو بہت سکون ملا ہے۔ ابن عباس پہونچے تو معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا جانتے ہو کہ تمہارے گھر میں کیا واقعہ پیش آیا؟ کہا: میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا ہے، لیکن میں تمہیں خوش دیکھ رہا ہوں، تکبیر کی آواز بھی سنی تھی۔ معاویہ نے کہا: حسن مر گئے۔ ابن عباس نے کہا: خدا ابو محمد پر رحمت نازل کرے (اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی۔ پھر کہا:) اے معاویہ! خدا کی قسم، ان کی قبر تیری

۱۔ العقد الفرید (ج ۴ ص ۱۴۶)

۲۔ محاضرات الادباء ج ۲ ص ۲۲۴ (مجلد ج ۲ ج ۴ ص ۵۰۰)

قبر کو پر نہیں کرے گی، ان کی عمر تیری عمر کو زیادہ نہیں کرے گی، اگر ہم پر حسن کی (موت) کا غم نازل ہوا ہے تو امیر المومنین اور خاتم المرسلین کا غم بھی نازل ہوا تھا، خدا یہ خلا ضرور پر کرے گا اور ہمارے آنسوؤں کو قبول فرمائے گا، ان کے بعد ان کا جانشین موجود ہے''۔(۱)

معاویہ کی خوشی کے لئے لوگوں نے امام حسن کی وصیت کے مطابق ان کو رسول خدا کی قبر کے پہلو میں دفن ہونے سے روک دیا حالانکہ آپ ہی اس مقدس جگہ پر مدفون ہونے کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: مروان نے اس کام کی ممانعت کی چونکہ وہ معزول ہوا تھا، اسی لئے اس نے اس وسیلے سے معاویہ کی رضایت وخوشنودی حاصل کرنا چاہی۔(۲) ابن عساکر لکھتے ہیں: مروان نے کہا تھا: میں فرزند ابوتراب کو رسول خداؐ کے پہلو میں کبھی دفن نہیں ہونے دوں گا حالانکہ عثمان بقیع میں مدفون ہیں، چونکہ مروان انہیں ایام میں معزول ہوا تھا اور اس وسیلے سے معاویہ کو راضی کرنا چاہتا تھا، وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بنی ہاشم سے دشمنی کرتا رہا۔(۳)

یہ تھے جگر گوشۂ رسول امام حسن مجتبیٰؑ پر معاویہ کے مظالم کے چند نمونے۔ ممکن ہے اس کے کئی گنا مظالم سے تاریخ نے فروگذاشت کیا ہو اور انہیں نہ لکھا ہو۔ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو امام مجتبیٰؑ کی غلطی کی توجیہ کرے کہ خدا نہ کردہ وہ اس غلطی کے مرتکب ہوئے تھے، جس کی وجہ سے ان پر یہ تمام بلائیں اور مصیبتیں نازل کی گئیں؟ جگر خوارہ ہند کے جنے نے ان مظالم کے لئے کون سا جواب آمادہ کر رکھا ہے؟ کیا امام کی غلطی اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ فرزند رسول تھے، اس رسول کے فرزند جس نے اس بت پرست معاویہ کے آباء واجداد کے دین کو باطل ومنسوخ کر دیا تھا؟ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ حضرت علیؑ کے فرزند تھے، اس کے فرزند تھے جس نے ماضی کے بت پرستوں کو تہ تیغ کر کے اموی خاندان کی ماؤں کو ماتم دار بنایا تھا...؟؟

۱۔حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۸۳۔۸۴)؛ تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۲۹۴؛ وفیات الاعیان (ج ۲ ص ۶۶۔۶۷)

۲۔البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۴۴ (ج ۸ ص ۴۸ حوادث ۵۰ھ)

۳۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۲۲۶ (ج ۱۳ ص ۲۸۷، ۲۸۸ نمبر ۱۳۸۳)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۷ ص ۴۲)

معاویہ اپنی تشفی خاطر کے لئے چاہتا تھا کہ تمام تر مصائب ومتاعب اور مظالم کو امامؑ کے حق میں بھی روا رکھے اسی لئے اس نے امام کو زہر ہلاہل سے شہید کروایا۔ معاویہ اپنی خواہشات نفسانی کا اس قدر اسیر تھا کہ امام حسنؑ کی وفات پر اپنی خوشی بھی چھپانے سے قاصر رہا اور جیسے ہی وفات کی خبر ملی، سجدے میں گر پڑا میں نہیں جانتا کہ اس نے لات ومنات کے لئے سجدہ کیا تھا یا خدائے وحدہ لاشریک کے لئے...؟! ہاں! اس کی دلی حالت کو اس کے نطفہ حرام ''یزید'' نے اپنے اشعار کے ذریعہ واضح کر دی تھی۔

وہ کہتا ہے:

قد قتلت القوم من ساداتهم　　و عدلنا میل بدر فاعتدل

لیت اشیاخی ببدر شهدوا　　جزع الخروج من وقع الرسل

لعبت بنی هاشم بالملک فلا　　خبر جاء ولا وحی نزل

''میں نے ان کے بزرگوں اور رہبروں کو قتل کر دیا اور جنگ بدر کا انتقام لے لیا، اب ہم مقتولین بدر کے عنوان سے ان کے برابر ہیں۔ اے کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے، ابھی ہوتے اور نیزوں کی ضربوں سے قبیلہ خزرج کی چیخیں سنتے۔ بنی ہاشم نے حکومت واقتدار کا ڈھونگ رچایا تھا، نہ آسمان سے کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوئی تھی''۔

وہ محبوب رسول ''فاطمہ زہرا (س)'' کے پارہ تن تھے، اس پاکیزہ ذات کے پارۂ تن تھے جس کے درخشان سلسلہ نسب نے دنیا کو پرکر رکھا ہے اور اسی سلسلے کی وجہ سے عظمت و بزرگی اور دین حنیف جلوہ افروز ہے۔ اس کے برعکس معاویہ تمام خوبیوں سے برسر پیکار رہا، قرآن مجید کی آیتیں اور دھمکیاں بھی اس پر اثر انداز نہ ہوئیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾ ''میں عنقریب اپنی آیتوں کی طرف

سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو روئے زمین میں ناحق اکڑتے پھرتے ہیں اور یہ کسی بھی نشانی کو دیکھ لیں ایمان لانے والے نہیں ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں گے تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور گمراہی کا راستہ دیکھیں گے تو اسے فوراً اختیار کرلیں گے یہ سب اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے اور ان کی طرف سے غافل تھے"۔(۱)

پیروان امیر المومنینؑ پر معاویہ کے مظالم

معاویہ اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کے لئے ہر عظیم گناہ کو انجام دے دیا کرتا تھا، گھناؤنے کاموں کو بڑی آسانی سے انجام دیتا تھا اور ہر ستم کو آسان خیال کرتا تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں امیر المومنین کے شیعوں اور چاہنے والوں کے خون بہانے کو اپنی عادت سی بنالی تھی، شیعوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو حلال سمجھتے ہوئے ان کے افراد خاندان اور بچوں کو تہ تیغ کر دیتا تھا حتی عورتیں بھی اس کے قتل و غارت گری سے محفوظ نہیں تھیں، اس نے ان شیعوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جن کی خود رسول خدا نے مدح و ستائش کی تھی۔ (اس موضوع کی تفصیلی بحث تیسری جلد میں گزر چکی ہے)۔

فرض کریں کہ رسول اکرمؐ کی جانب سے شیعوں کی مدح و ستائش اور ان کے بارے میں خصوصی تاکید صادر نہیں ہوئی تھی اور اس سے مربوط روایتوں سے جگر خوارہ ہند کا بیٹا ناواقف تھا پھر بھی کیا معاویہ اور اس کے پیچھے اس اسلام سے خارج تھے جس کی کتاب وسنت میں لوگوں کی جان و مال کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا یہ شیعہ ناقابل تلافی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیا ان کی خطا اس کے علاوہ کچھ اور تھی کہ وہ ایسے امام سے وابستہ تھے جس کی جانشینی اور رسول خداؐ کے توسط سے اس کے انتخاب پر تمام مسلمان متفق تھے اور ان کے رسول نے آسمانی کتاب کے مطابق امام کی دوستی وولایت کی تاکید فرمائی تھی؟ کیا ہند کا بیٹا کوئی ایسی بات جانتا تھا جس سے تمام مسلمان بے خبر رہے؟ اور کیا وہ کتاب وسنت کے احکام وقوانین کے سلسلے میں تمام مسلمانوں سے زیادہ آگاہ تھا؟ یا پھر یہ کہ اس میں قتل و غارت گیری اور

۱۔ اعراف/۱۴۶

خونریزی کی ہوس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی...؟؟

معاویہ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب کی زندگی ہی میں حکمین کے فیصلے کے بعد بسر بن ارطاۃ کو لشکر کا سردار بنادیا، طاہر کے وسیلہ سے ایک دوسرے لشکر کو تیار کیا اور ضحاک بن قیس فہری کو بھی لشکر آرائی کی تاکید کی، ان تمام لشکریوں کو حکم دیا کہ شہروں میں جا کر علیؑ کے شیعوں کو قتل کریں، ان کے کارکنوں کو قتل کے گھاٹ اتاریں حتی عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہ کریں۔

اس حکم کے ساتھ بسر مدینہ پہنچا اور بعض اصحاب علی کو تہہ تیغ کر کے ان کے گھروں کو تباہ و برباد کردیا، وہاں سے مکہ گیا اور خاندان ابولہب کے بعض افراد کو قتل کے گھاٹ اتار دیا. پھر ''سراۃ'' میں داخل ہوا اور وہاں بھی قتل و غارت گری کی، وہاں سے نجران میں جا کر عبداللہ بن عبدالمدان حارثی اور ان کے بیٹے کو تہہ تیغ کیا، دونوں بنی عباس کے داماد اور حضرت علیؑ کے کارکنان تھے۔ وہاں سے یمن پہونچا، اتفاق سے وہاں حضرت علیؑ کے گورنر عبیداللہ بن عباس موجود نہیں تھے۔ منقول ہے کہ بسر کی آمد سے باخبر ہو کر چلے گئے تھے، بسر نے انہیں نہ پا کر ان کے دو معصوم بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا. پھر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

معاویہ کے دوسرے اہلکاروں نے بھی یہی مظالم ڈھائے، چنانچہ مرد عامری ''انبار'' پہونچا اور ابن حسان بکری اور کئی شیعہ مردوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ ابوصادقہ کی روایت (۱) کے مطابق: معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کیا اور حضرت علیؑ کے خدمت گذار ''حسان بن حسان'' کو قتل کردیا، اس کے علاوہ وہاں بہت سے مردوں اور عورتوں کو بھی قتل کیا۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی تو گھر سے باہر آئے اور منبر پر جانے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی اور رسول خداؐ پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

''جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، لہذا جس نے اعراض کرتے ہوئے نظر انداز کردیا، اسے اللہ ذلت کا لباس پہنا دے گا، اس پر مصیبت حاوی ہوجائے گی، ان کے بچوں پر تہمت طرازی کی جائے گی اور وہ ذلت وخواری کی گہری کھائی میں چلا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ تم سے

۱۔ ابوالفرج اصفہانی نے اس واقعہ کی سند نقل کی ہے، اختصار کے پیش نظر اسناد کو حذف کردیا گیا ہے (الآغانی ج ۱۶ ص ۲۸۶۔۲۸۷)

برسرپیکار ہوں میں نے تمہیں خبردار کردیا تھا کہ ان سے جنگ کرو۔ بالآخر جن لوگوں نے ان سے جنگ نہیں کی وہ ذلیل وخوار ہوئے تم لوگوں نے اس اہم مسئلہ کو ایک دوسرے کی گردن پر ڈال کر ذلت و خواری کا راستہ اختیار کیا اور میری باتوں پر ذرا بھی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تم پر مسلسل حملہ کیئے، اب تو صورت حال یہ ہے کہ عامر کے بھائی نے شہر انبار میں پہنچ کر حسان بن حسان اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا ہے، بہت سی عورتوں اور بچوں کو بھی تہہ تیغ کردیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ اس ذلیل انسان نے مسلمان عورتوں کے گھر میں داخل ہو کر گوشوارے اور گلو بند بھی چھینے اور ان کے اموال و ناموس پر دست درازی کی لیکن کسی نے بھی لب اعتراض نہیں کھولا، اس ذلت و پستی کے مقابلہ میں اگر کوئی مسلمان فرط تاسف اور غم واندوہ سے مرجائے تو نہ صرف جائے ملامت نہیں بلکہ یہی مناسب ہے....''۔(۱)

عبداللہ ابن عباس کی زوجہ ''ام حکیم بنت قارط'' اپنے بچوں کی دردناک موت پر اتنی سراسیمہ اور بے خودی کا شکار ہوئیں کہ اپنے بچوں سے قتل سے مربوط خبروں پر کوئی توجہ نہیں دیتی تھیں اور مسلسل ادھر ادھر گھوم کر انہیں تلاش کرتیں تھیں۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کے متعلق یہ جانسوز اشعار کہے ہیں:

یا من احسن بابنی اللذین هما — کالذین تشظی عنهما الصدف

یا من احسن بابنی اللذین هما — سمعی و قلبی فقلبی الیوم مردهف

نبئت بسرًا وما صدقت ما زعموا — من قولهم ومن الذک الذی اقترفوا

انحی علی ودجی ابنی فرهفة — مشحوذة و کذالک الافک یقترف

''اے وہ شخص جس نے میرے دو فرزندوں کو دیکھا ہے، ایسے فرزند جو صدف سے نکلے ہوئے دو موتی کے مانند تھے۔ اے وہ جو میرے دو فرزندوں سے واقف ہے ایسے فرزند جو میرے دو گوش و دل تھے اب میرا دل تشنگی کا شکار ہے۔ اے وہ افراد جنہوں نے میری بنیاد اور میرے استخوان کے مانند فرزندوں کو جنہیں زبردستی مجھ سے چھین لیا گیا ہے، دیکھا ہے۔ بسر کی درندگی مجھ سے بیان کی گئی لیکن میں نے اسے جھوٹ سمجھا اور اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے یہ باتیں بیان کیں جن کے وجود سے

۱۔ نہج البلاغہ (ص ۶۹ خطبہ ر۲۷)

شرافت کی بو آتی ہے۔ اب تو میں بسر کو ہر لعنت و نفرین کا مستحق سمجھتی ہوں، وہ اور اس کے تمام ساتھی تباہ کار ہیں۔ اس پریشان اور تباہ حال ماں تک ان کے دو فرزندوں کو کون پہونچائے گا''۔

منقول ہے کہ جب بسر کے ہاتھوں ان دونوں بچوں کے واقعہ قتل سے حضرت علیؑ کو مطلع کیا گیا تو آپ نے چیخ مار کر خدا سے درخواست کی کہ اس پر لعنتوں کی بوچھار کرے۔ فرمایا: ''خدایا! اس سے دین کی نعمتیں چھین لے، اس کی عقل چھین کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے''۔ چنانچہ حضرت کی یہ دعا مستجاب ہوئی، اس کی عقل جاتی رہی۔ وہ ہمیشہ اول فول بکتا، لکڑی کی تلوار لے کر اپنے سامنے والی چیز پر اتنا مارتا کہ تھک جاتا تھا۔ (۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

معاویہ نے ۳۹ھ میں حضرت علیؑ کے شیعوں پر یورش کی، ان کی حکومت کے سپاہیوں اور جانبازوں کو پراگندہ اور متفرق کیا، بے ایمان افراد کو صاحب ایمان اور نیک افراد کے قتل پر آمادہ کیا اور حکم دیا کہ جہاں بھی علی کے شیعہ نظر آئیں، انہیں بے دریغ قتل کر دو۔ نعمان بن بشیر کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ ''عین التمر'' کی طرف روانہ کیا۔

اسی طرح سفیان بن عوف کو چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ''ہیت'' کی جانب روانہ کر کے حکم دیا کہ وہاں سے انبار و مدائن جائے اور لوگوں کو تباہی گھاٹ لگائے۔ وہ بھی ان علاقوں میں آ کر اصحاب علیؑ کے قتل پر کمر بستہ ہوا، ان سے جنگ کی اور اشرس بن حسان بکری کے ہمراہ تیس افراد کو قتل کیا، پھر انبار میں موجود تمام مالیات کو لے کر معاویہ کی جانب لوٹ آیا۔

عبداللہ بن مسعدۃ بن حکمہ فزاری بھی حضرت علیؑ کا سخت ترین دشمن تھا جو معاویہ کی طرف سے ایک

۱۔ آغانی ج۱۵ص۴۴۔۴۷ (ج۱۶ص۲۸۵۔۲۹۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج۳ص۲۲۲ (ج۱۰ص۱۵۲۔۱۳۵)؛ مختصر تاریخ دمشق ج۵ص۱۸۴)؛ الاستیعاب ج۱ص۶۵ (القسم الاول ص۱۶۰نمبر۱۷۴)؛ النزاع والتخاصم ص۱۳ (ص۲۸)؛ تہذیب التہذیب ج۱ ص۴۳۵، ۴۳۶ (ج۱ص۳۸۱۔۳۸۲)

ہزار سات سو سپاہیوں کے ساتھ ''تیما'' کی جانب روانہ ہوا، معاویہ نے اسے حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں میں جو اس کی تصدیق کرے امان دو اور جو مخالفت کرے اسے قتل کر دو(۱)۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے مکہ و مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں بھی ان مظالم کے دہانے کھول دیے۔

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو حکم دیا کہ ''واقصہ'' جائے اور حضرت علیؑ کے زیر فرما ہر انسان کو مورد عتاب قرار دے، تین ہزار افراد بھی اس کے ہمراہ کئے، چنانچہ وہ روانہ ہوا اور لوگوں کے اموال کی لوٹ مار کی۔ ثعلبیہ سے عبور کرتے وقت بہت سے افراد کو قتل کیا اور حضرت علیؑ کے اسلحہ خانے پر حملہ بول دیا۔ وہاں سے ''قطقطانہ'' آیا۔ جب حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حجر بن عدی کو چار ہزار افراد کے ہمراہ نبرد آزمائی کے لئے روانہ کیا، ضحاک کے لئے مقابلہ کرنا سخت تھا، اس کے انیس ساتھی مارے گئے اور حضرت علی کے بعض اصحاب بھی شہید ہوئے، جب رات ہوئی تو ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی اور حجر اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے۔

اسی طرح معاویہ نے عبدالرحمٰن بن قباث بن اشیم کو ''جزیرہ'' کے شہروں میں روانہ کیا۔ وہاں ''مسیب بن عامر و کرمانی'' موجود تھے، انہوں نے مقام ہیت میں موجود کمیل ابن زیاد کو خط لکھ کر تمام واقعہ سے آگاہ کیا، کمیل جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عبدالرحمٰن کے لشکر پر کامیابی حاصل کی۔ جنگ میں شام کے کچھ افراد بھی قتل ہوئے کمیل نے حکم دیا کہ بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور ستم دیدہ افراد پر حملہ کرنے سے گریز کیا جائے۔

حرث بن نمر تنوخی کو ''الجزیرہ'' بھیجا تا کہ پیروان علیؑ پر حملہ کرے۔ اس نے بنی ثعلب کے سات افراد کو گرفتار کیا اور لوٹ مار بھی کیا۔ زہیر بن مکحول عامری کو ساوہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کے اموال کو چھین لے۔ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے تین افراد جن میں جعفر بن عبداللہ اشجعی بھی شامل تھے، کو روانہ کیا تا کہ ان کے مطیع و فرمانبردار قبیلہ بکر و کلب کے ہمراہ مل کر دفاع کریں. چنانچہ

۱۔ الغارات (ج ۲ ص ۶۴۳: تاریخ الامم والملوک ج ۵ ص ۱۳۴: تاریخ کامل ج ۲ ص ۴۲۵ پر اشرس مذکور ہے اور دوسرے منابع میں حسان بن حسان لکھا ہوا ہے۔

زہیر سے مڈبھیڑ ہوئی اور شدید جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ''جعفر بن عبداللہ'' شہید ہو گئے ۴۰ھ میں بسر بن ارطاط کو ایک لشکر کے ہمراہ روانہ کیا، وہ مدینہ پہنچا، حضرت علیؑ کے عامل ''ابوایوب انصاری'' وہاں موجود تھے، وہ وہاں سے بھاگ کر کوفہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچے، جب بسر مدینہ پہنچا تو کسی کو جنگ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے منبر پر جا کر کہا: اے دینار، نجار، سے زریق (یہ انصار کے بزرگ تھے) ہم نے اپنے رہبر عثمان سے جو عہد و پیمان کیا تھا کہاں ہے؟

پھر کہا: اے مدینہ والو! خدا کی قسم، اگر معاویہ حکم دیتے تو میں نابالغ بچوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ایک شخص کو بن سلمہ کے پاس بھیج کر پیغام دیا: تمہارے لئے کوئی امان نہیں مگر یہ کہ جابر بن عبداللہ کو میرے پاس بھیج دو۔ جابر نے زوجہ رسولؐ ام سلمہ کے پاس آ کر کہا: آپ کیا فرماتی ہیں؟ یہ بیعت ضلالت و گمراہی ہے، کیا آپ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ مارا جاؤں گا؟ انہوں نے کہا: میری نظر میں بہتر یہ ہے کہ تم بیعت کرلو۔ میں نے عبداللہ بن زبیر کے داماد اور عمر ابن ابی سلمہ کے دو فرزندوں کو بھی یہی سفارش کی ہے۔

بسر نے مدینہ میں غارت گری کے بعد مکہ کا رخ کیا، ابوموسیٰ موت کے خوف سے بھاگ نکلے۔ ابو موسیٰ نے یمن ایک خط لکھا کہ معاویہ کی طرف سے ایک لشکر مامور ہے کہ لوگوں کو مارے اور معاویہ کی حکومت کی مخالفت کرنے والوں کو قتل کر دے۔ اس کے بعد وہ یمن پہنچا، عبداللہ بن عباس جو حضرت علیؑ کی جانب سے یمن کے حاکم تھے، وہاں سے حضرت علیؑ کی طرف کوفہ بھاگ گئے اور اپنی جگہ عبداللہ بن عبدالمدان حارثی کو معین کیا۔ بسر نے یمن پہنچ کر انہیں اور ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عبداللہ بن عابس کے دو چھوٹے بچوں کا سر قلم کر دیا جن کا نام عبدالرحمٰن اور قثم تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بچے قبیلہ بنی کنانہ کے پاس دستیاب ہوئے، اس نے انہیں مارنا چاہا تو ایک کنانی نے کہا: ان دو بے گناہ اور معصوم بچوں کو کیوں قتل کرتا ہے، ان سے پہلے تجھے میری زندگی کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اس نے کہا: ایسا ہی ہوگا۔ اس نے پہلے مرد کنانی اور پھر دونوں بچوں کو قتل کیا۔ بنی کنانہ کی ایک عورت باہر آ کر چیخنے لگی: اے ملعون! تو نے مردوں کو مارا، ان دو بچوں کو کیوں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم! عہد جاہلیت اور

اسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، اے بسر! خدا کی قسم، جس حکومت میں بچوں اور بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے، وہ ایک تباہ کار حکومت ہے۔

بسر نے یمن کے راستے میں بھی حضرت علی کے بعض شیعوں قتل کیا۔(۱)

ابن عبد البر لکھتے ہیں: یحیی بن معین نے کہا کہ بسر بن ارطاط ایک ذلیل انسان تھا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے کہ وہ اسلام میں عظیم مظالم کا مرتکب ہوا۔ مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے معصوم بچوں کا قتل ان کا ایک ادنی نمونہ ہے۔(۲)

دار قطنی نقل کرتے ہیں: رحلت پیغمبر کے بعد وہ کبھی راہ راست پر نہیں رہا۔ اس نے عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہہ تیغ کیا۔ ابو عمر شیبانی کہتے ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے بسر بن ارطاط کو حضرت علیؑ شیعوں کے قتل پر مامور کیا، معن یا عمر بن یزید سلمی اور زیاد بن اشہب جعدی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم، رحم کیجئے اور بسر کو قیس پر مسلط کرنے سے پرہیز کیجئے اسلئے کہ وہ قیس کو بنی سلیم کا انتقام لینے کے لئے ضرور قتل کر دے گا۔ معاویہ نے کہا: اے بسر! تمہیں قیس پر حکومت و تسلط حاصل نہیں، چنانچہ بسر مدینہ پہنچا اور عبید اللہ کے دو فرزندوں کو قتل کر دیا، اہل مدینہ بھاگ کر حرہ بنی سلیم میں داخل ہوئے۔ (ابو عمر کہتے ہیں:) اسی حملہ میں ابو عمر و شیبانی کی ایک روایت کے مطابق بسر بن ارطاط نے ہمدان پر دھاوہ بول دیا اور وہاں کی عورتوں کو اسیر کیا، یہ وہ پہلی عورتیں ہیں جنہیں اسلام میں اسیر کیا گیا۔ اس کے بعد ابو عمر و نے دو واسطوں سے ابوذر سے نقل کیا ہے کہ ابوذر نے اپنی نماز میں دعاء کی اور رکوع و سجود کو طول دیا، ان دو مردوں نے پوچھا: آپ نے اعوذ باللہ من الشیطان کیوں کہا، کس کے بارے میں دعا کر رہے تھے؟ کہا: میں خداوند عالم سے اس دن کی مصیبت

۱۔ تاریخ الامم والملوک ج۶ ص ۷۷۔۸۱ (ج۵ ص ۱۳۹۔۱۴۰ حوادث ۴۰ھ)؛ کامل ابن اثیر ج۳ ص ۱۶۲۔۱۶۷ (ج۲ ص ۴۲۵۔۴۲۲ حوادث ۴۰ھ)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج۳ ص ۲۲۲، ۴۵۹ (ج۱۰ ص ۱۵۲۔۱۵۴ نمبر ۸۷۲)؛ مختصر تاریخ دمشق ج۵ ص ۱۸۵۔۱۸۶)؛ الاستیعاب ج۱ ص ۶۵، ۶۶ (القسم الاول ص ۱۵۷۔۱۶۶ نمبر ۱۷۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص ۳۵۶۔۳۵۷ حوادث ۴۰ھ)؛ وفاء الوفاء ج۱ ص ۳۱ (ج۱ ص ۳۶ باب ۲/)

۲۔ الاستیعاب عبد البر ج۱ ص ۶۵ (القسم الاول ص ۱۵۸۔۱۵۹ نمبر ۱۷۴)

سے پناہ مانگ رہا تھا جو مجھ پر نازل ہونے والی ہے اور جس دن مجھے نقصان پہونچے گا۔ پوچھا: آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: مصیبت کا دن وہ ہے جس دن مسلمانون کے دو گروہ آپس مین نبرد آزما ہوں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے، نقصان دہ اور خطرناک دن وہ ہے جس دن مسلمان عورتین اسیر کی جائیں گی اور انہیں بازاروں میں نیلام کیا جائے گا، میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ ایسا دن میرے نصیب حال نہ کرے شاید تم لوگ ایسا دن دیکھ ہی لو۔ جب عثمان قتل ہوئے تو معاویہ نے بسر بن ارطاط کو یمن بھیجا، اس نے مسلمان عورتوں کو اسیر کیا اور بازاروں میں بیچنے کے لئے پیش کیا۔

تاریخ ابن عساکر(۱) میں ہے:

بسر معاویہ کا مطیع تھا، وہ جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ رہا، معاویہ نے اسے ۴۰ھ کے اواخر میں یمن وحجاز کی جانب روانہ کیا اور حکم دیا کہ علیؑ کے شیعوں کو تلاش کر کے تہہ تیغ کرے، اس نے مکہ و مدینہ اور حجاز میں یہ گھناؤنے افعال انجام دیئے اور معاویہ کی طرف سے ''بحر'' کا والی وحاکم مقرر ہوا۔ یمن میں عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہہ تیغ کیا۔ دار قطنی کا بیان ہے: وہ صحابی رسولؐ تھا لیکن بعد رسولؐ دین پر قائم نہ رہ سکا یعنی مرتد ہو گیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے: معاویہ نے ۳۷ھ میں بسر کو حاکم بنایا، اس نے مدینہ میں داخل ہو کر بیعت لی پھر مکہ اور وہاں سے یمن آکر عبید اللہ کے دو بچوں کو مظلومانہ قتل کیا۔ زہری کی روایت کے مطابق: ۳۹ھ میں معاویہ نے اسے اس کام پر مامور کیا۔ وہ معاویہ کی طرف سے بغرض تبلیغ مدینہ آیا۔ وہاں عمرو بن عوف کے بھائی زرارہ بن خیرون کے گھر کو آگ لگا دی۔ رفاعہ بن رافع اور عبد اللہ بن سعد کے گھر بھی اس آتشیں جنایت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کے بعد مکہ و یمن کا رخ کیا اور وہاں عبد الرحمن بن عبید اور عمرو بن ام اروا کہ کو قتل کیا۔ ابن سعد کے بقول: یہ تمام واقعات اس لئے پیش آئے کیونکہ معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ علی کا فرمانبردار ہے اسے قتل کر دو۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۰۔۲۲۴ (ج ۱۰ ص ۱۴۴۔۱۵۶ نمبر ۸۷۲)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۲۔۱۸۴)

اس نے ایک ہفتہ تک مدنیہ میں قیام کیا، جس کے بارے میں کہا جاتا کہ اس نے عثمان کے خلاف نصرت کی ہے، اسے قتل کر دیتا۔ مکہ اور مدنیہ کے درمیان بنی کعب کے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا۔ یہ تمام واقعات حضرت علی کی شہادت کے بعد وقوع پزیر ہوئے۔

ابن یونس کہتے ہیں: عبیداللہ بن عباس نے اپنے دو فرزند ''عبدالرحمٰن اور قثم'' کو بنی کنانہ کے ایک شخص کے سپرد کیا تھا، یہ دونوں بہت چھوٹے تھے۔ جب بسر بنی کنانہ پہونچا تو اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ ایک کنانی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو گھر میں داخل ہوا اور سر پا برہنہ ہی حملہ کرنے والوں پر اپنی تلوار کھینچ لی۔

وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اللیث من یمنع حافات الدار ولا یزال مصلتا دون الدار

الا فتی اروع غیر غدار

''شیر تو وہ ہے جو اپنے گھر کے حریم کا دفاع کرے، وہ ہمیشہ شمشیر بکف ہو کر اپنے پڑوسیوں کا دفاع کرتا ہے اور یہ وہی جوان کر سکتا ہے جو خوش شکل، حیرت آنگیز اور دلاور ہو، غدار نہ ہو''۔

یہ دیکھ کر بسر نے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ بخدا ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے تو خود کو ہلاک کر رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے پڑوسی کے پہلو میں مارا جاؤں گا تاکہ خدا اور لوگوں کی نظروں میں سرخرو ہو سکوں۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا، بسر نے ان دونوں بچوں کے سر ان کے بدن سے جدا کر دیئے۔ بنی کنانہ کی عورتیں باہر نکل پڑیں۔ ایک نے کہا: اے ملعون! تو نے مردوں کو قتل کیا اب بچوں کو کیوں قتل رہا ہے، خدا کی قسم! عہد جاہلیت اور نہ ہی اسلام میں بچے ایسے قتل نہیں کئے گئے۔ بخدا جس حکومت میں بچوں، بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے وہ حکومت تباہ کار ہے۔ بسر نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! میری تو یہ خواہش تھی کہ تم عورتوں کو بھی قتل کر دوں۔ اس نے کہا: میں بھی اس عورت کی بہن ہوں جسے تو نے قتل کر دیا ہے لہذا تیری طرف سے امان کی امید بیکار ہے۔

اصابہ میں ہے: بسر بنی ارطاۃ نے عمرو بن عمیس کو بھی اسی حاکیت کے دوران قتل کیا۔(۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

بسر بن ارطاط ایک سنگ دل اور خوانخوار انسان تھا، اس کے دل میں مہربانی اور ہمدردی کی ہلکی سی بھی رمق نہیں تھی۔ معاویہ کے حکم کے مطابق حجاز، مکہ و مدینہ سے ہوتا ہوا یمن پہنچا۔ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ جہاں کے لوگ بھی علیؑ کے پیروکار ہوں وہاں پہنچ کر ان سے بدکلامی کرو انہیں اتنا برا بھلا کہو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو جائیں، تم ان کے جان و مال پر مسلط ہو جیسے چاہو استعمال کرو، پھر ان سب کو بیعت کی دعوت دو جو مخالفت کرے اسے قتل کر دو، علیؑ کے شیعہ جہاں نظر آئیں انہیں تہہ تیغ کر دو۔

ابراہیم ثقفی ۲۸۳ھ کے واقعات نقل کرتے ہوئے الغارات میں لکھتے ہیں: معاویہ نے بسر بن ارطاط کو تین ہزار لشکر کے ہمراہ روانہ کرتے ہوئے کہا: جاؤ، مدینہ میں لوگوں کو جمع کر کے جس کی چاہو اہانت کرو، جن لوگوں نے ہماری پیروی سے گریز کیا ہے انہیں تاراج کر دو، مدینہ میں اعلان عام کر دو کہ سب مارے جائیں گے، کسی کو تیرے ہاتھ سے امان نہیں، ان کے عذر کو قبول نہ کرو جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ بیعت کی مخالفت کرنے والے تمام لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔ وہاں سے مکہ جاؤ لیکن وہاں کے لوگوں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کرو، وہاں سرِ راہ افراد کو دھمکاؤ کہ وہ راہ فرار اختیار کریں پھر وہاں سے صفا پہنچو وہاں ہماری دولت اور جاننے والے ہیں، انہوں نے ہمیں خط لکھا ہے۔

بسر سپاہیوں کے ہمراہ روانہ ہوا جہاں بھی جاتا وہاں کے لوگوں کی سواریاں چھین کر ان پر سوار ہوتا، اس کے سپاہی بھی دوسروں کی سواریاں چھین کر ان پر سوار ہوتے اور اپنے اونٹوں کو چھوڑ دیتے تھے، ایسی ہی چھچھوری حرکتیں کرتا ہوا مدینہ پہنچا، قبیلہ ''قضاعہ'' ان کے استقبال کو آیا، انہوں نے اس کے استقبال میں اونٹ کی قربانی پیش کی۔ اس طرح وہ مدینہ میں داخل ہوا حاکم مدینہ ''ابوایوب انصاری'' کو جب

۱۔ الاصابہ ج ۳ ص ۹

معلوم ہوا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بسر نے لوگوں کو مخاطب کر کے انہیں برا بھلا کہا، ڈرایا، دھمکایا۔ پھر کہا: رخساروں کے رنگ تاریک ہو گئے، خدا وند عالم نے اس قریہ کی مثال پیش کی جہاں کے لوگ صاحب ایمان تھے، گونا گوں نعمتوں سے بہرہ مند تھے، خداوند عالم نے یہ مثال تم پر صادق فرمائی ہے، تم لوگ ہجرت رسولؐ کے اس شہر میں رہتے ہو کہ جہاں رسول اسلامؐ کا گھر، ان کا مرقد مطہر اور دوسرے خلفاء کے گھر ہیں. لیکن تم نے خدا کی اس عظیم نعمت کا شکریہ ادا نہیں کیا، اپنے رسول کے حقوق کی رعایت نہیں کی، تم ہی ہو جن کے درمیان خلیفہ خدا قتل ہوئے، تم میں سے کچھ لوگ ان کے قتل اور بعض ان پر سب وشتم کرنے میں شریک رہے، جب تمہارے پاس مومنین آئے تو کہنے لگے: کیا ہم تمہارے ہمراہ نہیں تھے، کافروں کے پاس پہنچ کر کہا، ہم نے ہی تم سے نبرد آزمائی کی اور مومنین کو اذیت پہنچانے سے باز رکھا۔

اس کے بعد اس نے انصار کو برا بھلا کہنے لگا: اے یہودیو، اے غلاموں کے فرزندو، اے بنی زریق، اے بنی نجار، بنی سالم اور اے بنی عبد اشہل! خدا کی قسم، تم پر ایسی بلا نازل کروں گا کہ مومنین اور آل عثمان کے دل کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ انہیں اتنا دھمکایا کہ ڈر سے کانپنے لگے کہ کہیں انہیں قتل نہ کر دیا جائے۔ وہ حویطب بن عبدالعزی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے، یہ شخص بسر کی ماں کا شوہر تھا، منبر پر جا کر قتل عثمان میں شریک نہ ہونے والے انصار رسول کو مخاطب کیا اور لوگوں کو بیعت معاویہ کی دعوت دی ،بعض لوگوں نے بیعت کر لی پھر منبر سے نیچے آکر بہت سے گھروں میں آگ لگا دی جن میں زرارہ کا گھر سر فہرست ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری دستیاب نہ ہوئے تو کہا: اے بنی سلمہ! جابر ابن عبداللہ کہاں ہیں؟ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے امان میں نہ رہو گے۔ جابر ام سلمہ کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ ام سلمہ نے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا: جب تک بیعت نہ کرے امان نہ دو، پھر جابر سے کہا: جابر بیعت کر لو، دونوں نے جا کر بیعت کی۔

وہب بن کیسان کے طریق سے منقول ہے کہ میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا: میں بسر کے خوف سے فرار ہوا، اس نے میرے قبیلہ سے کہا تھا تم لوگ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے امان میں نہ

رہو گے۔ وہ سب میرے پاس آکر کہنے لگے: آپ کو خدا کی قسم ہے بیعت کر لیجئے تا کہ آپ کے ہمراہ ہم بھی محفوظ رہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلہ کا خون نہ بہایا جائے، اگر یہ کام نہیں کریں گے تو ہم سب مارے جائیں گے اور ہمارے اہل بیت اسیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک رات کی مہلت مانگی، جب دن نمودار ہوا تو ام سلمہ کے گھر میں داخل ہو کر ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بیٹے! جاؤ بیعت کر لو اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے قبیلہ والوں کی حفاظت کرو جس نے تمہارے بھتیجے کو بھی یہی حکم دیا تھا، میں جانتی ہوں کہ یہ بیعت ضلالت و گمراہی ہے۔

ابراہیم کا بیان ہے: بسر کچھ دنوں تک مدینہ میں مقیم رہا، قیام کے دوران لوگوں سے کہا: میں نے تمہیں معاف کیا حالانکہ تم معافی کے لائق نہیں تھے، جن لوگوں کا امام ان کے سامنے قتل کیا جائے، انہیں معاف کر دینا اور ان کے سروں سے عذاب کو اٹھا لینا ممکن نہیں تھا، اگر چہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ آخرت میں خداوند عالم کی رحمت نصیب نہ ہوگی۔ میں نے ابو ہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اس کی مخالفت سے پرہیز کرنا، پھر وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ولید بن ہشام روایت کرتا ہے: بسر مدینہ پہنچا اور منبر رسول پر جا کر کہنے لگا: اے مدینہ والو! تم نے ایک حاکم کا مقابلہ کیا اور عثمان کو خاک و خون میں آغشتہ کیا، خدا کی قسم! جس کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہے وہ اسی مسجد میں قتل کیا جائے گا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: مسجد کے دروازوں پر نظر رکھو، یہ دیکھ کر عبد اللہ بن زبیر اور ابو قیس نے اٹھ کر خواہش کی کہ لوگوں کو معاف کر دے۔ اس کے بعد بسر مکہ روانہ ہوا اور مکہ کے نزدیک حضرت علیؑ کی طرف سے مکہ کے حاکم ''قثم بن عباس'' سے جنگ کی اور بالآخر مکہ میں داخل ہو گیا، مکہ والوں کو سخت وسست کہا، پھر شیبہ بن عثمان کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے چلا گیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: علی ابن مجاہد نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ بسر کے مظالم سن کر بری طرح خوف زدہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبید اللہ بن عباس کے فرزند بھی اپنی ماں حوریہ بنت خالد بن کنانیہ کے ہمراہ خارج ہوئے، ان کے نام سلمان و داؤد تھے، یہ بھی بنی زہرا کے ہمراہ تھے، لیکن یہ دونوں بچے میمون بن خضرمی کے کنویں کے پاس گم ہو گئے۔ یہ میمون عدر بن خضرمی

کا بھائی تھا، چنانچہ بسر نے ان پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا، ان کی ماں یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

ھا من احسن یا بنی اللذ ین ھما کالدرتین تشظی عنھا الصدف

''ہاں! صدف میں موجود موتی کے مانند میرے دو فرزندوں کو کس نے دیکھا ہے؟''۔

ایک روایت کے مطابق ان دونوں بچوں کے نام ''عبدالرحمٰن وقثم'' تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بنی کنانہ کے پاس تھے، وہیں سے گم ہو گئے۔ ایک رویت میں ہے کہ بسر نے ان دونوں کو یمن میں قتل کیا۔ عبدالملک بن نوفل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ بسر وارد طائف ہوا، وہاں مغیرہ سے گفتگو کی، اس نے کہا: تم نے سچ کہا اور مجھے بہترین نصیحت کی ہے۔ رات وہیں گذاری اور پھر وہاں سے کوچ کر کے بنی کنانہ آیا، وہیں عبیداللہ بن عباس کے دو بچے اپنی ماں کے ہمراہ موجود تھے، اس نے ان دونوں کو طلب کیا لیکن بنی کنانہ کا وہ شخص سامنے آیا جس کے حوالے یہ دونوں بچے کئے گئے تھے، اس کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ بسر نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے، خود ہی موت کے منھ میں کیوں جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے میرے پڑوسیوں کے سامنے قتل کر دو تا کہ خدا اور لوگوں کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔ پھر اپنی تلوار سے بسر اور اس کے ساتھیوں پر یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

آلیت لا یمنع حافات الدار ولا یموت مصلتا دون الجار

الا فتی اروع غیر غدار

''میں نے قسم کھائی ہے کہ اس گھر کی ضرورتوں کو پورا کروں گا جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ تلوار اٹھاتا ہے اور دفاع کرتا ہے وہ مرتا ہے تو شجاع، خوش شکل اور دلاور ہوتا ہے، غدار نہیں ہوتا''۔

وہ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا، پھر ان دونوں بچوں کو لایا گیا اس نے انہیں بیدردی سے قتل کر دیا، یہ دلخراش منظر دیکھ کر بنی کنانہ کی عورتیں باہر آ گئیں اور چلانے لگیں: تم نے مردوں کو قتل کیا، ان بچوں کا قصور کیا تھا، خدا کی قسم! جاہلیت و اسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، بخدا جو حاکم شیر خوار بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرے اور قطع ارحام کے لئے حکومت کرے ایسا حاکم مستحق لعنت ہے، وہ ذلیل ہے۔ بسر نے کہا:

خدا کی قسم! میں تو تم عورتوں کو بھی تہہ تیغ کر دینا چاہتا تھا۔ وہ عورت چلائی: خدا کی قسم! میری نظر میں یہ کام اس سے بہتر ہے۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ بسر طائف سے نکل کر نجران آیا اور عبداللہ بن عبد مدان اور ان کے فرزند مالک کو قتل کیا، یہ عبداللہ، عبیداللہ بن عباس کے داماد تھے۔ پھر لوگوں کو جمع کر کے انہیں اس طرح خطاب کیا: اے یہودیو، اے میمونیوں کے بھائیو! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے میری خواہش کے بر خلاف عمل کیا ہے تو ایسا کام کروں گا کہ روئے زمین سے تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی، تمہاری کھیتیاں غارت اور تمہارے گھر ویران ہو جائیں گے۔ ایک لمبی دھمکی دی، پھر ارحب میں داخل ہوا اور وہاں ابو کرب کو قتل کیا جو خود کو شیعہ کہتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ ان تمام لوگوں کے سردار تھے جو ہمدان میں زندگی بسر رہے تھے۔ وہاں سے صنعاء پہنچا، عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران نے وہ جگہ ترک کر دی، عبیداللہ نے عمر بن اراکہ ثقفی کو اپنا جانشین مقرر کیا، چنانچہ انہوں نے بسر کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوئے جنگ کی لیکن مارے گئے۔ بسر نے صنعاء میں داخل ہو کر بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: یہ اشعار عبد بن اراکہ ثقفی کے ہیں، مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عمر کی موت پر کہے تھے:

لعمری لقد اردی ابن ارطاط بصنعاء کاللیث الهزبز ابی الاجر

تعزفان کان البکارد هالکا علی احد فاجهد بکاک علی عمرو

ولا تبک میتا بعد میت احبة علی و عباس و آل ابی بکر

''میری جان کی قسم! ارطاط کے جننے نے ایسے پہلوان اور شجاع کو مارا ہے جو نامور ہوشیار اور نیک بخت تھا، اگر گریہ وزاری کسی مقتول کی واپسی کا سبب ہوتی تو تمہیں چاہئے کہ عمر کے لئے گریہ کرو، لیکن پیروان علیؑ، عباس اور آل ابی بکر کی موت کے بعد کسی اور پر آنسو نہ بہاؤ''۔

ان کا بیان ہے: اس کے بعد بسر صنعا کی جانب روانہ ہوا اور حسان کے شیعوں کے ساتھ جنگ کی انہیں بری طرح شکست دی، پھر وہاں سے صنعا واپس آیا اور وہاں سو بوڑھوں کو مظلومانہ قتل کیا کیونکہ

عبیداللہ بن عباس کے دونوں فرزند، ابناء فارس سے تعلق رکھنے والی بنت بزرج نامی عورت کے گھر میں پناہ گزیں تھے، اسی لئے اس نے تین سو آدمیوں کو قتل کیا اور بہتوں کو آگ میں جھونک دیا۔ یزید بن مفرغ نے اس خونچکاں داستان سے متعلق چند اشعار کہے ہیں، جس کا ایک شعر ہے:

تعلق من اسماء ما قد تعلقا   و مثل الذی لاقی من الشوق ارقا

''ایسے ایسے لوگوں کو قتل کیا اور قید کیا کہ جن کے لئے رات سے دن تک شب بیداری کرنی چاہئے''۔

وہ کہتے ہیں: حضرت علیؑ نے بسر کے بارے میں اس طرح بددعا فرمائی:

''خدایا! بسر نے اپنا دین دنیا کے بدلے بیچ دیا، وہ تیرے حریم کی توہین کرتے ہوئے تیری مخلوقات کی تباہی پر کمر بستہ ہو چکا ہے، خدایا! جن نعمتوں کو عطا فرمایا ہے اس سے چھین لے، اس سے اس کی عقل سلب کرنے کے بعد موت دے اور اپنی رحمت سے دور رکھ، خدایا! بسر، عمرو اور معاویہ پر لعنت کر، اپنی خشونت ان کے شامل حال کر اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما، ایسی سزا دے جو مجرموں سے مخصوص ہے''۔

اس بددعا کے بعد اس کی عقل تھوڑے ہی دنوں بعد جاتی رہی، اپنی تلوار سے بکواس کیا کرتا تھا، وہ کہتا تھا: مجھے تلوار دو تا کہ قتل و غارت گری کروں ہمیشہ یہی حالت رہی، لوگوں نے لکڑی کی تلوار بنا کر ایک تکیہ اس کے سامنے رکھ دیا، وہ اپنی تلوار سے اس تکیہ پر اس قدر ضربیں لگاتا تھا کہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا تھا، پھر اسی حالت میں واصل جہنم ہو گیا۔(۱)

شرح ابن ابی الحدید (۲) میں ہے: ابوالحسن علی ابن محمد بن ابی سیف، ابوتراب اور ان کے اہل بیت کی فضیلت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے بعد خطباء ہر جگہ منبر پر جا کر حضرت علیؑ پر لعنت کرتے، معاویہ کو ہر تہمت سے منزہ بتاتے اور تمام گناہوں اور مظالم کو علیؑ و اہل بیت سے منسوب کرتے تھے۔ مرکز تشیع

۱۔شرح بن ابی الحدید ج ۱ص ۱۱۶۔۱۲۱ (ج ۲ص ۷۔۱۸خطبہ/۲۵

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۳ص ۱۵ (ج ۱۱ص ۴۴۔۴۵خطبہ/۳۲

کوفہ والوں نے زیادہ مصائب و متاعب کا سامنا کیا۔ معاویہ نے بصرہ اور کوفہ میں زیاد بن سمیہ کو مامور کیا، وہ شیعوں کو تلاش کرتا، حضرت علیؑ کی زندگی میں موجود افراد کی شناخت کر کے انہیں گرفتار کر لیتا تھا، شیعوں کو جہاں پاتا بے دریغ قتل کر دیتا تھا، انہیں بری طرح ڈراتا دھمکاتا، ان کے دست و پا کاٹ کر آنکھیں پھوڑ دیتا اور دار پر لٹکا دیتا تھا۔ معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا کہ شیعوں اور خاندان علیؑ کو پناہ نہ دو یہ بھی لکھا کہ عثمان کے طرفداروں کو اہمیت دو، ان کی مجلسوں میں شرکت کرو، ان میں سے ہر ایک کا نام اور اس کی پوری تفصیل لکھ بھیجو، انہوں نے اس ذمہ داری کو انجام دیا۔ چنانچہ اکثر افراد عثمان کے مناقب وفضائل کو بیان کرنے کے لئے آگے آئے، معاویہ نے بھی ان پر تحفہ وتحائف کی بارش کر دی۔ غیر معروف اور مردود حکام کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مناقب عثمان کے سلسلے میں قلم فرسائی اور تبلیغ کریں، جو ایسا کرتا فوراً ہی مقربین کی فہرست میں شامل ہو جاتا، اس کی شفاعت کی جاتی اور اس طرح وہ اپنی جگہ پر مستحکم ہو جاتا۔

پھر معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا: عثمان کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں بیان کی گئیں اور مختلف شہروں اور علاقوں میں منتشر ہو چکی ہیں لہٰذا جیسے ہی یہ خط پہنچے لوگوں کو دوسرے خلفاء اور اصحاب کے مناقب سے آشنا کرو، مناقب علی کے سلسلے میں منقول کسی بھی روایت کو ترک نہ کرو بلکہ اسی کی نقیض جعل کرو تا کہ اس کا جھوٹا اور جعلی ہونا ثابت ہو سکے۔ یہ کام مجھے بہت پسند ہے، میری آنکھ روشن ہو گی اگر میں یہ دیکھوں گا کہ علیؑ کے طرفداروں کے دلائل باطل ہو رہے ہیں اور عثمان کے فضائل و مناقب کی تقویت ہو رہی ہے۔

اسی مضمون پر مشتمل ایک دوسرا حکم نامہ اپنے حکام کو صادر کیا: جو بھی علی اور ان کے اہل بیت کی دوستی و محبت پر دلیل قائم کرے اسے حکومتی کام سے اخراج کر کے اس کے حقوق کو منقطع کر دو۔

اسی کے ساتھ ایک دوسرا حکم نامہ بھی ارسال کیا: جس شخص پر علیؑ کی دوستی کا الزام عائد ہو اسے سخت ترین اذیت سے دو چار کرو اور اس کی گردن مار کر اس کے گھر کو ویران کر دو۔ اس طرح عراق بالخصوص کوفہ کو مصائب و مظالم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

زیاد نے سمرۃ بن جندب کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، معاویہ نے اسے کوفہ و بصرہ کا حاکم بنایا تھا ۔زیاد چھ مہینے کوفہ میں رہا۔ سمرہ بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں نے معاویہ کے حکم کے مطابق لوگوں کے قتل عام اور غارت گری میں افراط سے کام لیا تھا۔ طبری نے محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ میں نے انس بن سرین سے پوچھا: کیا سمرہ کسی کے قتل کا مرتکب ہوا ہے؟ کہا: کیا سمرہ کے مقتولین کا احصاء کیا جاسکتا ہے؟ جب زیاد نے اسے بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور کوفہ سے واپس آیا تو سمرہ آٹھ ہزار افراد کو قتل کر چکا تھا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: کیا بے گناہوں کو قتل کرنے سے خوف زدہ ہو؟ ایسے افراد کو قتل کرنے میں کسی بات کی پرواہ نہیں۔ ابوالسواد عدوی نقل کرتے ہیں: اس نے ایک صبح میرے قبیلہ کے سینتالیس (۴۷) افراد کو قتل کیا اور یہ سب قرآن کی جمع و ترتیب میں شامل تھے۔

اپنی سند سے عوف سے روایت کی ہے کہ سمرہ مدینہ سے آیا، جیسے ہی بنی اسد کے گھروں کے پاس پہنچا، اس قوم کا ایک مرد شجاع اس کے سامنے آیا، کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، جب وہ اپنے خون میں غلطاں تھا سمرہ اس کے سر پر پہنچا، پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ کہا: اے لوگو! ہم جب اپنے مرکب پر سوار ہوں تو ہمارے نیزوں کی نوک سے ڈرو۔(۱)

معاویہ نے بیت المال سے چار لاکھ درہم سمرہ بن جندب کو اس لئے دیا تا کہ اہل شام کے درمیان تقریر کرے اور کہے کہ آیہ مبارکہ ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ، وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾ ”انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں اور جب آپ کے پاس سے منہ پھیرتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرتے ہیں جب کہ خدا فساد کو پسند نہیں کرتا ہے“۔(۲) حضرت علی ابن ابی

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۵ ص ۲۳۷ حوادث ۵۰ھ)

۲۔ بقرہ/ ۲۰۴۔۲۰۵

طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اور آیہ مبارکہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ وَاللهُ رَئُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے''۔(۱) ابن ملجم مرادی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲)

طبری نے عمر بن شبہ کے طریق سے نقل کیا ہے: زیاد کے ہلاک ہونے کے بعد سمرہ نے آٹھ مہینے بصرہ پر حکومت کی۔عمر کا بیان ہے کہ جعفر ضبعی نے مجھ سے کہا: معاویہ نے زیاد کے بعد سمرہ کو چھ مہینے بصرہ میں برقرار رکھا اور اسے معزول کر دیا۔سمرہ نے کہا: خدا معاویہ پر لعنت کرے، خدا کی قسم! میں نے معاویہ کی جتنی اطاعت کی ہے اگر خدا کی کرتا تو وہ مجھے عذاب نہ کرتا۔سلیمان بن مسلم عجلی کے طریق سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میرے والد نے مجھ سے کہا: میں مسجد میں داخل ہوا، ایک شخص سمرہ کے پاس آیا، پہلے اس نے اپنے مالیات کی زکوٰۃ ادا کی پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھی جب باہر آیا تو اتنی بے دردی سے اس کا سر قلم کیا کہ اس کا سر مسجد کے ایک طرف اور بدن دوسری طرف گرا۔ادھر سے گذرنے والے ابوبکر نے کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿قد افلح من تزکی﴾ ''جس نے زکوۃ دی اور خدا کا نام اپنی زبان سے لے کر نماز پڑھی وہ نجات پا گیا''۔(۳) میرے والد کا بیان ہے: میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سمرہ اپنی موت سے قبل شدید سردی میں گرفتار ہوا اور بدترین حالت پر واصل جہنم ہو گیا۔نیز گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کیا، وہ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھتا: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں قبیلہ حروریہ (۴) سے بیزار ہوں۔اس بعد سمرہ سامنے آ کر اس کی گردن مار دیا کرتا تھا۔پھر وہ بیس پچیس دنوں کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔(۵)

۱۔بقرہ/۲۰۷ ۲۔شرح بن ابی الحدید ج۱ص ۳۶۱ (ج۴ص ۷۳خطبہ/۵۶

۳۔الاعلیٰ/۱۳

۴۔حروریہ خوارج کا ایک گروہ ہے، جو کوفہ کے نزدیک ''حروراء'' نامی جگہ سے منسوب ہے۔

۵۔تاریخ الامم والملوک ج۶ص ۱۶۴ (ج۵ص ۲۹۱۔۲۹۲حوادث ۵۳ھ)

زیاد بن سمیہ ان حکام میں سے ہے جنہوں نے آل اللہ کے پیروکاروں اور چاہنے والوں پر ظلم وستم کو اپنا شعار بنالیا تھا، زیاد جن مظالم اور ہولناک جنایتوں کا مرتکب ہوا، وہ صفحۂ تاریخ میں محفوظ ہیں، ان کے تکرار کی چنداں ضرورت نہیں، ایسے مظالم اس جیسے انسان سے بعید نہیں ہیں، یہ تباہ کار اور خائن سمیہ کا پروردہ تھا، کوزے سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ کانٹوں سے انگور کی امید قطعی احمقانہ ہے۔

بے شک رسول خداؐ نے دو عظیم فرزند اور ان کے والدین کے متعلق کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے کہ سعادتمند اور پاک نسب افراد ہی ان سے محبت کریں گے اور پست نسب افراد ہی ان سے دشمنی کریں گے۔ گذشتہ افراد اپنی اولاد کو حضرت علیؑ کی محبت ودوستی کے ذریعہ آزماتے تھے، اگر کوئی ان سے محبت نہیں کرتا تو معلوم ہوجاتا کہ یہ ترقی نہیں کرسکتا۔ لہذا اس نطفہ حرام، ذلیل انسان پر تعجب نہیں کہ اس نے امام حسنؑ کو توہین آمیز خط لکھ کر ایک شیعہ علیؑ کی شفاعت کو مسترد کردیا۔

ابن عساکر لکھتے ہیں: حبیب ابن عبد شمس کا غلام سعد بن سرح حضرت علیؑ کا چاہنے والا تھا، جب زیاد کوفہ آیا تو اس نے سعد کو دھمکایا اور اپنے پاس بلایا لیکن وہ امام حسن بن علیؑ کے یہاں پناہ گزیں ہوگئے، زیاد نے ان کے بھائی بچوں اور بیوی کو موردِ عتاب قرار دیتے ہوئے زندان میں ڈال دیا اور ان کا تمام مال ومتاع ضبط کرلیا، اس صورت حال کے پیش نظر امام حسنؑ نے زیاد کو لکھا:

''حسن ابن علیؑ کی جانب سے زیاد کو، تو ایک ایسے مسلمان کو پریشان اور مبتلائے مصائب کر رہا ہے جس کا خیر وشر مسلمانوں کے خیر وشر سے جدا نہیں ہے، تو نے اس کا گھر ویران کیا، مال ومتاع چھین لیا اور افراد خاندان کو زندان مین ڈال دیا ہے، لہذا یہ خط پہنچتے ہی اس کا گھر آباد کر اور تمام مال ومتاع اور افراد خاندان کو واپس بھیج دے اس لئے کہ میں نے اسے پناہ دی ہے اور میں اس کی شفاعت کر رہا ہوں''۔

زیاد نے جواب میں لکھا:

زیاد بن سفیان کی طرف سے حسن بن فاطمہ کو۔ اما بعد! تمہارا وہ خط جس میں تم نے اپنی برتری

جتائی ہے اور چند تقاضے کئے ہیں، موصول ہوا۔ میں بادشاہ ہوں اور تم ایک عام انسان، تم نے ایک ایسے فاسق کی سفارش کی ہے کہ ذلت و پستی کی وجہ سے قابل ذکر نہیں، ازیں بدتر کہ وہ تمہیں اور تمہارے باپ کو دوست رکھتا ہے، میں جانتا ہوں کہ تم نے اسے برے ارادے سے اپنے یہاں پناہ دی ہے، خدا کی قسم ! اسے پناہ نہ دو، اگر وہ تمہارے گوشت پوشت کا حصہ بھی بن جائے پھر بھی وہ تمہارا دوست نہیں، میری نظر میں پسندیدہ اور لذیز گوشت وہ ہے جو تمہارے گوشت سے متصل و مربوط ہو، اس شخص کو اس کے جرم کی وجہ سے ایسے شخص کے حوالے کر دو جو تم سے بہتر ہے، اگر اس کے گناہوں سے صرف نظر بھی کرلوں پھر بھی تمہاری شفاعت کو قبول نہیں کیا ہے اور اگر اسے مار ڈالوں تو سمجھ لو کہ تمہارے باپ کی محبت میں قتل کیا ہے والسلام''۔(۱)

زیاد لوگوں کو اپنے محل میں جمع کر کے حضرت علیؑ پر لعنت کی تشویق کرتا تھا۔ بیہقی کی عبارت کے مطابق: لوگوں کو حضرت علیؑ سے کنارہ کشی کے لئے لالچ دیتا تھا، لوگوں سے صحن مسجد بھر جاتا تھا۔ جو لوگ شرکت سے پرہیز کرتے تھے انہیں تہہ تیغ کر دیتا تھا۔

ابن جوزی کی منتظم میں ہے: زیاد نے کوفہ میں آکر منبر سے اہل کوفہ کو اپنے پاس جمع کیا اور اسی وقت اسی (۸۰) افراد کے ہاتھ قلم کر دیئے۔ اس نے ان کے گھروں کو ویران اور ان کے خرما کے درختوں کو آگ لگانے کا ارادہ کیا، چنانچہ جب پوری مسجد بھر گئی تو اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ سب حضرت علیؑ سے برأت کریں، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ ایسا ہرگز نہیں کریں گے، اس نے اسی عزم بالجزم کو ان کے قتل و غارت کا وسیلہ قرار دیا۔ عبدالرحمٰن بن سائب نقل کرتے ہیں کہ میں بھی گروہ انصار کے ہمراہ صحن مسجد میں حاضر کیا گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں، اچانک میں نے ایک سفید شی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا، سوال کیا؛ تو کون ہے؟ کہا: میں صاحب قدرت کا فرستادہ ہوں مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں اس قصر کے مالک کو گرفتار کروں۔ خوف و دہشت سے میری

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۵ص ۴۱۸ (ج۱۹ص ۱۹۸ نمبر۲۳۰۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج۹ص ۸۶)؛ شرح بن ابی الحدید ج۴ص ۷۲،۷ (ج۱۶ص ۱۸ نامہ ر۳۱؛ ص ۱۹۴ نامہ ر۴۲)

آنکھ کھل گئی، تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ سب واپس چلے جائیں امیر کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔

عبداللہ بن سائب کہتا ہے:

ما کان منتهيا عما اراد بنا — حتى تاتى له النفاد ذو الرقبه

فاسقط الشق منه ضربة تثبتت — لما تناول ظلما صاحب الرحبه

''ابھی ہم پر کئے گئے ظلم و جنایت کا خاتمہ بھی نہیں ہوا تھا کہ سب سے بڑی قدرت اس کے سر پر پہنچ گئی، چنانچہ جس نے صاحب رحبہ (حضرت علیؑ) کی ہتک حرمت کی تھی، وہ اچانک ایک ہی ضرب سے تباہی گھاٹ لگ گیا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

میرے ساتھ آیئے تا کہ ان سیاہ اوراق کو جو ہر طرح کی ضلالت و گمراہی اور فسادات و مہلکات سے پر ہیں، پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا درخشاں شریعت، انسانی ناموس اور عدل و انصاف کے ترازو میں ان مظالم کا جواز پایا جاتا ہے؟ ہند کے اس ذلیل بیٹے نے جن مظالم کا دہانہ کھولا ہے کیا تاریخ کا کوئی بھی ظالم ان کا مرتکب ہوا ہے؟ آپ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر رہیں گے، ایسے مظالم نہ صرف دین حنیف کی کسی فرد سے سننے میں نہیں آئے بلکہ تھوڑی بہت رمق انسانت سے بہرہ مند انسان بھی ایسے مظالم سے پناہ مانگتا ہے اور ان کے ارتکاب کو ننگ و عار محسوب کرتا ہے۔ ان مظالم کے بعد بھی کیا معاویہ اس آیۂ کریمہ کا مصداق ہوسکتا ہے؟

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ ﴾ ''محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں، تم انہیں

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۶۹ (ج ۳ ص ۳۶۔۳۷)؛ المحاسن والمساوی بیہقی ج ۱ ص ۳۹ (ص ۵۴۔۵۵)؛ مسعودی اور بیہقی نے لکھا ہے کہ صاحب رحبہ سے مراد ''علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱۶ ص ۱۸ نامہ ۳۱/؛ ص ۱۹۴ نامہ ۴۴/)

دیکھو گے کہ بارگاہ احدیت میں سرخم کیئے ہوئے سجدہ ریز ہیں. اور اپنے پروردگار سے فیض و کرم اور اس کی خشنودی کے طلبگار رہیں. کثرت سجود کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں''۔(۱)

کیا آپ ہند کے جنے کو مومنین کے اس گروہ سے خارج نہیں سمجھتے؟ بے شک وہ نہ رسول خداؐ کے ہمراہ تھا اور نہ ہی ان کے اہل بیتؑ اور چاہنے والوں سے محبت کا قائل تھا، بلکہ وہ ان افراد میں سے تھا جنہوں نے ان سے دشمنی کی، انہیں قتل کیا اور ان پر سب وشتم کرتے ہوئے ان کی ہتک حرمت کی۔ یہ حدود اسلام سے خارج ہے۔ معاویہ نے صرف امت پیغمبر کے برآبردہ افراد ہی پر ظلم نہیں ڈھایا بلکہ سجدہ گزار، عابد شب زندہ دار اور خوشنودی خدا کے حقیقی عاشق بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے، ایسے مقام پر صرف انصاف ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔

یہیں سے عثمان کے قاتل طاق نسیاں کی زینت بن جاتے ہیں اور تمام تر گناہ حضرت علیؑ ولایت سے منسوب کر دیا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنی ولایت کو ان کی اور رسول خداؐ کی دوستی سے متصل رکھا ہے، ان کی محبت کو خدا اور رسولؐ کی محبت کے ہم پلہ قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت ومودت کو ان لوگوں کے لئے اجر رسالت کا عنوان رکھتی ہے جن کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔

معاویہ اور اس کے زرخرید چمچے حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے علاوہ کسی اور سے دشمنی کے قائل نہیں تھے، انہوں نے ایسے گھناؤنے اعمال وافعال انجام دیئے جنہیں صرف وہی انجام دے سکتا ہے جو دین سے منحرف ہو اور خدا کا دشمن ہو۔ معاویہ نے حکومت کی باگ ڈور، مردود ومطرود ''مروان''، قبیلہ ثقیف کا بدترین انسان ''مغیرہ بن شعبہ'' اور قریش کے دوسرے فاسق وفاجر جوانوں کے حوالے کر دی تھی، نیز بسر بن ارطاط، مروان بن حکم، سفیان بن عوف، نعمان بن بشیر، ضحاک بن قیس، سمرہ بن جندب جیسے پست افراد شامل ہیں۔

وہ ان ذلیل انسانوں کو خدا کے بندوں پر مسلط کرتا تھا حالانکہ وہ انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا لیکن پھر بھی رسول خداؐ کی حدیث پر کوئی توجہ نہیں دیتا تھا کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی مسلمان کی حاکمیت قبول

---

(۱) فتح/۲۶

کرے اور کسی انسان کو کسی کام پر مامور کرے اور وہ جانتا ہو کہ بندگان خدا میں ایسے افراد بھی ہیں جو کتاب خدا وسنت رسولؐ سے اس سے زیادہ واقف ہیں تو اس نے خدا اور رسولؐ اور مومنین سے خیانت کی ہے۔(۱)

یہ سب گھناؤنے افعال انجام دیتے اور معاویہ کے حکم سے مختلف قسم کے گناہوں میں ملوث رہتے تھے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تھی، اس کی نظر میں دین نے ان کاموں کی ممانعت نہیں کی ہے۔ چنانچہ اس نے مکہ مکرمہ جیسے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا، جسے خداوند عالم نے اس میں مقیم تمام افراد حتی کافروں کے لئے امن کی جگہ قرار دی ہے، اس میں انسان وحیوانات، پرندے اور نباتات سب کو محترم شمار کرتے ہوئے ان پر دست درازی کو حرام قرار دیا ہے۔

یہ وہی شہر ہے کہ جب رسول خداؐ نے اسے فتح کیا تو خداوند عالم نے کفر والحاد کا پرچم دار ''ابوسفیان'' اور دوسرے افراد کو بھی امان دیا اور دوسرے ایام میں بھی اس کی عظمت وبزرگی کی رعایت فرمائی۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ شہر ہے کہ خداوند عالم نے خلقت زمین وآسمان کے وقت ہی سے اسے محترم قرار دیا، روز قیامت تک یہ شہر حریم الٰہی میں داخل ہے، مجھ سے قبل کسی پر یہاں قتل وغارت حلال نہیں تھی، میرے لئے بھی صرف چند گھنٹے حلال تھا، خدا کے حکم سے قیامت تک کے لئے یہ حرام ہے، اس کا ایک کانٹا بھی نہیں کاٹنا چاہئے، اس شہر میں شکار حرام ہے، زمین پر پڑی ہوئی ہر چیز کو چند مقامات کے علاوہ اس کے مالک تک پہونچانا ضروری ہے''۔(۲)

رسول خداؐ نے فرمایا: ''شہر مکہ کو خدا نے محترم قرار دیا ہے، لوگوں نے نہیں۔ جو شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اسے یہاں خونریزی کا حق حاصل نہیں، اگر کوئی خدا سے جنگ کی اجازت مانگے تو کہہ دو کہ رسولؐ سے جنگ نہیں کر سکتا، خدا نے صرف رسول کو اجازت مرحمت فرمائی ہے، مجھے بھی صرف ایک

۱۔ مجمع الزوائد ج۵ ص۲۱۱

۲۔ صحیح بخاری، باب لا یحل القتال بمکۃ ج۳ ص۱۶۸ (ج۲ ص۶۵۱ ح۱۷۳۷)؛ صحیح مسلم ج۴ ص۱۰۹ (ج۳ ص۱۶۰ ح۴۴۵ کتاب الحج)

گھنٹہ اجازت دی گئی ہے، مکہ کا احترام کل کی طرح برقرار ہے جو حاضر ہے وہ اس حکم کو غائبین تک پہنچادے''۔(۱)

ہند کے جننے نے حکم دیا تو لوگوں نے مدینۂ رسول کا محاصرہ کیا گیا، وہاں کے لوگوں کو بری طرح ڈرایا، دھمکایا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، معاویہ نے حکم دیا تو اس کے چمچوں نے گھوم گھوم کر حضرت علیؑ کے شیعوں کو گرفتار کیا، حالانکہ اسلام میں مدینہ منورہ کا احترام پوری طرح آشکار ہے، رسول خداؐ نے مختلف روایتوں میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

''مدینہ ایک حرم ہے جو بھی برا کام کرے یا کسی گناہگار کو اس میں پناہ دے تو خدا اور رسولؐ اور فرشتے ومومنین اس پر لعنت کرتے ہیں، ایسے شخص کی توبہ قابل قبول نہیں، مسلمانوں کے حقوق مساوی ہیں، اگر کوئی مسلمان پیمان شکنی کرے تو خدا، فرشتوں اور تمام مسلمانوں کی اس پر لعنت ہو، ایسے شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی''۔(۲)

''کوئی شخص اہل مدینہ پر مکروفریب اور سازش نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اس طرح نابود ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں''۔(۳)

''جو شخص اہل مدینہ پر ضرر رسانی کا ارادہ کرے خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی مانند ختم کر دیتا ہے''۔(۴)

''خدایا! ابراہیمؑ نے مکہ کو محترم قرار دیا ہے میں نے بھی مدینہ کو حرمت مکہ ومنی کی طرح محترم قرار دیا ہے۔خبردار! یہاں خونریزی وجنگ کے لئے اسلحہ اندوزی نہ کی جائے، یہاں کے درخت کاٹنے کا حق

۱۔صحیح بخاری باب لایعضد شجر الحرم ج۳ص۱٦۷(ج۲ص٦۵۱ ح/۱۷۳۵)

۲۔صحیح بخاری ج۳ص۱۷۹(ج۲ص٦٦۱ ح/۱۷۷۱)؛ صحیح مسلم ج۴ص۱۱۴،۱۱۵،۱۱٦(ج۳ص۱٦۷۔۱٦۹ ح/۴۷۰ کتاب الحج)؛ مسند احمد ج۱ص۸۱،۱۲٦،۱۵۱؛ ج۲ص۴۵۰(ج۱ص۱۳۱ ح/٦۱٦؛ ص۲۰۳ ح/۱۰۴۰؛ ص۲۴۴ ح/۱۳۰۰؛ ج۳ص۲۰۲ ح/۹۵۱۵)؛ سنن بیہقی ج۵ص۱۹٦؛ سنن ابوداؤد ج۱ص۳۱۸(ج۲ص۲۱٦ ح/۲۰۳۴)

۳۔صحیح بخاری ج۳ص۱۸۱(ج۲ص٦٦۴ ح/۱۷۷۸)

۴۔صحیح مسلم ج۴ص۱۱۳(ج۳ص۱٦٦ ح/۴٦۰ کتاب الحج)

حاصل نہیں مگر یہ کہ کوئی ضروری کام لاحق ہو"۔(۱)

آنحضرت نے فرمایا: "جو بھی اس شہر (مدینہ) کے بارے میں برا ارادہ کرے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی طرح نابود کر دیتا ہے"۔ سعد کے الفاظ ہیں: جو مدینہ والوں کے بارے میں برا خیال رکھے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کے طرح نابود کر دیتا ہے"۔(۲)

"مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا ایک درخت بھی نہ کاٹا جائے اور نہ ہی کوئی گھناؤنا فعل (زنا) انجام دیا جائے، جو مدینہ میں ایسے اعمال کا مرتکب ہو، خداوند، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں"۔(۳)

"مدینہ کے بارے میں برا ارادہ رکھنے والے ہر ظالم، ستمگر کو خداوند عالم نابود کر دیتا ہے اسی طرح جیسے نمک پانی میں ختم ہو جاتا ہے"۔ دوسری عبارت ہے: "جو بھی اہل مدینہ کے لئے برا ارادہ رکھے"۔(۴)

"خدایا! تو اسے ڈرا جو اہل مدینہ کو ڈرائے اور ان پر ظلم وستم روا رکھے، ایسے شخص پر خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کی توبہ قابل قبول نہیں"۔(۵)

"جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے، روز قیامت خدا اسے دھکائے گا، اس کے اعمال اور توبہ قابل قبول نہیں"۔(۶)

"جو اہل مدینہ کو اپنے ظلم کے ذریعہ خوف زدہ کرے خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے"۔(۷) ابن نجار کی

۱۔ صحیح مسلم ج۴ص۱۱۷ (ج۳ص۱۷۱ح۴۷۵/ کتاب الحج)؛ سنن ابوداؤد ج۱ص۳۱۸ (ج۲ص۲۱۶ح۲۰۳۵/) روایت کے الفاظ مسلم کے ہیں۔

۲۔ صحیح مسلم ج۴ص۱۲۱۔۱۲۲ (ج۳ص۱۷۶۔۱۷۷ح۴۹۳/، ۴۹۴ کتاب الحج)

۳۔ صحیح بخاری ج۳ص۱۸۷ (ج۲ص۶۶۱ح۱۷۶۸/)؛ سنن بیہقی ج۵ص۱۹۷

۴۔ وفاء الوفاء سمہودی ج۱ص۳۱ (ج۱ص۴۴)

۵۔ وفاء الوفاء ج۱ص۳۱ (ج۱ص۴۵)

۶۔ وفاء الوفاء ج۱ص۳۱؛ فیض القدیر ج۶ص۴۰

۷۔ وفاء الوفا ج۱ص۳۱ (ج۱ص۴۵)؛ بنقل از سنن کبری نسائی (ج۲ص۴۸۳ح۴۲۶۶/)

عبارت ہے: ''جو اہل مدینہ کو ظلم کی وجہ سے خوف زدہ کرے تو خداوند عالم اس کی زندگی میں خوف وحراس بھر دیتا ہے اور خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں''۔

''جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس نے میرے دل کو خوف زدہ کیا ہے''۔

احمد نے مسند میں جابر بن عبداللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک ظالم اور فتنہ پرور حاکم مدینہ میں داخل ہوا، اس وقت جابر کی بینائی زائل ہو چکی تھی۔ جابر سے کہا گیا: کیا اس حاکم سے دور ہو سکتے ہیں؟ وہ باہر آئے، اپنے دو فرزندوں کا سہارا لے کر راستہ طے کر رہے تھے۔ ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور ان کا پیر خون آلود ہو گیا۔ کہا: ایسا شخص نابود ہو جس نے رسول خدا کو خوف زدہ کیا ہے۔ ایک فرزند یا دونوں نے سوال کیا: والد گرامی! رسول اکرمؐ کو کیسے خوف زدہ کر سکتے ہیں جب کہ ان کی وفات ہو چکی ہے؟ کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے......''۔(۱)

میرے خیال سے متذکرہ حدیث میں جس حاکم کی نشاندہی کی گئی ہے وہ ''بسر بن ارطاط'' ہے چنانچہ سمہودی نے بھی یہ حدیث نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔(۲)

الکبیر میں طبرانی کی نقل کے مطابق رسول خداؐ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو اذیت دے اس نے خدا کو اذیت پہنچائی ہے، خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں، اس کی عبادت اور توبہ قابل قبول نہیں''۔(۳)

جی ہاں! جب بسر معاویہ کے توسط سے امیر ہوا تو وہ ان تمام مظالم کا مرتکب ہوا، محرمات پر دست درازی کی، قتل و غارت گری کی، عورتوں کو اسیر کیا، معصوم بچوں کے سر قلم کئے، گھروں کو تباہ و برباد کیا، لوگوں پر طعن وطنز اور سب وشتم کے نشتر چلائے، رسول خداؐ اور ان کے حرم امن کے مجاورین کے حقوق پامال کئے اور ان کی توہین کی، حرم کے ان مجاورین کی توہین کی جو حرم خدا کی طرح محترم ہیں۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۵۴ (ج ۴ ص ۳۲۲ ح ر ۱۴۴۴۲)

۲۔ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶ باب ر ۲)

۳۔ معجم الکبیر (ج ۷ ص ۱۴۳ ح ر ۶۶۳۱)؛ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۳۶ باب ر ۲)

حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''اور جو لوگ رسولخدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے''۔(۱)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے''۔(۲)

وای ہو، دھتکار ہو اس شخص پر جو اتنا جسور ہو جائے کہ خدا اور رسولؐ کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے اور اس کے دین کے خلاف قیام کرے۔

چنانچہ یزید نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر قدم رکھا اور گناہوں اور اہل مدینہ پر مظالم کے سلسلے میں اپنے باپ سے بھی چند قدم آگے نکل گیا۔ اس نے اپنے باپ کی وصیت کے پیش نظر مسلم بن عقبہ کو مامور کیا کہ اس مقدس سرزمین پر مظالم کا دہانہ کھول دے۔(۳)

ابن ابی خیثمہ نے ''جویریہ بنت اسماء'' سے نقل کیا ہے:

بزرگان مدینہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ کا وقت نزاع آیا تو اس نے یزید کو بلا کر کہا: اگر اہل مدینہ تم سے مخالفت کریں تو مسلم بن عقبہ کو جس کی طرفداری کی میں تصدیق کرتا ہوں، وہاں مقرر کر دینا۔ جب یزید حاکم ہوا تو عبد اللہ بن حنظلہ چند افراد کے ساتھ آئے، اس نے ان لوگوں کا بہت احترام کیا لیکن واپسی پر عبد اللہ لوگوں کو یزید کے خلاف ورغلانے لگے اور اس کے عیوب کو بیان کرنے لگے، انہوں نے لوگوں کو یزید سے نبرد آزمائی کی دعوت دی، لوگوں نے بھی قبول کر لیا، اس صورت حال کے پیش نظر یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج دیا.....الخ''۔(۴)

۱۔ توبہ/۶۱

۲۔ احزاب/۵۷

۳۔ وفاء الوفاء ج۱ص۹۱ (ج۱ص۱۳۰ باب/۲)

۴۔ بلاذری نے انساب الاشراب ۴ص۴۳ (ج۵ص۳۳۷) پر سمہودی کے حوالے یہ بات نقل کی ہے۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم

معاویہ نے ۴۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا، جس وقت وہ حاکمیت سپرد کر رہا تھا، یہ باتیں مغیرہ کے گوش گذار کیں: جو شخص اس سے قبل حلم و بردباری کا حامل تھا، آج اس کا وقت آگیا ہے کہ اسے پوری طرح سمجھ لے۔ ملتمس کہتا ہے:

لذی الحلم قبل الیوم ما تقرع العصا وما علم الانسان الالیعلما

تمہاری خداداد بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تعلیم کے بغیر غیب سے خدائی لیاقت کے پیش نظر آج چند سفارشیں تم سے کر رہا ہوں ایسی سفارشیں جن پر عمل پیرا ہونے سے میری تثبیت حکومت کے ساتھ ساتھ میرے عمومی امور بھی آسان ہو جائیں گے، میں تمہیں ایسی خصلت کی تاکید کرتا ہوں کہ جس کی وجہ سے تم علیؑ پر سب وشتم اور ان کی توہین کرنے سے چشم پوشی نہیں کرو گے اور عثمان پر شفقت ومہربانی کرتے ہوئے ان کے لئے طلب مغفرت کرو گے، تم اصحاب علیؑ پر لعنت کرنا، ان کی عیب جوئی کرنا اور ان کی باتوں پر ہرگز توجہ نہ دینا، اس کے برعکس عثمان کے طرفداروں کو تشویق کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی قربت حاصل کرنا اور ان کی باتوں کو غور سے سننا۔

مغیرہ نے کہا: میں آزمودہ کار ہوں میں نے اچھی طرح سیکھ لیا، آپ سے قبل بھی دوسروں کی خدمت کی ہے، عظمت و بلندی یا مسند حکومت سے کنارہ کشی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوئی، آپ بھی مجھے آزمائیں گے اور بالآخر میری ستائش کریں گے یا مذمت۔

معاویہ نے کہا: انشاء اللہ ستائش کروں گا۔

چنانچہ مغیرہ نے سات سال چند ماہ کوفہ میں حکومت کی، اس کی سیرت اور روش زندگی قابل قدر تھی، عافیت وسلامتی کا شیدائی تھا لیکن اس نے حضرت علیؑ پر سب وشتم اور ان کی عیب جوئی کبھی ترک نہیں کی، عثمان کے قاتلوں پر ہمیشہ لعنت بھیجتا، عثمان کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا کرتا اور ان کے اصحاب کی تعریف وتوصیف کیا کرتا تھا۔

حجر بن عدی نے اس طرز زندگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا: ''بلکہ تم لوگ خدا کی مذمت کر رہے ہو اور اس پر لعنت کے مرتکب ہو رہے ہو اس لئے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿کونوا قوامین بالقسط شهداء لله﴾ بنابریں میں گواہی دیتا ہوں کہ جن افراد کی تم مذمت اور عیب جوئی کر رہے ہو، وہ تعریف و توصیف کے مستحق ہیں اور جن کی مدح وستائش کر رہے ہو در حقیقت وہی مذمت کے لائق ہیں''۔

مغیرہ نے جواب میں کہا: اے حجر! تم پر وائے ہو! امیر اور اس کے غم وغصہ سے ڈرو، اس لئے کہ بادشاہ کے غیظ وغضب نے تم جیسے بہتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

پھر وہ اس سے جدا ہو کر چشم پوشی اختیار کر لیتا تھا، زندگی اس طرح جاری تھی کہ اپنی حکومت کے آخری ایام میں ایک دن مغیرہ نے کھڑے ہو کر حضرت علیؑ اور عثمان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: خدایا! عثمان بن عفان پر رحم کر اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے انہیں بہترین جزا دے اسلئے کہ انہوں نے تیری کتاب پر عمل کیا، تیرے رسولؐ کی سنت کی پیروی کی اور ہم سب کو ایک مرکز پر متحد کیا، انہوں نے ہمارے خون کی حفاظت کی لیکن خود مظلومانہ قتل ہو گئے، خدایا! ان کے خون کی وجہ سے ان کے اصحاب وانصار اور دوستوں پر رحم کر۔ جب حضرت علیؑ پر پہنچا تو ان پر اور ان کے چاہنے والوں کی مذمت کرنے لگا۔

یہ سن کر حجر اپنی جگہ سے اٹھے اور ایسا نعرہ بلند کیا جسے مسجد کے اندر و باہر موجود تمام لوگوں نے سنا۔ حجر نے کہا: تو پیروی کی وجہ سے نہیں جانتا کہ کس کا شیدائی ہے، اے شخص! حکم دے کہ ہمارے حقوق اور مالیات ہمیں واپس کئے جائیں، یہ تیرا حق نہیں ہے تجھ سے قبل حاکم ان کی طمع نہیں کرتا تھا تو امیر المومنین کی لعنت کا حریص ہو چکا ہے اور مجرموں کی حمایت کرتا ہے۔

اس وقت دو تہائی سے زیادہ افراد نے کھڑے ہو کر بیک زبان کہا: خدا کی قسم! حجر صحیح کہتے ہیں، وہ حق پر ہیں تم حکم صادر کرو کہ ہمارے حقوق و مالیات واپس کئے جائیں ورنہ تمہاری باتیں ہم پر چنداں اثر انداز نہیں ہوں گی۔ لوگوں نے اتنا زیادہ طعن وطنز کئے کہ مغیرہ منبر سے نیچے آ کر محل میں داخل ہو گیا۔ اس کے ہوادار اجازت لے کر حاضر ہوئے۔ کہا: آپ اتنی چھوٹ ہی کیوں دیتے ہیں کہ یہ شخص

اپنے خیالات کا برملا اظہار کرے، جرأتمندانہ آپ کی حکومت کی توہین کرے اور امیر المومنین کو آپ کے خلاف غیظ وغضب سے بھردے۔ عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی نے سب سے پہلے حجر کے بارے میں سخت لہجہ اختیار کیا۔ مغیرہ اسے کافی اہمیت دیتا تھا۔ اس نے جواب میں کہا: میں نے اسے اس لئے مارا کیونکہ میرے اوپر حکومت کرنے والا حاکم میرے ساتھ بھی ایسے ہی پیش آئے گا، پہلی فرصت میں اپنے دشمن کو پکڑ کر مارے گا، لیکن میری موت نزدیک ہے اور میری حکومت ختم ہونے والی ہے، مجھے پسند نہیں کہ میں اس شہر کے برآوردہ شخصیتوں کو مارنا شروع کروں۔ دوسرے امان وآسائش میں رہیں اور میں بد بخت ہو جاؤں۔ معاویہ دنیا میں باعزت رہے اور مغیرہ آخرت میں ذلیل وخوار ہو جائے۔

مغیرہ ۵۱ھ میں ہلاک ہوا، اس کے بعد زیاد کوفہ و بصرہ کا حاکم ہوا۔ زیاد کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا اور اپنا آدمی بھیج کر حجر کو بلوایا (اس سے قبل دونوں دوست تھے)۔ اس نے حجر سے کہا: میں مغیرہ کے ساتھ تمہاری روش سے آگاہ ہوں، وہ تمہاری حرکتوں کو برداشت کر جاتا تھا، لیکن خدا کی قسم! میں ایسی روش کو قطعی برداشت نہیں کروں گا۔ تم جانتے ہو کہ علیؑ کو کتنا دوست رکھتا تھا، خداوند عالم نے اس دوستی ومحبت کو میرے دل سے نکال کر اسے کینہ ودشمنی سے بھر دیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ معاویہ سے کتنی دشمنی تھی لیکن خدا نے اس دشمنی کو مہر ومحبت میں تبدیل کر دیا ہے، میں تمہارا بھائی ہوں میرے پاس آؤ اگر دیکھو کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم بھی بیٹھ جاؤ اور اگر دیکھو کہ میں موجود نہیں ہوں تو بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ میں ہر روز تم سے دو باتوں کا مطالبہ کرتا ہوں ایک وقت صبح اور دوسرے وقت شام۔ اگر اس پر قائم رہو گے تو تمہارے دین ودنیا دونوں محفوظ رہیں گے لیکن اگر دائیں بائیں منحرف ہوئے تو تم نے خود کو ہلاک کر لیا ہے، تمہارا خون میرے سامنے بہایا جائے گا، میں ظلم وجنایت سے قبل قصاص نہیں کروں گا اور بغیر دلیل کے کسی سے باز پرس بھی نہیں کروں گا، خدایا تو گواہ رہنا۔

حجر نے کہا: امیر مجھے اپنی خواہش کے برخلاف نہیں پائیں گے۔ وہ مجھے نصیحت کریں گے میں ان کی نصیحت کو قبول کروں گا۔ پھر باہر آ گئے۔

جب زیاد مسند حکومت پر براجمان ہوا تو لوگوں کو بلایا، صحن مسجد اور محل کے اطراف میں لوگوں کا جمع

غفیر تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؑ سے بیزاری اور انحراف کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو لوگوں تک پہنچائے، اس نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، عثمان کے لئے دعائے مغفرت کی، ان کے ساتھیوں پر درود و سلام بھیجا اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی۔ اس کے بعد حجر کھڑے ہوئے اور جس طرح مغیرہ کے سامنے گفتگو کی تھی اسی انداز میں گفتگو کا آغاز کیا، زیاد چھ مہینے کوفہ اور چھ مہینے بصرہ میں مقیم رہا، پھر بصرہ واپس لوٹ آیا، عمر بن حریث کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا، جب لوگوں نے اسے بتایا کہ حجر علیؑ کے شیعوں کو جمع کر کے آشکارا معاویہ پر لعنت کرتے ہیں، اس سے اظہار بیزاری کرتے ہیں اور عمر بن حریث سے منحرف ہو چکے ہیں تو یہ سن کر معاویہ کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا، تھوڑی دیر کے بعد منبر پر گیا۔ اس وقت حجر سب سے آگے مسجد میں تشریف فرما تھے، ان کے ساتھیوں نے انہیں اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔ چنانچہ معاویہ نے ڈرا دھمکا کر خطبہ پڑھنا شروع کیا: اما بعد، بالآخر ظلم وستم اور گمراہی شدت اختیار کرتی جارہی ہے، لوگوں نے غرور وتکبر کو اپنا شعار بنالیا ہے مجھے امین کے طور پر شناخت کیا لیکن خداوند عالم سے جسارت کے مرتکب ہوئے، جب تک میں تمہارا علاج نہ کروں تم فلاح و بہبودی حاصل نہیں کرسکتے، اگر میں نے حجر کو کوفہ سے نکال باہر نہ کیا اور لوگوں کے لئے درس عبرت قرار نہ دیا تو میں نے کچھ بھی نہ کیا، اے حجر! تم پر تف ہے، ''عشا اپنے پیروں سے چل کر بھیڑئے کا نوالہ بنا گیا''۔

پھر سردار لشکر ''شداد بن ہیثم ہلالی کو حکم دیا کہ حجر کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو حجر کے ساتھیوں نے کہا: وہ نہیں جائیں گے، ہم تم سے بیزار ہیں۔ انہوں نے نمائندہ لشکر کی توہین کی اور لعنت ملامت کی۔ اس کی اطلاع زیاد کو دی گئی، اس نے کہا: کوفہ والو! تم ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے امن وآشتی پھیلاتے ہو، تمہارے اجسام میرے اختیار میں ہیں لیکن تم لوگ تو اس پاگل احمق کے شیدائی ہوگئے ہو۔ (۱)

تاریخ کامل کی عبارت ہے: اس نے کہا: تمہارے اجسام میرے ساتھ اور تمہارے قلوب احمق حجر کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں ثابت کرنا ہوگا کہ تم لوگ اس سے بیزار ہو ورنہ ایسے گروہ کو تم پر مسلط

۱۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۲۵۷ حوادث ۵۱ھ) کی عبارت ہے: الھجاجۃ الاحمق المذبوب۔

کروں گا جو تمہارے انحرافات کی اصلاح کرے۔(۱) لوگوں نے کہا: معاذ اللہ! ہم آپ کی اطاعت اور خوشنودی کے علاوہ کسی اور فکر میں نہیں ہیں۔ اس نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو اٹھو اور اپنے قبیلہ میں موجود حجر کے ساتھیوں کو میرے پاس حاضر کرو۔ بہت سے لوگ حجر سے منحرف ہو گئے، زیاد نے سردار لشکر سے کہا: جاؤ حجر کو لاؤ، اگر نہ آئے تو اس سے اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرو، انہیں تلوار کی نوک پر میرے پاس حاضر کرو۔

لشکر کے سردار نے آ کر حجر کو آواز دی، ان کے ساتھیوں نے اس کی بات مسترد کر دی، یہ دیکھ کر اس نے حملہ کر دیا۔ ابوعمرطہ کندی نے حجر سے کہا: میرے علاوہ کوئی صاحب شمشیر نہیں جو آپ کا دفاع کرے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اٹھئے اور اپنے قبیلہ سے ملحق ہو جایئے تاکہ وہ آپ کی حفاظت کریں۔ وہ اٹھے، اس وقت زیاد فراز منبر سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا، زیاد کے سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بکر بن عبید نامی شخص نے حجر کے ایک ساتھی ''عمرو بن حمق'' کے سر پر ایک لکڑی سے ضرب لگائی۔ قبیلہ ازد کے دو افراد انہیں عبید بن موعد ازدی کے گھر لائے، ایک سردار نے عائذ بن حملہ تمیمی کا ہاتھ قلم کر دیا اور ان کے دانت توڑ دیے۔ انہوں نے ایک سردار کی تلوار چھین کر جنگ شروع کر دی اور اس طرح حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ یہاں تک کہ وہ کندہ کے ایک دروازے سے نکل بھاگے۔

حجر، ابوعمرطہ کی ہمراہی میں ''دارِ حجر'' سے باہر نکل گئے، بہت سے لوگ ان کے پاس آئے لیکن قبیلہ کندی سے کوئی نہ آیا۔ فراز منبر پر موجود زیاد نے مذحج و ہمدان کو ''جبانہ کندہ'' کی جانب روانہ کیا اور حجر کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقصد کے تحت دوسرے لوگوں کو یمن بھیجا، جب وہ آئے تو مذحج و ہمدان بھی کندہ میں داخل ہوئے اور جو بھی ہاتھ لگا اسے گرفتار کر لیا، زیاد نے ان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی۔

حجر نے قلتِ اصحاب کے پیش نظر جنگ سے دست بردار ہونے کا حکم دیا، کہا: تم لوگ اس کے مقابل ہو جس نے اپنے دشمنوں کو بھی تمہارے خلاف ورغلا رکھا ہے، میں نہیں چاہتا کہ مارے جاؤ۔ وہ

۱۔ تاریخ کامل (ج ۲ ص ۴۸۹ حوادث ۵۱ھ)

باہر نکلے، مذحج اور ہمدان نے انہیں دیکھ کران سے جنگ کی اور قیس بن یزید کو گرفتار کرلیا اور بقیہ لوگوں کو چھوڑ دیا۔

حجر ایک راستہ سے قبیلہ بنی حوت میں داخل ہوئے اور سلیم بن یزید نامی ایک شخص کے گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ طب نامی شخص کو اس کی اطلاع ہوگئی، وہ انہیں گرفتار کرنے کے لئے آیا، یہ دیکھ کر سلیم نے تلوار کھینچ لی، اس منظر کو دیکھ کر اس کی بیٹیاں گریہ کرنے لگیں۔ حجر نے کہا: انہیں خوف زدہ کیوں کرتے ہو؟ سلیم نے کہا: جب تک جسم میں جان ہے، میں انہیں اسیر یا قتل کرنے کی مہلت نہیں دوں گا۔

حجر اس گھر کے خفیہ راستے سے باہر نکل آئے اور نخع کی جانب روانہ ہو گئے وہاں اشتر نخعی کے بھائی عبداللہ بن حریث کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے، انہوں نے شایان شان استقبال کیا، اسی وقت بتایا گیا کہ ایک سردار نخع میں آپ کو تلاش کر رہا ہے، اس کی علت یہ تھی کہ ایک سیاہ فام لڑکی سے اس کا سامنا ہو گیا، اس نے پوچھا: کس کی تلاش میں ہو؟ کہا گیا: حجر بن عدی۔ لڑکی نے کہا: وہ نخع میں ہیں۔ حجر وہاں سے نکل کر قبیلہ ازد کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب زیاد اس بھاگ دوڑ سے زچ ہو گیا تو اس نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا: خدا کی قسم! اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ ورنہ میں تمہارے خرما کے درختوں کو خاکستر کر کے تمہارے گھر کو ویران کر دوں گا، تو مجھ سے بچ نہیں سکتا، میں تیرے چیتھڑے اڑا دوں گا۔ اس نے مہلت مانگی زیاد نے تین دن کی مہلت دی۔

قیس بن یزید کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ زیاد نے کہا: تم سے کوئی خوف نہیں، میں عثمان کے بارے میں تمہارے نظریہ سے آگاہ ہوں اور جنگ صفین میں معاویہ کی ہمراہی میں جو تم نے امتحان دیا ہے، اس سے بھی واقف ہوں، صرف حمایت کے جذبے سے مجبور ہو کر تم نے حجر کا ساتھ دیا ہے لہذا تمہیں معاف کیا لیکن میرا مطالبہ ہے کہ اپنے بھائی عمیر کو میرے حوالے کر دو۔

اس طرح انہیں امان ملا، انہوں نے بھی اپنے زخمی اور آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھائی کو حاضر کیا۔ زیاد نے حکم دیا کہ لوگ اسے بلند کر کے زمین پر پٹک دیں، کئی مرتبہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ صورت

حال دیکھ کر قیس بن یزید نے زیاد سے کہا: کیا اسے امان نہیں دیا جاسکتا؟ زیاد نے کہا: ٹھیک ہے امان دے دیا جاتا ہے اور اس کا خون نہیں بہایا جائے گا۔ پھر قیس اس کے ضامن ہوئے اور وہ آزاد کر دیئے گئے۔

حجر بن عدی ایک شبانہ روز ربیعہ کے گھر میں مقیم رہے، ایک شخص کو محمد بن اشعث کے پاس بھیجا کہ زیاد سے اس کے لئے امان نامہ لے تا کہ معاویہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ بعض افراد جن میں جریر بن عبداللہ، حجر بن یزید اور عبداللہ بن حارث شامل تھے، اکٹھا کیا، یہ سب زیاد کے پاس پہنچے تا کہ اس سے حجر کے لئے امان نامہ لے سکیں۔ زیاد نے انہیں مثبت جواب دیا چنانچہ حجر زیاد کے پاس پہنچے، جب زیاد نے انہیں دیکھا تو کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! تم پر سلام، جنگوں میں ایک جنگ ہے ایسی جنگ جس میں لوگ قطعی پر سکون ہیں، وہ ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کا نقصان خود انہیں سے وابستہ ہے۔

حجر نے کہا: میں اطاعت سے منحرف نہیں اور لوگوں سے جدا بھی نہیں ہوں، میں اپنی بیعت پر ثابت قدم ہوں۔ یہ سن کو زیاد نے کہا: افسوس اے حجر! ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے امن و آشتی پھیلاتے ہو اور چاہتے ہو کہ خدا دار قدرت کے باوجود میں تم سے راضی ہو جاؤں، خدا کی قسم! نہیں، میں تمہاری رگ گردن کاٹنے کا شیدائی ہوں۔ حجر نے کہا: کیا تم معاویہ کی آمد تک امان نہ دو گے؟ کہا: ہاں۔ اسے زندان میں ڈال دو۔ جب انہیں لے جایا گیا تو کہا: اگر امان نہ دیا ہوتا تو اس کی گردن کاٹ دیتا۔ انہیں ایک سرد تہہ خانہ میں رکھا گیا۔ حجر اور ان کے ساتھیوں کو برباد کرنے کے علاوہ زیاد کا کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

عمرو بن حمق

عمرو بن حمق اور رفاعہ بن شداد مدائن پہونچے پھر وہاں سے موصل آئے اور ایک پہاڑ میں چھپ گئے۔ اس دیہات کے حاکم ''عبید اللہ بن ابی بلتعہ'' کو اس کی اطلاع ہوگئی، وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی

جانب روانہ ہوا، یہ لوگ بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے ۔عمرو استقائے معدہ کی بیماری میں گرفتار تھے لیکن رفاعہ ایک طاقت ور جوان تھے، وہ اپنے تیز گھوڑے پر بیٹھ کر لشکر پر حملہ آور ہوئے اور عمرو سے کہا: میں تمہارا بھی دفاع کروں گا۔عمرو نے کہا: تمہاری جنگ میرے لئے مفید نہیں، اپنی جان بچاؤ۔ پھر رفاعہ نے لشکر پر حملہ کر کے انہیں دور بھگا یا اور اپنے گھوڑے کو ان کے حصار سے باہر نکال لائے۔لشکر نے ان کا تعاقب کیا، وہ ان پر تیر اندازی کرتے رہے، جو بھی ان سے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا تیر کھا کر زخمی ہو جاتا تھا۔ آخر کار انہوں نے ان کے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔لیکن عمرو بن حمق گرفتار کر لئے گئے۔ پوچھا گیا: تم کون ہو؟ عمرو نے کہا: میں وہ ہوں کہ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو وہ تمہارا مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا اور اگر قتل کر دیا تو تمہارے لئے نقصان دہ ہوگا۔انہوں نے بہت اصرار کیا لیکن عمرو نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ابن ابی بلتعہ نے موصل کا حاکم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عثمان ثقفی کے پاس روانہ کر دیا، اس نے عمرو کو دیکھتے ہی پہچان لیا، اس نے معاویہ کو ان کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ معاویہ نے لکھا: اس نے عثمان کے بدن پر اپنے نیزے سے نو ضربیں لگائی تھیں، ہم اس سے زیادہ مارنا نہیں چاہتے، جس طرح اس نے عثمان پر نیزے کی ضربیں لگائی ہیں تم بھی ایسے ہی ضربیں لگاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نیزے کی نو ضربیں لگائی گئیں، وہ پہلے یا دوسرے ہی نیزے کے درمیان راہی جنت ہو گئے۔ان کا سر معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا، اسلام میں اٹھایا گیا پہلا سر یہی تھا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ عظیم صحابی ''عمرو بن حمق'' وہی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی عبادت خدا میں گذار دی اور اپنا سب کچھ اسی راہ سے مخصوص کر دیا۔(۱) اصحاب رسول میں ان کی عدالت مشہور تھی۔ان کے اقوال و اعمال حجت کی حیثیت رکھتے ہیں، ان اصحاب کی عدالت پاگلوں اور مفلوک الحال افراد کی وجہ سے قابل اشتباہ نہیں ہو سکتی۔اب ذرا سوچئے کہ مغیرہ بن شعبہ، حکم بن ابی العاص، ولید بن عقبہ، عبد اللہ بن ابی سرح، زیاد بن ابیہ اور قریش کے دوسرے چھوکروں نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں۔

۱۔امام حسین نے معاویہ کے ایک خط میں یہی لکھا ہے۔

ان نجس عناصر اور عمرو بن حمق، حجر بن عدی، عدی بن حاتم، زید، صعصعہ اور فرزندان صوحان میں کتنا فرق ہے جنہوں نے خداوند عالم کی عبادت کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا اور شریعت مقدسہ کو اپنی عادت سی بنالی تھی۔

میں نہیں جانتا کہ عمرو بن حمق پر دشنام طرازی کیوں کی گئی اور انہیں کیوں قتل کیا گیا، ان کے بدن پر اتنے نیزے کیوں مارے گئے حالانکہ وہ پہلی یا دوسری ضرب میں ہی راہی جنت ہو چکے تھے۔ عثمان کا واقعہ تو ایسا تھا جس میں تمام صحابہ شریک تھے، خود انہوں نے قتل کیا یا قتل کے سبب بنے جیسا کہ الغدیر کی نویں جلد میں اس کی تفصیلی بحث پیش کی گئی۔ انہوں نے عثمان کا قصاص ان تمام لوگوں سے کیوں نہیں لیا۔ یہ قصاص تو صرف ان لوگوں سے مخصوص تھا جو حضرت علی اور خدا اور رسول کے حقیقی پیروکار تھے۔ معاویہ نے اپنے سپاہیوں کو قتل عثمان میں سب سے زیادہ سرگرم ''طلحہ و زبیر'' کی زندگی میں کیوں نہیں بھیجا۔ معاویہ کے علاوہ کس نے عثمان کی نصرت کے سلسلے میں بہانہ تراشی کی اور استمدادی اقدام کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ وہ قتل ہو گئے؟

اس شخص نے مدینہ والوں پر یہ الزام لگا کر کیوں ڈرایا کہ انہوں نے عثمان کی کوئی نصرت و مدد نہیں کی حالانکہ اسے اپنی سہل انگاری اور سستی کو محکوم کرنا چاہیئے تھا؟!

جی ہاں! ان تمام مظالم کے پہاڑ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں پر ہی توڑے گئے، ان کے دشمنوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، فرزند جگر خوارہ کی نظر میں وہ ان سے قطعی دور ہیں۔

کیا معاویہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ عثمان عمرو کے نیزے سے قتل ہوئے؟ حالانکہ اس سلسلے میں تمام مورخین واضح طور پر ''کنانہ بن بشر تجیبی'' کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ولید بن عقبہ کا شعر ہے:

الا ان خیر الناس بعد ثلاثة قتیل التجیبی الذی جاء من مصر

''آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی کے ہاتھوں قتل ہوئے''۔

اس نے یا ایک دوسرے شاعر نے کہا:

علاه بالعمود اخو تجیب فاوهی الراس منه والجبینا

''تجیب کے بھائی نے ان کے سر پر ایسا عمود مارا کہ ان کا سر اور پیشانی شگافتہ ہوگئی''۔(۱)

حاکم مستدرک میں کنانہ عدوی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: کیا محمد بن ابی بکر نے قتل کیا؟ کہا: نہیں بلکہ جبلہ بن الیکم مصری نے انہیں قتل کیا۔ اس نے کہا: کہا جاتا ہے کہ کبیرہ سکونی نے انہیں قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کنانہ بن بشر تجیبی نے انہیں قتل کیا ہے۔ شاید یہ سب ان کے قتل میں شریک تھے۔ ولید بن عقبہ کہتا ہے:

الا ان خیر الناس بعد ثلاثة قتیل التجیبی الذی جاء من مصر

''آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی کے ہاتھوں قتل ہوئے''۔(۲)

استیعاب میں ہے: عثمان کے گھر میں سب سے پہلے محمد بن ابی بکر داخل ہوئے اور ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! مجھے چھوڑ دو، خدا کی قسم! تمہارے والد اس ڈاڑھی کا احترام کرتے تھے۔ محمد کو خجالت محسوس ہوئی اور وہ باہر آگئے۔ پھر سرحان اور ایک کوتاہ قد آدمی داخل ہوئے، ان کے ہاتھوں میں خنجر تھا، پوچھا: اے نعثل (بڈھا احمق) تمہارا دین کیا ہے؟ کہا: میں نعثل نہیں ہوں، میں عثمان بن عفان ہوں، میں ملت ابراہیم کی ایک فرد اور مسلمان ہوں، مشرک نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ پھر خنجر سے وار کر کے قتل کر دیا۔(۳)

صاحب استیعاب کہتے ہیں: ''عثمان کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے، اس سلسلے میں اختلاف ہے، کہا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے نیزے سے ان پر وار کیا۔ نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے انہیں پکڑا

۱۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۹۸ (ج ۶ ص ۲۲۱)؛ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۳۲ (ج ۴ ص ۳۹۴ حوادث ۳۵ھ)

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۶ (ج ۳ ص ۱۱۴۔۱۱۵ ح ۴۵۶۸)

۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۷۷۔۴۷۸ (القسم الثالث ص ۱۰۴۴، ۱۰۴۶ نمبر ۱۷۷۸)

اور دوسرے شخص نے قتل کیا، جس نے قتل کیا اس کا نام ''سودان بن حمران'' تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رومان بن یمامی نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رومان قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ کی فرد تھا۔ منقول ہے کہ محمد بن ابی بکر نے ان کی ڈاڑھی کھینچ کر کہا: معاویہ اور ابن ابی سرح نے تمہیں نجات نہیں دی اور ابن عامر نے تمہاری حفاظت نہیں کی۔ انہوں نے جواب میں کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑ دو، خدا کی قسم! یہ وہی ڈاڑھی ہے جس کا تمہارے والد احترام کرتے تھے، تمہارے والد اس سلوک سے قطعی راضی نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سن کر محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے، ان میں سے ایک نے تیر سے انہیں قتل کر دیا واللہ اعلم''۔

صاحب استیعاب نے مستدرک کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: کیا محمد بن ابی بکر کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہے؟ کہا: معاذ اللہ! وہ جیسے ہی داخل ہوئے عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا تم میرے ساتھی نہیں تھے۔ ان سے ایسی باتیں کہی کہ وہ باہر نکل گئے، ان کے قتل میں شریک نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: پھر انہیں کس نے قتل کیا؟ کہا: مصر کا ایک شخص ''جبلہ بن ایہم نے قتل کیا ہے، اس نے تین مرتبہ مدینہ کا طواف کر کے اعلان کیا تھا کہ میں نعثل کا قاتل ہوں۔

محب طبری نے ریاض النضرہ میں استیعاب کے مطابق محمد بن ابی بکر کا قتل عثمان سے خجالت محسوس کرنے، ان کے باہر آنے اور پھر رومان بن سرحان کے آنے اور عثمان کے قتل کرنے کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جبلہ بن ایہم نے انہیں قتل کیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسود تجیبی نے قتل کیا۔ دوسروں کی نقل کے مطابق یسار بن غلیاض نے انہیں قتل کیا۔(۱)۔

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک صحابی نے انہیں پکڑ کر قتل کیا، یہ صحیح نہیں ہے۔(۲) بلکہ تمام صحابہ نے اس فعل کی مذمت کرتے ہوئے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور اسے

۱۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۶۴)

۲۔ اس کتاب کی نویں جلد کا مطالعہ کریں تا کہ صحیح وغلط اور حقیقت حال پوری طرح آشکار ہو جائے۔

انجام دینے والوں پر بدعا کی ہے۔ ہاں! بعض صحابہ تھے جنہوں نے اس فعل کو پسند کیا جیسے عمار یاسر، محمد بن ابی بکر اور عمرو بن حمق وغیرہ۔ (۱)

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ہند کے بیٹے کے پاس اس بات کے لئے کون سا بہانہ ہے کہ ایک نیزے سے ہلاک ہونے کے باوجود اس نے حکم دیا کہ عمرو بن حمق پر پورے نو نیزے مارے جائیں؟! کیا شریعت میں کوئی ایسا حکم ہے جس میں اس بات کی اجازت ہو کہ قصاص ہونے والے پر اسی طرح قصاص کیا جائے جس طرح وہ مقتول کے ساتھ پیش آیا تھا یا پھر قصاص کا مطلب یہ ہے کہ اگر پھانسی کے ذریعہ قصاص حاصل ہو رہا ہے تو وہی کافی ہے؟! شاید بنی امیہ کے فقیہوں کے پاس ایسا کوئی حکم ہو جس سے ہم ناواقف ہیں۔ ان مظالم کے ساتھ اس ظلم کا بھی اضافہ کر لیں کہ ان کے سر کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ (۲)

ابو جعفر محمد بن حبیب کتاب المحبر میں لکھتے ہیں: معاویہ نے حکم دیا کہ شیعہ علی ''عمرو بن حمق خزاعی'' کے سر کو نیزوں پر بلند کر کے بازاروں میں پھرایا جائے، عبد الرحمٰن بن ام حکم نے اسے جزیرے میں پھرایا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شام اور دوسرے شہروں میں بھی اس سر کو پھرایا گیا اور یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح پھرایا گیا۔ پھر معاویہ نے اس سر کو ان کی زوجہ ''آمنہ بنت شرید'' کے پاس بھیج دیا (اس وقت وہ معاویہ کے قید خانے میں تھیں)، انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور دہن کا بوسہ لے کر کہا: ان کو مدتوں مجھ سے جدا رکھا، اب ان کا سر مجھے لوٹا رہے ہو، لہذا اس شخص پر سلام ہو جس کا نہ کوئی دشمن تھا اور نہ ہی وہ کسی کے دشمن تھے۔ (۳)

جی ہاں! یہ اور ان جیسے بہت سے مظالم وہ نمونے ہیں جو ہند جگر خوارہ کے بیٹے کے فقہ میں جائز

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۹۸ (ج ۷ ص ۲۲۱ حوادث ۳۵ھ)

۲۔ معارف ابن قتیبہ ص ۱۲۷ (ص ۲۹۲)؛ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۰۴ (القسم الثالث ص ۱۱۷۴ نمبر ۱۹۰۹)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۵۳۳؛ الثقات ابن حبان (ج ۳ ص ۲۷۵)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۴۸ (ج ۸ ص ۵۲ حوادث ۵۰ھ)

۳۔ کتاب المحبر ص ۴۹۰؛ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۵۲ حوادث ۵۰ھ)

شمار کیئے جاتے ہیں۔ ہاں! یہ ظلم سب سے پہلے سید الشہداء جناب حمزہ کے اوپر کیا گیا پھر باپ کے اس ظالمانہ عمل کو اس کے بیٹے یزید نے جوانان جنت کے سردار امام حسین پر روا رکھا، ان کو اور ان کے اصحاب کو دردناک طریقے سے قتل کیا اور ان عظیم شخصیتوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا، اور اس طرح اس نے خود ہی اپنے صفحۂ زندگی پر ایسا دھبہ لگالیا جو رہتی کائنات تک دھویا نہیں جاسکتا، یہ ذلت ورسوائی تو زباں زد رہے گی۔

قصاص کی صورت میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ خون کے اولیاء یعنی عثمان کے فرزند قصاص کرتے اور اگر صاحب خون اس سے عاجز ہوں تو یہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری تھی اس لئے کہ وہ مومنین کے جانوں پر خود ان سے زیادہ ولایت اور حق تصرف رکھتا ہے۔ اس وقت خلیفہ امیر المومنین حضرت علیؑ تھے، یہ واقعہ ان کی حکومت میں رونما ہوا تھا، عمرو بن حمق ان کے اختیار میں تھے، وہ ان کی حالت سے پوری طرح آگاہ تھے، ان کے خلوص نیت سے بھی واقف تھے۔ اگر قصاص ضروری تھا تو خود حضرت کو نافذ کرنا چاہئے تھا، وہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے، ان کی عدالت کے سامنے دور ونزدیک سب برابر تھے۔ اس وقت حضرت علیؑ پوری طرح مختار تھے اور عمرو سایہ کی طرح ان کے مطیع وفرمانبردار تھے۔ اس وقت معاویہ صرف امت کی ایک فرد تھا اسے کوئی قدرت حاصل نہ تھی، احکام شریعت سے اس کا کیا واسطہ؟ لیکن حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی دشمنی اور کینہ توزی نے اسے ہلاکت وگمراہی کی کھائی میں گرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خداوند عالم ان کا انتقام ضرور لے گا۔

صیفی بن فسیل

زیاد نے حجر بن عدی کے ساتھیوں کی گرفتاری میں بہت زیادہ سعی وکوشش کی، وہ فرار کرتے اور وہ انہیں گرفتار کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ قیس بن عباد شیبانی نے زیاد کے پاس آکر کہا: صیفی بن فسیل نامی ایک شخص بھی حجر کا ساتھی ہے، وہ اس کی بہت طرف داری کرتا تھا۔ چنانچہ زیاد نے آدمی بھیج کر گرفتار

کروایا۔ زیاد نے ان سے کہا: اے دشمن خدا! ابوتراب کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ زیاد نے کہا: کیا میں ابوتراب کا تعارف کراؤں، کیا تو علی بن ابی طالب کو نہیں پہچانتا؟ کہا: ہاں! پہچانتا ہوں۔ کہا: وہی ابوتراب ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ وہ حسن و حسین کے والد گرامی ہیں۔ لشکر کے سردار نے کہا: امیر اسے ابوتراب کہتے ہیں اور تو انہیں جھٹلا رہا ہے اور نہ کہتا ہے؟ امیر جس کی تکذیب کریں میں اس کی تکذیب کرتا ہوں اور جسے باطل قرار دیں میں اسے باطل قرار دیتا ہوں۔ زیاد نے اس سے کہا: یہ خود عظیم گناہ ہے، میرا عصا لاؤ۔ عصا لایا گیا تو پوچھا: علی کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کہا: خدا کے ایک بندے کے لئے جو بہترین بات کہی جاتی ہے میں امیرالمومنین کے بارے میں کہتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ان کی پشت پر اتنا مارا گیا کہ کھال جسم سے الگ ہوگئی۔ پھر کہا: اسے چھوڑ دو۔ اور انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا: اے شخص! اب علیؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ کہا: خدا کی قسم! اگر تلوار سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے تب بھی میں وہی کہوں گا جو میں نے اس سے قبل کہا تھا۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت بھیجو ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ پہلے میری گردن مار دے تاکہ میں سعادتمند ہو جاؤں اور تو شقی و بدبخت۔ یہ سن کر زیاد نے کہا: اسے یہاں سے لے جاؤ اور آہنی زنجیروں میں جکڑ کر زندان میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی حجر اور ان کے ساتھیوں کی طرح شہید ہو گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ کیسا عظیم گناہ ہے جو ایسے انسان پر کیا جا رہا ہے جو صرف خدا اور دین رسالت پر عقیدہ رکھتا ہے، امام برحق سے محبت کرتا ہے اور کسی ایسے گناہ کا حامل نہیں ہے جو اس طرح کی سزا کا باعث ہو، ایسی سزا جو فرزند جگر خوارہ کے اشارہ پر سمیہ کے نابکار بیٹے کے ہاتھوں انجام دی گئی۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اس ولایت کو مانتے تھے جس کی خدا کی کتاب میں سفارش کی گئی ہے اور مسلسل اور متعدد سندوں کے ذریعہ سنت میں تاکید ہوئی ہے۔ کیا جس انسان کی پیروی کا خدا نے حکم دیا ہے اور اسے پاک و منزہ قرار دیا ہے، ایسے انسان پر لعنت بھیجنے سے پرہیز کرنا، قید و قتل کا موجب ہو سکتا ہے؟! میں نہیں جانتا۔

قبیصہ بن ضبیعہ

زیاد نے اپنے لشکر کے سردار ''شداد بن ہیثم'' کو قبیصہ بن ضبیعہ بن حرملہ عبسی کو گرفتار کرنے پر مامور کیا۔ اس نے ان کے قبیلہ سے قبیصہ کا مطالبہ کیا۔ قبیصہ بھی اپنی تلوار ہاتھوں میں لے لی۔ ربعی بن حراش بن جحش عبسی اور ان کے قبیلے کے چند افراد سامنے آئے تا کہ زیاد کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں سے جنگ کریں۔ زیاد کے فرستادہ نے کہا: اے قبیصہ جب تمہارے خون و مال کو امان دے دیا گیا ہے تو پھر کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟ قبیصہ کے ساتھیوں نے کہا: جب تمہیں امان دیا جا چکا ہے تو پھر کیوں جنگ کر رہے ہو اور ہمیں بھی جنگ پر مجبور کر رہے ہو؟ کہا: تم پر تف ہے، یہ زنازادہ کا بیٹا ہے، اگر وہ مجھے پا گیا تو مجھے چھوڑے گا نہیں، قتل کر دے گا۔ قبیلہ والوں نے کہا: ایسا نہیں ہے۔ پھر انہوں نے ان کا ہاتھ زیاد کے بھیجے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے ان کو زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے دیکھتے ہی کہا: جلدی کرو، اس کا کام تمام کرو، میں ایسے شخص کو آزاد کیسے کر سکتا ہوں جو فتنہ برپا کرتا ہے اور اپنے حاکموں پر حملہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: چونکہ مجھے امان دیا گیا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ زیاد نے کہا: اسے قید خانے میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی حجر کے ساتھیوں کے ہمراہ قتل کر دیئے گئے۔

عبداللہ بن خلیفہ

زیاد نے بکر بن حمران احمری کو ''عبداللہ بن خلیفہ طائی'' کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا کیونکہ انہیں حجر کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ انہیں عدی بن حاتم کی مسجد میں دیکھا گیا، جب انہیں مسجد سے باہر کیا جانے لگا تو اپنی عزت نفس کے پیش نظر باہر جانے سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دشمنوں نے ان پر اتنی سنگباری کی کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ان کی بہن ''میثاء'' نے چیخ کر کہا: اے قبیلہ طی! کیا تم ابن خلیفہ کو ان کے حوالے کر رہے ہو؟ تم لوگ کچھ کہو اور اپنے نیزے استعمال کرو۔

احمری یہ آواز سن کر خوف زدہ ہوا کہ کہیں قبیلہ طے اسے قتل نہ کر دیں۔ اسی لئے وہ بھاگ نکلا۔ طیٔ کی بعض عورتیں باہر نکل کر عبداللہ کو گھر کے اندر لے گئیں۔ احمری وہاں سے بھاگ کر زیاد کے پاس پہونچا۔ اس نے زیاد سے کہا: طیٔ کے لوگ مجھ پر حملہ آور ہو گئے اور میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا، اسی لئے میں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ زیاد نے ایک شخص کو عدی کے پاس بھیجا، اس وقت وہ مسجد میں تھے۔ زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا اس لئے کہ وہ عبداللہ کے ٹھکانے سے واقف تھے۔ عدی نے کہا: میں ایسے شخص کو کیسے حاضر کروں جسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے۔ زیاد نے کہا: کچھ بھی ہو اسے حاضر کرو۔ عدی نے بہانہ بنایا کہ میں اس کے ٹھکانے سے واقف نہیں ہوں لیکن زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا۔

یمن، مضر اور ربیعہ کے قبیلوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے لوگوں نے زیاد کے پاس پیش نہ کیا ہو۔ وہ ان سے باز پرس کرتا اور عبداللہ کا ٹھکانہ معلوم کرتا تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عبداللہ نکل کر قبیلہ بحتر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ عبداللہ نے عدی کے پاس پیغام بھجوایا کہ اگر چاہو تو میں تمہارے پاس آ کر عہد و پیمان کروں۔ عدی نے جواب میں کہلوایا کہ خدا کی قسم! اگر تم میرے پیر کے نیچے ہوتے تو میں کبھی تم پر پیر رکھ کر آگے نہیں بڑھتا۔ زیاد نے عدی کو بلا کر کہا: میں تمہیں اس شرط پر آزاد کر رہا ہوں کہ اسے (عبداللہ) کو کوفہ میں لے کر طی کے پہاڑوں میں مقیم ہو جاؤ۔ انہوں نے بات مان لی۔ چنانچہ واپس آ کر عبداللہ بن خلیفہ کو پیغام بھجوایا کہ باہر نکل آؤ، اس کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے، میں تمہارے متعلق اس سے گفتگو کروں گا تا کہ وہ تم سے دست بردار ہو جائے انشاء اللہ۔ پھر وہ طی کے دو پہاڑوں سے باہر آئے اور زیاد کے واصل جہنم ہونے سے قبل ہی راہی جنت ہو گئے۔

حجر کے خلاف جھوٹی گواہی

زیاد نے حجر کے بارہ ساتھیوں کو زندان میں قید میں کیا اور قبیلے کے مندرجہ ذیل سرداروں کو (حجر

کے خلاف جھوٹی گواہی دینے) کے لئے جمع کیا: عمرو بن حریث (محلہ اہل مدینہ کا سردار)، خالد بن عرفطہ (قبیلہ تمیم و ہمدان کا سردار)، قیس بن ولید (قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سردار)، ابو بردہ بن ابی موسیٰ (قبیلہ مذحج و اسد کا سردار)۔

ان سب نے گواہی دی کہ حجر لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے آشکارا خلیفہ کی مذمت کرتے تھے اور امیرالمومنین سے جنگ کرنے کی سوچ رہے تھے۔

زیاد نے گواہوں کی گواہی پر ایک نظر ڈال کر کہا: میری نگاہ میں یہ گواہی قطعی و مسلم نہیں ہے، گواہ چار افراد سے زیادہ ہونے چاہئے۔ اسی لئے اس نے لوگوں کو حجر کے خلاف گواہی دینے کے لئے دعوت دی۔ زیاد نے کہا: یہ ایسا مسئلہ ہے کہ سب کو شہادت دینی چاہئے، خدا کی قسم! میں خائن احمق کی رگ گردن ضرور کاٹوں گا۔ عثمان بن شرحبیل تمیمی نے کھڑے ہو کر پہلے گواہ کے عنوان سے اپنا نام لکھوایا۔ زیاد نے کہا: قریش سے شروع کرو اس کے بعد ان افراد کے نام لکھو جنہیں ہم امیرالمومنین (عثمان) کی محبت و دوستی اور علی کی دشمنی کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔

اس طرح ستر افراد نے حجر کے خلاف گواہی دی۔ کچھ اور افراد نے گواہی دی جن میں عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور زجر بن قیس بھی شامل تھے۔

اس گواہی میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی ان میں حصین کا بھائی ''شداد بن منذر'' بھی تھا، جو ابن بزیعہ کے نام سے معروف تھا، اس نے شہادت کے متن میں اس طرح لکھا: ابن بزیعہ کی شہادت۔ زیاد نے کہا: کیا اس شخص کا کوئی باپ نہیں تھا؟ اس کا نام بھی لکھا جانا چاہئے، اسے گواہوں کی فہرست سے نکال دو۔ کہا گیا: وہ حصین بن منذر کا بھائی ہے۔ زیاد نے کہا: بہر حال پدری نسبت شہادت نامے میں ضرور لکھی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا۔

جب یہ واقعہ شداد کو معلوم ہوا تو اس نے کہا: اس زنا زادہ پر افسوس ہے، کیا اس کی ماں، باپ سے زیادہ مشہور نہیں تھی کہ اسے ماں کے حوالے سے پکارا جاتا ہے، خدا کی قسم! ہر جگہ اسے اس کی ماں ''سمیہ'' سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ان گواہوں میں ''شریح بن حرث اور شریح بن ہانی'' کا نام بھی دیکھا گیا۔ شریح بن حرث کا بیان ہے کہ مجھ سے علی کے بارے میں پوچھا گیا؟

میں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ علی روزہ دار اور عابد شب زندہ دار تھے؟ شریح بن ہانی کا بھی کہنا ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ شہادت نامہ میں تمہارا نام لکھ دیا گیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی تکذیب کی اور اس فعل کی مذمت کی۔ انہوں نے وائل بن حجر کے ذریعہ معاویہ کے پاس ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا: مجھے بتایا گیا ہے کہ زیاد نے میری گواہی لکھی ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حجر ان افراد میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکات دیتے ہیں، ہمیشہ حج وعمرہ بجالاتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، ان کے خون اور مال پر تجاوز کرنا سب پر حرام ہے، اس کے بعد بھی اگر تم چاہو تو انہیں قتل کردو یا پھر آزاد کردو۔ معاویہ نے خط پڑھنے کے بعد کہا: میری نظر میں یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنی دی ہوئی گواہی سے کنارہ کش ہوجائے۔

جن کی عدم موجودگی میں حجر کے خلاف شہادت نامہ میں ان کا نام لکھا گیا، ان میں شری بن وقاص حارثی بھی تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ جھوٹی گواہیاں ان لوگوں سے مربوط ہیں جن کے ماں یا باپ کا اتہ پتہ نہیں، نیک افراد نے واضح طور پر اس کی تکذیب کی ہے جیسے شریح بن حرث، شریح بن ہانی اور ان کے ہم رتبہ دوسرے افراد۔ جن کی گواہی کے قطعی برخلاف شہادت نامہ مرتب کیا گیا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو گواہی کے زمان ومکان سے بھی بے خبر تھے لیکن بالآخران کے نام سے جو جھوٹ منسوب کیا تھا وہ واضح و آشکار ہوگیا۔ ابن وقاص حارثی انہیں افراد میں سے تھے۔ ان نیک افراد کے برخلاف کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے جھوٹی گواہی دی تا کہ مجرمین لوگوں کا خون بہائیں، ان میں ایسے لوگ شامل تھے جن کا اسلام میں کوئی نمایاں کردار نہیں تھا اور نہ ہی کوئی قابل قدر کام ہی انجام دیا تھا، جیسے عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور زحر بن قیس وغیرہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی کی آواز بلند کی۔

معاویہ کی طرف حجر اور ان کے ساتھیوں کی روانگی اور ان کا قتل

زیاد نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو وائل بن حجر حضرمی اور کثیر کے حوالے کرتے ہوئے حکم دیا کہ انہیں شام لے جائیں۔ وہ رات کے وقت باہر نکلے، جب مقام ''جبانہ عرزم'' میں پہونچے تو قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کی نگاہ ان کے گھر پر پڑی، انہوں نے اپنی بیٹیوں کو دیکھا، وائل اور کثیر سے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں اپنے گھر والوں کو وصیت کرسکوں۔ انہوں نے اجازت دی۔ جب وہ ان کے قریب پہونچے تو سب رونے اور گریہ کرنے لگے۔ خود چپ ہوئے اور انہیں چپ کرانے کے بعد کہا:

''تم لوگ تقوائے الٰہی اختیار کرنا اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا، مجھے خداوند عالم سے صرف دو نیکیوں کی امید ہے:

یا شہادت جو عظیم سعادت ہے یا پھر یہ کہ میں صحیح و سالم واپس لوٹ آؤں گا، وہی خدا روزی دے گا اور مجھے تمہارے مخارج زندگی سے بے نیاز کرے گا، وہ ایسا حی ہے جو کبھی نہیں مرتا۔ امید کرتا ہوں کہ خدا تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا اور مجھے تمہارے درمیان محفوظ رکھے گا''۔

پھر وہ واپس آگئے۔ تمام قبیلے اور گھر والے دست بدعا خدا سے ان کی سلامتی کی آرزو کر رہے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور دمشق کے قریب مقام ''مرج عذراء'' میں پہونچے، سب بارہ افراد تھے: حجر بن عدی، ارقم بن عبداللہ، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ، عاصم بن عوف، ورقاء بن سمی، کدام بن حیان، عبدالرحمٰن بن حسان، محرز بن شہاب اور عبداللہ بن حویہ۔

زیاد نے دو آدمیوں کو عامر بن اسود کے ہمراہ روانہ کیا، جن کی مجموعی تعداد چودہ ہوگئی تھی۔ ان سب کو مقام مرج عذرا میں قید کر دیا گیا۔ معاویہ نے وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کو بلا کر ان کے ہاتھوں سے خط لیا اور شام کے لوگوں کے سامنے پڑھنے لگا، خط اس مضمون پر مشتمل تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندۂ خدا امیر المومنین معاویہ بن ابوسفیان کی جانب زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے۔

امابعد! خداوند عالم نے امیر المومنین کے حضور بہترین آزمائش فراہم کرتے ہوئے ان کے دشمنوں کو ان کے ہاتھوں سے گرفتار کروایا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے حقوق سے تجاوز کیا ہے انہیں اسی کے حوالے کردیا ہے، زمانے کے طاغوت جن میں سرفہرست حجر بن عدی ہے، امیر المومنین کی مخالفت رہے تھے، مسلمانوں میں تفرقہ واختلاف پھیلا رہے تھے اور ان کو جنگ کے سلسلے میں ورغلا رہے تھے۔ اب خدا وند عالم نے ہمیں ان پر کامیابی نصیب فرمائی ہے اور ان پر مسلط کردیا ہے، میں نے مصر کے اشراف اور منتخب لوگوں کو دعوت دی، ان سب نے ان باغیوں کے خلاف گواہی دی، انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اسے بیان کیا۔ اب میں ان مخالفوں اور باغیوں کے امیر المومنین کی خدمت میں پیش کررہا ہوں ساتھ میں مصر کے لوگوں کا گواہی نامہ بھی پیش خدمت ہے''۔

معاویہ نے خط اور گواہوں کی گواہی پڑھنے کے بعد کہا: ان لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے جن کے خلاف خود انہیں کے قبیلے اور جاننے والوں نے گواہی دی ہے؟

یزید بن اسد بجلی نے کہا: میری نظر میں انہیں شام کے دیہاتوں میں بھیج دیجئے وہاں کے لوگ اپنے طور پر ان کے ساتھ پیش آئیں گے۔ معاویہ نے زیاد کو خط لکھا: میں حجر، ان کے ساتھیوں اور ان کے خلاف فراہم کئے گئے شہادت نامہ سے مطلع ہوا اور ان کے کارناموں کا مطالعہ کیا۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ ان کو قتل کردینا آزاد کرنے سے بہتر ہے اور کبھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو معاف کردینا قتل کرنے سے بہتر ہے۔ والسلام''۔

زیاد نے یزید بن حجیہ تمیمی کے ذریعہ اس خط کا یہ جواب بھیجا:

''امابعد! آپ کا خط پڑھا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آپ کا نظریہ معلوم ہوا، اس بات سے میں حیرت زدہ ہوں کہ ان کا کام آپ کے لئے مشتبہ ہے حالانکہ ان افراد کے خلاف ان لوگوں نے گواہی دی ہے کہ جو ان کے حالات سے زیادہ آگاہ تھے، لہذا اگر مصر میں آپ کو کوئی ضرورت ہو (اور آپ چاہتے ہوں کہ اس کی تکمیل ہو) تو پھر حجر اور اس کے ساتھیوں میرے پاس نہ بھیجئے گا''۔

یزید بن حجیہ انہیں لے کر عذرا پہونچا اور کہا: اے لوگو! خدا کی قسم میں قتل کے علاوہ تمہاری گلو خلاصی

کی کوئی صورت نہیں دیکھتا، کیونکہ مجھے حکم ہے کہ میں تم لوگوں کو قتل کر دوں، لہذا ایسا کام کرو جس میں تمہارا فائدہ ہو اور تمہاری آزادی کے سلسلے میں کچھ کہہ سکوں۔

حجر بولے: معاویہ سے کہو کہ ہم اپنی بیعت پر ثابت قدم ہیں، انہیں کبھی نہیں توڑیں گے، صرف ان لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی ہے جو ہمارے دشمن تھے۔

یزید نے زیاد کا خط معاویہ تک پہونچا کر حجر کے خیالات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں زیاد، حجر سے زیادہ سچا ہے۔ عبدالرحمٰن بن ام حکم ثقفی (ایک روایت کے مطابق عثمان بن عمیر ثقفی) نے کہا: انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ معاویہ نے کہا: اس بات کا برملا اظہار نہ کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

شام کے لوگ سمجھ گئے کہ معاویہ اور عبدالرحمٰن کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نعمان بن بشیر کو بلا کر ابن ام حکم کے خیالات سے آگاہ کیا۔ نعمان نے کہا: سب مارے جائیں گے۔

عامر بن اسود عجلی، عذرا میں تھا، وہ معاویہ سے ان افراد کے حالات بیان کرنا چاہتا تھا جنہیں زیاد نے اس (معاویہ) کے پاس بھیجا تھا تاکہ حجر سے مل جائیں۔ وہ معاویہ کے پاس جانے لگا، جب وہ حجر کے پاس سے عبور کرنا چاہ رہا تھا تو حجر کھڑے ہوئے اور زنجیروں کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہا: اے عامر! میری یہ بات معاویہ تک پہونچا دو کہ ہمارا خون اس کے اوپر حرام ہے، اس سے کہہ دو کہ ہمارا اس سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، وہ خدا سے ڈرے اور ہمارے متعلق دقت نظر سے کام لے۔ حجر نے ان باتوں کی کئی مرتبہ تکرار کی۔

عامر معاویہ کے پاس پہونچا، پہلے ان مردوں کا واقعہ بیان کیا۔ یزید بن اسد بجلی کھڑا ہوا اور ان مردوں کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ معاویہ نے انہیں معاف کر دیا۔

وائل بن حجر نے ارقم کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی اور انہیں بھی معاف کر دیا گیا۔

ابوالاعور کے توسط سے عقبہ بن اخنس معاف کر دیئے گئے۔

حمزہ بن مالک ہمدانی نے سعید بن نمران کی سفارش کی اور وہ بھی بخش دیئے گئے۔

حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن حویہ تمیمی کی آزادی کا مطالبہ کیا اور بھی آزاد ہو گئے۔

مالک بن ہبیرہ نے کھڑے ہو کر حجر کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن معاویہ نے قبول نہیں کیا اور ناراض ہو گیا اور گھر میں بیٹھا رہا۔ اس نے ہدبہ بن فیاض قضاعی، حصین بن عبداللہ کلابی اور ابوشریف بدی (آغانی کی روایت کے مطابق ابوحریف بدری) کو روانہ کیا، وہ عصر کے وقت ان کے پاس آئے۔

خثعمی نے اعور کو آتا ہوا دیکھ کر کہا: ہم میں سے آدھے مارے جائیں گے اور آدھے آزاد کئے جائیں گے۔

سعید بن نمران نے کہا: خدایا! مجھے ان افراد میں قرار دے جنہیں آزاد کیا جائے گا اور مجھ سے راضی رہ۔

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی نے کہا: خدایا! مجھے ان افراد میں سے قرار دے جن کو ذلت کی وجہ سے محترم رکھتا ہے اور مجھ سے راضی وخوشنود رہ، میں نے کئی مقامات پر اپنے آپ کو قتل ہونے کے لئے پیش کیا ہے لیکن خدا نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔

اس مقام پر معاویہ کے فرستادے نے ان کے سامنے چھ افراد کی آزادی اور چھ افراد کے قتل کا حکم بیان کیا۔ معاویہ کے نمائندوں نے کہا:

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے علیؑ سے برأت اور ان پر لعنت کرنے کی بات رکھیں اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے ورنہ قتل کر دیں گے، امیر المومنین اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہارے قبائل کی گواہیوں کی وجہ سے تمہارا خون حلال ہے، ہاں! اگر تم نے اس شخص سے برأت کا اظہار کیا تو تمہیں آزاد کر دیں گے''۔

ان سب نے ایک ساتھ کہا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر حکم دیا گیا کہ انہیں زنجیروں سے باندھ دیا جائے اور ان قبریں کھود کر ان کا کفن حاضر کیا جائے۔ اس رات سب نماز و عبادت میں مشغول رہے۔

صبح ہوئی تو معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: اے لوگو! ہم نے کل رات تمہیں نماز و عبادت اور دعاؤں میں مشغول دیکھا ہے، ہمیں بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ کہا: وہ ہی پہلا انسان ہے جس

نے ظلم وستم کے ذریعہ حکومت کی اور حق پر عمل نہیں کیا۔

معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: امیر المومنین! تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ پھر ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: کیا اس شخص (مراد حضرت علیؑ) سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو یا نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ ان سے محبت کرتے ہیں۔

ہر ایک مامور نے ان میں ایک ایک کو پکڑا تا کہ قتل کر سکے۔ قبیصہ بن ضبیعہ، ابوشریف بدی کے ہاتھ لگے۔ قبیصہ نے اس سے کہا: تمہارے اور میرے قبیلہ کا بدترین انسان امان میں ہے اور تو مجھے قتل کر رہا ہے، مجھے چھوڑ دے تا کہ کوئی اور مجھے قتل کرے۔

چنانچہ حضرمی نے اسے لے کر قتل کر دیا، قضاعی نے بھی ان کے دونوں ہاتھوں کو کاٹا تھا۔

حجر نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو، خدا کی قسم! میں نے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے وضو کیا ہے۔ کہا گیا: پڑھ لو۔ انہوں نے نماز پڑھی اور واپس آکر بولے: بخدا! اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی تھی، یہ اس لئے تھا کہ کہیں تم یہ نہ سوچو کہ میں نے موت کے خوف سے اپنی نماز کو طول دیا ہے۔ پھر کہا: خدایا! ہم تم سے اپنی امت کے سلسلے میں بھلائی کے طلبگار ہیں، کوفہ کے لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اب شام کے لوگ ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

ہدبہ اعور اپنی تلوار کے ساتھ ان کے سامنے آیا اور ران کے زانو پر وار کر کے بولا: تم سوچ رہے تھے کہ موت سے خوف زدہ نہیں ہو گے، اپنے دوست (حضرت علیؑ) سے بیزار کا اظہار کرو، میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ کہا: میں موت سے کیوں نہ ڈروں حالانکہ میں اپنی قبر کو تیار اور اپنے کفن کو آمادہ دیکھ رہا ہوں، میرے سر پر تلوار لٹک رہی ہے، خدا کی قسم! میں موت سے جتنا بھی خوف زدہ ہو جاؤں لیکن خدا کو ناراض کرنے والی کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالوں۔

ان سے کہا گیا: اپنی گردن سامنے لاؤ۔ کہا: یہ قتل نفس ہے جس میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہیں سامنے لایا گیا اور ان کی گردن اڑا دی گئی، اسی طرح انہوں نے سب کو قتل کیا یہاں تک قتل ہونے والوں کی تعداد چھ افراد تک پہونچ گئی۔

حجر کے ساتھیوں میں قتل ہونے والے افراد مندرجہ ذیل ہیں:

شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فسیل شیبانی، قبیصہ بن عبسی، محرز بن شہاب منقری، کدام بن حیان عنزی اور عبدالرحمٰن بن حسان عنزی۔

اور آزاد ہونے والے یہ ہیں: کریم بن عفیف خثعمی، عبداللہ بن حویہ تمیمی، عاصم بن عوف بجلی، ورقاء بن سمی بجلی، ارقم بن عبداللہ کندی، عتبہ بن اخنس سعدی اور سعد بن نمران ہمدانی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

حجر بن عدی کون تھے؟ ان کے ساتھی کیسے لوگ تھے؟ ایسے دردناک اور خطرناک حالات میں گرفتار ہونے سے ان کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے کون سا گناہ کیا تھا جو اس طرح قتل کئے گئے؟ ان کی ہتک حرمت کیوں کی گئی اور رگ حیات کیوں کاٹی گئی حالانکہ وہ مسلمان تھے؟ حجر بن عدی عادل صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔

جیسا کہ حاکم نے لکھا ہے: وہ اصحاب محمدؐ کے راہب تھے۔ (۲)

استیعاب کے مطابق: وہ اصحاب میں فاضل جلیل اور کم سنی کے باوجود مستجاب الدعوہ تھے۔ (۳)

جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے: وہ موثق اور مشہور انسان تھے۔ (۴)

۱۔ اس فصل (حجر اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم) کے مآخذ یہ ہیں: الآغانی ج۱۶ص۲۔۱۱ (ج۱۷ص۱۳۷۔۱۵۸)؛ عیون الاخبار ج۱ص۱۴۷؛ تاریخ الامم والملوک ج۶ص۱۴۱۔۱۵۶ (ج۵ص۲۵۳۔۲۷۹ حوادث ۵۱ھ)؛ مستدرک حاکم ج۳ص۴۶۸ (ج۳ص۵۳۱۔۵۳۴)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج۴ص۸۴؛ ج۶ص۴۵۹ (ج۱۲ص۲۰۷ نمبر۱۲۲۱؛ ج۲۴ص۲۵۸ نمبر۲۹۰۸؛ مختصر تاریخ دمشق ج۶ص۲۳۸؛ ج۱۱ص۱۲۵)؛ تاریخ کامل ابن اثیر ج۳ص۲۰۲۔۲۰۸ (ج۲ص۴۸۸۔۴۹۸ حوادث ۵۱ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۴۹۔۵۵ (ج۸ص۵۴۔۶۰ حوادث ۵۱ھ)

۲۔ مستدرک حاکم ج۳ص۴۶۸ (ج۳ص۵۳۱)

۳۔ الاستیعاب ج۱ص۱۳۵ (القسم الاول ص۳۲۹۔۳۳۱ نمبر۴۸۷)

۴۔ طبقات ابن سعد (ج۶ص۲۲۰)؛ تاریخ ابن عساکر ج۴ص۸۵ (ج۱۲ص۲۱۰ نمبر۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج۶ص۲۳۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ص۵۰ (ج۸ص۵۴ حوادث ۵۱ھ)

مرزبانی لکھتے ہیں: وہ اپنے علاقے سے محترم مہمان کے بطور رسول خداؐ کی خدمت میں آتے تھے، بندۂ خدا اور زاہد تھے، اپنی ماں کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے، نماز و روزہ کے بہت زیادہ پابند تھے۔(۱)

ابو مشعر لکھتے ہیں: وہ عابد تھے، ان کا وضو کبھی باطل نہیں ہوتا تھا، وہ جب بھی وضو کرتے تھے نماز پڑھتے تھے۔(۲)

الشذرات میں ہے: وہ صحابی رسول تھے، اپنے علاقے سے محترم مہمان کے عنوان سے رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہ عابد و مجاہد تھے۔(۳) بہت کرامتوں والے اور مستجاب الدعوۃ تھے، خدا کے حضور ہمیشہ تسلیم رہتے تھے۔ ابن جنید کتاب الاولیاء میں لکھتے ہیں: حجر بن عدی مجنب ہوگئے تو اپنے محافظ سے کہا: مجھے پینے والا پانی دو تا کہ غسل کرسکوں اور کل تک کچھ بھی نہ دو۔ کہا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں پیاس سے مر نہ جاؤ اور معاویہ مجھے قتل نہ کردے۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے خدا کو یاد کیا اور ان کے اوپر پانی ڈالا گیا، انہوں نے پانی سے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کیا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا: خدا کو یاد کیجئے تا کہ وہ ہمیں نجات دے۔ انہوں نے کہا: خدایا! ہمارے لئے نیکی قرار دے۔(۴)

عائشہ نے کہا: خدا کی قسم! جہاں تک میں جانتی ہوں، وہ ایک مسلمان اور حج و عمرہ بجالانے والے تھے۔(۵) اور انہوں نے معاویہ سے کہا: کیا تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کردیا؟ خدا کی قسم! مجھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج۸ص۵۰ (ج۸ص۵۵ حوادث ۵۱ھ)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ص۸۵؛ ج۵ص۴۲۰ (ج۱۲ص۲۱۲ نمبر۱۲۲۱؛ ج۱۹ص۲۰۲ نمبر۲۳۰۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج۶ص۲۳۶ ج۹ص۸۸)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ص۵۰ (ج۸ص۵۵ حوادث ۵۱ھ)

۳۔ شذرات الذہب ج۱ص۵۷ (ج۱ص۲۴۷ حوادث ۵۱ھ)

۴۔ الاصابۃ ج۱ص۳۱۵ (نمبر۱۶۲۹)

۵۔ الاغانی ج۱۶ص۱۱ (ج۱۷ص۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج۶ص۱۵۶ (ج۵ص۲۷۹ حوادث ۵۱ھ)؛ کامل ابن اثیر ج۴ص۲۰۹ (ج۲ص۴۹۹ حوادث ۵۱ھ)

معلوم ہوا ہے کہ مقام عذرا میں سات افراد قتل کیے جائیں گے جن کے لئے خدا اور اہل آسمان ناراض ہوں گے۔(۱)

امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا: اے کوفہ والو! مقام عذرا میں تمہارے سات برگزیدہ افراد قتل ہوں گے، جن کی مثال اصحاب اخدود کے مانند ہے۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: حجر بن عدی اور ان کے ساتھی اصحاب اخدود کی طرح ہیں۔(۲)

معاویہ کو لکھے گئے امام حسین کے ایک خط میں ہے:

''کیا تم حجر بن عدی اور ان کے عبادت گذار نمازی اصحاب کے قاتل نہیں ہو جو ظلم سے انکاری اور بدعتوں کے مخالف تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ پھر تم نے انہیں سخت قسم کے عہد و پیمان کرنے اور ٹھوس وعدے کرنے کے باوجود خدا پر جرأت کر کے اور اس کے عہد کو خفیف سمجھ کر محض از راہ ظلم وجور شہید کر ڈالا؟!

کیا تم عمرو بن حمق کے قاتل نہیں ہو جو رسول خدا کے صحابی اور اللہ کے نیک بندے تھے، جنہیں عبادت نے اتنا لاغر کر دیا تھا کہ ان کا جسم ہیدہ اور ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا تم نے انہیں امان دینے کے بعد ایسے سخت و شدید وعدے کیے کہ اگر ایسے وعدے برکوہی سے کیے جائیں تو وہ بھی پہاڑ چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔

کیا تم حضرمی کے قاتل نہیں ہو جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں، حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمدؐ جن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء واجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔ لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکالا''۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۸۶ (ج ۱۲ ص ۲۲۷ نمبر ۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۴۱)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۸ ص ۶۰ حوادث ۵۱ھ)؛ الاصابۃ ج ۱ ص ۳۱۵ (نمبر ۱۶۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۸۶ (ج ۱۲ ص ۲۲۷ نمبر ۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۴۱)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۸ ص ۶۰ حوادث ۵۱ھ)؛ شذرات الذہب ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۲۴۷ حوادث ۵۱ھ)

یہ ہیں حجر اور ان کے ساتھی۔ ان شائستہ کردار بندوں اور نیک تابعین کا ہدف یہ تھا کہ تمام جگہوں پر ہلاکت آمیز گناہ یعنی منبروں سے امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کی ممانعت کریں؛ وہ ہمیشہ معاویہ کے ان تمام سخت ساتھیوں اور اہلکاروں کے چہرے پر گرد وغبار اڑاتے تھے جو امام برحق اور ان کے اولیاء کے متعلق اس عظیم گناہ کے مرتکب ہوتے تھے (یعنی ان سے بری طرح پیش آتے تھے اور انہیں منع کرتے تھے)۔

ان افراد کی نیکی اور شائستہ کرداری کسی سے پوشیدہ نہ تھی حتی مغیرہ پر بھی نہیں جو معاویہ کے گروہ میں سے تھا اور حضرت علیؑ کے شیعوں کا شدید دشمن تھا؛ چنانچہ جب مغیرہ سے کہا گیا کہ حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرے تو اس نے کہا: مجھے پسند نہیں کہ اس شہر کے نیک افراد کو قتل کروں اور ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کروں جس کی وجہ سے وہ سعاتمند اور میں بد بخت ہو جاؤں، دنیا میں معاویہ عزیز ہو جائے اور آخرت اور روز قیامت میں مغیرہ ذلیل وخوار ہو جائے۔

معاویہ کے ساتھیوں نے مقام عذرا میں ان کے زندگی کی آخری رات میں ان کی بہترین نماز و دعا کا مشاہدہ کیا تھا، ان کی عبادت پر حیرت زدہ تھے اور خداوند عالم کی اطاعت کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن معاویہ کے حکم سے ان کے سامنے امیر المومنین حضرت علیؑ سے اظہار بیزاری کی بات رکھی تا کہ وہ محفوظ و مامون رہیں اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس طرح وہ حضرت علیؑ کی محبت کی راہ میں قتل ہو گئے جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے۔

میں نہیں جانتا، کیا یہ شریعت کا جزء ہے کہ امام ہدایت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان پر لعنت کرنا امان کا باعث ہو جاتا ہے حالانکہ وہ شخص پھانسی کا مستحق ہے؟! یا خود اس بات سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی ثابت شدہ واجب اور ضروریات دین میں سے ہے، اور جو شخص اسے ترک کرتا ہے اس کا خون بہا دیا جاتا ہے، معاویہ ہر چیز سے زیادہ ایسے شخص کے قتل کو پسند کرتا تھا؛ چنانچہ ابن کثیر کی روایت ہے: عبدالرحمٰن بن حارث نے معاویہ سے کہا: ”تو نے حجر بن ادبر کو قتل کر دیا؟ معاویہ نے کہا: میں اس کے ہمراہ سو آدمیوں کو قتل کرنے سے زیادہ، اسے قتل کرنے کو پسند کرتا ہوں“۔ (۱)

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۵۴ (ج ۸ ص ۵۹ حوادث ۵۱ ھ)

جی ہاں! ہم نہیں جانتے لیکن معاویہ کی فقاہت اور اس کی شہوتیں اس عمل کو جائز شمار کرتی ہیں۔

حجر اور ان کے شائستہ کردار اور صحیح اسلام کے حامل ساتھیوں نے جب بے وقوفوں اور سفیہوں کی حکومت کی مخالفت کی تو ان کا گناہ کیا تھا؟! جیسے وزغ بن وزغ کی حکومت، قبیلہ ثقیف کا بدکار اور زنا کار کی حکومت، اپنی شرمگاہ کھول دینے والا بسر بن ارطات کی حکومت، زیاد کی حکومت اور ان کا ظالم خلیفہ فرزند ہند۔

حجر اور ان کے ساتھی وہی تھے جنہوں نے عہد الٰہی کو وفا کیا، رسول خداؐ کی لائی گئی اور بیان کی گئی تمام باتوں کے مدمقابل خاضع وفروتن رہے۔ ایک رسول خداؐ کی ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت نے جابر سے فرمایا: خداوند عالم تمہیں بے وقوفوں کی حکومت سے محفوظ رکھے۔ جابر نے عرض کی: بے وقوفوں کی حکومت کون سی ہے؟ فرمایا: وہ حاکم جو میرے بعد آئیں گے اور میری سیرت وروش کی اقتدا نہیں کریں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے، لہذا جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے اور ان کے ظلم وستم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، وہ حوض کوثر پر داخل نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کریں گے اور ان کے ظلم وستم میں ان کی مدد نہ کریں گے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہی حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے۔ (۱)

معاویہ کے پاس لچر اور پوچ کلمات سے وابستہ ہونے کے علاوہ ان منتخب افراد کو قتل کے سلسلے میں کوئی بہانہ نہیں تھا، اس کی جواب دہی کے سلسلے میں مختلف بہانے تراشتا تھا۔ جیسے وہ کہتا تھا: میں نے ان کے قتل میں امت کی صلاح اور ان کے باقی رہنے میں امت کی بربادی دیکھی۔ کبھی کہتا: میں نے لوگوں کی صلاح کی وجہ سے ایک شخص کی موت کو اس بات سے بہتر خیال کیا کہ وہ زندہ رہے اور لوگوں کو گمراہ کرے۔ (۲)

کیا امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے نیز ان کے شیعوں

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۱ (ج ۴ ص ۲۶۵ ح ۱۴۰۳۲)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۸ ص ۶۰ حوادث ۵۱ھ)

سے دشمنی ہی میں لوگوں کی صلاح و کامیابی تھی؟! اس سلسلے میں غور و فکر کریں شاید اسلام کے علاوہ کسی اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل مل ہی جائے۔

یا وہ کہتا تھا: میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے انہوں نے قتل کیا ہے۔(۱)

یا کہتا تھا: میں کیا کروں؟ زیاد نے مجھے خط لکھا اور ان کا مسئلہ انتہائی شدت پسندی کے ساتھ پیش کیا اور کہا کہ میری حکومت میں ایسا خلا پیدا کر دیں جس کی بھرپائی نہیں ہو پائے گی۔(۲)

وہ کہتا تھا: سمیہ کے بیٹے نے مجھے اس کام پر مجبور کیا اور میں نے وہ کر دیا۔(۳)

خداوند عالم لاف گزائی اور بے حیائی کی مٹی پلید کرے، کیا زیاد اس کا حاکم تھا یا وہ زیاد کا، جس کے اشارہ پر وہ اتنے عظیم گناہوں کا مرتکب ہو گیا؟! کیا شائستہ کردار افراد کا خون ایک فاسق و فاجر اور لاابالی شخص کے کہنے پر بہایا جا سکتا ہے؟! حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾ ''ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے''۔(۴)

لیکن زیاد کو ابوسفیان سے ملحق کرنے کے بعد معاویہ اسی بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کی رضایت و خوشنودی سے منحرف نہ ہو اور اس کی رضایت کے ذریعہ کینہ و دشمنی پروان چڑھے، خواہ زیاد کی رضایت و خوشنودی اسے ان افراد سے دور کرے جو متذکرہ آیہ مبارکہ کے مخاطب واقع ہوئے ہیں۔

کیا معاویہ خداوند عالم سے ملاقات کے دن مندرجہ ذیل آیات مبارکہ کے مقابل اپنے پوچ اور

۱۔ تاریخ طبری ج۶ص۱۵۶ (ج۵ص۲۷۹حوادث ۵۱ھ)؛ الاستیعاب ج۱ص۱۳۵ (القسم الاول ص۳۳۱ نمبر۴۸۷)

۲۔ الاستیعاب ج۱ص۱۳۴ (القسم الاول ص۳۳۰ نمبر۴۸۷)؛ اسد الغابہ ج۱ص۳۸۶ (ج۱ص۴۶۲ نمبر۱۰۹۳)

۳۔ الآغانی ج۱۶ص۱۱ (ج۱۷ص۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج۶ص۱۵۶ (ج۵ص۲۷۹حوادث ۵۱ھ)؛ کامل ابن اثیر ج۴ص۲۰۹ (ج۲ص۴۴۹حوادث ۵۱ھ)

۴۔ حجرات/۶

باطل دلائل کو پیش کر سکتا ہے، یا اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

﴿ وَلاتَقتُلُوا النَّفسَ الَّتِی حَرَّمَ اللهُ إلَّا بِالحَق ﴾ ''جس کے خون کو خداوند عالم نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو مگر سوائے حق کے ساتھ''۔(۱)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ... وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ ''اور کسی مومن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کر دے مگر غلطی سے ...اور جو بھی کسی مومن کو قصداً قتل کر دے گا اس کی جزا جہنم ہے، اسی میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت بھی کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذابِ عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے''۔(۲)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ ''جو لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں اور ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دینے والے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے''۔(۳)

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَانِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا... وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴾ ''اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں ...، اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیا ہے تو اسے حق کے بغیر قتل نہیں کرتے اور زنا بھی نہیں کرتے ہیں کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا''۔(۴)

کیا معاویہ کے لئے یہی کافی نہیں تھا کہ اس نے خود ہی رسول خداؐ سے یہ حدیث روایت کی ہے: ہر گناہ کے بخشش کی امید ہے مگر وہ شخص جو کافر مر جائے یا وہ شخص وہ ایک بندہ مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔(۵)

۱۔اسراء/۳۳ ۲۔نساء/۹۲۔۹۳ ۳۔آل عمران/۲۱

۴۔فرقان/۶۳، ۶۸ ۵۔مسند احمد ج ۴ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۶۶ ح ۱۶۴۶۴)

کیا اس نے خود ہی اپنے گناہگار ہاتھوں سے امیر المومنین حضرت علیؑ کو یہ خط نہیں لکھا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر اہل صنعاء وعدن کسی ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خداوند عالم انہیں ناک کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔

کیا ابن عمر نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب تک ایک مومن کا ہاتھ حرام خون سے آلودہ نہیں ہے اس بات کی امید ہے کہ وہ اپنا دین محفوظ رکھے۔

کیا براء بن عاذب نے رسول خداؐ سے یہ روایت نقل نہیں کی ہے: خدا کے حضور دنیا کی نابودی، بغیر حق ایک بندہ مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔اس روایت کو بیہقی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔(۱) اصفہانی نے اس عبارت کا بھی اضافہ کیا ہے: اگر آسمان وزمین پر رہنے والے ایک بندہ مومن کے قتل میں شریک ہوں تو خداوند عالم سب کو جہنم میں داخل کردے گا۔

ایک دوسری روایت میں بریدہ نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ خدا کی نظر میں مومن کا قتل، دنیا کی نابودی سے عظیم ہے۔

ایک حدیث میں ابو ہریرہ کے طریق سے مروی ہے: اگر آسمان وزمین والے ایک مومن کا خون بہانے میں شریک ہوں تو خداوند عالم سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ابن عباس سے مروی ہے: اگر آسمان وزمین پر رہنے والے ایک شخص کے قتل میں شریک ہوں تو خداوند عالم سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی مصلحت ہو۔

ایک مرفوع حدیث میں ابو بکر سے مروی ہے: اگر آسمان وزمین پر رہنے والے کسی مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خداوند عالم سب کو منہ کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔

ابن عباس کے طریق مرفوع حدیث مروی ہے: خدا کی نظر میں بدترین شخص وہ ہے جو حرم الہی میں کافر ہو جائے، اسلام میں جاہلیت سنت کو ترویج دے اور ناحق ایک شخص کا خون بہادے۔(۲)

۱۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۷۴ ح ۲۶۱۹/)؛ سنن کبری بیہقی ج ۸ ص (۲۲۔۲۳)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۶ ص ۲۵۲۳ ح ۶۴۸۸/)؛ سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۷)

ابو ہریرہ سے مرفوعا مروی ہے: کوئی شخص مومن کے قتل میں ذرہ برابر بھی مدد کرے تو خداوند عالم اس حالت میں اس سے ملاقات کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ رحمت خدا سے ناامید ہے۔

ابو موسی سے مرفوع حدیث منقول ہے: شیطان اپنے لشکر کو اس بات پر مامور کرتا ہے کہ جو بھی آج کسی مسلمانو کو تباہ کرے تو میں اسے ایک تاج عطا کروں گا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بولا: میرے فریب کی وجہ سے فلاں مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دیا۔ ابلیس نے کہا: دوبارہ شادی کا بھی امکان ہے۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر کہا: میں نے ایسا کام کیا کہ فلاں شخص عاق والدین میں گرفتار ہوگیا۔ شیطان نے کہا: دوسری مرتبہ بھی نیکی کر سکتا ہے۔ ایک تیسرا شخص آگے بڑھ کر بولا: میری فریب کی وجہ سے فلاں شخص خدا کا مشرک ہوگیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہوگئے۔ ایک آخری شخص آگے بڑھ کر بولا: میں نے ایک شخص کو ایسا دھوکہ دیا کہ وہ قتل کا مرتکب ہوگیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہو۔ پھر اسے تاج بخش دیا۔

ایک مرفوع حدیث میں عبد اللہ بن عمرو سے منقول ہے: اگر کوئی شخص ایک معاہد (مشرک یا غیر مسلمان جو مسلمان سے رابطہ رکھتا ہے) کو قتل کردے تو اس کے مشام تک جنت کی خوشبو نہیں پہونچ سکتی، اسی طرح اگر کوئی معاہدہ عورت کو ناحق قتل کردے تو خداوند عالم اس کے اوپر جنت کو حرام کر دیتا ہے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں حفاظ وائمہ حدیث نے صحاح ومسانید میں نقل کیا ہے، حافظ منذری نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں سب کو جمع کیا ہے۔(۱)

ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے معاویہ کو عائشہ جیسے لوگوں کی نصیحتیں سننے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، انہوں نے تو خود ہی ہزاروں اسلام کے ماننے کو جنہیں وہ اپنا فرزند کہتی تھیں، موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کیا، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

۱۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۲۰۔ ۱۲۳ (ج ۳ ص ۲۹۲۔ ۲۹۹)

جاءت مع الاشقین فی هودج   تزجی الی البصرة اجنادها

کانها فی فعلها هرة   ترید ان تاکل اولادها

''وہ اپنے شقی ترین سپاہیوں کے ساتھ ہودج پر سوار ہوکر بصرہ پر حملہ آور ہوئیں اور ایسا ظلم کیا جیسے ایک بلی اپنے فرزندوں کو کھانے کا قصد رکھتی ہے''۔

جی ہاں! حجر بن عدی سفید چہرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں پہونچ گئے، وہ نیک نام، نیک طینت اور مظلوم تھے، ان کے حقوق غصب کئے گئے تھے، وہ خاک وخون میں آغشتہ، ظلم و ستم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔

اپنی زندگی کے آخری لمحے میں بھی نماز پڑھی، اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات تھے: آہنی زنجیروں کو مجھ سے جدا نہ کرنا، میرے خون کے ساتھ غسل دینا اور میرے لباس کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہوا ہوں۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: ہم پل صراط پر معاویہ سے ملاقات کریں گے۔(۱)

معاویہ کی ذلت وخواری کے لئے یہی ظلم کافی ہے۔ امام حسنؑ نے معاویہ کی چار عادتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا: ان میں سے ایک، حجر کا قتل ہی اس کے مظالم کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ بھی کہا: حجر اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے سلسلے میں معاویہ پر تف ہے۔(۲)

ہمیں یقین ہے کہ ہند جگر خوارہ کے جنے نے بصرہ والوں پر جو ظلم ڈھائے ہیں، اسے اس کی سزا ضرور ملے گی، چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

''جو خون حلال نہیں ہے اسے بہانا اور ان نفوس کو قتل کرنا جنہیں خداوند عالم نے محترم قرار دیا ہے، واضح نقصان اور خطرناک بربادی ہے، خداوند عالم اس شخص کو معاف نہیں کرے گا جس نے ظلم وتجاوز کے

۱۔ مستدرک حاکم ج۳ص۴۶۹، ۴۷۰ (ج۳ص۵۳۳ح/۱۵۷۷، ۱۵۷۰)؛ الاستیعاب ج۱ص۱۳۵ (القسم الاول ص۳۳۱ نمبر ۴۸۷)؛ کامل ابن اثیر ج۴ص۲۱۰ (ج۲ص۵۰۰ حوادث ۵۱ھ)؛ اسد الغابہ ج۱ص۳۸۶ (ج۱ص۶۲ ۴ نمبر ۱۰۹۳)؛ الاصابہ ج۱ص۳۱۵ (ص۱۶۲۹)

۲۔ امام حسن کے کلمات الغدیر کی دسویں جلد میں پیش کئے گئے۔

ذریعہ کسی کا خون بہایا ہے''۔(۱)

شیعیت کی بنیاد پر قبیلہ حضرمی کے دو افراد کا قتل

نسب شناس ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی (متوفی ۲۴۵) نے اپنی کتاب ''المحبر'' میں نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے مسلم بن زیمر اور عبداللہ بن نجی (یہ دونوں قبیلہ حضرمی سے تھے) کو مدینہ میں ان کے گھر کے اوپر پھانسی دے دی، وہ دونوں کئی دنوں تک صولی پر لٹکے رہے، ان کا گناہ یہ تھا کہ وہ شیعہ تھے۔ یہ فعل معاویہ کے حکم سے انجام پایا۔

امام حسین بن علی (علیہما السلام) نے معاویہ کے ایک خط میں اس سلسلے میں لکھا:

''کیا تم نے ہی حجر اور قبیلہ حضرمی کے افراد کو قتل نہیں کیا، جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں۔ اور تم نے لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہو اسے قتل کر دو اور نیست و نابود کر دو۔ اور اس نے بھی انہیں قتل کر کے تمہارے حکم کی بجا آوری کی۔ حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمدؐ جن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء و اجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے، جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔(۲) لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکالا''۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: اے دین خدا کے ماننے والو! میرے ہمراہ آیئے اور دیکھئے کہ کیا حضرت علیؑ کے دین و ایمان کو ماننا، ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے اور اس اذیت اور مثلہ کا باعث ہو سکتا ہے جو شریعت مطہرہ میں کتوں کے لئے بھی حرام ہے؟!

کیا حضرت علی کا دین وہی دین نہیں ہے جسے آنحضرت نے خداوند عالم سے حاصل کیا ہے؟ جی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۳۵۰ (ج۴ص۴۹ کتاب ۵۵)

۲۔ جاہلیت کے زمانے میں قریش ہر سال دو مرتبہ کوچ کرتے تھے: سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی جانب۔ مکہ اور شام کے درمیان رفت و آمد کرنے والے قافلے کی ریاست ابوسفیان کو حاصل تھی۔

ہاں! واقعیت یہی ہے لیکن معاویہ اس ثابت و استوار دین کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے لئے کسی اہمیت کا قائل نہیں تھا اور اس کی توہین و جسارت میں کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا۔

مالک اشتر

جن صلحاء اور اسلام کے شائستہ کردار بندوں کو معاویہ نے بے گناہ قتل کیا، ان میں ''مالک بن حارث اشتر نخعی'' بھی ہیں، خدا انہیں جزائے خیر دے۔ وہی مالک جن میں پہاڑوں اور پتھروں جیسا استحکام تھا، ایسی عظیم شخصیت کی شہادت پر تمام سوگواروں کو اشک بارانی کرنی چاہئے۔

اے مالک! کیا آپ کے مثل کوئی پیدا ہوسکتا ہے؟ کیا خدا کے بندوں میں عظمت و اہمیت کے اعتبار سے عظیم اور ظالموں کے مقابلے میں آپ سے زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ کے مانند کوئی ہوسکتا ہے؟ آپ لوگوں کے درمیان رجس و کثافت اور ذلت سے سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ تھے، ایسی شمشیر آبدار تھے جو کبھی کند نہیں ہوتی تھی، صلح و آشتی کے وقت صاحب عرفان و حکمت اور میدان جنگ میں دلیر سپاہی تھے، آپ ثابت و استوار فکر کے مالک اور صبر جمیل کے حامل تھے۔

یہ سچ ہے کہ مالک ان افراد میں سے تھے، جن کی سستی اور سقوط کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، جس راستے میں عجلت اور تیزی دکھانی چاہئے اس میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے اور جہاں آہستہ چلنا چاہئے وہاں تیزی نہیں دکھاتے۔ یہ ان افراد میں سے تھے جن میں سختی و نرمی دونوں موجود تھی، جنگ کے وقت، جنگ کرتے اور نرمی کے وقت، ملائمت و نرمی کا مظاہرہ کرتے تھے

وہ طاقتور بہادر، حلیم و بردبار رہبر، نیک انسان، اور خطیب و شاعر تھے۔(۱)

حضرت علیؑ نے مقام نصیبین میں مالک کو ایک خط میں لکھا:

''امابعد! اے مالک! تم ان لوگوں میں سے ہو جن پر میں نے اس لئے اعتماد کیا ہے تاکہ وہ دین کو

۱۔ مالک کے سلسلے میں یہ تمام بیانات نویں جلد میں پیش کئے گئے۔

قائم کریں اور ظالموں اور گناہگاروں کی سرکشی اور ظلم کو ختم کریں۔ میں نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم قرار دیا تھا لیکن وہاں خوارج نے ایسے نوعمر جوان پر بغاوت کردی ہے جسے جنگ کا تجربہ نہیں، لہذا اس کے بارے میں ضروری غور وفکر کرو اور مجھے مطلع کرو تا کہ میں مناسب فیصلہ کرسکوں، تم امور میں قابل اعتماد اور خیر افراد کو اپنے ساتھی قرار دینا والسلام"۔

مالک نے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچ کر اہل مصر کے امور کی گذارش پیش کی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

"تمہارے علاوہ کوئی بھی مصر کی حکومت کے لئے مناسب نہیں ہے، لہذا مصر جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے، میں نے تمہیں سفارش کی اور تمہاری تدبیر اور رائے پر اعتماد کیا۔ اپنے امور میں خدا سے نصرت طلب کرو، اپنی سختیوں کو نرمی سے مخلوط رکھو، جہاں نرمی مناسب ہو وہاں نرمی کا مظاہرہ کرو، جہاں سختی کے بغیر کام نہ چلے وہاں سختی کرو"۔

اس کے بعد مالک حضرت علیؑ سے رخصت ہوئے، وسائل سفر تیار کیا اور مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ معاویہ کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ علیؑ نے مصر کی حکومت مالک اشتر کے سپرد کی ہے۔ اسے حکومت مصر کی لالچ تھی لہذا یہ سن کر اسے شاق گذرا، اسے یقین ہوگیا کہ اگر مالک اشتر مصر چلے گئے تو وہ محمد بن ابی بکر سے زیادہ اس (معاویہ) کے دشمنوں کے سلسلے میں سختی کریں گے۔ اسی لئے اس نے قبیلہ قلزم کے سردار کو یہ پیغام بھجوایا کہ مالک اشتر مصر کے لئے روانہ ہو چکے ہیں، اگر تم نے ان کا کام تمام کردیا تو قلزم کے تمام ٹیکس کو جب تک میں اور تم زندہ ہیں بخش دوں گا، جتنا ہو سکے، ان کی روانگی میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرو۔

وہ شخص قلزم میں آکر ٹھیر گیا۔ مالک اشتر بھی عراق سے مصر کی جانب روانہ ہوئے، جب قلزم میں پہونچے تو اس شخص نے ان کا استقبال کیا اور خواہش کی کہ یہاں توقف کریں، اس نے کہا: یہاں بہترین آرامگاہ اور لذیذ کھانا فراہم ہے، میں اسی دیہات کا رہنے والا ہوں۔ مالک بھی رک گئے، اس نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، کھانے کے بعد ان کے سامنے شہد کا شربت جس میں زہر ملا ہوا تھا، پیش کیا گیا،

جس کو پینے کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔

ادھر معاویہ نے اہل شام کو مخاطب کر کے کہا: علی نے مالک اشتر کو مصر کی جانب روانہ کیا ہے، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے پاس بھی آ سکے۔ چنانچہ وہ ہر روز مالک اشتر کے لئے دعا کرتے تھے۔ جس شخص نے مالک کو زہر دیا تھا اس نے معاویہ کے پاس آ کر مالک کی شہادت کی اطلاع دی۔ یہ سنتے ہی معاویہ کھڑا ہوا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد بولا: بے شک علیؑ کے دو طاقت ور بازو تھے ایک (یعنی عمار یاسر) صفین میں اور دوسرے (یعنی مالک اشتر) آج کاٹ دیا گیا۔ (۱)

ابن قتیبہ کی عبارت ہے: جب معاویہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا: آج میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، خداوند عالم کے کئی لشکر ہیں یہ شہد (جس کے وسیلے سے مالک کو زہر دیا گیا) انہیں میں سے ایک ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تو اسی کا کام تھا۔ (۲)

مسعودی کی عبارت ہے:

''علی نے مالک اشتر کو مصر روانہ کیا، ایک لشکر بھی ان کے ہمراہ کیا؛ جب معاویہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے عریش میں موجود ایک کسان کے ساتھ سازش کی اور اسے لالچ دے کر کہا: میں تم سے بیس سال تک ٹیکس نہیں لوں گا لہٰذا کوئی صورت نکال کر مالک اشتر کی غذا میں زہر ملا دو۔ جب مالک اشتر عریش میں پہونچے تو کسان نے ان سے کہا: آپ کون سی غذا اور شربت پسند فرماتے ہیں؟ کہا گیا: شہد۔ چنانچہ اس نے شہد پیش کرتے ہوئے کہا: یہ فلاں قسم کا شہد ہے، اس نے مالک کے سامنے شہد کی بہت زیادہ تعریف کی۔ مالک اس وقت روزہ تھے، بالآخر انہوں نے شہد کا شربت نوش فرمایا اور تھوڑی دیر بعد دنیا سے کوچ کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مقام قلزم میں زہر دیا گیا لیکن پہلا نظریہ زیادہ بہتر اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا: یہ معاویہ ہی کا کام ہے۔ جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا: خداند عالم کے پاس شہد کا لشکر بھی ہے''۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۴ (ج ۵ ص ۹۶ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۴۱۰ حوادث ۳۸ھ)

۲۔ عیون ابن قتیبہ (ج ۱ ص ۲۰۱)　　۳۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۲۹)

علامہ امینی فرماتے ہیں: آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ کو اتنے عظیم گناہ (ایک صالح بندے کے قتل کا گناہ، جس کی رسول خدا اور ان کے جانشین امیر المومنین نے تعریف وتوصیف فرمائی ہے) کے ارتکاب کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ توبہ اور ندامت کا اظہار بھی نہیں کرتا بلکہ وہ اور اہل شام اس عظیم بہادر کی موت پر مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔(۱) مالک کا جرم یہ تھا کہ وہ اپنے وقت کے ایسے امام کی نصرت کر رہے تھے جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق تھا؛ یہ تعجب خیز نہیں ہے اس لئے کہ معاویہ انہیں چیزوں سے خوش ہوتا تھا جنہیں برحق امت، ائمہ ہدایت اور شائستہ کردار اولیاء ناپسند کرتے تھے۔ اگر اسلام میں کسی کا احترام نہ بھی ہوتا اور وہ ائمہ ہدیٰ اور ان کے ناصروں کے لئے کسی منزلت کا قائل نہ بھی ہوتا تب بھی معاویہ اس سے عظیم مظالم کا مرتکب نہ ہوتا۔ معاویہ نے اسلام کی محترم شخصیتوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔ اس نے اسلام کے رہبروں اور ان کے ناصروں کو آزار واذیت پہونچائی، اس کی نظر میں اسلام کے ظواہر اور خدا کے واقعی فرمان وحقائق میں کوئی فرق نہیں تھا، اس کے سرکش اور ظالم اہلکاروں نے اذیت ناک انداز میں حضرت محمدؐ کے منتخب اصحاب اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا اور ان کے چاہنے والوں کو صرف اس گناہ میں تہہ تیغ کیا کہ وہ رسول خداؐ کے اہل بیت کا ساتھ دے رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر

''محمد بن ابی بکر'' حرم امن الٰہی کے پروردہ اور خاندان عصمت وطہارت کے تربیت یافتہ، ان افراد میں سے ہیں جو معاویہ کی حکومت میں شہید ہوئے اور معاویہ کے اہلکاروں کے ہاتھوں تہہ تیغ کئے گئے۔

معاویہ نے عمرو عاص کو چھ ہزار افراد کے ہمراہ مصر روانہ کیا، حالانکہ حضرت علیؑ کی طرف سے وہاں

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۲ (ج ۷ ص ۳۴۷ حوادث ۳۸ھ)

محمد بن ابی بکر حاکم تھے، عمرو عاص نے مصر کے قریب پڑاؤ ڈالا، عثمان کے ماننے والے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، اس نے وہاں سے محمد بن ابی بکر کو لکھا:

''اے ابوبکر کے بیٹے! میں تم پر مسلط ہونا نہیں چاہتا، آگاہ ہو جاؤ کہ اس شہر کے لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں اور تم پر شورش کرنے کے سلسلے میں متحد ہیں، وہ اس بات سے نادم ہیں کہ انہوں نے تمہاری پیروی کی ہے، اگر ہڈی تک چھری پہونچ گئی تو وہ تمہیں گرفتار کرلیں گے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ مصر سے نکل جاؤ، والسلام''۔

عمرو عاص نے معاویہ کا لکھا ہوا خط بھی روانہ کیا، اس خط میں ہے:

''امابعد! ظلم وستم کا انجام بڑا سخت ہوتا ہے، قتل وخونریزی حرام ہے، اس کا مرتکب ہونے والا اس دنیا میں انتقام اور آخرت میں دردناک عذاب سے محفوظ نہیں ہے۔ میں کسی ایسے کو نہیں جانتا جس نے تم سے زیادہ عثمان پر ظلم وستم کیا ہو، تم ان افراد میں سے ہو جنہوں نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور ان کا خون بہایا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ان تمام باتوں سے چشم پوشی کرلوں گا یا بھول جاؤں گا؟ تم ان شہروں میں حکومت کرنے کے لئے پہونچ گئے جہاں ان (عثمان) کے چاہنے والے موجود ہیں؟ ان شہروں کے لوگ میرا حکم مانتے ہیں، میری بات پر سر تسلیم خم کردیتے ہیں اور مجھ سے ہمیشہ عدالت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اب میں ایک ایسے گروہ کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں جو تمہارے خون کے تشنہ ہیں اور تمہارے قتل کی راہ میں جہاد کرکے تقرب خدا کے طلبگار ہیں، انہوں نے اپنے خدا سے عہد وپیمان کیا ہے کہ تمہیں تمہارے افعال وکردار کی سزا تک پہونچادیں گے، اگر وہ تمہارے قتل سے بھی راضی وخوشنود ہوں تو میرے لئے کوئی نقصان نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ عثمان کے ساتھ دشمنی اور ان کی رگ حیات کاٹنے کے سلسلے میں تم نے جو ظلم وستم کیا ہے، اس کی وجہ سے تمہیں قتل کردیا جائے، لیکن خاندان قریش کے ایک شخص کو اس طرح قتل کرنا مجھے پسند نہیں۔ ہاں! خدا ہے کہ تم جہاں بھی رہو گے وہ تمہیں اس قصاص سے نجات نہیں دے گا، والسلام''۔

محمد نے دونوں خطوط کو ایک ساتھ رکھ کر حضرت علیؑ کی جانب روانہ کر دیا اور معاویہ کے خط کا اس طرح جواب لکھا:

''امابعد! تمہارا وہ خط موصول ہوا جس میں تم نے عثمان کے معاملے کو اس طرح بیان کیا ہے جس کے سلسلے میں میں کوئی بھی عذر پیش نہیں کروں گا، اس خط میں تم نے مجھے خوف زدہ کر کے اس بات کا دعوی کیا ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور مجھے از راہ شفقت قتل ہونے سے ڈرایا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ زمانہ اس طرح کروٹ لے گا کہ میں میدان کارزار میں تم سے جنگ کروں گا اگر تم کامیاب ہو گئے تو دنیا کی حکومت تمہاری ہو جائے گی، کتنے ہی ظالموں نے دنیا میں حکومت کی ہے اور کتنے ہی مومنوں کو تم نے قتل کیا اور مثلہ کیا ہے، ہاں! تمہاری اور ان سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے، تمام امور اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں وہ تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہی اس کا فیصلہ کرے گا، والسلام''۔

اور عمرو عاص کے خط کا جواب اس طرح لکھا:

''اے عمرو عاص! تم نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا تھا اس سے مطلع ہوا، تم اس بات سے پریشان ہو کہ کامیابی میرے حصے میں آئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم غلطیاں کرتے ہو، تم یہ خیال کرتے ہو میں میرے خیر خواہ ہو، خدا کی قسم! تم میرے بدخواہ ہو، تم سوچتے ہو کہ لوگوں نے میری رائے اور حکومت کو چھوڑ کر میری پیروی سے نادم ہیں اور سب نے تیری اور شیطان کی پیروی کو اختیار کر لیا ہے، اس سلسلے میں عالمین کا پروردگار ہی ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں عرش اعلی کے خدا پر بھروسہ ہے، والسلام''۔

عمرو عاص نے مصر کی جانب رخ کیا۔ محمد بن ابی بکر نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا:

''امابعد! اے مسلمانو اور مومنو! جن لوگوں نے اسلام کی حرمت کو پامال کیا، ضلالت و گمراہی کو رواج دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر لوگوں پر زبردستی مسلط ہونا چاہتے ہیں، اب وہ دشمنی و عداوت پر کمر بستہ ہو کر تمہاری طرف آرہے ہیں۔ اے خدا کے بندو! جو بھی جنت اور خدا کی بخشش کا طلبگار رہے اسے خدا کی راہ میں اس گروہ سے جہاد کرنا چاہئے، جلدی کرو اور کنانہ بن بشر کے ہمراہ ان کا منھ توڑ

جواب دو، خدا تم پر رحمت نازل کرے''۔

تقریباً دو ہزار لوگوں نے کنانہ کو مثبت جواب دیا، محمد دو ہزار افراد کے ساتھ باہر آئے، کنانہ عمرو عاص کے سامنے گئے، آگے آگے محمد حرکت کر رہے تھے۔ عمرو کنانہ کی طرف آیا، قریب آنے کے بعد کنانہ نے ایک ایک خط کو پیش کرنا شروع کیا، وہ جیسے خط نکالتے وہ بے توجہی کا مظاہرہ کرتا اور زمین پر ڈال دیتا تھا، اس نے کئی مرتبہ اس عمل کی تکرار کی۔ عمرو ''معاویہ بن حدیج سکونی'' کو بلوا کر بہت سے لوگوں کے ساتھ کنانہ کا محاصرہ کرلیا۔ شام کے لوگوں نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کرلیا تھا۔ کنانہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے گھوڑے سے اتر آئے، ان کی زبان پر یہ کلمات تھے:

''ہر موجود خدا کی اجازت سے مر جائے گا، یہ ایسا فیصلہ ہے جو سب کے لئے معین کردیا گیا ہے، جو بھی اس دنیا کی جزا چاہتا ہے ہم اسے دیں گے اور جو آخرت کی جزا کا طالب ہے ہم اسے بھی دیں گے، ہم شکر گزاروں کو بہترین جزا دیں گے''۔ اس کے بعد اپنی تلوار نکال کر ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے، خدا ان پر رحمت نازل کرے۔

پھر عمرو عاص محمد بن ابی بکر کی جانب روانہ ہوا جن کے ساتھی کنانہ کے قتل کی خبر سن بکھر ہوگئے تھے، یہ صورت حال تھی کہ ان کے پاس کوئی بھی نہ تھا، محمد نے یہ حالت دیکھ کر ایک خرابے میں پناہ گزیں ہوگئے ایک طرف عمرو عاص اور دوسری طرف معاویہ بن خدیج ''محمد'' کی تلاش میں لگے رہے۔ چنانچہ معاویہ نے ایک راہ گیر سے پوچھا: کسی نامعلوم آدمی کو ادھر دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں نے صرف اس خرابے میں ایک آدمی کو دیکھا تھا۔ ابن خدیج نے کہا: خدائے کعبہ کی قسم! وہی محمد بن ابی بکر ہے وہ سب کھلنڈر کی طرف دوڑے اور اس میں داخل ہوکر انہیں باہر نکالا، وہ شدت تشنگی سے جاں بلب تھے وہاں سے مصر کے زندان میں لایا گیا۔ ان کا بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر عمرو عاص پر بھڑک اٹھا: کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کسی کو معاویہ بن حدیج کے پاس بھیج کر اس عمل سے روکو۔ عمرو عاص نے ابن حدیج سے سفارش کی کہ محمد بن ابی بکر کو اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ معاویہ نے کہا: تم کنانہ بن بشر کو تو قتل کردو اور میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں؟ یہ محال ہے، کیا تمہارے کافران سے بہتر تھے یا تمہاری

کتابوں میں اسے برأت کا اظہار کیا گیا ہے؟

محمد نے ان سے کہا: مجھے پینے کے لئے تھوڑا پانی دو۔

معاویہ بن حدیج نے کہا:

''خدا اس شخص کو سیراب نہ کرے جو تمہیں ایک قطرہ پانی دے، تم نے عثمان کو پانی نہیں دیا، انہیں روزہ کی حالت میں قتل کر دیا، انہوں نے مہر و محبت کی شراب پی کر جنت میں خدا کا دیدار کیا، اے ابن ابی بکر خدا کی قسم! میں تمہیں قتل کروں گا تاکہ تم جہنم میں جلتا ہوا پانی پی سکو''۔

محمد نے جواب میں کہا: اے یہودی عورت کے جنے! تو ایسا نہیں کر سکتا، یہ خداوند عالم ہے جو اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے اور تم اور تمہارے ساتھیوں جیسے دشمنوں کو تشنہ کام رکھتا ہے، خدا کی قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی ایسی جرأت نہیں کرتا۔

ابن حدیج نے جواب میں کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ تمہیں گدھے کے کھال میں ڈال کر آگ لگا دوں گا۔

محمد نے کہا: تجھ جیسے بہتوں نے اولیائے خدا کے اوپر ایسے مظالم ڈھائے ہیں، مجھے امید ہے کہ جو آگ تو مجھے جلانے کے لئے روشن کرے گا خداوند عالم اسے ٹھنڈی کر دے گا، اس نے اپنے خلیل ابراہیم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا، وہ تو اور تیرے اہلکار کے ساتھ وہی کرے گا جو نمرود اور اس کے چاہنے والوں کے ساتھ کیا تھا، خداوند عالم تجھے اور جس کا تو نے ابھی نام لیا ہے (عثمان) اور تیرے رہبر (معاویہ) کو اسی آگ میں جلائے گا جو تیرے سامنے شعلہ ور ہے۔

ابن حدیج نے کہا: میں تمہیں صرف عثمان کی وجہ سے قتل کروں گا۔

محمد نے کہا: تجھے عثمان سے کیا واسطہ؟ عثمان نے ظلم و ستم کے ساتھ رفتار کیا اور قرآن مجید کے احکام میں تغیر و تبدل کیا، خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الفَاسِقُونَ﴾ ''جو بھی تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ فاسقوں میں شمار ہوگا''۔(۱) اسی لئے ہم

۱۔ مائدہ/۴۷

نے اس سے انتقام لیا اور اسے قتل کیا، اب تو اور تمہارے ساتھی اس کی تعریف کر رہے ہو، خداوند عالم ہمیں ان گناہوں سے مبرہ و پاک قرار دے جن کا وہ مرتکب ہوا ہے، ہاں! تو ان گناہوں اور جرائم میں اس کا شریک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معاویہ سخت غضبناک ہوا اور انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ انہیں ایک کھال میں ڈال کر اس میں آگ لگا دی گئی۔

عائشہ نے یہ واقعہ سن کر بہت زیادہ گریہ وزاری کی اور نماز کے بعد معاویہ اور عمرو پر لعنت کی۔(۱)

نجوم الزاہرہ میں ہے کہ ان کا سر کاٹ کر شام میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس بھیج دیا گیا، چنانچہ یہ سر پورے شام میں پھرایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سر تھا جسے اس طرح پھرایا گیا تھا۔(۲)

محمد بن ابی بکر کی شہادت کا دوسرا رخ

معاویہ نے ۳۸ھ میں عمرو عاص کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مصر کی جانب روانہ کیا، معاویہ بن حدیج اور ابوالاعور سلمی کو بھی اس کے ساتھ کیا، عمرو نے وہاں زندگی گذاری تھی اور حضرت علیؑ کی طرف سے محمد بن ابی بکر وہاں حاکم تھے، ان کی حکومت ''مسناۃ'' نامی جگہ پر قائم تھی۔ ان دونوں کے درمیان ایسی جنگ چھڑی کہ اس میں کنانہ بن بشر شہید ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر کو ان کے ساتھیوں نے تنہا چھوڑ دیا تو انہوں نے بھاگ کر جبلہ بن مسروق نامی شخص کے یہاں چھپ گئے۔ کچھ دنوں بعد ان کا ٹھکانہ معلوم ہو گا اور معاویہ بن حدیج اور اس کے ساتھیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر محمد بن ابی بکر باہر آئے اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ معاویہ بن حدیج اور عمرو عاص نے انہیں ایک کھال میں رکھ کر آگ لگا دی، یہ دردناک واقعہ مصر کے کوم شریک نامی جگہ پر رونما ہوا۔ منقول ہے کہ یہ ظلم

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۸۔۶۱ (ج ۵ ص ۱۰۱۔۱۰۵ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۲ ص ۴۱۳ حوادث ۳۸ھ)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۳، ۳۱۴ (ج ۷ ص ۳۴۸۔۳۴۹ حوادث ۳۸ھ)؛ نجوم الزاہرہ ج ۱ ص ۱۱۰۔۱۱۱

۲۔ نجوم الزاہرہ (ج ۱ ص ۱۱۰)

اس وقت کیا گیا جب محمد بن ابی بکر کے جسم میں رمق حیات باقی تھی۔

معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت خوش ہوا۔ محمد بن ابی بکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشحالی و مسرت کا واقعہ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

''جتنا وہ خوش ہے ہم اتنا ہی غمزدہ، آغاز جنگ سے لے کر میں نے ابھی تک کسی پر اتنا زیادہ گریہ نہیں کیا، وہ میرا تربیت یافتہ تھا، میں اسے اپنا بیٹا کہتا تھا، اتنا غم و اندوہ بے وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ نیک شخص اور میرا بھتیجا تھا (۱) ہم خدا کی راہ میں یہ قربانی پیش کرتے ہیں''۔ (۲)

عبدالرحمٰن فزاری حضرت علیؑ کی طرف شام میں مخبر تھے، وہ حضرت کی خدمت میں آکر بولے:

''میں شام سے باہر آیا عمرو عاص کی طرف سے کچھ نمائندے خوش خبری لائے کہ مصر کو فتح کر لیا گیا ہے اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا گیا ہے، انہوں نے منبروں پر بھی اس کا اعلان کیا۔ اے امیرالمومنین ! میں نے ابھی تک ایسی خوشحالی بہت کم دیکھی ہے، محمد کے قتل کی خبر شہادت سن کر شام کے لوگوں کی مسرت بے نظیر تھی''۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن ہمارا غم و اندوہ، ان کی مسرت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ آپ اتنے غمگین تھے کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

حضرت نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا، خدا کی حمد و ثنا اور رسول خداؐ پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

''خبردار مصر کو ظالموں اور فسق و فجور کے طرفداروں نے فتح کر لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں بندھ ڈال کر اسلام کو گمراہی کے راستے پر لے گئے، آگاہ ہو جاؤ کہ محمد بن ابی خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، خدا اس پر رحمت نازل کرے، ہم اسے خدا کی بارگاہ میں دیکھ رہے ہیں.....''۔ (۳)

ابوعمر سے مروی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو عمرو عاص کے سامنے لایا گیا، عمرو نے زہر سے انہیں شہید

۱۔ محمد بن ابی بکر ماں کی طرف سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بھائی تھے۔

۲۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۲۸۔ ۴۲۹)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۴ (ج ۷ ص ۳۴۹ حوادث ۳۸ھ)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۲ (ج ۵ ص ۱۰۸ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۴۱۴ حوادث ۳۸ھ)

کر دیا۔ شعبہ اور ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے عمرو عاص کے سامنے لایا گیا۔ اس نے کہا: کیا کوئی عہد و پیمان ہے، کیا کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے؟ انہون نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حضرت علیؑ ہمیشہ محمد بن ابی بکر کی تعریف وتوصیف کرتے تھے اور ان کی فضیلت بیان کرتے تھے کیونکہ وہ عابد ومجاہد تھے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس تباہکار کے بیٹے (عمرو عاص) سے ایسے دردناک مظالم اور جنایتیں بعید نہیں ہیں، یہ تمام مظالم صرف اور صرف ہند کے بیٹے کی قربت حاصل کرنے کے لئے انجام دیئے جاتے تھے اور ان افراد کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتے تھے جو شائستہ کردار بندوں کا خون بہانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے، ایسے افراد تھے جو خواہشات نفس کے بری طرح اسیر تھے۔

فرض کریں کہ ان کے خیال کے مطابق محمد نے عثمان کے خلاف وہ تمام اقدامات کئے، پھر بھی حیرت کی بات ہے کہ ان کی خونخواہی کے لئے وہ معاویہ اٹھ کھڑا ہوا جس نے عثمان کے مطالبہ کے باوجود ان کی نصرت نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ یا عمرو عاص جیسا شخص اس کی حمایت کر رہا ہے جس نے عثمان کے قتل پر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا تھا: میں (ابوعبداللہ) نے اسے قتل کیا ہے، اس وقت میں وادی سباع میں تھا۔ اسی نے کہا تھا: میں ابوعبداللہ ہوں، جب کسی زخم کو کریدتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ اس نے ان چوپانوں کو بھی اس کے خلاف بھڑکا دیا تھا جو پہاڑ کی بلندی پر بھیڑ چراتے تھے، وہ فتنہ انگیزی میں مشغول تھا۔

معاویہ نے ان سپاہیوں کو عائشہ کی جانب کیوں نہیں روانہ کیا جو لوگوں کے درمیان یہ آواز بلند کر رہی تھیں: اس احمق بڈھے کو قتل کر دو، خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ اس نے طلحہ وزبیر کے پاس (ان سپاہیوں کو کیوں نہیں بھیجا جو عثمان کے سب سے بڑے دشمن تھے؟ طلحہ ہی نے عثمان کے محاصرے کے دوران ان تک پانی نہیں پہونچنے دیا اور لوگوں کو ان کی مدد سے روکا، وہی مانع ہوئے کہ عثمان کو مدینہ میں سپرد خاک کیا جائے چنانچہ وہ یہودیوں کے قبرستان (حش کوکب) میں دفن کئے گئے۔ ان تمام باتوں کی

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۵ (القسم الثالث ص ۱۳۶۷ نمبر ۲۳۲۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۸۱ (ج ۹ ص ۷۰)

تفصیل نویں جلد میں پیش کی گئی۔

شہرستانی ''ملل ونحل'' میں لکھتے ہیں:

''عثمان کے سپاہیوں کے سردار یہ افراد تھے: معاویہ شام کا سردار، سعید بن ابی وقاص کوفہ کا گورنر، اس کے بعد ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر بصرہ کا گورنر، عبیداللہ بن ابی سرح مصر کا عامل، ان سب نے عثمان کو تنہا چھوڑ دیا چنانچہ وہ اپنے کیفر کو پہونچ گئے''۔(۱)

جی ہاں! عثمان کو قتل کرنے والے یہ لوگ تھے، معاویہ تو چاہتا تھا کہ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں سے عثمان کا قصاص لے، انہیں جہاں دیکھے وہیں پر دردناک طریقے سے قتل کر دیتا تھا۔

فرض کریں محمد بن ابی بکر ہی عثمان کے قاتل تھے، دوسروں کی شرکت کے سلسلے میں کوئی دلیل بھی ہے، ان کے لئے قصاص کا حکم صادر کر دیا گیا ہے کیونکہ قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ کیا شریعت اسلام میں ایسا کوئی قصاص ہے کہ مجرم کو کھال میں ڈالنے کے بعد نذر آتش کر دیا جائے، اور اس سر کو پورے شہر میں پھرایا جائے؟ محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ خدا کے دین میں صحیح ہے؟ یا معاویہ اور اس کے آباؤ اجداد کے بت ہبل کے دین میں رائج ہے۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''ہم آپ کو ان کے واقعات بالکل سچے سچے بتا رہے ہیں''۔(۲)

﴿فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ ''عنقریب ان کے پاس جن چیزوں کا مذاق اڑاتے تھے ان کی خبریں آنے والی ہیں''۔(۳)

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ﴾ ''حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے وہی حق کو بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''۔(۴)

۱۔ ملل ونحل ص ۲۵ (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ کہف / ۱۳

۳۔ انعام / ۵ ۔ ۴۔ انعام / ۵۷

معاویہ کے جھوٹے مناقب پر ایک نظر

شاید اب تک آپ نے معاویہ کی شناخت حاصل کر لی ہوگی اور پوری طرح آشکار ہو چکا ہوگا کہ یہ شخص کون ہے، اس کے عادات و خصائل کیا ہیں؟ ایسا شخص تھا جس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کہیں نہیں، یہ شخص تباہی و بربادی میں اپنی مثال آپ تھا۔ بدکردار راوی اور مورخین اس سے کون سی فضیلت منسوب کر سکتے ہیں اور بکے ہوئے قلم ہوی و ہوس کے اس پجاری کے اعمال میں جھوٹی باتیں کیسے داخل کر سکتے ہیں حالانکہ بازار عبرت میں اس کے چھچھورے رفتار کی کوئی اہمیت نہیں، گزرگاہ حق و حقیقت میں اس کے اعمال و افعال کے متعلق عذر تراشیاں قطعی ممکن نہیں، لہذا آنکھ بند کر کے حسن ظن رکھیں اور اس کے احوال و حالات کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔

کیا معاویہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ان تمام تر مظالم و جنایات کا مرتکب نہیں ہوا، اس نے اس کتاب و سنت کو پامال نہیں کیا جس میں تبدیلی ممکن ہی نہیں۔

کیا اس نے الٰہی حرمت کی توہین اور اولیائے الٰہی کے مقام و مرتبہ کو نیچا دکھانے کی کوشش نہیں کی۔

کیا اس نے اولیائے خدا کے پاک و پاکیزہ خون بہا کر گناہوں سے منزہ ان کے نفوس پر ظلم و ستم نہیں کیا، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ ''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے''۔(۱)

۱۔ نساء/۹۳

کیا اسی معاویہ نے ان صلحائے امت، عادل اصحاب کرام اور تابعین پر مظالم کے پہاڑ نہیں ڈھائے جن کے خون و ناموس محترم تھے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ، وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾ ''جو لوگ صاحبان ایمان مرد یا عورتوں کو بغیر کئے دھرے اذیت دیتے ہیں، انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ رکھا ہے، یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کن عذاب معین کر رکھا ہے''۔(۱)

کیا یہ وہی نہیں جس نے رسول خداؐ کے حقیقی و واقعی جانشین کے خلاف آتش جنگ بھڑکا کر آنحضرت کو آزردہ خاطر کیا، حالانکہ ان کے سامنے سر تسلیم خم رکھنا اور ان کو راضی و خوشنود رکھنا واجب ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''جو لوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ستاتے ہیں وہ شدید عذاب سے دوچار ہوں گے''۔(۲)

کیا یہی معاویہ نہیں جس نے ذوی القربیٰ کے متعلق رسول اکرمؐ کی حرمت کا پاس و لحاظ نہیں رکھا، ان کے فرزندوں کے والد کا احترام و اکرام، ان پر لعنت اور سب و شتم کر کے پامال کیا، اس عظیم اور گھناؤنے گناہ کے نفاذ پر اس نے دینی معاشروں کو مجبور کیا، اسے سنت کی شکل دے دی اور جس عظیم اسلامی شخصیت کو خداوند عالم نے پاک و منزہ قرار دیا ہے اس سے دروغ و افتراع اور بیہودہ بکواس منسوب کیا۔
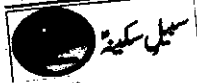
کیا یہی معاویہ نہیں جس نے وحشیانہ مظالم اور عظیم گناہوں کی انجام دہی میں سبقت کا مظاہرہ کیا۔

یہی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب خریدی، اسے بے تحاشا پیتا تھا حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ جو شراب بیچے، خریدے اور اسے استعمال کرے وہ ملعون ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے فحشا اور منکرات کو اسلامی معاشروں میں رائج کیا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ

۱۔ احزاب/۵۸،۵۹ ۲۔ توبہ/۶۱

أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ''جولوگ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں جانتے ہو''۔(۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے سود کو حلال کیا اور سود کھایا حالانکہ خداوند عالم نے خرید وفروش کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾ ''جولوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہے''۔ اور رسول خداؐ کا ارشاد ہے: سود کھانے والا اور سود دینے والا دونوں ملعون ہیں۔

معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے سفر میں اس لئے پوری نماز پڑھی تا کہ اپنے چچازاد بھائی کو اہمیت دے اور اس کا احترام کر سکے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے عثمان کی رائے کے مطابق دو بہنوں سے نکاح کی بدعت ایجاد کی۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے باب دیات میں سنت کے قوانین میں تبدیلی ایجاد کی اور جو چیزیں نہیں تھیں اسے بھی داخل کر دیا۔

وہ پہلا شخص ہے کہ جس کا جب دل چاہا نمازوں میں تکبیریں ترک کر دیں جب کہ نماز میں تکبیریں کہنا مسلمہ سنت ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے تلبیہ کو ترک کر دیا اور حکم دیا کہ اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علی کی مخالفت کی جائے جو سنت خدا اور رسول کے حقیقی پیروکار تھے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے نماز عید کے خطبہ کو اس لئے مقدم کیا تا کہ حضرت علیؑ پر سب وشتم سے لوگوں کے کان بھر سکے حالانکہ رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی

۱۔نور/۱۹

اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے ترک حدود اور خداوند عالم کی سنت کو قائم نہ کر کے اس کی مخالفت کی، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ ''جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا خدا اسے جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ وہیں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے''۔(۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے زنا کار کے حکم کی تنقیص کرتے ہوئے جاہلی آئین و رسوم کو زندہ کیا اور دین محمدؐ کی مخالفت کی، حالانکہ رسول خدا کی حدیث ہے: الولد للفراش و للعاهر الحجر۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور اسے جاری رکھا پھر ایک زمانہ میں ''سفاح'' نے اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی لگائی، رشید کے عہد تک یہی حال رہا پھر اس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شروع کر دیا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کو رائج کیا اور اسے سنت کے عنوان سے جاری و ساری رکھا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے زمانے کے امامؑ پر شورش کی، ظلم و ستم کیا اور ان کے خلاف محاذ آرائی کی اور اس طرح اس نے امام وقت اور امت کی کثیر تعداد کو تباہی کھاٹ لگا دیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حدیث سازی کے لئے اموال خرچ کئے اور کتاب خدا اور کلمہ طیبہ میں تحریف کے سلسلے میں بے پناہ پیسے لٹائے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؑ کی محبت کو ترک کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے کو اپنی خلافت کی بیعت کی شرط قرار دی۔

وہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے جب عادل صحابی ''عمر بن حمق'' کے سر کو لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ پورے شہر میں پھرایا جائے۔

۱۔ نساء/۱۴

وہ پہلا شخص ہے جس نے عدل وانصاف کے خوگر صحابہ وتابعین کو عترت رسولؐ کی دوستی ومحبت میں قتل کیا۔ حالانکہ اہل بیت رسولؐ کی محبت کو خداوند عالم نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل بیت کرام سے محبت کرنے والی عورتوں کو تہہ تیغ کیا، بچوں کا سر قلم کیا اوران کے اموال غارت کئے حتیٰ مقتولین کو مثلہ کیا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اوران کے خاندان کو تباہ وبرباد کیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس کو خود اسی کے ماتحتین نے دھوکہ دیا، جھوٹی اور بے بنیاد گواہیاں اسی کے سامنے رائج ہوئیں، اس کے زمانے میں ظالموں نے رسول خدا کی امت کے شائستہ کردار افراد پر تسلط حاصل کیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے منبر رسول کو مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہنا، جیسی منبر کو منتقل کرنا چاہا تو سورج کو گہن لگا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آیا۔(۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے خلافت اسلامی کو بدترین حکومت میں تبدیل کردیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے بادشاہوں کو ریشم کے کپڑے پہننے پر مجبور کیا، سونے چاندے کے ظروف میں خورد ونوش کیا اور سونے چاندی سے آراستہ سواریوں پر سوار ہوا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ گانا سنتا تھا، بزم طرب برپا کرتا تھا اور ناچنے والیوں کو صلہ وانعامات دیتا تھا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم امن الٰہی ''مدینہ رسول'' پر یورش کی، وہاں کے لوگوں کو ڈرایا، دھمکایا اوراس زمین مقدس کی حرمت کو پامال کیا۔

ان جیسے اور بھی بہت سے مظالم اور جنایتیں ہیں جن کو انجام دینے میں معاویہ نے سبقت کا مظاہرہ کیا۔(۲)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۴۵ (ج ۸ ص ۴۹ حوادث ۵۰ھ)

۲۔ ملاحظہ ہو: اوائل سیوطی؛ تاریخ خلفاء (ص ۱۸۷)؛ محاضرۃ الاوائل بکتوری

ان باتوں کے پیش نظر کیا یہ صحیح ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ ایسے نابکار اور ذلیل طاغوت کے متعلق مخزن نبوت سے کوئی تعریفی جملہ صادر ہوا ہوگا یا عادل وصادق رسول خداؐ کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا ہوگا جو اس کی ستائش پر مشتمل ہو؟؟ نہیں! ایسا ممکن ہی نہیں، بلکہ رسول اکرمؐ وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے اس شخص کی اس کے مظالم کی وجہ سے مذمت کی ہے، اس لئے کہ یہ شخص عہد جاہلیت اور خود اسلام میں آنحضرت کا سخت ترین دشمن تھا اگر آنحضرتؐ معاویہ کی تعریف میں ایک لفظ بھی بیان فرماتے تو باطل کی ترویج اور حق کی اہانت وتوہین محسوب ہوتی۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے علیؑ اور معاویہ کے بارے میں سوال کیا۔ کہا: جان لو کہ حضرت علیؑ کے بہت زیادہ دشمن ہیں، ان کے دشمنوں نے لاکھ کوشش کی کہ ان کی شخصیت میں کوئی عیب نکالیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے اسی لئے وہ ایسے شخص پر متحد ہوئے جس نے ان سے جنگ کی، لوگوں نے حیلہ وفریب کے ذریعہ اسے علیؑ کے خلاف ورغلایا۔(۱)

حاکم لکھتے ہیں: میں نے ابوالعباس محمد بن یعقوب بن یوسف سے سنا، وہ کہہ رہا تھا: میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا: مجھ سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے کہا: معاویہ کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔(۲)

بخاری نے اپنی صحیح میں مناقب معاویہ پر مشتمل کوئی حدیث ملاحظہ نہیں کی تو مجبوراً مناقب صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک باب ''ذکر معاویہ'' کے نام سے قائم کیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں: یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ جو فضائل معاویہ سے مخصوص ہیں اور اختلافی ہیں، ان کی کوئی اصل واساس نہیں، وہ صحیح نہیں ہیں، معاویہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں سے کسی کی سند صحیح نہیں، اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں کا بھی یہی نظریہ ہے۔(۳)

۱۔ تاریخ خلفاء سیوطی ص۱۳۳ (ص۱۸۶)؛ فتح الباری ج۷ص۸۳ (ج۷ص۱۰۴)؛ صواعق محرقہ ص۷۶ (ص۱۲۷)

۲۔ اللآلی المصنوعۃ ج۱ص۲۲۰ (ج۱ص۴۲۴)؛ فتح الباری ج۷ص۸۳ (ج۷ص۱۰۴)

۳۔ فتح الباری ج۷ص۸۳ (ج۷ص۱۰۴)

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی فضائل معاویہ پر مشتمل صحیح حدیث ملاحظہ نہیں کی، انہوں نے اپنی صحیح و سنن میں مناقب صحابہ کے عنوان سے بعض صفحات نقل کئے ہیں۔

ترمذی نے بھی ایک حدیث کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ ہم نے الغدیر کی دسویں جلد میں اس کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔ اس حدیث میں ہے: ''خدایا! اس کی ہدایت فرما''۔(۱)

عمرو بن واقد نے اس حدیث کو اپنے سے منسوب کیا ہے، یہ عمرو ایک نمبر کا جھوٹا اور زناکار ہے، پانچویں جلد میں اس کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ صحاح و مسانید بھی اس جھوٹے راوی کی روایتوں سے خالی ہیں۔

حافظ نسائی شام میں داخل ہوا، وہاں کے لوگوں سے یہ خواہش کی کہ وہ معاویہ کے فضائل بیان کریں، کہا: کیا کوئی سامنے آکر ان کے فضائل بیان کر سکتا ہے؟ سب نے اٹھ کر بہت مارا اور مسجد سے نکال باہر کر دیا۔ وہ خود نقل کرتے ہیں: مجھے مکہ لے جایا گیا تو وہاں کے لوگوں نے بھی باہر کر دیا۔ وہ وہیں مریض ہوئے اور مر گئے۔(۲)

ابن تیمیہ کا بیان ہے: بعض لوگوں نے معاویہ کے فضائل نقل کئے اور اس سلسلے میں رسول خدا کی احادیث بھی روایت کی ہے لیکن وہ سب جھوٹی ہیں۔(۳)

فیروز آبادی اور عجلونی فضائل معاویہ کے باب میں لکھتے ہیں: اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔(۴)

عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۴۵ ح ۳۸۴۲، ۳۸۴۳/ح ۳۸۴۳)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۱ ص ۱۲۴ (ج ۱۱ ص ۱۴۰ حوادث ۳۰۳ھ): نسائی کی حدیث کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

۳۔ منہاج ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۰۷

۴۔ کشف الخفاء ص ۴۲۰ (ج ۲ ص ۴۲۰)

اگر تم کہو گے کہ فضائل معاویہ میں بہت سی احادیث منقول ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ سچ ہے لیکن اس ان میں سے کوئی بھی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں''۔(۱) اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور بے مقصد نہیں کہ بخاری نے ''باب ذکر معاویہ'' لکھا ہے، ''فضیلت یا منقبت معاویہ'' تحریر نہیں کی ہے۔

شوکانی فوائد مجموعہ میں لکھتے ہیں: تمام حفاظ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔(۲)

جی ہاں! اس ذلیل شخص کی غلو آمیز دوستی ہی اس کے جھوٹے فضائل و مناقب گڑھنے کا موجب قرار پائی ہے۔ رسول خداؐ اس بات سے کہیں پاک و منزہ ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ فرمائیں گے بلکہ ان احادیث کو جعل سازوں نے گڑھا ہے کہ انسانیت اسے کبھی قبول ہی نہیں کر سکتی۔

محمد بن عبد الواحد ابو عمر نے اس شخص کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا دامن مختلف ضلالتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر نے لسان المیزان میں اسحاق بن محمد سوسی کے نام کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''اس شخص نے معاویہ کے فضائل سے متعلق کچھ لچر موضوعات بیان کئے ہیں، جنہیں عبید اللہ سقطی نے بھی اس سے نقل کیا ہے، اس نے یا اس کے استاد نے یہ لچر کلمات ایجاد کئے ہیں''۔(۳)

یہاں مختصر طور پر اس جھوٹ کے پلندے کو پیش کیا جا رہا ہے جسے جھوٹے اور گناہگار راویوں نے اس شخص کے مناقب میں جعل کیا ہے، یہ ان جھوٹ کا بقیہ حصہ ہے جنہیں ہم نے اس سے قبل پیش کیا ہے، جن کے بارے میں ایک منصف مزاج قاری خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے، خدا بہترین یاور و مددگار ہے۔

۱۔ عمدۃ القاری (ج۱۶ص۲۴۹ نمبر۲۵۴)

۲۔ فوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (ص۴۲۳ ح/۱۶۲)

۳۔ لسان المیزان ج۱ص۳۷۴ (ج۱ص۴۱۶ نمبر۱۱۶۵)

معاویہ پر رسولؐ کا درود و سلام

۱۔انس سے مرفوعا منقول ہے: اپنے اصحاب میں معاویہ کے علاوہ کسی اور کے جانے پر افسوس نہیں ہوا، چنانچہ اسّی سال کے بعد میں اس کا دیدار کر رہا ہوں، اسی سال بعد ایک اونٹ جو رحمت خدا سے مشک وعنبر سے معطر تھا اور اس کا پیر زبرجد کے مانند دمک رہا تھا، میرے پاس آیا، میں نے پوچھا: کیا معاویہ آیا ہے؟ اس نے کہا: لبیک یا محمدؐ۔ میں نے سوال کیا: یہ اسّی سال کہاں تھے؟ کہا: یہ اسّی سال عرش خدا کے نیچے ایک باغ میں گزرے، وہ مجھ سے اور میں اس سے نجویٰ کرتا تھا، خدا مجھ پر اور میں خدا پر درود بھیجتا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ ان لعنتوں اور اور دشنام طرازیوں کی جزا ہے جو دنیا میں مجھ سے منسوب کی جاتی تھیں۔(۱)

معاویہ پر خدا کا سلام

۲۔انس سے مرفوع روایت میں منقول ہے: جبرئیل امینؑ ایک سونے کا قلم لئے ہوئے میرے پاس آئے، کہا: خدائے عزوجل آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے حبیب! میں عرش سے یہ قلم معاویہ کو ہدیہ کر رہا ہوں، اسے اس تک پہنچا دیں اور کہیں کہ اس قلم سے آیت الکرسی لکھے، اسے مرتب کرے، نکات و حرکات لگائے اور آپ کی خدمت میں پیش کرے، میں آیت الکرسی لکھنے کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس آیت کی تلاوت کرنے والے کی تعداد کے برابر اس کے کھاتے میں ثواب لکھوں گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: عبدالرحمٰن (معاویہ) کو میرے پاس بلواؤ۔ ابوبکر گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول خداؐ کی خدمت میں لائے۔ دونوں نے سلام کیا، آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر معاویہ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! میرے پاس آؤ۔ وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے قلم دے کر فرمایا: اے معاویہ! یہ وہ قلم ہے جسے پروردگار نے عرش سے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم اس سے آیت الکرسی لکھو، اسے

۱۔ملاحظہ ہو جلد ۵/ص ۲۵۴ طبع اول؛ ص ۲۹۸ طبع دوم

آراستہ و مرتب کرو، اس پر نقاط و حرکات لگاؤ اور پھر میرے حوالے کردو، میں خدا کی حمد ثنا بجالاتا ہوں کہ اس نے تمہیں یہ فضیلت عطا فرمائی ہے، خداوند عالم اس کی تحریر کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس کے پڑھنے والوں کی تعداد کے مطابق تمہارے کھاتے میں ثواب لکھے گا۔ معاویہ نے رسول خدا سے قلم لے کر اپنے کان کے اوپری حصہ پر لگالیا۔ رسول خدا نے فرمایا: خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ قلم اس کے حوالے کردیا ہے، اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔ معاویہ دوزانوں رسول اسلامؐ کے سامنے بیٹھ گئے، وہ مسلسل اس کرامت پر خدا کی حمد کررہے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے قلم ودوات پیش کیا اور اس نے بہترین تحریر میں لکھنا شروع کردیا اور تکمیل کے بعد رسول اسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے معاویہ! خداوند عالم نے ان تمام افراد کی تعداد کے مطابق جو روز قیامت تک اس آیت الکرسی کی تلاوت کریں گے تمہارے کھاتے میں ثواب لکھ دیا ہے۔ (۱)

معاویہ امینؔ ہے

۳۔ جابر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے جبریل سے مشورہ کیا کہ کیا کتابت کے امور معاویہ کے حوالے کئے جائیں؟ جبرئیل بولے: ان کے حوالے کردیجئے اس لئے کہ وہ ایک امین انسان ہے۔ (۲)

۴۔ عبادہ بن صامت مروی ہے: خداوند عالم نے رسول پر وحی نازل کی کہ معاویہ کو امور کتابت پر مامور کریں کیوں کہ وہ امین و مامون ہے۔ (۳)

۵۔ انس سے مرفوع روایت منقول ہے کہ امین سات افراد ہیں: لوح، قلم، اسرافیل، میکائیل، جبرئیل اور محمدؐ و معاویہ۔ (۴)

۱۔ ملاحظہ ہو: ج۵ص۲۵۹ طبع اول: ص۳۰۴ طبع دوم

۲۔ ج/۵/ص۲۶۰ طبع اول ص۳۰۵ طبع دوم

۳۔ ج۵ص۲۶۱ ط/۱: ص۳۰۵ ط/۲

۴۔ ج/۵/ص۲۶۲ ط/۱: ص۳۰۸ ط/۲

۶۔ابوہریرہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ خدا کی نظر تین افراد امین ہیں: میں، جبرئیل اور معاویہ۔(۱)

۷۔ایک شخص نے دوسرے شخص سے نقل کرتے ہوئے کہا: بنی ہاشم کے دس افراد رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچے، اتمام نماز کے بعد عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم بعض امور کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں؛ خداوند عالم نے اس رسالت کے ذریعہ آپ کو فضیلت دی ہے، اس سے آپ کو مشرف فرمایا ہے اور اس وسیلے سے ہمیں بھی شرف عطا فرمایا ہے، ہم کاتب وحی کے عنوان سے معاویہ بن ابی سفیان کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ آپ کے خاندان میں کوئی بھی اس کی طرح فضیلت و برتری کا حامل نہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: نہیں کسی اور کو تلاش کرو۔ اس واقعہ کے بعد چالیس دن تک جبرئیل امین نازل نہیں ہوئے چالیسویں دن ایک صحیفہ کے ہمراہ نازل ہوئے جس میں لکھا تھا: اے محمدؐ! جسے خداوند عالم نے منتخب فرمایا ہے اسے بدلنے کا آپ کو کوئی حق نہیں، آپ کسی اور کو وحی کی کتابت پر مامور نہیں کر سکتے، معاویہ ہی کو منتخب فرمائیں اس لیے کہ وہ امین ہیں۔(۲)

۸۔واثلہ کے طریق سے ایک مرفوع روایت مروی ہے: خداوند عالم نے اپنے وحی کی کتابت کے لئے مجھے، جبرئیل اور معاویہ کو امین قرار دیا، نزدیک تھا کہ خداوند عالم معاویہ کو علم دانش اور اپنے کلام پر امانت کی وجہ سے رسول بنا دے۔ خدا معاویہ کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنے حساب سے محفوظ رکھے گا۔ اس نے اپنی کتاب کی تعلیم دی اور اسے ہادی و مہدی قرار دیا۔(۳)

معاویہ کے توسط سے کتابت وحی پر رسولؐ کا افتخار

۹۔سعد سے مروی ہے کہ رسولؐ نے معاویہ سے فرمایا: بے شک معاویہ قیامت کے دن ریشمی لباس میں محشور کیا جاؤں گا جس کا ظاہر رحمت اور باطن رضایت خدا پر مشتمل ہوگا، اس وقت وہ سب کے سامنے

۱۔ج ۵ ص ۲۶۱ ط ۱/ ؛ ص ۳۰۶ ط ۲/

۲۔ج ۵ ص ۲۶۲ ط ۱/ ؛ ص ۳۰۷ ط ۲/

۳۔ج ۵ ص ۲۶۲ ط ۱/ ؛ ص ۳۰۸ ط ۲/

مباہات کرے گا اس لئے کہ اس لباس میں وحی لکھی ہوئی ہوگی۔(۱)

رسولؐ سے معاویہ کی ملاقات جنت میں

۱۰۔عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: جعفر بن ابی طالب نے بہ (پھل) رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کیا، اس کے بعد معاویہ تین عدد بہ لائے تو رسولؐ نے فرمایا: جنت میں ان کے ساتھ مجھ سے ملاقات کروگے۔(۲)

ابن حیان کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔(۳) خطیب کہتے ہیں کہ متذکرہ حدیث ثابت نہیں ہے ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل واساس نہیں ہے۔(۴)

معاویہ بہشتی ہے

۱۱۔عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: ابھی اسی وقت اہل بہشت میں سے ایک شخص داخل ہوگا، چنانچہ اسی وقت معایہ داخل ہوئے۔فرمایا: معاویہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے، جنت میں ان دوانگلیوں کے کی طرح میرے ہمراہ رہوگے۔

ذہبی نے اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ حدیث باطل ہے۔(۵)

علم وحلم سے معاویہ کی شکم پری

۱۲۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن یزید سے، اس نے محمد مبارک صوری سے، اس نے

۱۔ج ۵ص ۲۷۶ط ۱/۱،۲ ۲۔ج ۵ص ۲۸۱ط ۱/۱: ص ۳۲۹ ۳۔کتاب المجروحین (ج ۱ص ۱۱۶)

۴۔تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۶ص ۶۹۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲۵ص ۱۲)؛ اللئالی المصنوعہ ج ۱ص ۴۲۳،۴۲۲

۵۔میزان الاعتدال ج ۲ص ۱۳۳ (ج ۲ص ۶۲۳ نمبر ۵۰۸۵)

صدقہ بن خالد سے، اس نے وحشی بن حرب بن وحشی سے، اس نے اپنے والد اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ معاویہ رسولؐ کے عقب میں سوار تھے۔ رسولؐ نے فرمایا: تمہارے بدن کا کون سا حصہ مجھ سے نزدیک ہے؟ کہا: میرا پیٹ۔ فرمایا: خدایا! اسے علم و دانش سے بھر دے۔

ذہبی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔(۱)

تبصرۂ امینی

اگر یہ روایت بخاری کی نظر میں ذرا بھی معتبر ہوتی تو وہ اپنی صحیح میں ضرور نقل کرتے اور ''باب ذکر معاویہ'' کو کسی فضیلت و منقبت سے خالی نہ رکھتے لیکن وہ جانتے ہیں کہ معاویہ علم و دانش سے قطعی عاری تھا .وہ ایسے شخص کی تصدیق کیسے کر دیتے جس کی جہالت و خشونت شہرہ آفاق تھی۔

(اسی کے برعکس) اگر رسول خداؐ کسی کے بارے یہ بدعا کرتے کہ اس کا شکم حلم و دانش سے خالی رہے تو وہ حتمی طور پر معاویہ ہی ہوتا۔ اس شخص کا کون سا عمل ان دو خصلتوں کا ترجمان ہے.؟ جاہلیت کے پست دور اور اس شخص کے تاریک اسلام کے درمیان کون سا فرق پایا جاتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ ان میں ذرا بھی فرق نہیں۔

عبادہ بن صامت سے اس کے علم کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا تمہیں اس کی اطلاع ہے؟ کہا: اس کی ماں ہند اس سے زیادہ جانتی تھی۔(۲) اور جب شریک سے سوال ہوا کہ کیا اس کے حلم کے بارے میں کچھ جانتے ہو.؟ کہا: جس نے حق کے ساتھ کھلواڑ کیا اور حضرت علیؑ کو قتل کیا، وہ حلیم ہو ہی نہیں سکتا۔(۳)

ام المومنین عائشہ کہتی ہیں: معاویہ کا حلم اس وقت کہاں تھا جب اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو

۱۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۸ (ج ۴ ص ۳۳۱ نمبر ۹۳۳۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۱۹۵ نمبر ۱۷۰۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰)

قتل کیا اس پر تف ہے کہ اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔

شریک کے سامنے حلم معاویہ کی بات نکلی تو اس نے کہا:

کیا معاویہ سفاہت و جہالت کی کان کے علاوہ بھی کچھ تھا، خدا کی قسم! جب اس نے شہادت امیر المومنین کی خبر سنی، پہلے نیم دراز تھا سنتے ہی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا، پھر اپنی کنیز سے بولا: سریلی آواز میں کچھ گاؤ، آج میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس نے بھی یہ اشعار پڑھے:

الا ابلغ معاویة بن حرب فلا قرت عیون الشامتینا

افی شهر الصیام فجعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا

قتلتم خیر من رکب المطایا و افضلهم و من رکب السفینا

"کیا معاویہ بن حرب کو ایسی بات سناؤں جس نے کینہ توزوں کی آنکھ کبھی روشن نہ ہو؟ کیا تم لوگ ماہ صیام میں ایسے انسان کو قتل کر کے ہمیں اندوہناک کرتے ہو جو لوگوں میں سب سے بہتر تھا؟ تم نے اس بہترین انسان کو قتل کیا ہے جو اب تک اونٹ یا کشتی پر سوار ہوا ہے"۔

معاویہ نے اپنے پاس رکھے ہوئے گرز آہنی سے اس کنیز کے سر پر شدید ضرب لگائی۔ کیا اس کے بعد بھی اسے حلیم و بردبار کہا جا سکتا ہے؟ اس وقت اس کا حلم کہاں غایب تھا۔(۱)

معاویہ کے چچوں نے اس کے شکم کے سلسلے میں رسول کی بدعا بھی نقل کی ہے آپ نے اس طرح بدعا فرمائی:

"خدا تیرے شکم کو کبھی سیر نہ کرے" اس کے علاوہ کوئی بھی حدیث نقل کی جائے وہ جھوٹ ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ اس واقعہ کو راغب نے محاضرات کے خطی نسخے میں نقل کیا ہے؛ تشیید المطاعن ج ۲ ص ۴۰۹ پر اسی کتاب سے منقول ہے، البتہ طباعت کے وقت اس روایت سے مربوط دوسری روایت کے ساتھ اس روایت کی بھی تحریف کر دی گئی ہے۔ آپ محاضرات ج ۲ ص ۲۱۴ کی جانب رجوع کریں اس کے بعد اس کے خطی نسخے سے مقایسہ کریں۔

جنت میں معاویہ کی رسول خداؐ سے ملاقات

۱۳۔ جابر سے منقول ہے: رسولؐ خدا نے معاویہ کو ایک تیر دیتے ہوئے فرمایا: اسے اپنے پاس رکھو تا کہ جنت میں میری زیارت کر سکو۔ ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: تا کہ جنت میں اسے واپس کر سکو۔

قاسم بن مہران نے یہ روایت نقل کی ہے (۱) اور ابن حبان کا عقیدہ ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ (۲) ابن عدی کہتے ہیں: اس کا راوی پکا جھوٹا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔ (۳)

معاویہ جنتی لباس میں

۱۴۔ خارجہ بن یزید اور اس نے اپنے والد سے مرفوع حدیث روایت کی ہے: اے ام حبیبہ! خدا وند عالم معاویہ کو تم سے زیادہ دوست رکھتا ہے، میں معاویہ کو گویا جنتی لباس میں دیکھ رہا ہوں۔ (۴)

ذہبی لکھتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے، محمد بن رجاء پر اس کے جعل کرنے کا الزام ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: سند روایت میں ''عبد الرحمٰن بن عبد الزناد'' بھی ہے جس کے بارے میں یحیی بن معین کہتے ہیں: یہ ان افراد میں سے نہیں جن پر ائمہ حدیث نے اعتماد کیا ہو، یہ صحت سے عاری ہے، قطعی ضعیف ہے۔ (۵) صالح بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث مضطرب ہے۔ ابن مدینی سے منقول ہے: ہمارے اصحاب کے نزدیک ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں: اس کی حدیث سے

۱۔ کتاب المجروحین، میزان الاعتدال، لسان المیزان

۲۔ کتاب المجروحین ج ۲ ص ۲۱۴

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۳۳۲ نمبر ۶۶۴۵؛ ج ۳ ص ۳۶۹ نمبر ۶۷۹۶)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۵۹، ۲۱۴؛ ج ۶ ص ۲۸۱ نمبر ۶۴۷۴، ص ۵۳۸ نمبر ۶۶۲۵، ج ۶ ص ۲۶۶ نمبر ۹۰۰۴)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۴۵ نمبر ۷۵۱۷)

۵۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۷۳ نمبر ۱۸۳)

استدلال واحتجاج نہیں کیا جا سکتا، اس نے اپنے والد سے روایت کر کے اسے ضعیف کر دیا ہے۔(۱)

شیعہ معاویہ کو گالی نہیں دیتے

۱۵۔ابو عمر و زاہد نے علی بن محمد بن صائغ سے اور اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔اس نے کہا کہ میں نے حسین کو دیکھا کہ وہ معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جمعہ کا دن تھا، معاویہ خطبہ دے رہے تھے، ایک صحابی نے کہا: اے امیر المومنین! حسین کو منبر پر جانے کی اجازت دیجئے۔معاویہ نے کہا :تم پر تف ہے، چھوڑو کہ میں فخر ومباہات کروں، پھر اس نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کا واسطہ، بتائیں کیا میں بطحائے مکہ کا زائر نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو حق کی بشارت دینے والا بنا کر ارسال فرمایا۔پھر کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کا واسطہ بتائیں کیا میں خال المومنین (مومنین کا ماموں) نہیں۔فرمایا: ہاں، اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو مبعوث بہ رسالت فرمایا ہے۔پھر پوچھا: کیا میں کاتب وحی نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو اس لئے بھیجا تاکہ لوگوں کو انذار کریں۔معاویہ منبر سے نیچے آیا۔حسین ابن علی منبر پر گئے اور خدا کی ایسی ثنا کی کہ گزشتہ وآئندہ افراد اس سے قاصر ہیں۔پھر کہا: میرے والد نے میرے جد سے، میرے جد نے جبرئیل امین سے اور جبرئیل نے خدا سے روایت کی ہے کہ عرش کے ستون کے نیچے ایک پتہ ہے جس پر یہ تحریر ہے: خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں، محمد خدا کے رسولؐ ہیں، اے آل محمدؐ کے شیعہ! لا الہ الا اللہ کہنے والا قیامت کے دن جو بھی آئے گا خداوند عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔معاویہ نے پوچھا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے آل محمدؐ کے شیعہ کون ہیں؟ کہا: وہ افراد جو شیخین (ابوبکر وعمر)، عثمان اور میرے والد پر لعنت نہیں بھیجتے اور اے معاویہ! تم پر بھی لعنت نہیں بھیجتے۔

۱۔تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۷۰ (ج ۶ ص ۱۵۶)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۰ نمبر ۳۸۷)

ابن عساکر نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، حسین سے اس کی سند سمجھ میں نہیں آتی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ حدیث کے منکر اور غیر مستند ہونے کے باوجود حفاظ حدیث نے اس کی روایت کی ہے؟ کیا ابو عمر زاہد محمد بن عبدالواحد وہی جھوٹا اور کذاب نہیں جس نے فضائل معاویہ کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اور وہ خود بھی اس جھوٹی حدیث کے راویوں میں سے ایک ہے.؟ کیا اس حدیث کے راویوں میں ''علی بن محمد صائغ'' وہی شخص نہیں جسے خطیب خصوصیت سے ضعیف کہا ہے.؟(۲) حافظ کہتے ہیں: علی بن محمد صائغ سے ابو محمد جرجانی (متوفی ۳۷۴) نے روایت کی ہے اور یہ بھی مالک (متوفی ۱۷۹) سے ایک واسطہ سے نقل کرتا ہے۔ بنابریں اس کا باپ امام حسین سے جن کی شہادت سن ۶۰ھ میں واقع ہوئی، کیسے ممکن ہے کہ اس نے معاویہ کو درک کیا ہو اور اس کے خطبہ میں شریک ہوا ہو۔

اس روایت کے الفاظ و متون بھی اس کی صحت کی تردید کر رہے ہیں، کیا اس روایت کو ان روایات سے مقایسہ کیا جا سکتا ہے جو معاویہ کی سیرت وروش کے سلسلے میں رسولؐ اسلام، امیر المومنین علیؑ اور حسن و حسین علیہما السلام سے بطور صحیح و ثابت مروی ہیں.؟

معاویہ نوری ردا میں

۱۶۔ حدیث مرفوع ہے: معاویہ اس حالت میں مبعوث ہوگا کہ اس کے جسم پر نوری ردا پڑی ہوگی۔ ابن حبان نے جعفر بن محمد النطا کی کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔(۳) ذہبی اور ابن حجر نے اس حدیث کے بطلان کا اعتراف کرتے ہوئے النطا کی کا موثق ہونا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج۴ص ۳۱۲، ۳۱۳ (ج ۱۴ ص ۱۱۳ نمبر ۱۵۶۶) ۲۔ تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۲۲

۳۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۴۱۶)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۲۴ (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۲۰۴۹)

معاویہ اہل بہشت سے ہے

ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن محمد بن جعفر سے، اس نے احمد بن محمد بزاز مدنی سے، اس نے ابراہیم بن عیسیٰ زاہد سے، اس نے احمد دینوری سے، اس نے عبدالعزیز بن یحییٰ سے، اس نے اسماعیل بن عیاش سے، اس نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار سے، اس نے اپنے والد سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: اہل بہشت میں ایک شخص تم پر ظاہر ہوگی چنانچہ معاویہ ظاہر ہوئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: دار قطنی کی تصریح کے مطابق احمد بن مروان دینوری (صاحب مجالسہ) حدیث گڑھنے والا شخص تھا۔ دار قطنی ''سبقت رحمتی غضبی'' کی حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: یہ سند صحیح نہیں ہے، اس کا مقصد احمد بن مروان پر الزام لگانا تھا، میری نظر میں یہ شخص حدیث گڑھنے والوں میں سے ایک ہے۔ (۲)

سند حدیث پر ایک نظر:

عبدالعزیز بن یحییٰ: ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس سے ایک حدیث سنی، پھر اسے ترک کر کے کہا کہ میں اس سے حدیث نقل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ضعیف ہے۔ (۳) ابوزرعہ کا بیان ہے: وہ ثقہ نہیں اس لئے کہ میں نے اس کی حدیث ابراہیم بن منذر کے سامنے بیان کی تو اس نے اس کی تکذیب کر دی۔ پھر ابی مصعب کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس نے سفیان بن بلال سے نقل کی ہے۔ سنتے ہی کہا: جھوٹ بکتا ہے، میں اس سے بڑا ہونے کے باوجود اسے درک نہ کر سکا۔

عقیلی کہتے ہیں: وہ موثق افراد سے باطل مضامین نقل کرتا تھا اور ایسی حدیث نقل کرتا ہے جسے قدماء میں مالک کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا۔ (۴) ابن عدی کہتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف ہے، وہ لوگوں

۱۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۳ (ج ۲ ص ۲۶۶ نمبر ۲۴۶۶)

۲۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۳۲۹ نمبر ۹۳۷)

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۴۰۰ نمبر ۱۸۵۳)

۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۹ نمبر ۹۷۵)

کی حدیثیں چراتا تھا۔(۱)

اسماعیل بن عیاش: یحیی بن معین کہتے ہیں: اہل شام اس پر ذرا بھی توجہ نہیں کرتے تھے، عراقیوں کو بھی اس کی باتیں پسند نہیں تھیں۔(۲) اسدی کہتے ہیں: حجازیوں اور عراقیوں سے کوئی بات نقل کرتے وقت جھوٹ کی آمیزش کر دیا کرتا تھا۔ جوزجانی کے بقول: اس نے جھوٹوں کی حدیثوں سے لوگوں کو سیراب کیا ہے۔

ابن خزیمہ لکھتے ہیں: اس کی باتوں سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ ابن مبارک کے بقول: مجھے اس کی حدیث ذرا بھی پسند نہیں۔ شامیوں کے علاوہ نسائی (۳)، ابواحمد بن حاکم، برقی اور ساجی سب نے اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ حاکم کہتے ہیں: اگر کسی حدیث کو صرف وہ نقل کرے تو قابل قبول نہیں اس لئے کہ اس کا حافظہ اچھا نہیں تھا۔ ابوحبان (۴) کہتے ہیں: زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا حافظہ اچھا تھا، جب بڑا ہوا تو اس کی ذہانت جاتی رہی، ابتدائی دور میں جو حدیث نقل کی ہے وہ دوسروں سے بھی منقول ہے لیکن بڑھاپے کی احادیث قطعی غریب ہیں۔ سب میں جھوٹ کی آمیزش ہے، وہ سند ذکر کر کے متن حدیث کو دوسرے متنوں سے مخلوط کر دیتا تھا اور خود بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا لہٰذا جس کی یہ کیفیت ہو اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔(۵)

سلسلہ اسناد میں ''عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار'' بھی ہے۔ ابن معین اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔(۶) ابوحاتم کہتے ہیں: اس کی حدیث سست وضعیف ہے، اس کی حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن اس سے استناد نہیں کیا جاتا۔(۷) ابن عدی کہتے ہیں: اس کی بعض حدیثیں منکر ہیں، اسے قبول نہیں کیا جاسکتا، وہ ان

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۹ ۷ ۴ نمبر ۱۵۴۳)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۴۰ (ج ۲ ص ۶۳۶ نمبر ۵۱۳۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۶۳ (ج ۶ ص ۳۲۳)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۳۳۴ نمبر ۵۱۳۶) ۳۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۴۹ نمبر ۳۶)

۴۔ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۲۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۱ ص ۲۴۰ نمبر ۹۲۳)؛ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۴۔۳۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۲۔۲۸۴)

۶۔ التاریخ (ج ۴ ص ۳۰۳ نمبر ۱۲۰۴) ۷۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۲۵۴ نمبر ۱۲۰۴)

افراد میں سے ہے جو ضعیف حدیثیں نقل کرتے ہیں۔(۱)

خدا معاویہ کو علم کتاب کی تعلیم دیتا ہے

۱۸۔ذہبی نے میزان اور ابن کثیر نے تاریخ میں نصیر سے اور اس نے ابی ہلال محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک شخص سے اور اس نے مسلمہ بن مخلد سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! معاویہ کو اپنی کتاب کی تعلیم دے اور اسے شہروں میں مقرر فرما۔(۲)

ذہبی لکھتے ہیں: جبلہ معروف نہیں ہے، اس کی حدیث منکر ہے۔ابن حجر لکھتے ہیں: اس حدیث کی سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس میں ''محمد بن سلیم'' مجہول شخص ہے۔(۳)

ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر نے لسان میں ''یحیی بن معین کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے۔(۴)

خدا اور رسولؐ معاویہ کو دوست رکھتے ہیں

۱۹۔عقیلی نے بشر بن بشار سمسا سے، اس نے عبداللہ بن بکار مقری، اس نے ابوموسی اشعری کی اولاد سے، انہوں نے اپنے والد سے، اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابوموسی سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ ام حبیبہ کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت معاویہ کا سر ان کے زانو پر تھا، آنحضرتؐ نے پوچھا: اسے

۱۔کامل فی ضعفاء الرجال (ج۴ص ۲۹۸ نمبر ۱۱۲۶)؛ میزان الاعتدال ج۲ص ۱۰۹ (ج۲ص ۵۷۲ نمبر ۴۹۰۱)؛ تہذیب التہذیب ج۶ص۲۰۶ (ج۶ص۱۸۷)

۲۔میزان الاعتدال (ج۱ص ۳۸۸ نمبر ۱۴۴۰)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۲۱ (ج۸ص۱۲۹ حوادث ۶۰ھ)

۳۔لسان المیزان ج۲ص۹۶ (ج۲ص۱۲۳ نمبر ۱۹۰۸)

۴۔تاریخ یحیی بن معین (ج۴ص ۲۳۵ نمبر ۴۱۲۰)؛ میزان الاعتدال ج۳ص۶۹ (ج۳ص ۵۷۴ نمبر ۷۶۴۵)؛ لسان المیزان ج۵ص۱۹۲ (ج۵ص ۲۱۸ نمبر ۷۴۵۳)

دوست رکھتی ہو؟ کہا: کیوں نہ دوست نہ رکھوں کیونکہ خدا اور رسول اسے دوست کرتے ہیں۔(۱)

عقیلی کہتے ہیں: ابن عبداللہ بن بکار مجہول النسب ہے اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔(۲) بشر سمسار کہتے ہیں کہ ابن بکار غیر معروف اور مجہول تھا۔

معاویہ امین وحی

۲۰۔ انس سے مرفوعا منقول ہے: خداوند عالم نے تین افراد کو وحی کا امین قرار دیا ہے: جبرئیل، محمدؐ اور معاویہ۔

ذہبی ''ابن احمد بلخی'' کے متعلق لکھتے ہیں: یہ ضعیف اور سارق الحدیث تھا، اسے اہل حدیث میں شمار کرنا بے وقوفی ہے۔(۳)

مقام انبیاء میں معاویہ کا حشر

۲۱۔ حدیث مرفوع: معاویہ اس علم و بیان کی وجہ سے جو میرے پروردگار کے کلام پر رکھتا ہے، پیغمبر کی طرح مبعوث ہوگا۔

ذہبی نے محمد بن حسن اور اس نے اسحاق بن حسن کے طریق سے معاویہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں، شاید یہ وہی نقاشی صاحب تفسیر ہے جو ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔(۴)

لسان المیزان میں ہے: اسحاق بن محمد سوسی وہی جاہل شخص ہے جس نے فضائل معاویہ میں قبیح

۱۔ الضعفاء الکبیر (ج۲ص۲۳۷نمبر۷۸۹)

۲۔ میزان الاعتدال ج۲ص۲۶ (ج۲ص۳۹۸نمبر۴۲۲۹)؛ لسان المیزان ج۳ص۲۶۳ (ج۳ص۲۱۸نمبر۴۲۵۳)

۳۔ میزان الاعتدال ج۳ص۱۵ (ج۳ص۴۵۵نمبر۷۱۳۴) لسان المیزان ج۵ص۳۴ (ج۵ص۴۱نمبر۶۹۰۳)

۴۔ میزان الاعتدال ج۳ص۴۳ (ج۳ص۵۱۶نمبر۷۳۹۰)؛ لسان المیزان ج۵ص۱۲۵ (ج۵ص۱۴۲نمبر۷۲۰۷)

موضوعات بیان کئے ہیں۔ عبداللہ بن محمد بن احمد نے اس سے روایت کی ہے، یہ خود بھی مجہول تھا اور اس کے مشائخ ورواۃ بھی مجہول وغیر معروف تھے۔(۱)

معاویہ کی ہدایت کے لئے رسول خدا کی دعا

۲۲۔ بخاری نے عمر بن واقد دمشقی سے، اس نے ابی ادریس دمشقی سے اور اس نے عمیر بن سعد دمشقی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ کا صرف ذکر خیر کیا کرو، اس لئے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: خدایا! اس کی ہدایت فرما۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: حفاظ وائمہ حدیث میں سے کسی کو بھی ''عمر بن واقد دمشقی'' کی دروغ گوئی پر شک نہیں۔ سب کا یہی نظریہ ہے کہ وہ لائق اعتبار نہیں، ضعیف اور منکر الحدیث تھا، اسناد کو باہم مخلوط کر کے غیر معروف حدیث نقل کرتا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کردیا جائے۔(۳)

کیا اسلامی قطار میں راویان حدیث میں سے کوئی نہیں جو ان جھوٹی باتوں اور بکواس کے ذخیروں پر غور وفکر کرے؟ یہ حدیث شامیوں سے مخصوص کیوں ہے، اس کی اسناد شامیوں پر ہی کیوں ختم ہوتی ہے؟ آپ اس ''کیوں'' کی علت سے اچھی طرح واقف ہیں۔

معاویہ امین وحی

۲۳۔ ابن کثیر نے میتب بن واضح سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا: جبرئیل امین نے رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچ کر کہا: اے محمدؐ معاویہ کو سلام پہنچایئے اور اسے خوش خبری

۱۔ لسان المیزان ج۱ص۳۷۴ (ج۱ص۴۱۶نمبر۱۱۶۵)

۲۔ تاریخ الامم والملوک ج۴قسم۱ص۳۲۸

۳۔ میزان الاعتدال ج۲ص۳۰۲ (ج۳ص۲۹۱نمبر۶۲۶۵)؛ تہذیب التہذیب ج۸ص۱۱۵ (ج۸ص۱۰۲)

سنا دیجئے کہ وہ خدا کی کتاب وحی کا امین ہے۔ اور بہترین امین ہے۔ (۱)

تبصرۂ امینی

دار قطنی کہتے ہیں کہ میتب بن واضح ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: میں نے عبدانؒ سے کہا کہ تمہاری نظر میں عبدالوہاب بن ضحاک اور میتب بن واضح میں کون بہتر ہے؟

کہا: دونوں مساوی ہیں، عبدالوہاب جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، وہ ضعیف و متروک شخصیت کا حامل ہے، بہت زیادہ خطا کرتا ہے، خیال پرداز ہے۔ (۲)

طبرانی نے اوسط میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے: علی بن سعید رازی نے محمد بن قطر الدالمی سے، اس نے مروان بن معاویہ فزاری سے، اس نے عبدالملک بن ابی سفیان سے، اس نے عطار بن ابی ریاح سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ نیز مجمع میں بھی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت میں محمد بن فطر کو نہیں پہچانتا اور علی بن رازی سعید بھی ضعیف ہے۔ (۳) سیوطی لکھتے ہیں: ابن مروان اور اس سے روایت کرنے والے کو میں نے موثق و ضعیف کسی راوی میں نہیں دیکھا۔ (۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں: علی بن سعید رازی وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں دار قطنی سے سوال کیا گیا تو کہا: حدیث کے سلسلے میں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مصر کے ایک دیہات میں حاکم تھا لوگوں سے ٹیکس مانگتا تھا، وہ نہیں دیتے تو سوروں کو مسجد میں داخل کر دیتا تھا۔ حدیث میں اس کی منزلت کے بارے میں سوال کیا گیا تو بولے: ایسی حدیث نقل کرتا ہے جس کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔ پھر کہا: میری نظر میں اس کی یہی حقیقت ہے (یعنی موثق نہیں ہے) اور مصر کے بعض لوگ بھی یہی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۸ ص ۱۲۸ حوادث ۶۰ ھ)

۲۔ کامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۹۵ نمبر ۱۴۳۵)؛ لسان المیزان ج ۶ ص ۴۱ (ج ۶ ص ۴۸ نمبر ۸۳۹۴)؛ مزید معلومات کے لئے الغدیر کی پانچویں جلد ملاحظہ کریں۔

۳۔ مجمع الزوائد ہیثمی ج ۹ ص ۳۵۷ ۴۔ اللئالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۱۹

کہتے ہیں۔(۱)

ہم نے پانچویں جلد میں اس شخص (معاویہ) کی امانت کا کچھا چٹھا پیش کیا ہے۔ یہاں امانت کیا ہے؟ جیسے اہم سوال کا جواب دینے اور خدا کی کتاب اور وحی کے امین ہونے کے حقیقی مفہوم سے آگاہی کے لئے دوبارہ کہتے ہیں کہ کیا امانت سے مراد قرآن کو تحریف سے محفوظ رکھنا نہیں ہے.؟ کیا کتاب ووحی کے امین ہونے کا مطلب ان کے حدود وقوانین کی دیکھ بھال کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے افراد کا ہاتھ قلم کرنا نہیں ہے؟ کیا یہ معاویہ نہیں جس نے تمام حدود وقوانین کی تنقیص کی؟ کیا اسی نے اپنے تمام تر کاموں کے سلسلے میں کتاب ووحی کتاب میں تغیر وتبدل نہیں کیا اور اپنے فائدے کے مطابق ان سے استفادہ کیا؟ کیا وہی کتاب ووحی کا شدید دشمن نہیں تھا...؟؟

جی ہاں! تاریخ کے صفحات اس کے سیاہ کارناموں سے بھرے پڑے ہیں، اس کتاب کے مندرجات اور مطالب وہ چند نمونے ہیں جو اسی حقیقت کو ثابت کر رہے ہیں اور اس کے گھناؤنے کام اور جھوٹے کردار کو صفحۂ تاریخ پر ابدی بنا رہے ہیں۔

معاویہ کے لئے رسولؐ کی دعا

۲۴۔طبرانی نے احمد بن محمد صیدلانی سے، اس نے سری (بن عاصم) سے، اس نے عاصم سے، اس نے عبداللہ بن یحییٰ بن کثیر سے، اس نے اپنے والد حشام بن عمرو سے اور اس نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے کہا: جب ام حبیبہ کی باری آئی (کہ رسول اسلامؐ ان کے گھر تشریف لے جائیں) تو ایک شخص نے دق الباب کیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟. کہا گیا: معاویہ ہے۔ فرمایا: آنے دو۔ معاویہ داخل ہوا، اس کے کان کے بالائی حصہ پر ایک قلم تھا جس سے وہ لکھتا تھا، رسول خداؐ نے سوال کیا: اے معاویہ! تمہارے کان کے اوپر رکھا ہوا قلم کیسا ہے؟ معاویہ نے کہا: میں نے خدا اور رسول کی خدمت کے لئے یہ قلم تیار کیا ہے۔ فرمایا: خداوند عالم تمہارے رسولؐ کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، بخدا! میں

۱۔لسان المیزان ج ۴ص ۲۳۱ (ج ۴ص ۲۶۵ نمبر ۵۸۲۳)

نے وحی کی کتابت کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے، میرے تمام چھوٹے بڑے کام وحی کے سانچے میں ہوتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ خداوند عالم تمہیں لباس پہنائے (لباس خلافت)۔ ام حبیبہ نے عرض کی: اے خدا کے رسول! اس کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کیجئے۔ فرمایا: خدایا! اس کی ہدایت کر، اس سے ذلت و پستی کو دور رکھ اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

طبرانی لکھتے ہیں کہ صرف ''سری بن عاصم'' نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جس شخص نے رسولؐ خدا سے اس افترا پردازی اور دروغ گوئی کی نسبت دی ہے وہ جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، اس کی واقعی شناخت کے لئے الغدیر پانچویں کا مطالعہ کریں۔(۲)

کاش معلوم ہوتا کہ معاویہ نے جس قلم کو کتابت وحی کے لئے آمادہ کیا تھا کیا اسی سے حضرت امیر المومنین سے تہمتوں اور جھوٹی باتوں کو منسوب کیا۔ اسی نے اپنے حکام اور عمال کو حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور ان کے دو فرزندوں پر سب و شتم کریں۔ اس نے اپنے ظالم و جابر حکام کو تحریر کیا کہ وہ امت کے صالح افراد اور خاندان وحی کے شیعوں کا خون حلال سمجھیں، اس طرح وہ اپنی زبان و قلم کا استعمال کر کے ظلم و جنایت کا ننگا ناچ رچ رہا تھا۔

رسول خداؐ سے جو دعا منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے خدا سے پسر ہند کی ہدایت کا مطالبہ کیا اور خواہش کی کہ اس سے بدبختی دور رہے اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما، کیا یہ دعا مستجاب ہوئی؟ بے شک یہ مظالم اور معاویہ کا ان مظالم کی مسلسل تکرار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے ایسی کوئی دعا کی ہی نہیں اور ایسا کوئی دعوی متحقق نہیں ہوا۔ یہ دعا اور دعوی دونوں ہی خیالی اور فرضی ہیں جنہیں خواہشات کے اسیر نے گڑھ رکھا ہے، ہاں! رسول خداؐ نے اس کے برخلاف دعا فرمائی ہے اور وہ مستجاب بھی ہوئی ہے۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۸ ص ۱۲۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ الغدیر ج ۵ ص ۲۳۱ (ج ۸ ص ۱۴۰)

۳۔ محمد بن شعیب: بنی امیہ کی ایک فرد اور شامی تھا۔

۴۔ مروان بن جناح: شامی اور بنی امیہ کی فرد تھا۔ ابو حاتم کے بقول: اس پر اور اس کے بھائی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔(۱)

۵۔ یونس بن میسرہ: شامی اور اندھا تھا۔

۶۔ عبداللہ بن بسر: شامیوں میں شمار ہوتا تھا، آخری صحابی ہے جو شام میں فوت ہوا۔

اب ذرا ملاحظہ کریں کہ جاہل، کور دل اور سادہ لوح امت حقایق کی بلندی سے ہلاکت و گمراہی کی گہری کھائی میں کیسے گر رہی ہے۔

ابن کثیر اپنی نے اپنی تاریخ میں متذکرہ حدیث اور دوسری احادیث کو نقل کر کے لکھا ہے: ان کے علاوہ ابن عساکر نے بہت سی حدیثوں کو جو بے شک فضائل معاویہ میں گڑھی گئی ہیں ذکر کیا ہے ہم نے ان سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف موثق اور حسن احادیث کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اس کے بعد ''سری'' کے حوالے سے چھبیسویں حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن عساکر نے اس حدیث کے بعد بہت سی جعلی حدیثیں نقل کی ہے، تعجب ہے کہ اس نے تمام تر فہم و ذکات کے باوجود ان احادیث کے رجال کے ضعف اور عدم معرفت پر توجہ دی نہیں، خدا ہی انسان کو سچ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔(۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابن کثیر اپنی باتوں کو ابن عساکر کے سر ڈال رہے ہیں تاکہ اس کی یاوہ گوئی اور بکواس کی تائید کرتے ہوئے اپنی بات کو بھی ثابت کر سکیں لیکن وہ بھول گئے کہ بالآخر غیر جانبدار محقق کی کاوشیں اس جھوٹ اور فریب کا پردہ فاش کر ہی دے گی۔

معاویہ اہل بہشت ہے

۲۶۔ ابن عساکر نے نعیم بن حماد کے طریق سے، اس نے محمد بن حرب سے، اس نے ابوبکر بن ابی

۱۔ الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۲۷۴ نمبر ۱۲۵۰)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ (ج ۸ ص ۱۳۰۔۱۳۱ حوادث ۶۰ھ)

مریم سے، اس نے محمد بن زیاد سے، اور اس نے عوف بن مالک اشجعی سے نقل کیا ہے:

میں یوحنا کے کلیسا (جہاں اس وقت ایک مسجد تھی لوگ وہاں نماز پڑھتے تھے) میں سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک شیر نظر آیا جو میرے سامنے پیر مار رہا تھا، میں نے اسے اپنے پاس رکھے ہوئے اسلحہ سے حملہ کرنا چاہا۔ شیر نے کہا: ٹھہرو، میں تم تک ایک پیغام پہنچانے کے لئے مامور ہوں۔ میں نے کہا: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ کہا: خداوند عالم نے مجھے بھیجا ہے تا کہ تم سے کہوں کہ معاویہ کو سلام پہنچاؤ اور اس کو خوشخبری سنا دو کہ وہ جنتی ہے۔ میں نے سوال کیا: معاویہ کون ہے؟ کہا: معاویہ بن ابی سفیان۔ (۱)

اسناد روایت پر ایک نظر:

۱۔ نعیم بن حماد: اس سے قبل بتایا گیا کہ پکا جھوٹا اور جعل ساز تھا۔

۲۔ محمد بن زیاد: حمصی، شامی اور ناصبی، امیر المومنینؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔ ابن معین نے اس کی توثیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ موثق وامین ہے۔ (۲) ابن حیان کہتے ہیں: اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا مگر یہ کہ کسی دوسرے سے منقول ہو۔ (۳) حاکم نے کہا: حریز بن عثمان (۴) کی طرح اس کا ناصبی ہونا معروف ہے۔ (۵)

۳۔ ابوبکر بن ابن مریم: شامی اور عثمانی تھا۔ احمد، نسائی، دارقطنی اور ابوزرعہ کے بقول ضعیف ہے۔ (۶). ابن معین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۷) ابوزرعہ کہتے ہیں: وہ ضعیف اور اس کی حدیث منکر و غیر معروف ہے۔ ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں: اس کی حدیث جعلی اور ضعیف ہے، چوروں کے

۱۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ ص ۱۶)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۴۲۹ نمبر ۵۱۲۴)

۳۔ الثقات (ج ۵ ص ۳۷۲)

۴۔ یہ شخص ہر روز ستر مرتبہ حضرت علیؑ پر لعنت بھیجتا تھا، یہ صحیح بخاری کے رجال میں سے ایک ہے۔

۵۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۰ (ج ۹ ص ۱۵۰)

۶۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۳۹ نمبر ۱۴۸۴)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۶۲ نمبر ۶۹۹)؛ طبقات کبری (ج ۷ ص ۴۶۷)

۷۔ التاریخ (ج ۴ ص ۴۳۷ نمبر ۵۱۷۳)

توسط سے مروی ہیں۔(۱) جوزجانی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے۔ دارقطنی کی نظر میں متروک ہے۔(۲)

ابن کثیر حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف وغریب ہے۔ یہ سب خواب کی باتیں تھیں اور ''جب خواب سے بیدار ہوا'' کی عبارت ابن مریم سے منقول نہیں ہے۔(۳) واللہ اعلم

علامہ امینی فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہے کہ یہ شیر درندہ جنت کی بشارت سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس پیغام اور اس پیغمبر معصوم کے کلام میں کون سی نسبت ہے جو اپنی خواہشات سے کچھ نہیں کہتا؟ جب کہ معاویہ کو رسول خداؐ نے جہنم کی بشارت دی ہے اور اس پر لعنت کی ہے، اس طرح اس شیر کے پیغام اور ان احادیث صحیحہ کے پیغام میں جو امیر المومنین اور عادل صحابہ کرام سے منقول ہوئی ہیں، دونوں میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے؟ معاویہ سے متعلق صحابہ کرام کے ارشادات وکلمات دسویں جلد میں نقل کئے گئے۔

یہ بات بھی فکر انگیز ہے کہ قرآن کریم کی آیت اور اس پیغام میں کون سی نسبت پائی جاتی ہے، جس میں خداوند عالم نے گناہ کی بنیاد رکھنے والے اور اسلامی حدود کو تجاوز کرنے والے پر ہر گناہ کو وعدہ عذاب دے کر فرمایا ہے: حدود خدا سے تجاوز کرنے والا ستمگر ہے۔(۴) یہ بھی فرمایا: نیکی اور بدی، اچھائی اور تباہ کاری مساوی نہیں ہیں۔

خدا شکم معاویہ کو سیر نہ کرے

۲۷۔ احمد، مسلم اور حاکم وغیرہ نے ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اسی وقت رسول خداؐ تشریف لائے۔ میں نے سوچا: شاید آنحضرت میرے لئے آئے ہیں، لہٰذا میں ایک دروازے میں داخل ہوا تو رسول خداؐ نے بھی چند قدم میری طرف بڑھائے۔ فرمایا: جاؤ معاویہ

۱۔ الجرح والتعدیل (ج۲ص۴۰۵نمبر۱۵۹۰)

۲۔ تہذیب التہذیب (ج۱۲ص۳۳)

۳۔ البدایۃ النہایۃ (ج۸ص۱۳۲ حوادث ۶۰ھ)

۴۔ بقرہ/۲۲۹

سے کہو کہ میرے پاس آئے، میں نے جا کر پیغام رسول سنایا، لوگوں نے کہا: وہ ابھی غذا تناول کر رہا ہے۔ میں نے سارا ماجرا بیان کر دیا، تیسری مرتبہ آنحضرت نے فرمایا: خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ کبھی سیر نہ ہوا۔ (۱)

ابن کثیر اس حدیث کو فضائل معاویہ کے ضمن میں نقل کر کے لکھتے ہیں: ''معاویہ رسول اسلامؐ کی اس دعا سے دنیا و آخرت دونوں میں بہرہ مند تھے۔ دنیا میں اس جہت سے کہ جب وہ شام کے حاکم ہوئے تو ہر روز سات مرتبہ ان کے سامنے گوشت سے بھرا ہوا قاب لایا جاتا اور وہ چٹ کر جاتے تھے، وہ ہر روز سات مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور اس کے بعد کثیر مقدار میں میٹھا اور پھل وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں: خدا کی قسم! اب بھی سیر نہیں ہوا یہ ایسی نعمت ہے جس کے تمام حکام اور بادشاہ آرزومند تھے کہ ایسی عظیم نعمت اور نایاب معدہ کے حامل ہوں۔ آخرت میں اس اعتبار سے کہ مسلم نے اس حدیث کو بخاری (۲) کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: خدایا! میں بھی بشر ہوں میں نے اگر کسی کے لئے بدعا کی ہے اور وہ اس بدعا کے لائق نہیں تھا تو روز قیامت اس بدعا کو کفارہ اور خدا کے تقرب کا باعث قرار دے گا۔ چنانچہ مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث کے پیش نظر معاویہ کے لئے ایک طرح کی فضیلت بیان کی ہے اور اس فضیلت کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت نقل نہیں کی ہے۔ (۳)

تبصرہ امینی

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پسر ہند کے ہوا خواہوں اور ان افراد سے جو اس کے لئے

۱۔ صحیح مسلم ج ۸ ص ۱۲۷ (ج ۵ ص ۲۱۷ ح ۹۷-۰۶/۱ کتاب البر والصلہ والآداب)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۱۹ (ج ۸ ص ۱۲۷-۱۲۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۳۳۹ ح ۶۰۰۰)

۳۔ البدایہ والنہایہ (ج ۸ ص ۱۲۷-۱۲۸ حوادث ۶۰)

فضیلت گڑھتے ہیں اور رذالت کو فضیلت بتا کر صاحب رسالت سے نقل کرتے ہیں، سوال کیا جائے کہ کیا وہ سود و زیان کے مفہوم سے واقف ہیں جو انہوں نے یہ لاف گزائی کر دی کہ رسول خداؐ کی بدعا سے معاویہ دنیا و آخرت میں بہرہ مند تھا؟ کیا انہوں نے کمال نفس اور انسانیت کے واقعی حدود کی معرفت حاصل کر لی تھی .؟ میرے خیال میں ایسا ہرگز نہیں ہے، ورنہ جو شخص اسے نعمت شمار کرے اور حکام و بادشاہوں کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ حیوانوں کے مساوی تھے وہ یقیناً احمق ہے۔ ہاں! دنیا کی یہ منفرد نعمت جگر خوارہ ہند کے ذلیل بیٹے ہی کا نصیب بن سکتی ہے، جو لوگ ایسا خیال کرتے ہین ان کی نظر میں زندگی کی سعادت صرف شکم پری اور بھوک بھگانے میں ہی مضمر ہے۔

لیکن روایت کے الفاظ اور حالات سے جو بات مستفاد ہے وہ یہ کہ یہ حدیث ذلت و پستی کے لئے بیان ہوئی ہے رحمت کے لئے نہیں اور رسول اکرم کی یہ دعا معاویہ کے خلاف تھی اس کے فائدے پر مشتمل نہیں تھی۔ ابن کثیر لوگوں کو فریب کیسے دے سکتا ہے جب کہ ابوذر غفاری اس شخص کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے تجھ پر لعنت کی ہے اور بدعا دی ہے کہ تو کبھی شکم سیر نہیں ہوگا۔ معاویہ کی یہ مذمت اور تقمت اتنی مشہور ہوئی کہ محاورہ اور ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئی، اس پر یہ شعر کہا گیا:

و صاحب لی بطنه کالمعاویه   کان فی احشاء معاویه

''میں اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ اس کا شکم جہنم کی مانند ہے اور تو کہتا ہے معاویہ کے معدہ کا حامل ہے''۔

مسلم کی حدیث جس کا دروغ و بہتان بالکل آشکار ہے صرف اس مقصد کے تحت گڑھی گئی ہے تا کہ کلام رسولؐ کی اپنے طور پر تاویل و تفسیر کی جا سکے، شیطان کے طرفداروں خاص طور سے معاویہ بن ابی سفیان کا دفاع کیا جا سکے اور لوگوں کو معاویہ کی فحاشی اور گناہوں سے دور رکھا جا سکے۔ اسی خام خیالی کے پیش نظر رسول خدا کی پیروی میں مکر و فریب کے حیرت انگیز جال بچھائے گئے چنانچہ آنحضرت سے مروی الفاظ کی دلالت و نصوص کے سلسلے میں کہا گیا کہ آنحضرت نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا ہے بلکہ عادتاً منھ سے نکل گیا ہے۔ جعل سازوں کا یہ گروہ اس بات سے غافل رہا کہ رسول خداؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں

کہتے، ان کا کلام وحی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو خلق عظیم پر فائز ہیں۔ ان پر نازل کی گئی کتاب میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴾ ''اور جو لوگ صاحبان ایمان مرد و عورتوں کو بغیر کچھ کئے اذیت دیتے ہیں انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے''۔(۱)

ایک صحیح روایت میں رسول خداؐ کا ارشاد ہے: حقیقی مسلمان تو وہ ہے جس کے دست و زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔(۲)

آنحضرت نے فرمایا: مومن کبھی دوسرے پر لعنت و نفرین نہیں کرتا۔(۳)

آنحضرت نے فرمایا: میں نفرین و لعنت کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں بلکہ رحمت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔(۴)

فرمایا: مومن پر لعنت کرنا فسق و فجور ہے۔(۵)

فرمایا: دو افراد آپس میں دشنام طرازی کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔(۶)

۱۔احزاب/۵۸

۲۔صحیح بخاری (ج۱ص۱۳ح/۱۰)؛ صحیح مسلم (ج۱ص۹۶ح/۴۱ کتاب الایمان)؛ مسند احمد (ج۲ص۳۹۶ح/۶۷۶۲)؛ سنن ترمذی (ج۴ ص ۵۷۰ح/۲۵۰۴)؛ سنن نسائی (ج۶ ص ۵۳۰ح/۱۱۷۲۶، ۱۱۷۲۷)؛ معجم الکبیر طبرانی (ج۱ ص ۳۶۹ ح/۱۱۳۷)؛ الاحسان ابن حبان (ج۲ص۱۲۵ح/۳۹۹)؛ مسند طیالسی (ص۲۳۶ح/۱۷۷۷)

۳۔مستدرک حاکم ج۱ص۱۲، ۴۷ (ج۱ص۵۷ح/۲۹؛ ص۱۱۰ح/۱۳۵)

۴۔صحیح مسلم ج۸ص۲۴ (ج۵ص۱۲۸ح/۸۷)

۵۔یہ حدیث متفق علیہ ہے: صحیح بخاری (ج۱ص۲۷ح/۴۸)؛ صحیح مسلم (ج۱ص۱۱۴ح/۱۱۶ کتاب الایمان)؛ سنن ترمذی (ج۴ ص۳۱۱ح/۱۹۸۳)؛ سنن نسائی (ج۲ص۳۱۳ح/۳۵۶۷۔۳۵۷۸)؛ سنن ابن ماجہ (ج۲ص۱۲۹۹ح/۳۹۳۹۔۳۹۴۱)؛ معجم الکبیر طبرانی (ج۱ص۱۴۵ح/۳۲۵) حاکم اور دار قطنی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

۶۔مسند احمد (ج۵ص۱۶۷ح/۱۷۰۳۳ص۳۳۱ح/۱۷۸۷۸)؛ مسند طیالسی (ص۱۳۶ح/۱۰۸۰)

فرمایا: اگر کوئی شخص کسی سے ایسی بات منسوب کرے جو اس میں نہیں ہو اور اس سے اس کا مقصد عیب جوئی ہو تو خداوند عالم اس کی بات ختم ہونے تک اسے جہنم کی آگ میں محفوظ رکھے گا۔(۱)

کیا یہ لوگ اس رسول کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جن کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ کسی بات سے ناراض ہوگئیں، رسول نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے، اس وقت شیطان تمہارے ساتھ ہے.؟ عائشہ نے کہا: کیا آپ کے پاس شیطان نہیں آتا؟ فرمایا: ہاں! لیکن میں نے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے اس پر کامیابی عطا فرمائی، وہ اسلام لایا اور میرے سامنے تسلیم ہوگیا، اب وہ خیر کے علاوہ کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔(۲)

کیا یہ اس پیغمبر کے بارے میں بات کر رہے ہیں جس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے فرمایا: غم وغصہ، خشونت ورضایت بلکہ میری ہر حالت کو لکھو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس سے حق کے علاوہ کوئی بات نہیں نکلتی (اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا)۔(۳)

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے: میں رسول خدا کی ہر بات سنتا، لکھتا اور پڑھتا تھا تاکہ اسے محفوظ کرسکوں قریش مجھے اس کام سے روکتے تھے، وہ کہتے: تم پیغمبر کی جو بات سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو حالانکہ پیغمبر بھی ہمارے جیسے بشر ہیں جو خشم ورضا کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنے سے پرہیز کیا اور رسول خدا سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے زبان کی جانب اشارہ کرکے فرمایا: لکھو، اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اس زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔(۴)

امیر المومنین کے ارشاد کے مطابق رسول خداؐ دنیا کے لئے کبھی ناراض نہیں ہوئے اور جب حق کے لئے غضبناک ہوتے تو کوئی تشخیص نہیں دے پاتا تھا، وہ غصہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس پر قابو پالیتے

۱۔ الترغیب والترہیب ج۳ص۱۹۷ (ج۳ص۵۱۵ح۳۲/)

۲۔ احیاء العلوم ج۳ص۱۶۷ (ج۳ص۱۶۴)

۳۔ احیاء العلوم ج۳ص۱۶۷ (ج۳ص۱۶۴)؛ مسند ابوداؤد (ج۳ص۳۱۸ح۳۶۴۶/)

۴۔ سنن دارمی (ج۱ص۱۲۶)

تھے۔(۱)

کیا یہ لوگ پسر ہند کے دامن کو پاک صاف بنانے کے لئے جھوٹی نسبتوں سے پیغمبر اکرم کی مقدس شخصیت کو آلودہ کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ خود آنحضرت فرماتے ہیں: اگر کوئی بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ لعنت آسمان تک جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں. پھر وہ لعنت زمین پر واپس پلٹ آتی ہے اور زمین کے دروازے بھی اس پر بند ہو جاتے ہیں پھر وہ داہنے جانب جاتی ہے اور جب تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں تو وہ اس انسان کی طرف واپس پلٹ آتی ہے جس کے لئے لعنت کی گئی تھی اور اگر وہ مستحق نہیں ہوتا تو لعنت کرنے والے کی جانب پلٹ جاتی ہے۔(۲)

کیا یہ لوگ ان جھوٹی نسبتوں کا سہارا لے کر رسول خدا کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں؟ وہ رسول جس نے آداب الٰہی کے ذریعہ امت کی تربیت کی اور اپنے اصحاب کو ہر چیز حتی حیوانوں کو اذیت کرنے سے روکا ہے، آپ کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص اس پر لعنت کرے جو اس لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ اسی کی جانب پلٹ جاتی ہے۔(۳)

ایک شخص آپ کے ہمراہ راستہ طے کر رہا تھا اور اس نے اپنے اونٹ کو برا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! جس اونٹ پر نفرین کی ہے اس کے ہمراہ حرکت نہ کرو۔(۴)

پیغمبر کی حدیث ہے: جس قافلے کے شامل حال خدا کی لعنت ہو وہ ہمارے ہمراہ سفر نہ کرے۔(۵)

رسول خدا اس سلسلے میں بہت زیادہ تاکید فرماتے اور لوگوں کو لعنت کرنے سے روکتے تھے چنانچہ سلمہ بن اکوع کا بیان ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی پر لعنت کرتا تھا تو ہمارے سامنے عظیم گناہوں کا

۱۔ شمائل ترمذی (ص ۱۱۳ ح ۲۲۵)

۲۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۶ (ج ۳ ص ۴۷۲ ح ۱۶)

۳۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۷ (ج ۳ ص ۴۷۴۔۴۷۵ ح ۲۱۔۲۶)

۴۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۶ (ج ۳ ص ۴۷۴ ح ۱۹)

۵۔ صحیح مسلم ج ۸ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۱۶۶۔۱۶۷ ح ۸۳ کتاب البر والصلہ والآداب)

دروازہ مجسم ہو جاتا تھا۔(۱)

لہٰذا ان باطل تاویلوں اور بیہودہ بکواس پر توجہ نہیں دینی چاہئے، رسول خداؐ جس پر لعنت کریں، وہ درحقیقت ملعون ہے، جسے مورد لعن قرار دیں وہ اس کا مستحق ہے اور جسے کوڑا ماریں اسے شرعی حیثیت حاصل ہے، جس کے بارے میں رسول خداؐ بدعا کریں وہ اس کے شامل حال ضرور ہوتی ہے، کیا کوئی منصف مزاج جانکار اس ذلت آمیز خیال کو قبول کرے گا کہ رسول خداؐ امت کی ایسی فرد پر لعنت کریں جو اس کا قطعی مستحق نہیں ہے؟ نہیں کبھی نہیں، جو رسول مکارم اخلاق کی بنیاد پر مبعوث ہوا ہو وہ اس افترا پردازی سے قطعی منزہ ہے۔

اس خیال پردازی کے صحیح ہونے کی صورت میں رسول خداؐ کے گفتار و کردار، قضاوت اور نفاذ حدود مشکوک قرار پاتے ہیں، اور انسان کے لئے مخفی رہ جاتا ہے کہ یہ امور الٰہی تحریک کی بنیاد پر نافذ ہوئے تھے یا شہوت رانی اور اپنی آتش غضب خاموش کرنے کی بنیاد پر؟! یہ کیسا معصوم رسول ہے؟! ایسی صورت میں اس کی سنت پر عمل پیرا کیسے ہوا جا سکتا ہے؟!

متذکرہ دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت امت کے لئے لائق اقتدا ہے؟! اور ان کے اور امت کے درمیان کون سا فرق رہ جاتا ہے کیونکہ غیظ و غضب اور خواہشات نفسانی سبھی پر غلبہ پا لیتے ہیں؟! ایسی صورت میں کون مسلمان رسول خداؐ کی پیروی کرے گا؟!

ابن حجر کی تند مزاجی اور لاف گزائی یہاں تک پہونچ گئی کہ اس نے مسلم کی متذکرہ حدیث (جو ایسی بات کو ثابت کرتی ہے جسے عقل و منطق قبول نہیں کرتی اور جو مسلم اصول دین کے قطعی برخلاف ہے) سے استناد کرتے ہوئے حَکم جیسے مردود بارگاہ رسولؐ پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔(۲)

اہل سنت نے اس مقام پر بہت زیادہ داؤ پیچ دکھایا ہے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شرمی کی انتہاء کردی ہے؛ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ قول نقل کیا ہے: **ان ظاهر هذا الحديث يعطينا اباحة**

۱۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۴۷۲ ح ۱۵)

۲۔ الصواعق محرقہ ص ۱۰۸ (ص ۱۸۱)

تلکم المحظورات للنبی فحسب "اس حدیث کے ظواہر ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ صرف رسول خداؐ ان ممنوعہ امور کو انجام دے سکتے ہیں"۔(۱)

سیوطی نے رسول خداؐ کی خصوصیات میں اسے بھی شمار کیا ہے: باب اختصاصه بجواز لعن من شاء بغیر سبب "آنحضرت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سبب اور علت کے بغیر جسے چاہے لعنت کر سکتے ہیں"۔(۲)

قسطلانی لکھتے ہیں:

کان له ان یقتل بعد الامان و ان یلعن من شاء بغیر سبب و جعل الله شتمه و لعنه قربة للمشوم و الملعون لدعاءه "آنحضرت کو حق حاصل تھا کہ وہ امان دینے کے بعد قتل کر دیں اور سبب و علت کے بغیر کسی بھی پر لعنت کریں، خداوند عالم نے اس دشنام طرازی اور لعنت کو اپنی دعا کی وجہ سے ملعون و مشوم (جس کو گالی دی گئی ہے) کے لئے باعث تقرب قرار دیا ہے"۔(۳)

کیا کوئی اس احمق کی فکر پر نہیں ہنستا؟! یہ بات کیسے ممکن ہے حالانکہ اس نے خود ہی فرض کیا ہے کہ لائق مذمت قرار پانے والا، اس سے ملحق دعا کی وجہ سے مستحق رحمت و مہربانی ہوتا ہے؟! لہٰذا رسول رحمت کے پاس ان افراد کی ہتک حرمت کرنے اور مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی انہیں رسوا اور بدنام کرنے کا کیا جواز ہے؟! کیا دوسری دعا اس ننگ و عار کی نشانی کو پاک و صاف کر دیتی ہے جو پہلی دعا کی وجہ سے ان سے ملحق ہوئی تھی؟! کیا جو افعال ذاتاً ناپسند تھے، ان کا رسول خدا کے سلسلے میں مباح ہونے کے لئے کوئی معقول دلیل ہے؟! مومنین کے یہاں ایمان کی صفت ہوتے ہوئے ان کی ہتک حرمت کرنا، کسی کے لئے مباح ہے، چاہے وہ رسول ہوں یا کوئی اور؟!

میں نہیں جانتا اور مجھے یقین ہے کہ جس کا یہ نظریہ ہے، وہ بھی اس سے ناواقف ہوگا۔

۱۔ الخصائص الکبری، سیوطی ج۲ص۲۴۴ (ج۲ص۴۲۵)؛ مواهب اللدنیہ ج۱ص۳۹۵ (ج۲ص۶۲۵)

۲۔ ملاحظہ ہو: خصائص الکبری ج۲ص۲۴۴ (ج۲ص۴۲۵)

۳۔ مواللدنیہ ج۲ص۶۲۵

دوسرا اہم نکتہ: قرآن مجید میں جو طعن و تشنیع اور لعنتیں کی گئیں ہیں، وہ انہیں افراد کے لئے ہیں جن کا قرآن مجید نے قصد کیا ہے اور رسول خداؐ نے اسے بیان کیا ہے۔ کیا خداوند عالم کی طرف سے بھی اسی طرح ہے جیسا رسول خدا کے لئے خیال کیا گیا ہے، کیا ان کی بھی مدح و رحمت اور تقرب کے ذریعہ تاویل و تفسیر ہو سکتی ہے؟! ایسی صورت میں یہ آیتیں ان افراد کے مردود و ملعون ہونے کے بجائے ان کے جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ ہونے پر دلالت کریں گی۔

کیا اس سلسلے میں خداوند عالم کا کوئی عہد و پیمان ہے اور اس نے قسم کے ذریعہ یاد کیا ہے کہ یہ لعنتیں باعث رحمت اور موجب تقرب ہیں؟! یا یہ کہ یہ الفاظ اپنے واقعی اور حقیقی مفاہیم و معانی پر دلالت کرتے ہیں؟! میں نہیں جانتا کہ اہل سنت کیا کہتے ہیں! کیا وہ قرآنی الفاظ سے حقیقت کو اسی طرح سلب کرتے ہیں جیسے رسولخداؐ کے الفاظ سے سلب کیا ہے؟! ایسی صورت میں افہام و تفہیم اور طریقۂ گفتگو کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔

رسولؐ نے حکم خدا سے معاویہ کو کتابت وحی پر مامور فرمایا

۲۸۔ مسرۃ بن عبداللہ خادم سے منقول ہے کہ کردوس بن محمد باقلانی نے یزید بن محمد مروزی سے، اس نے اپنے والد سے اور اس کے جد نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں رسول اسلامؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معاویہ پہنچے، رسول نے مجھ سے قلم لے کر معاویہ کو دے دیا، میں نے صرف یہی محسوس کیا کہ خداوند عالم نے انہیں اس کام پر مامور فرمایا ہے۔

ابن حجر نے اس روایت کو نقل کر کے اسے مسرۃ بن خادم کی جعل سازیوں کا عنوان قرار دیا ہے، کہا: اس کے الفاظ باطل اور سند جھوٹی ہے۔(۱)

خطیب نے اپنی تاریخ میں اس مسرۃ کے طریق سے عمر و ابوبکر کے متعلق ایک منقبت نقل کر کے لکھا

۱۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۰ (ج ۶ ص ۲۴ نمبر ۸۳۱۴)

ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور جعل ہے، مسرۃ کے علاوہ اس حدیث کے تمام رجال موثق ہیں۔(۱)

معاویہ شہر علم رسولؐ کے دروازے کی زنجیر

۲۹۔انس سے مرفوع روایت مروی ہے: میں شہر علم ہوں، علیؑ اس کے دروازہ اور معاویہ اس کی زنجیر ہے۔(۲)

مجھے پورا یقین ہے کہ ان خرافات کو اس لئے جعل کیا گیا ہے تا کہ اس کتاب کی تضحیک کی جائے جسے رسول خدا نے وحی خدا کی اساس پر موثق افراد کے فضائل پر مشتمل پیش کیا ہے۔ کوئی اس حدیث کو قبول کر ہی نہیں سکتا چاہے ہزار مکر وفریب کا سہارا لے کر اور ہزاروں احادیث جعل کر کے معاویہ کی گھناؤنی شخصیت کو پاک ومنزہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جائے۔

خدایا! معاویہ کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ

۳۰۔طبرانی نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے معاویہ سے فرمایا: خدایا! اسے حساب وکتاب کی تعلیم دے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔(۳)

ترمذی کی عبارت ہے: خدایا! اسے ہادی ومہدی (ہدایت شدہ) قرار دے، اس کی ہدایت فرما۔ ابن عساکر نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔(۴)

ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔(۵)

۱۔تاریخ بغداد (ج۱۳ص۲۷۲نمبر۷۲۲۸)

۲۔مقاصد حسنہ (ص۱۲۴ح۱۸۹)؛ الفتاوی الحدیثیۃ (ص۲۶۹)

۳۔معجم الکبیر (ج۱۸ص۲۵۱ح۶۲۸)

۴۔سنن ترمذی (ج۵ص۶۴۵ح۳۸۴۲)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج۶ص۶۲نمبر۲۹۶؛ مختصر تاریخ دمشق ج۳ص۳۱۶)

۵۔الاستیعاب (القسم الثانی ص۸۴۳نمبر۱۴۳۵)

بیت مقدس میں معاویہ کی بیعت کے بارے میں رسول کی پیشین گوئی

۳۱۔عبدالرحمن بن ابی عمیرہ سے مرفوع روایت منقول ہے: بیت المقدس میں ہدایتی بیعت واقع ہوگی۔

ابن سعد(۱) نے ولید بن مسلم سے، اس نے شام کے ایک بزرگ سے، اس نے یونس بن میسرہ بن جلیس سے اور اس نے عبدالرحمن سے اس کی روایت کی ہے۔(۲)

روایت کی سند میں شامیوں کا سلسلہ ملاحظہ فرمایئے:

ولید مولی بنی امیہ سے: شام کا عالم تھا ہمیشہ خطائیں کرتا تھا، اس نے چند جھوٹوں سے نقل کیا ہے، پھر مکر و فریب شروع کر دیا ہے۔ اوزاعی نے ضعیف اور غیر معروف حدیثوں کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، اس کے بعد ولید نے ان سب کو سند سے حذف کر کے صرف اوزاعی کو ذکر کیا ہے۔

یونس سے: نابینا شامی تھا، اس نے معاویہ کا زمانہ دیکھا ہے اور اس سے روایت کی ہے نیز اس کے انعامات واکرام کا بھرپوری مزہ بھی لیا ہے۔

عبدالرحمن سے: جس کی روایتیں ثابت نہیں۔ عبدالبر کہتے ہیں: اس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

بحکم خدا رسول نے معاویہ سے مشورہ کیا

۳۲۔ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن محمد سے، اس نے ابو بکر محمد بن علی سے، اس نے ابوالحسن احمد بن عبداللہ سے، اس نے احمد بن ابی طالب سے، اس نے ابو عمرو سعیدی سے، اس نے علی بن روح سے، اس نے علی بن عبید عامری سے، اس نے جعفر بن محمد انطاکی سے، اس نے اسماعیل بن عیاش سے، اس نے تمام بن نجیح اسدی سے، اس نے عطا سے اور عطا نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا:

۱۔طبقات کبری (ج ۷ص ۴۱۷)　　۲۔الاصابۃ ج ۲ص ۴۱۴(نمبر ۵۱۷۷)

''میں رسول خداؐ کے ہمراہ بیٹھا تھا، وہاں میرے علاوہ دو اصحاب اور بھی موجود تھے۔ فرمایا: جب معاویہ ہمارے پاس تھے تو ہم بعض امور سے متعلق ان سے مشورہ کرتے تھے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ان امور سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ پھر فرمایا: مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں بعض امور سے متعلق ابو سفیان کے بیٹے سے مشورہ کروں، واللہ اعلم''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس سند میں کئی مجہولات اور غیر معروف باتیں موجود ہیں۔ اس میں جعفر بن محمد الظا کی کی ثقہ نہیں ہے۔(۲) اسماعیل بن عیاش حمصی کی اگر چہ بعض لوگوں نے توثیق کی ہے، لیکن جوز جانی کہتے ہیں: اسماعیل کی باتیں نیشاپور کے لباس سے کتنی مشابہ ہیں جس میں کئی رنگ ظاہر ہوتے ہیں، لگ بھگ دس افراد نے اس کی برائی کی ہے، علاوہ ازیں اس نے یہ روایت جھوٹوں سے نقل کی ہے۔

ابو اسحاق فرازی کہتے ہیں: مشہور راویوں کی روایتیں اسماعیل سے مروی نہیں ہیں وہ ایسا شخص ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے مغز سے کون سے بات نکل رہی ہے، جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں: مجھے اس کی روایت پسند نہیں۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے: اس کی بات سے استناد نہیں کیا جاسکتا۔ حاکم کہتے ہیں: جلالت قدر کے باوجود اگر وہ کسی حدیث کو تنہا نقل کرے تو چونکہ اس کا حافظہ صحیح نہیں تھا اس لئے قابل قبول نہیں۔ علی بن حجر کہتے ہیں: اگر ابن عیاش بہت زیادہ خیال پردازی نہ کرتا تو حجت تھا۔(۳)

راویوں میں ''تمام بن نجیح دمشقی'' بھی ہے، جس کے بارے میں احمد کہتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔(۴) حرب اس نظریہ کے متعلق کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ابو ذرعہ کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم کی نظر میں اس کی حدیث منکر ہے۔(۵) بخاری کہتے ہیں:

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، سیوطی ج ۱ ص ۴۲۱

۲۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۲۴ (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۲۰۴۹)

۳۔ اسی جلد کے گذشتہ صفحات ملاحظہ فرمائیں

۴۔ الجرح والتعدیل ملاحظہ کریں

۵۔ الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۴۴۵ نمبر ۱۷۸۸)

لائق تامل ہے۔(۱) ابن عدی کا بیان ہے: جو روایتیں اس نے نقل کی ہیں انہیں موثق افراد نہیں مانتے، وہ موثق نہیں۔(۲) ابن حیان کہتے ہیں: موثق افراد سے جعلی روایتیں نقل کرتا ہے جن پر صحت کا گمان ہوتا ہے۔(۳) بزار کہتے ہیں: قوی نہیں ہے۔ عقیلی کا بیان ہے: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔(۴) ابوداؤد کے مطابق آجری کہتے ہیں: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔(۵)

جنت میں رسولؐ سے معاویہ کی ملاقات

۳۳۔ابن عساکر نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابوالحسن قرضی نے ابوالقاسم بن علا سے، اس نے ابوبکر بن عبداللہ بن احمد بن عثمان بن خلف سے، اس نے ابوذرعہ محمد بن احمد بن ابی عصمہ سے، اس نے احمد بن علی سے، اس نے علی بن محمد بن فقیہ سے، اس نے محرز بن عون سے، اس نے شبانہ سے، اس نے محمد بن راشد سے اور اس مکحول سے روایت کی ہے:

پیغمبرؐ نے لکڑی کے دو تیر معاویہ کو دیتے ہوئے فرمایا: اسلام کے ان دو تیروں کو لو جنت میں ان دو نوں کے ہمراہ میرا دیدار کرو گے۔ جب معاویہ کی وفات ہوئی تو ان دو تیروں کو بھی اس کے ساتھ سپر خاک کر دیا گیا، جب رسول اسلامؐ نے مکہ میں اپنا سر تر شوایا تو سر کا ایک بال معاویہ کو دیا معاویہ نے اسے محفوظ رکھا وقت وفات ان بالوں کو اس کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا گیا۔ واللہ اعلم۔(۶)

تبصرۂ امینی

متذکرہ تمام سندیں باطل اور غیر معتبر ہیں اور آخری راوی نے سند کی مٹی پلید کر دی ہے اس لئے کہ

۱۔التاریخ الکبیر (ج ۲ ص ۱۵۷ نمبر ۲۰۴۶)
۲۔الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۸۴ نمبر ۳۰۴)
۳۔کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۲۰۴)
۴۔الضعفاء الکبیر (ج ۱ ص ۱۶۹ نمبر ۲۱۰)
۵۔تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱۰ (ج ۱ ص ۴۴۸)
۶۔مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ ص ۱۱): اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۴۲۲

مکحول دمشقی کی روایت مرسل ہے، وہ صحابی نہیں ہے۔ ابن سعد نے اسے اہل شام کے تابعین کے طبقہ سوم میں ذکر کیا ہے، وہ ضعیف اور ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔(۱) سند روایت میں ''محمد بن راشد دمشقی'' بھی موجود ہے، وہ اگرچہ عابد وزاہد تھا لیکن حدیث گوئی اس کا مشغلہ نہیں تھا، اس سے منکر روایتیں بہت زیادہ مروی ہیں جنھیں الگ ہی رکھنا چاہئے۔ دار قطنی کہتے ہیں: اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے: اس کی حدیث ضعیف ہے۔(۲)

شبانہ فزاری بھی اس حدیث کا راوی ہے جو فرقہ مرجہ کی تبلیغ کرتا تھا۔ احمد نے اسے بالکل الگ رکھا ہے اور اس کی حدیث نقل نہیں کی ہے، چاہے جتنی نسبت دی جائے وہ اس کی روایت پسند نہیں کرتے تھے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں: لوگ اس کی حدیث لکھتے ہیں لیکن اس سے احتجاج نہیں کرتے۔(۳) ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وہ مرجہ کا مبلغ تھا، اس سے اس سے بھی بدترین مطالب مروی ہیں، اس کے عمل سے بھی مرجہ کی تبلیغ جھلکتی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: پھر ایسے شخص کی روایت کیوں نقل کی؟ جواب دیا: میں نے اس کے عقائد سے واقف ہونے سے قبل نقل کی ہے۔ ان باتوں سے قبل یہ شخص اہل بیت رسول کا دشمن تھا، تبلیغ کی حالت میں فالج کا اٹیک ہوا اور واصل جہنم ہو گیا۔(۴)

حلقہ اسناد میں تمام غیر معروف افراد موجود ہیں، کسی نے ان کی تائید نہیں کی ہے۔

نبوت کی حالت میں معاویہ کا محشور ہونا

۴۴۔ اسحاق بن محمد بن موسی نے محمد بن حسن کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ معاویہ اپنے حلم اور کلام خدا پر اعتماد کی وجہ سے قیامت کے دن پیغمبر کی حالت میں مبعوث ہوگا''۔

۱۔ طبقات الکبری ج ۷ ص ۴۵۳

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۵۹ (ج ۹ ص ۱۴۰)

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۳۹۲ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۰۱ (ج ۴ ص ۲۶۴)

ابن حجر نے لسان المیزان میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ محمد بن حسن شاید وہی نقاش صاحب تفسیر ہو جو جھوٹا اور فریبی تھا۔(۱)

معاویہ کے چاہنے والوں سے حساب و کتاب نہیں ہوگا

۳۵۔سعید بن مسیب سے منقول ہے: جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کو دوست رکھے گا اور جنت میں ان کے ایک ساتھ رہنے کی گواہی دینے کے ساتھ ساتھ معاویہ کے لئے دعائے مغفرت کرے گا تو خداوند عالم اس سے قیامت میں حساب و کتاب نہیں کرے گا۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خداوند عالم جس سے سب سے پہلے حساب و کتاب کرے گا وہ معاویہ ہی ہوگا جس کیلئے رسول خداؐ اور حضرت علیؑ دونوں نے بددعا کی ہے(حدیث گذر چکی ہے)اس حساب و کتاب میں صحابہ کرام اور بارگاہ خداوندی کے عادل افراد تماشائی ہوں گے اور اس ذلیل شخص پر لعنت کریں گے۔

اس اعتبار سے کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم ابوسفیان کے اس بیٹے سے حساب و کتاب نہیں کرے گا جس نے شریعت کے برخلاف احکامات صادر کئے ہیں؟ اور کیا معاویہ اس کے باوجود بھی کہ اس نے حضرت علیؑ کو گالی دیں، انہیں خوار کیا، لوگوں کو ان کی دشمنی پر مجبور کیا، ان کے خلاف شمشیر بکف ہوا اور ان سے جنگ کی، ان کے شیعوں پر دل ہلا دینے والے وحشیانہ مظالم روا رکھے، کیا ان کے باوجود بھی اس پر ترحم کیا جا سکتا ہے؟

عثمان کی نصرت سے معاویہ کا احتراز کرنا، ان کے دفاع سے دست بردار ہونا اور اپنے سپاہیوں کو ان کے بارے میں خصوصی ہدایتیں دینا و... کیا یہ امور عثمان سے اس کی محبت و الفت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ محشور ہو اور مستوجب ترحم ہو۔

۱۔لسان المیزان ج۵ص۱۲۵(ج۵ص۱۴۲نمبر۷۲۰۷)

۲۔البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۳۹(ج۸ص۱۴۸حوادث۶۰ھ)

ایسی بکواس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

معاویہ کی ناک کا گرد وغبار، عمر بن عبدالعزیز سے بہتر

۳۶۔ سعید بن یعقوب طالقانی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے سنا: معاویہ کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ دوسری عبارت ہے: معاویہ کی ناک کے دو سوراخ کے گرد وغبار عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہیں۔ (۱)

احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا: معاویہ بہتر ہے یا عمر بن عبدالعزیز؟ جواب دیا: معاویہ کے کھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: معاویہ اور اس کی فضیلت کی وہی افراد شناخت رکھتے ہیں جو اس کے عہد میں تھے اور قریب سے اس کے گواہ تھے، وہی اسے پہچانتے ہیں جنھوں نے اپنی دونوں آنکھوں سے اس کے مظالم کا مشاہدہ کیا ہے اور اس کی عادتوں اور نفس پرستی کی ہوس کو دیکھ چکے ہیں۔ لیکن راویوں میں کوئی بھی سچا انسان نظر نہیں آتا۔ لہذا دونوں بیٹے (ابن حنبل اور مبارک) نے معاویہ کے لئے یہ روایتیں گڑھی ہیں اور اندھی محبت سے مجبور ہو کر نقل کیا ہے۔ ہمارے لئے یہ روایتیں مستند نہیں ہو سکتیں۔ اگر آپ معاویہ کے حالات اور اس کی عادتوں کا دقت نظر سے مطالعہ کریں تو ان روایتوں کا لچر پن بالکل واضح و آشکار ہو جائے گا۔

معاویہ کا دشمن جہنم میں

۳۷۔ اسلاف کی ایک فرد سے منقول ہے: میں شام میں ایک پہاڑ کی بلندی پر بیٹھا تھا، اچانک

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۳۹ (ج۸ص۱۴۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ شذرات الذہب ج۱ص۶۵ (ج۱ص۲۷۰ حوادث ۶۰ھ)

ہاتف کی آواز سماعت سے ٹکرائی، وہ کہہ رہا تھا: جو ابوبکر صدیق سے دشمنی کرے وہ زندیق ہے، جو عمر سے عداوت رکھے وہ جہنمی ہے، عثمان کا دشمن، دراصل رحمٰن کا دشمن ہے، حضرت علیؑ کا دشمن، رسول خداؐ کا دشمن ہے اور معاویہ کا دشمن جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

تعجب ہے کہ دمشق کی خاک صرف قابل نفرت امویوں کے ہواداروں کی روح کی پرورش کرسکتی ہے، کینہ توز انسان جب حق وصلاح کی دشمنی پر کمر بستہ ہوجائے تو وہاں خریدار پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ جو لوگ دینی امور میں غیر معروف فریاد وفغاں کو سنتے ہیں، بیہودہ خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور مثبت حقائق سے روگردانی کرتے ہیں وہ حق وحقیقت سے کس قدر دور ہیں، وہ تو سچے استدلال کے بھی دشمن ہیں۔

معاویہ صحابیٔ رسولؐ

۳۸۔ ایک راوی نقل کرتا ہے: میں نے رسول خداؐ کو ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ و معاویہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا دیکھا، اسی وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں پہونچا۔ عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے، رسول خداؐ اسے اپنی بزم سے بھگانے والے ہی تھے کہ اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ سب عیب سے مبرہ ہیں سوائے اس کے (معاویہ کی طرف اشارہ کیا)۔ پیغمبر نے فرمایا: اس کے سینے پر مارو۔ اس شدید ضرب سے اس کے ہوش ٹھکانے ہوگئے اور بھاگتا ہوا میرے گھر آیا۔ اسی رات وہ شدید بخار میں مبتلا ہوا اور مرگیا۔ یہ شخص ''راشد کندی'' تھا۔(۱)

تبصرۂ امینی

مجھے ملت کے محافظین اور مذہبی رہبروں پر تعجب وحیرت ہے کہ وہ پراگندہ خوابوں اور بے بنیاد

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۴۰ (ج۸ص۱۴۹ حوادث ۶۰ھ)

باتوں سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، جھوٹی نسبتوں سے تاریخ کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں، ایسی جھوتی باتوں سے اصحاب کے کان بھر رہے ہیں، اس بادہ خوار ہند کے بیٹے کو بزرگان دین کے زمرے میں رکھ کر قوم وملت کے صالح افراد کی پاک وپاکیزہ شخصیتوں کو آلودہ کر رہے ہیں اور اس کو ان کے ساتھ ایک ہی رسی میں باندھنے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں۔ ''خدا جہالت کو ختم کرے''۔

کاش! میں جان پاتا کہ اس شخص نے جس شخصیت کو اپنے خیال مین مجسم کیا ہے، کیا وہ یہ وہی رسول خداؐ تھے جنہوں نے معاویہ کو مارا اور اس پر لعنت بھیجی؟ یا ان کے علاوہ کوئی اور تھا؟ یہیں انتظار کیجئے تا کہ اس خواب کا جواب خود صاحب خواب سے سنیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آکر اس کا جواب ہرگز نہیں دے گا۔ کاش! میں جان سکتا کہ معاویہ کی عیب جوئی کرنے، اپنی تیز وتند زبان کے ذریعہ اسے نقائص سے منسوب کرنے اور نمازون میں اعلانیہ اس پر بددعا کرنے میں صحابہ کے یہاں کون سا جذبہ کارفرما تھا؟ اور کیا اصولی اعتبار سے رسول خداؐ نے انہیں بھگایا اور معاویہ کو چھڑی دی تا کہ وہ انہیں مارے...؟؟

فضائل معاویہ پر مشتمل اوراق کھانے سے چوہے کی موت

۳۹۔ ابوالفتح یوسف قواس کی کتابوں کے درمیان فضائل معاویہ پر مشتمل ایک فصل تھی جسے اس نے چوہے کو کھاتے ہوئے دیکھ لیا، چنانچہ اس نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ اس چوہے کو نیست ونابود کر دے، تھوڑی دیر بعد ایک چوہا چھت سے گرا اور تڑپ کر مر گیا۔(۱)

اب آیئے اور اس جاہل گنوار انسان کے طرز فکر پر ہنسیئے جو اس بات کو معاویہ کی کرامت خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم نے اس کی وجہ سے ایک ایسے چوہے کو ہلاک کر دیا جس کی خطا یہ تھی کہ اس نے فضائل معاویہ پر مشتمل حصے کو کھا لیا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا کہ ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں، اس کے باوجود بھی کیا واقعی اس چوہے پر پسر ہند کی محبت واجب تھی؟ اور کیا

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ص ۳۲۷

وہ چوہا معاویہ کو پہچانتے ہوئے اس کے مناقب کو چٹ کر گیا اور کیا یہ کام بصیرت کے ساتھ انجام دیا گیا؟ کیا ابوالفتح تو اس اس چوہے کو پہچانتا تھا جس نے فوری طور پر یہ حکم صادر کر دیا کہ جو چوہا چھت سے ٹپکا اور مر گیا، وہ وہی چوہا تھا جس نے معاویہ کے فضائل کھائے تھے...؟

۴۰۔ فضائل معاویہ میں کلواذی کا قصیدہ

ولا بن هند فی الفؤاد محبة　　　مغروسة فليرغمن مفندی

''پسر ہند کی محبت کا بیج میرے دل میں بویا جا چکا ہے، میری مذمت کرنے والے اور جھٹلانے والے ہلاک ہوں''۔

علامہ شہاب الدین احمد حفظی شافعی نے مندرجہ ذیل ان اشعار میں اس کی تردید کی ہے:

قل لابن كلواذی وخيم المورد　　　اوقعت نفسک فی الحضيض الاوهد

ا فانت تطمع يا سخيف العقل فی　　　ارغام طه والوصی المهتدی

والمسلمين الصادقی ايمانهم　　　بالله جل وبالنبی محمد

او لست انت القائل البيت الذی　　　تصلی بهو هج السعير الموصد

ولا بن هند فی الفؤاد محبة　　　مغروسة فليرغمن مفندی

اريت ويلک ذا يقين لا　　　يفند ما يفوه به لسان الابعد

اوهل ترى الا بقلب منافق　　　غرست محبة عجلک المتمرد

اوما علمت بان من احببته　　　راس البغلة و خصم كل موحد

لعن الوصی و بدل الاحكام وار　　　تكب الكبائر باللسان وباليد

ان المحب مع الحبيب مقره　　　و لسوف تعلم مستقرک فی غد

فعليكما سخط الاله و مقته　　　و علی الذی بک فی العقيدة يقتدی

''ابن کلواذی تک میرا پیغام پہنچا دو کہ اس نے خطرناک قسمت ونصیب سے استفادہ کر کے اپنے کو

گندے نالے میں گرادیا ہے۔ او بے عقل! کیا تو آنکھ رکھتا ہے (تیرے پاس اتنی عقل ہے) کہ رسول اوران کے ہدایت شعار جانشین کو خوار کرے، کیا تیرا ارادی یہ ہے کہ خدا اور رسول پر ایمان واقعی رکھنے والے مسلمانوں کو مورد لعن قرار دے؟ کیا تو وہ شعر نہیں کہا ہے جس کی وجہ سے آتش جہنم میں اوندھے منھ جھونک دیا جائے گا.؟ کیا تو جانتا ہے کہ اس گوسالہ پرست (معاویہ) کی محبت صرف منافق کے دل پر نقش کرسکتی ہے.؟ یہ وہ ہے جس نے وصی رسولؐ پر سب وشتم کیا، الٰہی احکام وقوانین میں تبدیلی کی اور اپنے دست وزبان سے بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا ہے، ہر دوست اپنے دوست کے ہمراہ محشور ہوگا اور کل ہی تیری قرارگاہ معین ہوگی، تجھ پر اور ہر اس شخص پر جو تیرے خیال اور عقیدہ کی اقتدا کرتا ہے خداوند عالم کا عذاب نازل ہو''۔ (۱)

معاویہ کے بارے میں ایسے بہت سے باطل خیالات اور نامناسب اقوال، ابن کثیر کی تاریخ (۲) اور ابن حجر کی تطہیر الجنان (۳) میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، حقیقت حال سے آگاہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾

''ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی''۔ (۴)

۱۔ تقویۃ الایمان ص ۱۰۷ (ص ۱۱۰۔۱۱۱)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج۸ ص ۱۳۹ (ج۸ ص ۱۴۳۔۱۵۰ حوادث ۶۰ھ)

۳۔ تطہیر الجنان واللسان عن الخطور مطبوع برحاشیہ صواعق محرقہ (ص ۹۔۲۸)

۴۔ بقرہ/۷۹

خرافاتی حکایتیں

یہاں خلفاء کے مناقب وفضائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں خرافات کے بعض نمونے پیش کئے جا رہے ہیں جنہیں غالیوں نے جعل کیا ہے اور خواہشات نفس کے اسیروں نے بیان کیا ہے، یہ واقعات عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے بعض افراد کے فضائل پر مشتمل ہیں، آیئے قریب سے ان کا مزہ لیجئے:

۱۔ پس مرگ زید بن خارجہ کا تکلم

بیہقی نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے: عثمان کے زمانے میں زید بن خارجہ انصاری فوت ہوئے ،انہیں ایک کپڑے میں لپیٹا گیا، اچانک ان کے سینے سے ایک تیز آواز خارج ہوئی: احمد، احمد کتاب اول میں (لوح محفوظ میں) لوگوں میں سب سے زیادہ ممدوح ہیں، انہوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ ابو بکر صدیق اپنے نفس کے سلسلے میں قوی ومحکم تھے، سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ عمر بن خطاب کو کتاب اول (لوح محفوظ) میں قوی وامین کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، عثمان بن عفان نے بھی انہیں کی روش اختیار کی ہے اور سچ کہا ہے۔ اس طرح احمد اور ان کے تین خلفاء گزر چکے ہیں اب صرف دو خلفاء ''معاویہ وعلی'' باقی ہیں، ان کے بعد دولتمند لوگ ضعیفوں پر مسلط ہو جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی، تمہارے سپاہیوں سے چاہ ادریس کی خبر پہنچے گی اور تم کیا جانو کہ چاہ ادریس کیا ہے۔ (۱)

۱۔ دلائل النبوۃ ج۶ ص۵۵؛ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۷۳

نعمان بن بشیر کے طریق سے دوسری عبارت مروی ہے:

خلفاء میں تیسرے خلیفہ سب سے قوی تھے جو راہ خدا میں ملامت گروں کی ملامت و سرزنش سے خوف زدہ نہیں ہوئے انہوں نے تاکید کی کہ مستحکم افراد ضعفاء کا بوجھ برداشت کریں. بندہ خدا امیر المومنین نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ یہ کتاب اول میں ضبط ہے۔اس کے بعد کہا: امیر المومنین عثمان ایسے انسان تھے جو لوگوں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرتے تھے، ان کی زندگی میں دو خلیفہ فوت ہو چکے تھے اور چار باقی تھے پھر لوگوں میں اختلاف رونما ہوا ایک نے دوسرے کو زیر کیا جس کی وجہ سے کوئی نظام برقرار نہ ہو سکا۔ شجاع افراد رخصت ہو گئے اور مومنین محفوظ رہ گئے، انہوں نے کہا: اے لوگو! خدا کی کتاب و تقدیر کو پیش نظر رکھو، اپنے امیر کے سامنے سر تسلیم خم کرو، ان کی باتیں سنو اور اطاعت کرو جو اس کی مخالفت کرے گا اس کے خون کی ضمانت نہیں لی جا سکتی، خدا کا حتمی فیصلہ یہی ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت اور یہ جہنم ہے، انبیاء و صدیقین کہتے ہیں: اے عبداللہ بن رواحہ! تم پر درود و سلام، کیا تم یہ سوچتے ہو کہ خارجہ اور سعد احد کے دن قتل ہو چکے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے، یہ آگ سرکش اور جلانے والی ہے کہ جو بھی اس سے منہ پھیرتا ہے اور اس کی جانب پشت کرتا ہے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

بالآخر اس کی آواز خاموش ہوگئی، وہاں موجود افراد سے ان باتوں کے بارے میں سنا، ان کی تحقیق کی، لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: خاموش رہو، یہ احمد، خدا کے رسولؐ ہیں، آپ پر درود و سلام اے رسول خداؐ، اور آپ پر خدا کی رحمت و برکت ہو، ابوبکر صدیق، امین اور رسول کے جانشین ہیں، ان کا جسم کمزور تھا لیکن وہ خود امر خدا کی راہ میں مستحکم و قوی تھے، سچ ہے، سچ ہے کتاب اول میں اسی طرح مذکور ہے.....الخ۔(۱)

قاضی نے کتاب شفا میں یہ عبارت لکھی ہے: اس نے کہا: خاموش رہو، چپ رہو، محمدؐ خدا کے رسول

۱۔دلائل النبوۃ ج۶ ص۵۶؛ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۷۴

ہیں، پیغمبر امی اور خاتم الانبیاء ہیں اور کتاب اول میں ضبط ہو چکا ہے...الخ۔(۱)

خفاجی پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت کو طبرانی، ابونعیم اور ابن منذہ نے نقل کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے انس سے اس کی روایت کی ہے۔ صفحہ ۱۰۵ پر ابن عبدالبر سے، اس نے ابن سید الناس، ابن اثیر، ذہبی، ابن جوزی اور ابن ابی الدنیا سے یہ روایت منقول ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

ان لوگوں نے اصول کے مطابق کتنی اچھی بنیاد ڈالی ہے کہ صرف بدعت بانی پر قناعت نہیں کی بلکہ ان لچر کلمات کی اساس پر ان کے مانند دوسری بہت سی روایتیں بھی پیش کی ہیں، محقق کے لئے ضروری ہے دقت نظر سے ان کا مطالعہ اور تجزیہ وتحلیل کرے۔ ہم ان تمام باتوں کو پڑھنے والے کی ذکاوت اور دینی فراست پر چھوڑتے ہیں۔ ہم تو ان مضحکہ خیز مطالب گڑھنے والے سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس دن ''ابن خارجہ'' کی موت ہوئی کیا اس دن قیامت برپا ہوگئی تھی کہ خداوند عالم نے مردوں کو بولنے پر مجبور کیا؟ یا لوگوں نے اس سے برزخ کے سوال کا جواب سنا۔ یا پھر مسئلہ رجعت کے سلسلے میں اماموں کا عقیدہ ثابت ہوگیا اور ابن خارجہ کی بازگشت ہوئی ہے؟؟

حقائق کا تجزیہ وتحلیل کرنے والے محققین کی نظر میں یہ بازگشت اور رجعت قطعی بے بنیاد اور لچر ہے کیا ابن خارجہ چونکہ خلفاء کی خلافت کے ایام میں ہلاک نہیں ہوا تھا اس لئے بہت زیادہ متاثر تھا اور کیا موت کے بعد بھی اس کے دل میں یہ حسرت کلبلا رہی تھی کہ موت کے بعد بھی ان کا زمانہ درک کرے؟ گویا خداوند عالم نے اسے کرامت عطا فرمائی کہ موت کے بعد بھی وہ اس کا حامل رہے؟ یا خداوند عالم

۱۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ج۱ص۱۹۲ (القسم الثانی ص۵۴۸ نمبر۸۴۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۶ص۱۵۶ (ج۶ص۱۷۳) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج۱ص۶۱۶)؛ الروض الانف ج۲ص۳۷۰ (ج۷ص۵۷۵)؛ الاصابۃ ج۱ص۵۶۵: ج۲ص۲۴؛ تہذیب التہذیب ج۳ص۴۱۰ (ج۳ص۳۵۳)؛ الخصائص الکبریٰ ج۲ص۸۵ (ج۲ص۱۴۲)؛ نسیم الریاض فی شرح الشفاء ج۳ص۱۰۸ (ج۳ص۱۰۱)؛ معجم الکبیر (ج۵ص۲۱۹ح/۵۱۴۵)؛ اسد الغابہ (ج۲ص۲۸۴ نمبر۱۸۳۱)؛ المنتظم (ج۳ص۱۸۵ نمبر۳۹)

نے لوگوں پر اپنی حجت قائم کرنے کے لئے موت کے بعد بھی تکلم کی صلاحیت عطا فرمائی اور کتاب اول میں اسے ایسی فضیلت سے بہرہ مند کیا جس فضیلت سے اپنے امین رسول کو بھی محروم رکھا..؟

تعجب کی بات ہے کہ اس نے خلفاء کے اسماء گناتے وقت چوتھے خلیفہ کا نام کیوں حذف کر دیا، انہیں برحق خلفاء کے ضمن میں کیوں نہیں ذکر کیا اور ان کے بارے میں یہ عبارت ''کتاب اول میں مذکور ہے اور بے شک سچ کہا ہے....'' کیوں نہیں بیان کی۔ حالانکہ وہ نفس رسولؐ تھے جن کا تذکرہ خداوند عالم دوسری کتاب (قرآن مجید) میں کیا ہے، آیہ تطہیر ان سے مخصوص کی ہے اور ان کی ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ہمراہ قرار دیا ہے۔

ممکن ہے آپ کو اس آشکارا ستم پر تعجب کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے کہ جب آپ تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ روایت سعید بن مسیب اور نعمان بن بشر پر منتہی ہوئی ہے، جن کے بارے میں ہم نے اس سے قبل تفصیلی بحث پیش کی کہ یہ امیر المومنین کے دشمن تھے۔

یہاں ایک دوسری مشکل بھی ہے جو اسی بات سے حل ہو سکتی ہے کہ ہم جانیں کہ ابن خارجہ عثمان کے زمانے میں فوت ہوا۔ لہذا کیا صحابہ کرام نے لوگوں سے اس کرامت کو سننے کے بعد اس کی تصدیق کی اور ابن خارجہ کی حدیث پر اعتماد کیا؟ پھر یہ کہ وہ اس تاریخ کے سب سے قریب زندگی بسر کر رہے تھے، کیا غدیر کے دن رسول خداؐ کے پیغام کو جسے ہزاروں لوگوں کے سامنے بیان کیا، فراموش کئے، پھر اس کے بعد قتل عثمان پر متفق ہو گئے اور ابن خارجہ کے شیدائی ہو کر رسول خداؐ کی تمام تر سفارشات کو قطعی فراموش کر گئے؟؟

اب آپ خود ہی ان حفاظ حدیث کے عقل و منطق کی چھان بین کر سکتے ہیں کہ ان کا علم و اعتماد کس مرتبے پر فائز ہے کہ وہ ایسے جھوٹے اور بے بنیاد مطالب کو نقل کرتے ہیں اور ان روایتوں کو صحیح اور مستند روایتوں کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔

خدا ایسی محبت کی مٹی پلید کرے جو انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

۲۔ انصاری قتل کے بعد گفتگو کرتا ہے

بیہقی موت کے بعد گفتگو کرنے والوں کے اسماء گناتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس نے کہا: میں ابوسعید ابی عمر ہوں، ابوالعباس محمد بن یعقوب اور یحیی بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ میں علی بن عاصم ہوں، میں حصین بن عبدالرحمن ہوں، عبداللہ بن عبیداللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا:

جنگ صفین یا جنگ جمل کے مقتولین کو سپرد خاک کرتے وقت اچانک مقتولین کے درمیان ایک انصاری مرد گویا ہوا:: محمد خدا کے رسولؐ ہیں، ابوبکر صدیق، عمر شہید اور عثمان رحیم ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یحیی ابن ابی طالب کی سند کے متعلق موسی بن ہارون کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں میں میری طرف سے جھوٹ بکتا ہے۔(۲)

علی بن عاصم کہتے ہیں:

''خالد حذاء'' جھوٹا انسان ہے اس سے دور رہو۔ شعبہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا: اس سے کچھ بھی نقل نہ کرو۔ یحیٰی بن معین سے منقول ہے: وہ پکا جھوٹا ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں سے منقول ہے: اس کی بات لائق توجہ نہیں، اس سے استناد نہیں کیا جا سکتا ہے، وہ ان افراد میں سے نہیں ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہم ہمیشہ اسے اس کے جھوٹ کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ بخاری کہتے ہیں: میری نظر میں قوی نہیں ہے۔(۳)

غور و فکر کے بعد اس روایت میں بھی گذشتہ روایت کی باتیں صادق آتی ہیں، جنہیں ہم نے پیش کیا ابن خارجہ کی طرح ''قتیل انصاری'' کی روایت بھی عقل و خرد سے بہت دور ہے۔

۱۔ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸

۲۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۶۲ (ج ۶ ص ۳۲۲ نمبر ۹۱۵۹)

۳۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۴۵۔۳۴۸ (ج ۷ ص ۳۰۲۔۳۰۵): التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۲۹۰ نمبر ۲۴۳۵)

۳۔ شیبان اپنے مردہ گدھے کو زندہ کرتا ہے

شعبی سے مروی ہے: عمر کے زمانے میں شیبان نامی ایک شخص اپنے گدھے پر سوار ہو کر قبیلہ نخع سے باہر آیا، اچانک اس کا گدھا گر کر مر گیا، اس کے ساتھیوں نے اس کا وسائل حمل کرنا چاہا اور اپنی خدمت پیش کی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر وضو کیا اور مردہ گدھے کے سر پر پہونچ کر بولا: خدایا! میں تیرا مطیع ہوں، تیری جانب رخ کیا ہے اور تیری رضایت حاصل کرنے کے لئے تیری راہ میں ہجرت کی ہے، یہ گدھا میرا معاون و مددگار تھا، وہ لوگوں کے سامنے منت سماجت کرنے سے مجھے محفوظ رکھتا تھا، اسے زندہ کر کے میری تقویت فرما۔ اچانک گدھا اپنے سر کو ہلا کر کھڑا ہو گیا اور شیبان اس پر بیٹھ کر اپنے ساتھیوں سے ملحق ہو گیا۔ (۱)

ابن ابی الدنیا نے مسلم بن عبد اللہ نخعی کے حوالے سے اسی داستان کی طرح ایک اور داستان نقل کی ہے اور اس نے گدھے کے مالک کا نام ''نباتہ بن زید'' بتایا ہے۔ حسن بن عمرہ سے اس گدھے کے واقعہ کو ابی سبرہ نخعی کے طریق سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یمن سے ایک شخص آیا.... الخ۔ (۲)

تبصرۂ امینیؒ

خدا کے لئے مشکل نہیں کہ وہ حضرت محمدؐ کی امت کے بعض گمنام افراد کو روح اللہ عیسیٰ بن مریم جیسی صلاحیت عطا فرمائے تاکہ وہ اذن خدا سے مردے کو زندہ کر سکیں چاہے وہ مردہ گدھا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تمام تر حکایتیں ابو بکر و عمر اور عثمان کے زمانے کے افراد اور ان کے بعد ان کے بہی خواہوں اور چمچوں سے مخصوص ہیں، اگر یہ واقعات ان کے علاوہ کسی اور کے لئے بیان کئے جاتے ہیں تو بہت مشکل سے قبول کیا جاتا ہے اور عقل و منطق ان کی تردید کر کے فوراً ہی ہائے واویلا کی صدائیں

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۵۳، ۲۹۲ (ج۶ ص۱۷۰، ۳۲۴)؛ الاصابۃ ج۲ ص۱۶۹)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۵۰ (ج۶ ص۱۶۶)

بلند کرنے لگتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

ابی منظور سے منقول ہے کہ اس نے کہا: فتح خیبر کے بعد مال غنیمت سے رسول خداؐ کے حصے میں چار جوڑے شتر، سونے چاندی، ایک سیاہ گھوڑا اور ایک عدد گدھا آیا۔ آنحضرت نے گدھے سے گفتگو کی اور گدھے نے بھی آپ سے بات کی۔ آنحضرت نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ کہا: یزید بن شہاب ہوں، خداوند عالم نے میرے جد کی نسل سے سات گھوڑے عطا فرمائے کہ پیغمبروں کے علاوہ کوئی ان پر سوار نہیں ہوا میرے جد کی نسل سے کوئی اور باقی نہیں ہے اور رسولوں میں بھی آپ کے علاوہ کوئی اور باقی نہیں ہے، میری خواہش ہے کہ آپ مجھ پر سوار ہوں آپ سے قبل میں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، وہ سوار ہونا چاہتا تھا تو میں گرا دیتا تھا، وہ میری پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے مارتا تھا۔ رسول نے فرمایا: میں نے تیرا نام ''یعفور'' رکھا، اے یعفور۔ اس نے کہا: لبیک یا رسول اللہؐ۔ فرمایا: عورت (مادہ) چاہیے؟ کہا: نہیں۔ رسول خداؐ حسب ضرورت اس پر سوار ہوتے تھے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایک کنویں کے پاس مر گیا جو ابوالہیثم بن تیہان کی ملکیت تھی، اسکی قبر بھی وہیں پر ہے۔

۴۔ اسید و عباد کا عصا

انس سے مروی ہے: اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر ایک تاریک رات میں رسولؐ کے پاس موجود تھے، جب ان کی خدمت سے رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کے عصا سے نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں وہ راستہ طے کرنے لگے، جب انہوں نے ایک دوراہے پر جدا ہونا چاہا تو دوسرے کا عصا بھی نور افشانی کرنے لگا۔ (۱)

تبصرۂ امینیؒ

کیا آپ یقین کریں گے کہ صحابہ کرام کی ایک فرد سے صدر اول اسلام میں وہ بھی عہد رسول میں

۱۔ صحیح بخاری ج۶ ص۳ (ج۳ ص۱۳۸۳ ح۳۵۹۴/۳۵۹۴): ارشاد الساری ج۶ ص۱۵۴ (ج۸ ص۳۱۶ ح۳۸۰۵/۳۸۰۵): طرح التعریب ج۱ ص۳۵: اسد الغابہ ج۳ ص۱۰۱ (ج۳ ص۱۵۱ نمبر۲۷۵۹): البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۵۲ (ج۶ ص۱۶۸)

ایسی عظیم کرامت رونما ہوئی اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہ گئی صرف انس ہی اسے درک کر سکے اور دوسرے افراد اسے نقل کرنے سے قاصر رہے؟ کیا آپ یقین کریں گے کہ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان ایسی عظیم فضیلت کے حامل ہوں اور رسول خدا اسے اپنی زبان سے بیان نہ کریں؟ اور ان کے بعد امت بھی اس کا تذکرہ نہ کرے اور کیا یہ ہوسکتا ہے کہ بزرگان دین نے اپنی زندگی میں ایسی کرامت کی معرفت حاصل نہ کی ہوگی؟

اسید ایسی فضیلت کا حامل کیوں ہوا شاید اس کی علت آپ سے مخفی نہ ہو، یہ فضیلت اس انسان کے بارے میں گڑھی گئی ہے جس نے سقیفہ میں سب سے پہلے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، یہ انصار کا سب سے پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ ابن اثیر کے بقول: ابوبکر کے ہاتھ پر اس کی یہ بیعت عظیم اثرات کی حامل تھی۔(۱)

وہ کہتے ہیں: ابوبکر صدیق اس کے لئے خصوصی احترام کے قائل تھے اور کسی کو بھی اس پر مقدم نہیں رکھتے تھے، ہاں! یہ شخص سب سے زیادہ مناسب تھا کہ ابوبکر کے طرفداروں کی جانب سے اس عظیم افتخار کا حامل ہو، ایسا افتخار جس کا وہ قطعی حقدار نہیں تھا۔ نیز یہ افتخار و فضیلت ابوعبیدہ جراح جیسے افراد کے حصہ میں بھی آئی چنانچہ عمر بن خطاب اس کا پیر چومتے تھے۔(۲) عائشہ کا اسید کی تعریف و تمجید کرنا بھی علت سے خالی نہیں ہے، وہ کہتی ہیں: وہ فضلائے عصر میں سے تھے۔ یہ بھی کہا: انصار کے تین افراد ایسے ہیں کہ بعد رسول کوئی بھی ان کے مانند فضیلت کا حامل نہیں: سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر۔(۳) ام المومنین نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ بعد رسول ایسی شخصیت موجود تھیں جنہوں نے بدر میں شرکت کی تھی، مائیں ایسے سورماؤں کو جنم دینے سے قاصر تھیں، ان میں ابوایوب انصاری، خزیمہ ذو الشہادتین، جابر بن عبد اللہ انصاری، قیس بن سعد اور بہت سے دوسرے افراد۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ان افراد

۱۔ اسد الغابہ ج۱ص۹۲ (ج۱ص۱۱۲ نمبر ۱۷۰)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج۷ص۵۵ (ج۷ص۶۵ حوادث ۱۵ھ)

۳۔ اسد الغابہ ج۳ص۱۰۰ (ج۳ص۱۵۱ نمبر ۲۷۵۹)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۳۱۰

کی نشاندہی ام المومنین کے لئے خوشگوار نہیں تھی اس لئے کہ وہ سب حضرت علیؑ کے جانثار ساتھی تھے۔

ان کی نظر میں صرف اسید ہی اس فضیلت کے لئے مناسب تھا اس لئے کہ اس نے امت کے پرچم ہدایت حضرت علیؑ کے متعلق رسول خداؐ کے عہد و پیمان کو توڑا تھا، اس نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی تھی اور ان کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں تھیں۔ عباد بن بشر نے بھی ابو بکر کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اسید سے کم سرگرمی نہیں دکھائی تھی۔ یہ وہی ہے جو واقعہ یمامہ میں ابوبکر کے پرچم تلے مارا گیا، عائشہ نے اس کی بہت زیادہ تعریف و تمجید کی ہے۔

۵۔ خالد کی دعا سے شراب شہد میں تبدیل

خثیمہ کے طریق سے اعمش سے منقول ہے:

ایک شخص شراب سے بھرا ہوا مشکیزہ لے کر خالد کے پاس آیا، خالد نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: شہد ہے۔ خالد بولے: خدایا! اسے سرکہ میں تبدیل کر دے۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس پہونچ کر بولا: آج میں ایسی شراب لایا ہوں کہ تم میں سے کسی نے ایسی شراب نہ پی ہوگی، مشکیزہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں سرکہ ہے۔ کہا: خدا کی قسم! خالد کی دعا نے اپنا اثر دکھا دیا۔

دوسری عبارت ہے کہ خالد نے کہا: خدایا! اسے شہد میں تبدیل کر دے اور وہ شہد میں تبدیل ہو گئی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

خالد کی زندگی کے سیاہ اوراق ساتویں جلد میں ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حالات زندگی بنی خذیمہ، مالک بن نویرہ، ان کی زوجہ اور عمر خلیفہ سے دریافت کریں تا کہ اس کی روش زندگی کی صحیح معرفت حاصل ہو سکے، پھر فیصلہ کریں کہ وہ کس چیز کا سزاوار ہے۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۱۴ (ج ۷ ص ۱۳۰ حوادث ۲۱ھ)؛ الاصابۃ ج ۱ ص ۴۱۴

۶۔ آگ ابو مسلم کو نہیں جلاتی

مدعی نبوت اسود عنسی نے ابو مسلم خولانی اور عبداللہ بن ثوب یمنی تابعی (متوفی ۶۰/۶۲) کو بلایا، اس نے آگ روشن کر رکھی تھی، جب ابو مسلم آیا تو اس نے اسے آگ میں ڈال دیا لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہونچا، خداوند عالم نے اسے آگ کے شعلوں سے نجات عطا فرمائی۔ یہ حضرت ابراہیم سے مشابہ ہے چنانچہ ایک دن وہ ابوبکر کے پاس آیا، سلام کے بعد ابوبکر نے کہا: خدا کا شکر کہ اس نے مجھے اتنی عمر عطا کی کہ میں امت محمدؐ میں ایسے شخص کی زیارت کر سکوں جس نے حضرت ابراہیم کے معجزے کا نمونہ پیش کیا۔

ابن کثیر کی روایت میں اس طرح منقول ہے: وہ ابوبکر کے پاس آیا، ابوبکر نے اسے اپنے اور عمر کے درمیان بٹھایا تو عمر نے اس سے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری جان اس وقت تک نہ لی جب تک میں نے امت میں معجزہ ابراہیم پیش کرنے والے کی زیارت نہ کر لی۔ (۱)

۷۔ ابو مسلم اپنی دعا کی وجہ سے دریائے دجلہ سے عبور کر گیا

ابو مسلم ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے پہونچا، ان ایام میں دجلہ کا پانی تلاطم انگیز تھا اور اس کی موجیں ساحل سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہی تھیں، ابو مسلم نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا کی اور دریا سے بنی اسرائیل کی روانگی کا تذکرہ کر کے اپنے مرکب کو دجلہ میں ڈال دیا، لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی، اس طرح وہ سب دریا سے عبور کر گئے۔

اس واقعہ کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۶۶۲ (القسم الرابع ص ۱۷۵۸ نمبر ۳۱۷۵)؛ صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۸۱ (ج ۴ ص ۲۰۸ نمبر ۷۴۵)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۸ (ج ۲۷ ص ۲۰۰۔۲۰۱ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۵۶)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۶ (ج ۱ ص ۴۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۴۶ (ج ۸ ص ۱۵۶ حوادث ۶۰ھ)؛ شذرات الذہب (ج ۱ ص ۲۸۱ حوادث ۶۲ھ)؛ تہذیب التہذیب (ج ۱۲ ص ۲۵۷)؛ العقود الدریۃ (ج ۲ ص ۳۲۰)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۷ (ج ۲۷ ص ۲۱۰ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۵۹)

۸۔ابو مسلم کی تسبیح

ابو مسلم خولانی کے ہاتھ میں ایک تسبیح رہتی تھی جس سے وہ خدا کی تسبیح کرتا تھا، ایک مرتبہ نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، تسبیح اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی تھی، اس نے تسبیح خدا شروع کر دی، وہ کہہ رہی تھی: اے نباتات کو اگانے والے، اے ہمیشہ رہنے والے! تو پاک و منزہ ہے۔ اس کی بیوی نے کہا: اے مسلم! آؤ اور اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھو۔ اس نے آکر دیکھا کہ ابو مسلم کی تسبیح اس کے ہاتھ میں خدا کی تسبیح کر رہی ہے اور جب وہ اٹھ کر بیٹھا تو تسبیح خاموش ہوگئی۔(۱)

۹۔وسائل سفر کے بغیر سفر کا حیرت انگیز واقعہ

بعض لوگوں نے ابو مسلم خولانی کے پاس آکر کہا: کیا ہمارے ہمراہ حج پر چلیں گے؟ کہا: ہاں! اگر کچھ ساتھی مل جائیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ کا ساتھ دیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تم لوگ میرے ساتھی نہیں ہو، میرے ساتھی تو وہ لوگ ہیں جو وسائل سفر کا بوجھ نہیں اٹھاتے، کیا نہیں دیکھتے کہ پرندے بغیر وسائل کے صبح و شام حرکت کرتے ہیں یہ خدا ہے جو انہیں آزوقہ فراہم کرتا ہے، وہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں اور نہ ہی کھیتی کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تو پھر خدا کی برکت سے تیاری کرو۔ چنانچہ قافلہ دمشق سے روانہ ہوا۔ انہوں نے کوئی وسائل بھی نہیں لیا، جب ایک منزل پر پہونچے تو لوگوں نے کہا: اے ابو مسلم! ہم خوراک کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور سواریوں کو بھی خوراک کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: اچھی بات ہے، پھر ان سے دور ہو کر پتھروں پر کھڑا ہوا، دو رکعت نماز ادا کی اور دو زانوں بیٹھ کر کہا: خدایا! تو جانتا ہے کہ کس جذبہ سے مجھے اپنی منزل سے باہر کیا ہے، میں صرف تیری زیارت کے لئے آیا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کو اپنا مہمان بناتے ہیں، ہم سب تیرے مہمان ہیں۔ لہذا ہمارے لئے غذا اور حیوانوں کے لئے

۱۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ص ۳۱۸ (ج ۲۷ص ۲۱۶ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ص ۶۱)

خوراک مہیا فرما۔ تھوڑی دیر بعد ایک دسترخوان ان کے سامنے بچھ گیا، اس پر گرم شوربے کا پیالہ اور پانی کے دو کوزے موجود تھے، حیوانوں کی خوراک بھی معجزاتی طریقے سے حاضر ہوگئی۔ وہ نہ سمجھ سکے کہ کون اسے لایا ہے، تمام سفر میں یہی صورت حال رہی، انہوں نے کسی مشکل کا سامنا نہیں کیا۔

ابن عساکر نے تاریخ شام میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں اس بکواس کے سلسلے میں کچھ بھی کہنا تضیع اوقات سمجھتا ہوں، صرف محقق کا ذہن ''طاش کبری زادہ'' کی اس بات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جسے انہوں نے مفتاح السعادۃ میں نقل کیا ہے:

''جو شخص وسائل سفر کے بغیر اس امید پر صحراؤں کا سفر کرے کہ توکل اس کی تکمیل کرے گا، اس نے بدعت ایجاد کی ہے اس لئے کہ گذشتہ افراد پہلے توشہ فراہم کرتے تھے پھر توکل کرتے تھے''۔(۲)

۱۰۔ ایک عورت کے سود و زیاں پر مشتمل ابو مسلم کی دعا

ابو مسلم کا معمول تھا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت وسط میں تکبیر کہتا تھا، پھر گھر میں داخل ہوتا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنی بیوی کے پاس آتا اور اس کے ساتھ غذا تناول کرتا تھا، ایک رات اس نے تکبیر بلند کی، لیکن کوئی جواب نہ ملا، اس نے در خانہ پر دوبارہ تکبیر بلند کی لیکن جواب ندارد۔ اس وقت اس کے گھر میں چراغ روشن نہیں تھا، اس کی زوجہ وہیں بیٹھی تھی، پاس آ کر کہا: جواب کیوں نہیں دیتی۔ اس کی زوجہ نے کہا: تمام لوگ آسائش حیات سے مالا مال ہیں لیکن ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تم معاویہ کے پاس جاتے ہو وہ حکم دیتا ہے اور تم بجالاتے ہو اور بس۔ ابو مسلم نے کہا: خدایا! جس نے میری بیوی کے ذہن کو مشوش کیا ہے اسے اندھا کر دے۔ کچھ دیر قبل ایک عورت آئی تھی اور اس نے ابو مسلم کی بیوی سے کہا تھا: اگر تم اپنے شوہر سے معاویہ کی خدمت گزاری کی بات کہوگی تو وہ قبول کرے گا۔ وہ عورت

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ص ۳۱۸ (ج ۲۷ص ۲۱۶ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ص ۶۱)

۲۔ مفتاح السعادۃ ج ۳ص ۳۴۵ (ج ۳ص ۴۲۹ الدوحۃ السابعۃ)

اپنے گھر میں بیٹھی تھی اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس نے کہا: چراغ لاؤ یہ چراغ بجھ گیا ہے۔ کہا گیا: چراغ تو جل رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میری آنکھ کی بینائی رخصت ہوگئی ہے۔ یہ عورت بھاگتی ہوئی ابو مسلم کے پاس آئی، بہت زیادہ روئی، گڑگڑائی اور خدا کا واسطہ دیا کہ وہ دعا کرے کہ اس کی بینائی واپس آجائے۔ چنانچہ جب ابو مسلم نے دعا کی تو اس کی بینائی واپس آئی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: صاحب معجزہ کتنا سنگ دل تھا کہ اس نے ایک مسلمان عورت کو مستوجب سزا گناہ کے بغیر اندھا کر دیا، معاویہ کی جانب رجوع کون سے سود و زیان کا حامل ہو سکتا تھا کہ بیچاری عورت کو سزا کا مستحق بنا دیا جائے؟ ابو مسلم نے یہ دعا کیوں نہیں کی کہ خدا دونوں عورتوں کو صبر و شکیبائی عطا فرمائے۔ اگر وہ ایسا ہی مستجاب الدعوۃ تھا تو اس نے سنگ دلی کے علاوہ دوسری دعا کیوں نہ کی۔ یہ خیال، اس شخص کی کرامت کو آشکار کرنے کے بجائے اس کی سنگ دلی کو نمایاں کر رہا ہے۔ ہم خدا کو اس سے کہیں زیادہ پاک و منزہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو کرامتیں عطا کرے گا اور جہالت و نادانی سے بھرپور دعاؤں کو مستجاب کرے گا۔

۱۱۔ ابو مسلم کی دعا سے ہرن پھنس گیا

ابن عساکر بلال بن کعب سے روایت کرتے ہیں: بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ بچوں نے ابو مسلم خولانی سے یہ دعا کرنے کی خواہش کی کہ خداوند عالم ہرن کو ان کے دام میں پھنسا دے۔ چنانچہ وہ دعا کرتے اور ہرن پھنس جاتا تھا اور بچے جا کر اسے لے لیتے تھے۔

تبصرۂ امینیؒ

ان راویوں نے انبیاء سے مخصوص معجزے اور نشانیوں کو ان افراد کے بارے میں نقل کرنے کی

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ص ۳۱۷ (ج ۲۷ص ۲۱۴ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ص ۶۰)

کوشش کی ہے جن سے وہ محبت کرتے ہیں، بلکہ ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ عقل جن باتوں کو مباح یا محال قرار دیتی ہے، انہیں اپنے اولیاء سے وابستہ کردیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنے اس عمل سے انبیاء کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے یا ان افراد کے مقام ومرتبہ کو بلند کرنے کی؟ مقصد جو بھی ہو لیکن ان زرخرید راویوں نے نامعقول روایتوں کو پیش کر کے بلندیوں کو پست کرنے کی کوشش کی ہے۔

کیا آپ صاحب خرافات ''ابومسلم'' کو پہچانتے ہیں، کیا آپ جانتے ہیں کہ اس شخص نے ان کرامتوں کے سلسلے میں خود ہی خیال بافی کی ہیں؟ کیا یہ بات قبول کی جاسکتی ہے کہ ایک بندۂ خدا معاویہ کے پرچم کے تلے آئے، اس کے اور اس کے عقائد پر ایمان لائے اس کی قربت کو خدا کی قربت پر ترجیح دے اور پھر ایسی کرامت پیش کرے؟ کیا یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ عہد معاویہ میں شام کا معاشرہ ایسے شخص کی تربیت کرے گا جو خدا شناس ہو اور اس کے افعال بصیرت آمیز ہوں؟ اور اس نابکار حکومت کی بخششیں اسے راہ حق سے منحرف نہ کریں؟

ہاں! فریبی ہاتھوں نے ان جھوٹی باتوں کو اس لئے جعل کیا ہے تاکہ معاویہ کی طرف اس کی دوستی کے عوض ابومسلم کا شکریہ ادا کیا جاسکے۔

یہ شخص عثمان کا طرفدار اور امویوں کا بے دام غلام تھا؛ اس نے قاسطین کے پرچم تلے اپنے وقت کے امام پر خروج کیا۔ اس نے کہا: اے مدینہ والو! تم لوگ قاتل وخاذل کے درمیان پڑے ہوئے ہو، خدا دونوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے۔ اے مدینہ والو! تم قوم ثمود سے بھی بدتر ہو اس لئے کہ قوم ثمود نے خدا کے ناقے کو مارا اور تم نے خدا کے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ خدا کا خلیفہ ناقہ سے بہتر ہے۔

یہ شخص جنگ صفین میں معاویہ کا سفیر بن کر امام کے پاس آیا اور معاویہ کے بعض خطوط امام کے پاس پہنچائے، امام نے حجت قائم کی اور اپنے دلائل سے اسے مغلوب کردیا، لیکن اس نے باہر آکر کہا: اب ہمارے لئے جنگ حلال وجائز ہوگئی۔

یہ صفین کے دن یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

''کوئی غم نہیں، کوئی غم نہیں، میں نے زرہ زیب تن کرلیا ہے میں اپنی اطاعت کی وجہ سے مارا جاؤں گا''۔(۱)

جو شخص پسر ہند کی اطاعت میں مرنے مارنے پر آمادہ ہو، جس نے اپنے وقت کے اس امام کو نہیں پہچانا جس کی خدا نے معرفی کی ہے اور اس سے جنگ کرے اور حضرت علیؑ کی دشمنی اور جنگ کے سلسلے میں رسول خدا کی تمام تر ممانعت پس پشت ڈال دے، کیا ایسا شخص خدا کی طرف سے صاحب کرامت ہوتے ہوئے انبیاء کے مانند مرتبہ کا حامل ہوسکتا ہے؟! ایسا مرتبہ جس تک ایک سچا ولی بھی پہونچے سے قاصر ہے؟!

خدا کی قسم! ایسا کچھ نہیں ہے، یہ صرف بکواس ہے، جس کی کوئی دلیل تائید نہیں کرتی اور اسلام اور عقل و منطق اس سے میل نہیں کھاتی۔

لعنت ہے ایسی اندھی تقلید پر جو انسانیت کو بدبختی اور نابودی کی گہری کھائی میں گرادے! جو اس ابو مسلم شامی باغی اور ظالم کو پرہیزگار، عابد اور صاحب کرامت بتاتی ہے جس نے اپنے وقت کے امام سے جنگ کی۔ حالانکہ ابوذر غفاری نیکی اور پاکیزگی کی وجہ سے سب سے زیادہ عیسیٰ بن مریم کے مشابہ تھے اور رسول خداؐ نے ان کی تعریف و توصیف بھی کی ہے، ایسا نیک انسان کو کیمونسٹ قرار دیتی ہے۔

﴿غفرانک ربنا والیک المصیر﴾ ''خدایا! تیری ہی بخشش کی امید ہے اور (ہماری) بازگشت تیری ہی طرف ہے''۔(۲)

۱۲۔ موت کے بعد ربیع بول اٹھا

ربیع بن خراش عبسی سے منقول ہے: میرا بھائی ربیع بن خراش بیمار ہوا اور اسی بیماری میں فوت ہوگیا،

۱۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۹۵۔۹۸ (ص ۸۵۔۸۶)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۱۹ (ج ۲۷ ص ۲۲۱ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۶۳۔۶۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۰۸ (ج ۱۵ ص ۷۵)

۲۔ بقرہ/۲۸۵

جب ہم نے کپڑے میں اس کا چہرہ چھپانا چاہا تو اس نے کہا: تم پر سلام۔ میں نے کہا: تم پر بھی سلام، کیا واپس آ گئے؟ کہا: ہاں! لیکن تمہارے بعد میں نے خدا کا دیدار کیا ہے، اس نے بھی اپنی روح و خوشبو کے ساتھ میرا دیدار کیا، پھر سبز ریشمی لباس مجھے پہنایا، میں نے اس سے اجازت مانگی کہ اس بشارت کا حال تم سے بیان کروں، اس نے اجازت مرحمت فرمائی اور اب جو میری حالت ہے اسے دیکھ رہے ہو، لہذا نیک اعمال بجالاؤ اور خدا کا تقرب حاصل کرو۔ (۱)

ابونعیم کی عبارت ہے:

میرا بھائی ربیع بن خراش فوت ہوا، ہم اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے، ایک شخص کو بھیجا کہ اس کے لئے کفن خرید کر لائے۔ اچانک اس کا منہ کھلا اور کہنے لگا: تم لوگوں پر سلام۔ ہم نے کہا، تم پر بھی سلام اے بھائی! کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ کہا: ہاں! میں نے تمہاری جدائی کے بعد خدا سے ملاقات کی، اس نے اپنی روح اور خوشبو کے ساتھ میرا استقبال کیا، اب ابوالقاسم مجھ پر نماز پڑھنے کے لئے منتظر کھڑے ہیں، جلدی کرو تاخیر نہ کرو۔ (۲)

دوسری روایت کے الفاظ: میرا بھائی فوت ہوا، میں نے اسے چھپانا چاہا لیکن وہ ہنسنے لگا۔ میں نے سوال کیا: کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں، میں نے اپنے خدا سے ملاقات کی ہے، اس نے بھی اپنی روح اور خوشبو اور غیظ و غضب سے عاری چہرہ کے ساتھ میرا دیدار کیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا صورت حال ہے؟ کہا: تمہارے حال سے کہیں زیادہ پر سکون۔ یہ واقعہ عائشہ سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا: ربیع نے سچ کہا ہے، میں نے رسول اسلام سے سنا ہے کہ میری امت کے بعض افراد موت بعد بھی گفتگو کریں گے۔ (۳)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۸ (ج ۶ ص ۱۷۵)؛ الروض الانف ج ۲ ص ۳۷۰ (ج ۷ ص ۵۷۵)؛ صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۷ نمبر ۳۹۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۱۲ (ج ۴ ص ۳۶۷ نمبر ۲۸۸)

۳۔ خصائص کبری ج ۲ ص ۱۳۹ (ج ۲ ص ۲۵۳)

تبصرۂ امینیؒ

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان واقعات کے بعد بھی لوگ عقیدۂ رجعت کو محال کیوں سمجھتے ہیں، حالانکہ مردے کے جسم میں روح کی بازگشت ہی کو رجعت کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ''زید بن حارثہ'' کی داستان کے نمونوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی عقیدہ رجعت کی تحقیر کرتے ہیں، حالانکہ یہ روایت بھی رجعت کا ایک نمونہ ہے؟؟

ہاں! یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ متذکرہ روایت میں موت کے تھوڑی دیر بعد بدن میں روح کی بازگشت ہوئی تھی لیکن جس رجعت کے ہم قائل ہیں اس میں موت اور رجعت روح کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ اس روایت میں زندہ رہنے کی مدت بہت کم تھی لیکن جس رجعت کے تم قائل ہو اس میں زندہ رہنے کی مدت بہت طویل ہوجاتی ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ رجعت کا جواز ان امور پر منحصر ہے جن کی مذمت ہے، یا مذمت اہل بیت کے علاوہ کسی اور مذمت میں اس کا جواز ممکن ہے۔ لیکن بہر حال ان تمام تر اعتراضات کے باوجود رجعت کے اصل امکان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، عقل و شرع کی نظر میں یہ ایک ممکن اور معقول مسئلہ ہے۔

ابن خراش کے اس واقعہ اور طبقات بن سعد میں موجود داستان میں کتنا فرق ہے، اس نے سالم بن عمر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرد انصاری کو کہتے ہوئے سنا: میں نے خدا سے خواہش کی کہ عمر کو میرے خواب میں حاضر کرے، چنانچہ بارہ سال بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا، وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کررہے تھے، میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کیا خبر ہے؟ جواب دیا: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں، اگر رحمت خدا شامل حال نہ ہوتی تو میں ہلاک ہوجاتا۔(۱)

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔(۲)

ابن جوزی ''سیرۃ عمر'' میں عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں: اس نے بابا جان کو خواب میں دیکھ کر

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷۳ (ج ۳ ص ۳۷۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۹۹ (ص ۱۳۷)

سوال کیا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میری حالت بہتر ہے اگر خدائے مہربان نہ ہوتا تو اپنی جگہ سے گر کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر پوچھا: آپ کتنے دن بعد حساب کتاب سے فارغ ہوئے؟ کہا: بارہ سال بعد....اس عبارت کا بھی اضافہ ہے: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں۔(۱)

اس روایت کو حافظ محب طبری نے بھی نقل کیا ہے۔(۲)

آپ کے مطابق عمر نے خلیفہ ہوتے ہوئے حساب و کتاب کی اتنی سختی برداشت کی، خداوند عالم اپنی روح اور خوشبو کے ساتھ ان کے استقبال کو نہیں گیا، ریشمی سبز لباس بھی نہیں پہنایا اور رسول خداؐ بھی نماز کیلئے انتظار میں کھڑے نہیں رہے۔ پھر بارہ سال بعد حساب سے فارغ ہوئے، وہ بھی اگر خداوند عالم کی رحمت شامل نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ لہذا آپ اس واقعہ کا ابن خراش کے واقعہ سے مقابلہ کریں جس نے اتنی جلدی ترقی کر لی، ان دونوں کے مستقبل کو ملاحظہ کریں اور پھر فیصلہ کریں۔

۱۳۔ چار ہزار سپاہی پانی سے گذر گئے

ابو ہریرہ اور انس سے مروی ہے:

عمر بن خطاب نے ایک لشکر تیار کیا اور علاء بن حضرمی کی سرداری میں روانہ کیا، میں بھی جنگوں میں اس کے ساتھ تھا ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے ہم پر سبقت کی اور حصول آب سے بھی محروم رہے، ہوائیں گرم تھیں اور ہمارے ساتھ ساتھ چوپائے بھی پریشان و بے جان تھے جمعہ کا دن تھا، جب آفتاب مغرب کی طرف مائل ہوا تو اس (ابن حضرمی) نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کئے، اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ تیز و تند ہوا چلنے لگی، بادل آئے اور مسلا دھار بارش شروع ہو گئی، ہم سب سیراب ہوئے اور حیوانوں کو بھی

۱۔ تاریخ عمر بن الخطاب ص ۲۰۵ (ص ۲۱۱ باب ۷۵)

۲۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۸۰ (ج ۲ ص ۸۶۱)

سیراب کیا پھر ہم دشمنوں سے جنگ کے لئے آئے لیکن دشمن پہلے سے ہی دریا عبور کر کے جزیرہ میں پہنچ چکے تھے، وہ (حضرمی) دریا کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا علی، یا عظیم یا حلیم یا کریم۔ پھر کہا: اللہ کا نام لے کر پانی میں داخل ہو جاؤ۔ ہم دریا میں داخل ہوئے لیکن پانی سے حتی ہمارے حیوانوں کے پیر بھی تر نہ ہوئے (صفوری کی روایت میں لشکر کی تعداد چار ہزار مذکور ہے) تھوڑی ہی دیر توقف کیا تھا کہ اس کے جنازے پر تیر بارانی ہوئی ہم نے قبر کھودی اور غسل دے کر اسے دفن کر دیا۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا: تم لوگوں نے جسے سپرد خاک کیا ہے وہ کون ہے؟ ہم نے کہا: بہترین انسان ''ابن حضرمی'' ہے۔ اس نے کہا: اس زمین کی مٹی مردوں کو محفوظ نہیں رکھتی، باہر پھینک دیتی ہے، اسے ایک دو فرسخ دور لے جا کر دفن کرو۔ ہم نے قبر کھودی تو معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھی ''ابن حضرمی'' موجود نہیں ہیں اور قبر سے ایک نور ساطع ہے جو ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم قبر پر مٹی ڈال کر واپس چلے آئے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

یہاں ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، اس کے باطل سند کے متعلق بھی کچھ کہنا بیکار ہے، حتی راویوں نے ابن حضرمی کو ''خیر البشر'' کا لقب دے دیا، انہیں بھی ملامت نہیں کریں گے۔ ہاں! خداوند عالم پر دشوار نہیں کہ عمر کے مرتب کردہ تمام سپاہیوں کو صاحب کرامت بنا دے، لیکن ہم اس عبارت ''اس زمین کی مٹی مردوں کا باہر پھینک دیتی ہے'' کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں، کیا آج تک ایسی خاصیت کا مشاہدہ کیا گیا یا نہیں؟ دنیا کی زمینوں میں اسی علاقے کی سرزمین کو یہ خصوصیت کیوں حاصل ہوئی؟ کیا قبر کھودنے کے بعد ایسی نور افشانی ممکن ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دے؟ حالانکہ ان کے خیال کے مطابق وہ قبر میں بھی نہیں تھا، وہ کہیں اور چلا گیا تھا اور اپنا نور وہاں چھوڑ گیا تھا؟ میرے پاس تو ان سوالوں کا جواب نہیں ہے، ہاں! یہ واقعہ گڑھنے والے اور سننے والے ان کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نہیں جانتا۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۵ (ج ۶ ص ۱۷۱۔۱۷۲) ؛ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۱۹۱ ؛ اسد الغابۃ ج ۳ ص ۷ (ج ۳ ص ۴۷ نمبر ۳۷۳۹) ؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۳۹۸ (نمبر ۵۶۴۲)

۱۴۔ سعد کی دعا سے بھی ایک لشکر پانی سے گذر گیا

عمر بن خطاب نے مدائن کی جانب ایک لشکر روانہ کیا، جب لشکر دجلہ کے کنارے پہنچا تو وہاں کشتی نہیں تھی، لشکر کے سردار سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید نے کہا: اے حکم خدا سے جاری وساری دریا! تجھے حضرت محمدؐ کی حرمت اور عمر کی عدالت کا واسطہ ہمیں راستہ دے تا کہ ہم عبور کر سکیں۔ اس کے بعد تمام لوگ پانی سے عبور کر گئے، حتی ان کے گھوڑے اور اونٹوں کے پیر بھی تر نہ ہوئے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کیسے ممکن ہے کہ جس شخص نے امام معصوم کی مخالفت کی اور خطا سے عاری امت کے اجماع کو پامال کیا اس کی دعا سے گھوڑوں اور اونٹوں کے پیر بھی تر نہ ہوں؟ خاص طور سے اس وقت جب اس کا زنا کار، خونخوار اور گھناؤنے اعمال کا مالک دوست ''خالد بن ولید'' کی دعا بھی اس کی دعا میں منضم ہو؟ ہمارے لئے یہ بات روشن نہ ہوئی کہ آخر خداوند عالم نے اس کی قسم کو عملی جامہ کیوں پہنایا؟ کیا ان افراد کی حرمت کی وجہ سے کہ جن کا دعا میں واسطہ دیا گیا تھا (محمدؐ و عمر بن خطاب) اور یہ دعا دونوں افراد کی شمولیت پر متحقق ہوئی یا صرف رسولخداؐ کے نام و احترام کی وجہ سے مقبول خدا قرار پائی؟ عمر کے اعمال و کردار کا مطالعہ کرنے والا یہ بات اچھی طرح معلوم کرلے گا کہ رسول خداؐ کی نظر میں ان کی کیا اہمیت تھی، ہم نے ان کے بعض کارناموں کو چھٹی جلد میں پیش کیا ہے۔

۱۵۔ سعد کی دعا نے اس کی موت ملتوی کردی

ابن جوزی لیبہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں:

سعد نے دعا کی: خدایا! میرے بچے چھوٹے اور نابالغ ہیں، میری موت کو اتنی دیر ملتوی کردے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ جائیں۔ خداوند عالم نے بھی ان کی موت کو بیس سال تک ملتوی کردیا۔ (۲)

۱۔ نزھۃ المجالس للصفوری ج ۲ ص ۱۹۱

۲۔ صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۴۰ (ج ۱ ص ۳۶۰ نمبر ۹)

تبصرۂ امینی

سعد کی اولاد میں امام حسین شہید کا قاتل ''عمر بن سعد بھی تھا، خدا کی نظر میں کتنی اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کہ خداوند عالم سعد کی دعا کو مستجاب کرے تا کہ وہ ایسے شخص کو تربیت کر سکے جو سبط رسولؐ امام حسینؑ کے قتل اور ان کے خاندان پاک کی ہلاکت کے سلسلے میں اقدام کرے...؟ کاش! میں جان پاتا کہ کس شخص نے سعد، لبیہ اور اس واقعہ کے ناقل کو اس کی اطلاع دی؟ وہ اپنی موت کی تاریخ سے کیسے واقف ہوگیا؟ حالانکہ ﴿إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحے کی تاخیر کرتی ہے اور نہ ہی تقدیم''۔(۱) اسی طرح خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا﴾ ''کوئی نفس بھی اذن پروردگار کے بغیر نہیں مر سکتا ہے سب کی ایک اجل اور مدت معین ہے''۔(۲)

لہٰذا خداوند عالم نے اس دعا کی برکت سے اس کی موت کو بیس سال ملتوی کیسے کر دیا؟ کیا سعد و لبیہ جیسے عام انسان موت کے وقت کا علم رکھ سکتے ہیں جو علم غیب کی ایک قسم ہے؟!

ہاں! ایک جاہل انسان خواہ نیک بخت ہو یا بد بخت جب غیبی امور سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خداوند عالم اس سے ضرور واقف ہو جاتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ، إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ ''وہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس رسول کو پسند کرلے تو اس کے آگے پیچھے نگہبان فرشتے مقرر کر دیتا ہے''۔(۳)

۱۶۔ بادل آبیاری کر کے سبزے اگا رہا ہے

حسن بصری سے مروی ہے: خلافت عثمان کے زمانے میں ''حرم بن حیان'' ایک شدید گرم دن میں

۱۔ یونس/۴۹ ۲۔ آل عمران/۱۴۵ ۳۔ جن/۲۶۔۲۷

فوت ہوا، جب دفن کے بعد لوگ اس کی قبر سے کھڑے ہوئے تو ایک بادل اس کی قبر پر سایہ فگن ہو گیا جو اس کی قبر سے نہ چھوٹا تھا اور نہ ہی بڑا۔ اس نے قبر پر آبیاری کی اور واپس چلا گیا۔

قتادہ کے الفاظ ہیں: وفات کے دن اس کی قبر پر بارش ہوئی اور اسی دن اس پر سبزے اگے۔(۱)

علامہ امینی لکھتے ہیں: حرم بن حیان کی قبر پر اس کرامت کو ہم عظیم نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تو اپنی ماں کے شکم میں چار سال تک موجود رہا تھا۔(۲) یہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے، سبحان الخالق القادر۔

۱۷۔ ابراہیم تیمی کی حیرت انگیز زندگی

اعمش سے منقول ہے: میں نے ابراہیم تیمی (متوفی ۹۲ھ) سے پوچھا: مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے ایک مہینے سے کچھ نہیں کھایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! دو مہینوں میں چالیس راتوں سے کچھ نہیں کھایا۔ میرے گھر والوں نے صرف انگور کا ایک دانہ کھلایا تھا اسے بھی فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا۔(۳)

احیاء العلوم غزالی میں ہے: وہ چار مہینوں تک نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ ہی پیتا تھا۔(۴)

ڈاکٹر ایسی ضعیف و ناقص عقل پر ضرور ہنسیں گے، انہوں نے جس داستان کو گڑھ رکھا ہے اس میں ایسی ناقابل حل مشکل موجود ہے کہ عقل حیرت زدہ ہے، بنی نوع انسان کی طبیعت میں ایسی بات سننے میں نہیں آئی اور خداوند عالم نے انسانوں کو جس فطرت پر خلق فرمایا ہے وہ ان بیہودہ بکواس سے قطعی غیر مربوط ہے، فضائل میں غلو کرنے والے ہی ایسا بیہودہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اس بے سر و پا دعوے میں کچھ دوسرے افراد بھی شامل ہیں بلکہ وہ تو ابراہیم تیمی سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہیں، آئندہ ان کا تذکرہ آئے گا۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۲۲ (نمبر ۱۶۸)؛ صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۳۹ (ج ۳ ص ۲۱۵ نمبر ۴۸۸)؛ الاصابۃ ج ۳ ص ۶۰۱ (نمبر ۸۹۴۶)

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۳۴۷

۳۔ طبقات شعرانی ج ۱ ص ۳۶ (ج ۱ ص ۴۱ نمبر ۶۸)

۴۔ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۲۹۸)

۱۸۔ حافظ کی بد دعا سے ایک شخص کی موت

غیلان بن جریر بصری سے مروی ہے: ایک شخص نے مطرف بن عبد اللہ حافظ بصری (متوفی ۹۵ھ) سے جھوٹی بات منسوب کی۔ مطرف نے کہا: خدایا! اس کے جھوٹ کی وجہ سے اسے موت سے ہمکنار کر، چنانچہ وہ فوراً ہی گر کر مر گیا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس مستجاب الدعوۃ کی دعا کی سنگ دلی متذکرہ ابو مسلم کی روایت کی سنگ دلی سے کم نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ایک بے گناہ عورت کے سلسلے میں بد دعا کی تھی۔ اگر چہ جھوٹ حرام ہے لیکن اس کی سزا جھوٹ بولنے والے کو پھانسی کا پھندا نہیں اور یہ بات بعید ہے کہ ہر غیر معصوم کی بد دعا اس کے دشمن کے حق میں مستجاب ہو جائے اس لئے کہ لوگوں میں ابو مسلم خولانی اور مطرب بن عبد اللہ جیسے تند مزاج افراد کم نہیں ہیں، ورنہ اتنے مستجاب الدعوۃ افراد امت پر لازم ہے کہ وہ ان جھوٹوں کے لئے بھی بد دعا کریں اور خداوند عالم پر بھی واجب ہے کہ وہ ان کی بد دعا کو قبول فرمائے اور اس بیہودہ داستان کے راویوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

۱۹۔ ایک بادل ''کرز بن وبرہ'' کے سر پر سایہ فگن ہوا

ابو سلیمان مکتب سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں مکہ کے ایک سفر میں کرز بن دیرہ کے ہمراہ تھا۔ پورے سفر میں اس کا معمول تھا کہ جب کہیں قافلہ رکتا تو وہ اپنے مرکب سے اتر کر اپنا لباس اتارتا، پالان شتر پر رکھتا اور پھر ہم سے دور جا کر نماز پڑھتا تھا اور جب اونٹ کی آواز بلند ہوتی تو کھڑا ہو کر ہمارے پاس آجاتا تھا۔ ایک دن اسے آنے میں تاخیر ہوئی، لوگ اس کی تلاش میں نکلے، میں بھی ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ تیز دھوپ میں نماز پڑھ رہا ہے، اچانک میری نگاہ اس بادل پر پڑی جو اس کے سر

۱۔ طبقات الحفاظ ذہبی ج۱ص۶۰ (ج۱ص۶۴ نمبر ۵۴)؛ دول الاسلام ج۱ص۴۷ (ص۵۵ ۹۵ھ)؛ الاصابۃ ج۳ص۴۷۹ (نمبر ۸۳۴۴)؛ تہذیب التہذیب ج۱ص۱۷۳ (ج۱۰ص۱۵۷)

پر سایہ فگن تھا۔ مجھے دیکھ کر میرے پاس آیا اور کہا: اے ابو سلیمان! تم سے ایک حاجت ہے؟ میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! اپنی حاجت بیان فرمائیں، اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: آپ کی یہ حاجت ضرور پوری ہوگی۔ اس نے کہا: مجھے مطمئن کرو۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ رہے گا میں کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ (۱)

۲۰۔ ایک فقیر نے زمین کو سونا کیا

حسن بصری سے مروی ہے: ایک سیاہ فام فقیر آبادان کے کھنڈروں میں زندگی بسر کرتا تھا، مجھے معلوم ہوا تو میں نے اسے طلب کیا، جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر زمین کی طرف اشارہ کیا تمام زمین سونا ہو کر چمکنے لگی میں سخت خوفزدہ ہوا، فوراہی بھاگ کھڑا ہوا۔ (۲)

پڑھیے اور تعجب کیجئے، ہنسئے یا گریہ کیجئے

۲۱۔ غطفانی موت کے بعد مسکراتا ہے

حارث غنوی سے مروی ہے:

ربعی بن خراش غطفانی (متوفی ۱۰۱/۴) نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسے گا جب تک اسے معلوم نہ ہو جائے گا کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ غسال نے مجھ سے کہا: وہ غسل کے وقت ہنستا رہا اور ہم اسی طرح اسے غسل دے کر فارغ ہوئے۔ (۳)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج ۵ ص ۸۰؛ الاصابۃ ج ۳ ص ۳۲۱

۲۔ الروض الفائق ص ۱۲۶

۳۔ صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۶ نمبر ۳۹۱)؛ طبقات کبری شعرانی ج ۱ ص ۳۷ (ج ۱ ص ۴۳ نمبر ۴۷)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۲۹۸ (ج ۱۸ ص ۴۵ نمبر ۲۱۳۵؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۲۶۹)

۲۲۔عمر بن عبدالعزیز،توریت میں

خالد ربعی کہتا ہے: توریت میں تحریر ہے کہ چالیس روز تک آسمان وزمین عمر بن عبدالعزیز پر گریہ کرتے رہے۔(۱)

شاید عمر بن عبدالعزیز کی یہ خاصیت، ربعی کی توریت سے مخصوص ہو، نہ حضرت موسیٰ کے توریت کی اس لئے کہ اصلی توریت اس زمانہ میں موجود نہیں تھی اور نہ ہی ربعی اور دوسرے افراد ہی موجود تھے۔حتی جھوٹ اور افسانوں سے پر توریت کے مختلف جعلی نسخوں میں بھی ربعی کی بکواس موجود نہیں ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کی شناخت کیلئے احمد بن حنبل کا یہ جملہ ہی کافی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ معاویہ افضل ہے یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو انہوں نے جواب میں کہا:

معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں موجود گرد وغبار رسول اسلامؐ کی نظر میں عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔(۲)

عبد اللہ بن مبارک کہتا ہے: معاویہ کی ناک کی خاک عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ایک دوسرے روایت میں ہے: معاویہ کے ناک کے دونوں سوراخ کی گرد وغبار جو رسول خداؐ کی معیت میں ہو، وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔(۳)

لہذا ایسے شخص کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے جس سے معاویہ کی ناک یا اس کے گھوڑے کی ناک کی مٹی بہتر ہو؟ جس کی وجہ سے اسے توریت میں لکھا جائے؟ یا آسمان وزمین چالیس دنوں تک اس پر گریہ کریں ؛﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾''آسمان وزمین نے ان پر گریہ نہیں کیا اور انھیں مہلت بھی نہیں دی گئی''۔(۴)

۱۔الروض الفائق ص ۲۵۵

۲۔شذرات الذہب ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۲۷۰ حوادث ۶۰ھ)

۳۔تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۴۸ حوادث ۶۰ھ)؛ صواعق محرقہ ص ۱۲۷ (ص ۲۱۳)

۴۔دخان/۲۹

۲۳۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں گوسفندوں کی حالت

یافعی نقل کرتے ہیں:

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو گوسفندوں کے چرواہوں نے پہاڑ کی بلندی پر کہا: لوگوں پر حکومت کرنے والا یہ خلیفہ صالح کون ہے؟ دوسروں نے پوچھا: تم لوگ اس کا نام کیوں جاننا چاہتے ہو؟ کہا: جب بھی کوئی صالح خلیفہ حکومت کرتا ہے تو بھیڑیئے اور شیر ہمارے گوسفندوں سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خونخوار بھیڑیئے کیا جانیں کہ خلیفہ صالح وطالح کیا ہے تا کہ وہ اپنی درندگی سے دست بردار ہو جائیں؟ اور یہ جفا کار اور جاہل انسان کتنا نادان ہے کہ ان جانورں سے دشمنی وکینہ کا جذبہ رکھتا ہے، اگر تاریخ کے ہر دور میں درندوں کی یہی روش تھی اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے مخصوص نہیں تھا تو پھر معاویہ و یزید اور ان کے مانند دوسرے لوگ ہلاک ہو جاتے اور ان کے آثار بھی باقی نہیں رہتے۔

۲۴۔ عمر بن عبدالعزیز کا برأت نامہ

عمر بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ وہ رات کے وقت دور دراز مسجدوں میں جا کر خداداد صلاحیت کے مطابق نماز پڑھتا تھا اور ہنگام صبح اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر سفیدیٔ صبح تک گریہ وزاری کرتا تھا، چنانچہ اس طرح ایک رات جب وہ معمول کے مطابق عبادت انجام دے رہا تھا. اس نے ایک سبز رنگ کا نامہ دیکھا جس کی روشنی آسمان تک ساطع تھی، اس میں لکھا تھا: یہ آتش جہنم سے برأت کا خط ہے جسے خداوند عالم نے اپنے بندے عمر بن عبدالعزیز کو عطا فرمایا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالعزیز بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے: جب عمر بن عبدالعزیز کو قبر میں رکھا گیا

۱۔ روض الریاحین ص ۱۶۵ (ص ۳۴۷ نمبر ۳۶۳)

تو ایک تیز وتند ہوا چلی اور بہترین تحریر میں ایک خط آسمان سے گرا۔ لوگوں نے اسے پڑھا، اس میں لکھا تھا: خدا کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے، یہ آتش جہنم کا برأت نامہ ہے، چنانچہ لوگوں نے اسے کفن میں رکھ کر دفن کردیا۔(۱)

ابن عساکر نے بھی اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت نقل کی ہے۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: گمراہی وضلالت سے ہدایت کی بات تو قیامت کے دن ہی واضح وآشکار ہوگی۔

۲۵۔ مالک بن دینار کی دعا اور چار سالہ بچہ کی پیدائش

بیہقی ہاشم بن مجاشعی کے طریق سے روایت کرتے ہیں: ایک دن مالک بن دینار (متوفی ۱۲۳ھ) بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا:

اے ابو یحییٰ! ایک عورت چار سال سے حاملہ ہے اور غم واندوہ اور پریشانی میں اپنے دن گزار رہی ہے، اس کے لئے دعا کریں۔ مالک سنتے ہی غضبناک ہوگئے، قرآن کو بند کر کے کہا: یہ لوگ سوچتے ہیں کہ ہم انبیاء ہیں۔ پھر دعا کی: خدایا! اگر اس عورت کے شکم میں ریح (گیس) ہو تو اسے اسی وقت خارج کردے اور اگر دختر ہے تو فرزند کی صورت میں باہر کردے تو جسے چاہتا ہے محو کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے وجود عطا کرتا ہے، ام الکتاب تیرے دست اختیار میں ہے۔ پھر مالک نے اپنا ہاتھ بلند کیا، لوگوں نے بھی خدا کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ بلند کئے، اسی وقت کسی نے اس شخص کو خبر دی کہ اپنی زوجہ کی خبر لے۔ وہ شخص بھاگتا ہوا گھر پہونچا، ابھی مالک نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ وہ شخص مسجد میں داخل ہوا، ایک بڑے بال والا چھوٹا بچہ اس کے کاندھے پر سوار تھا، ابھی اس کی ناف بھی نہیں کاٹی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۹ ص۲۱۰ (ج۹ ص۲۳۶ حوادث ۹۴ھ)؛ الروض الفائق ص۲۵۶

۲۔ مختصر تاریخ دمشق (ج۲۸ ص۹۲)

گئی تھی۔

°

تبصرۂ امینیؒ

بے سروپا اور محال باتیں کہنا محال نہیں ہے لیکن تقویٰ ااور انسان کی حیا اس بات کی ممانعت کرتی ہے کہ بعید از عقل باتوں کو اپنی زبان پر لائے ، کیا اس خبر کے راوی کے لئے حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک عورت کا شکم اتنا وسیع ہو کہ چار سالہ بچہ اس میں سما جائے ، اس کے بال اُگ آئیں اور دانت وغیرہ نکل آئے ؟ فرض کریں کہ اس کا شکم اتنی گنجائش کا حامل تھا، تو کیا انسان کا جسم اسے تحمل کر سکتا ہے، اس کا تو لازمہ ہے کہ اس کا شکم عام عورتوں سے بھی بڑا ہو، کیا اس بچہ کی ماں کی یہی حالت وکیفیت تھی یا یہ کہ وہ دوسری حاملہ عورتوں کی طرح تھی ۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ ایک دوسری کرامت شمار کی جائے گی؟ پاک وپاکیزہ ہے وہ پروردگار جس نے اس مسکین عورت کو اتنی مہلت دی کہ اس کی ہڈیاں نہ ٹوٹیں، اس کی رگ اور کھال پھٹنے سے محفوظ رہیں۔ خداوند عالم نے گذشتہ زمانے میں جو چاہا انجام دیا ہے۔

خدا مالک بن دینار پر رحمت نازل کرے کہ اگر وہ اس بیمار عورت کے لئے دعا نہ کرتا تو وہ بچہ نا معلوم اس کے شکم میں کب تک پڑا رہتا۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ نوزاد ماں کے پیٹ میں لڑکی تھی پھر ابن دینار کی دعا کی وجہ سے لڑکا ہو گیا؟ یا یہ کہ لڑکا ہی تھا اور یہ دعا موثر ثابت نہیں ہوئی ؟ حالانکہ خداوند عالم ہی جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا عطا فرماتا ہے۔

جو بات مسلم ہے وہ یہ کہ پیدائش سے قبل اور شکم مادر میں بچے کی اصلی خلقت مکمل ہو جاتی ہے ،اس کے بعد جنسیت کی تبدیلی کا امکان نہیں ہوتا ، ہاں ممکن ہے ابن دینار کی دعا اس تبدیلی کا باعث ہوئی ہو۔ اگر اس کی دعا میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ شکم مادر میں بچہ کی جنسیت کو بدل سکے تو کیا پیدائش

کے بعد ''انک تمحو و ما تشاء و تثبت '' کہہ کر ایسا کام کر سکتا ہے؟! شاید اسکے پاس یہ صلاحیت موجود ہو۔

۲۶۔ایک مستجاب الدعا ناصبی

سعید بن ایاس جریری (متوفی ۱۴۴ھ) سے مروی ہے کہ عبداللہ بن شقیق عقیلی مستجاب الدعا تھا، چنانچہ جب کوئی بادل اس کے سر کے اوپر سے گزرتا تو کہتا تھا: خدایا! اسے اس وقت تک آگے نہ بڑھا جب تک ہم پر بارش نہ نازل کردے۔ وہ بادل بھی بارش شروع کردیتا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

کسی ولی خدا کی دعا کا مستجاب ہونا بعید نہیں، خدائے سبحان کے لئے مشکل نہیں کہ وہ اپنے صالح بندوں کو کرامت عطا فرمائے۔ لیکن عقیلی سے یہ کرامت منسوب کرنا بعید ہے، ان دونوں میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، اس لئے کہ وہ ان افراد میں سے تھا جو حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ ابن خراش کے مطابق: وہ عثمان کے طرف داروں اور علیؑ کے دشمنوں میں سے تھا۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں: یہ شخص حضرت علیؑ پر حملے کرتا تھا۔ لہٰذا جس ماں کے بیٹے میں امیر المومنین کی محبت و دوستی نہ ہو اس کے لئے کون سی کرامت باقی رہ جاتی ہے۔ وہ بھی ایسی عداوت جو رسول خداؐ کی دعا مستجاب ہونے کے بعد کی جائے۔ آنحضرت کی دعا مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

آپ نے فرمایا: اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ۔(۲)

۱۔تہذیب التہذیب ج۵ص۲۵۴(ج۵ص۲۲۴)

۲۔جلد اول ملاحظہ فرمائیں

فرمایا: انه لا یحبه الا المومن و لا یبغض المنافق۔(۱)

فرمایا: یا علی لا یبغضک مومن و لا یحبک منافق۔(۲)

فرمایا: لا یحب علیا المنافق و لا یبغض مومن ۔(۳)

فرمایا: لو لاک یا علی ما عرف المومنون بعدی۔(۴)

آپ کا ارشاد ہے: واللہ لا یبغض احد من اهل بیتی و لا من غیرهم من الناس الا وهو خارج من الایمان ''خدا کی قسم! جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے خواہ وہ میرے خاندان سے ہو یا لوگوں میں سے کوئی ہو، وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے''۔(۵)

یہ بھی فرمایا: یاعلی انت سید فی الدنیا سید فی الاخرہ' حبیبک حبیبی و حبیبی حبیب اللہ ، و عدوک عدوی و عدوی عدو اللہ والویل عن البغض بعدی ''اے علی! تم دنیا و آخرت میں رہبر اور امام ہو، تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے، تمہارا دشمن میرا دشمن، میرا دشمن خدا کا دشمن ہے، تف ہے اس شخص پر جو میرے بعد تم سے دشمنی کرے''۔(۶)

فرمایا: یا علی ! طوبی لمن احبک و صدق فیک وویل عن ابغضک و کذب نبیک ''اے علی! خوشا بہ حال اس شخص کے جو تمہیں دوست رکھے، تمہارے ساتھ خلوص سے پیش آئے اور تف ہے اس شخص پر جو تم سے دشمنی کرے اور تمہیں جھٹلائے''۔(۷)

آپ کا ارشاد ہے: من احبک احبنی و من ابغضک ابغضنی ''جو تمہیں دوست رکھے میرا دوست ہے اور جو تم سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے''۔(۸)

۱۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں ۲۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۳۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں ۴۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۵۔مسند مناقب میں اس کے مآخذ کے ساتھ آیا ہے۔

۶۔مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۸ (ج ۳ ص ۱۳۸ ح ۴۶۴۰): ذہبی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۷۔مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۵ (ج ۳ ص ۱۴۵ ح ۴۶۵۷)

۸۔مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۲ (ج ۳ ص ۱۵۳ ح ۴۶۸۶): حاکم و ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس سلسلے میں بیشمار حدیثیں مروی ہیں۔

لہذا ایک مسلمان رسول خداؐ کے ارشادات کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت علیؑ کے دشمن اوران پر سب وشتم کرنے والے ایک شخص کی کرامت کو کیسے مان سکتا ہے، اسے مستجاب الدعا کیسے شمار کرسکتا ہے اور بادل کے سلسلے میں اس کی دعا کی تصدیق کیسے کرسکتا ہے؟ جی ہاں! اگر ناآگاہانہ طور پر غلوآمیز فضائل بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ایسی ہی بیہودہ نسبتیں منظرعام پر آتی ہیں۔

اس مضحکہ خیز روایت کو نقل کرنے والے ''جریری'' کی شناخت آپ نے اسی کتاب میں حاصل کر لی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی عقل موت سے تین سال پہلے ختم ہو چکی تھی، یہ روایت اسی جنون اور پاگل پن کا ایک نمونہ ہے۔

۲۷۔ سختیانی پانی جاری کرتا ہے

ابونعیم نے عبدالواحد سے روایت نقل کی ہے، اس نے کہا: میں ابوایوب سختیانی کے ہمراہ کوہ حرا میں تھا، میں نے پیاس محسوس کی، پیاس کی شدت میرے چہرے سے نمایاں تھی۔ اس نے پوچھا: کون سی مشکل آن پڑی ہے؟ میں نے کہا: بہت پیاسا ہوں، اگر پانی نہ ملا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا: کیا میرے عمل کو مخفی رکھو گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: قسم کھاؤ۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہے اس کے عمل کو کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ یہ سن کر اس نے اپنا پیر زمین پر مارا اور پانی جاری ہوگیا۔ میں پی کر سیراب ہوا کافی مقدار میں اپنے لئے بھی رکھا۔ اس کے بعد اس کی موت تک اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا۔(۱)

روض الفائق کے الفاظ ہیں: کچھ لوگ ابوایوب کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، ایک مقام پر انہیں پانی نہ ملا اور وہ اس کے حصول سے عاجز رہے تو ابوایوب نے کہا: جب تک میں زندہ ہوں کیا تم لوگ اسے

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۵ (ج۳ ص۳۔۱۴ نمبر ۲۰۵)

پوشیدہ رکھو گے؟ سب نے کہا: ہاں۔ چنانچہ اس نے ایک دائرہ کھینچا جس سے پانی جاری ہوگیا ہم سب اس سے سیراب ہوئے۔ بصرہ آنے کے بعد حماد بن زید نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ عبدالواحد بن زید کا بیان ہے کہ میں اس دن اس کے ہمراہ تھا۔(۱)

۲۸۔ جنت میں محل فروخت کرنے والا ایک بزرگ

ایک خراسانی ''حبیب بن محمد عجمی بصری'' کے پاس آیا۔ وہ مکہ جانا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بزرگ! میرے لئے ایک گھر خرید دیجئے، وہ روپیہ دے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ مکہ سے واپس آکر اس شخص نے کہا: جس گھر کو آپ نے میرے لئے خریدا ہے اس کی نشاندہی فرمایئے۔ حبیب نے کہا: آج اس گھر کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ وفات کے وقت اس گھر کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ خراسانی نے کہا: اس کا عہد نامہ تحریر کردتا کہ اپنے ہمراہ لیجا سکوں۔ حبیب نے لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ نامہ اس گھر کا ہے جسے جنت میں حبیب نے خریدا ہے یہ گھر ایسا ویسا ہے اور اس گھر کی بلندی ایسی ویسی ہے''۔ پھر نامہ پر مہر لگا کر اس کے حوالے کر دیا۔ وہ شخص نامہ لے کر گھر والوں کے پاس آیا۔ گھر والے اسے لتاڑنے لگے: تم پاگل ہو، اگر روپیہ برباد نہ کرتے تو آج اچھے خاصے گھر کے مالک ہوتے۔ چنانچہ وہ مرضی خدا کے مطابق زندہ رہا، جب موت قریب آئی تو اس نے گھر والوں سے کہا: اس نامہ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ اس کی خواہش کے مطابق خط کو اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔۔ بصرہ میں موجود حبیب نے اس خط کو اپنے پہلو میں پڑا ہوا دیکھا، جس کے نیچے تحریر تھا: اے ابو محمد! جس گھر کو تم نے خریدا تھا خداوند عالم نے اسے اس شخص کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ بھاگتا ہوا اس شخص کے گھر والوں کے پاس آیا، اس نے کہا: خداوند عالم نے تمہارے باپ کو ایک محل عطا فرمایا ہے، یہ ہے اس کا خط۔ چنانچہ سب نے دیکھا کہ یہ وہی خط ہے جسے انہوں نے سپرد خاک کیا تھا۔

۱۔ روض الفائق ص۱۲۶

ابن عساکر نے یہ روایت اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ کتاب کا مصحح اس سلسلے میں لکھتا ہے: مؤلف نے اس واقعہ کو مختصر و مفصل دونوں طریقے سے نقل کیا ہے، لیکن دونوں کا مضمون ایک ہے، یہ واقعہ حبیب سے تعلق رکھتا ہے امید ہے کہ لوگ اس پر الزام تراشی نہیں کریں گے اور اس واقعہ کو لوگوں کے اموال ہڑپ کرنے کا ذریعہ قرار نہ دیں گے، حبیب جیسے افراد کے احوال وحالات قیاس پذیر نہیں ہیں، کوئی عملی قاعدہ بھی نہیں ہے۔(۱)

۲۹۔معروف کی دعا سے غایب شخص حاضر

امام ابومحمد ضیاء الدین شیخ احمد وتری شافعی (متوفی ۶۸۰ھ) نے اپنی کتاب روضۃ الناظرین میں خلیل بن محمد صیادانہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میرے والد غائب ہو گئے، میں بہت پریشان ہوا، میں نے معروف کرخی (متوفی ۲۰۰ھ) سے کہا کہ میرے والد غائب ہو گئے ہیں۔ پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا: اپنے والد کی واپسی۔ اس نے کہا: خدایا! یہ آسمان وزمین تیری ہے، آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہے سب تیرا ہے، محمد کو حاضر کر دے۔ ابھی میں دروازے کے پاس پہونچا تھا کہ دیکھا وہ وہاں کھڑے ہیں۔ پوچھا: کہاں تھے۔ کہا: شہر انبار میں تھا، نہیں معلوم اچانک کیا ہوا۔

ان عقل کے ماروں پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہر معروف ومنکر کے لئے ایسی کرامتوں کو مان لیتے ہیں لیکن امیر المومنینؑ کیلئے یہ بات نہیں مانتے کہ آپ جناب سلیمان کو غسل دینے کے لئے مدینہ سے مدائن تشریف لائے۔

۳۰۔ہوا کے دوش پر چارزانو بیٹھا ایک شخص

ابن جوزی ''حذیفہ بن قتادہ مرعشی'' سے نقل کرتے ہیں:

۱۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ص ۳۲ (ج ۱۲ص ۵۴۔۵۵ نمبر ۱۱۹۳؛ تہذیب تاریخ دمشق ج ۴ص ۳۵)

اس کا بیان ہے: میں ایک کشتی پر سوار تھا کہ اچانک کشتی ٹوٹ گئی، میں اور میری بیوی کشتی سے جدا ہونے والے ایک تختے کا سہارا لے کر ڈوبنے سے محفوظ رہے، سات دنوں تک اس تختے پر پڑے رہے۔ میری بیوی نے کہا: میں پیاسی ہوں۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ ہمیں سیراب کرے۔ اچانک آسمان سے ایک زنجیر آئی جس کے اوپر پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ موجود تھا۔ پانی پینے کے بعد میں نے اپنا سر بلند کیا تا کہ اس زنجیر کو دیکھ سکوں، دیکھا کہ ایک شخص دوشِ ہوا پر چار زانو بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں انسان ہوں. پوچھا: تم اس مقام و مرتبہ تک کیسے پہونچے؟ کہا: میں نے خدا کی خواہش کو اپنے نفس پر ترجیح دی ہے اس لئے تم ایسا دیکھ رہے ہو۔(۱)

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ لوگ ان کرامتوں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن مولانا امیر المومنین کی حدیث بساط ان پر بار محسوس ہوتی ہے۔

۱۳۱۔ایک جن نے خزاعی سے گفتگو کی

ابن جوزی نے احمد بن نصر خزاعی (۲) سے نقل کیا ہے: میں نے ایک پاگل کو دیکھا کہ بے سدھ پڑا ہوا ہے، میں نے اس کے کان میں کچھ کہا، اس کے کان کے ذریعہ ایک جن نے مجھ سے گفتگو کی، کہا: اے ابو عبداللہ! تمہیں خدا کا واسطہ مجھے نجات دو تا کہ اس کا کام تمام کروں، اس لئے کہ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔(۳)

کتنی لطافت و باریکی سے باطل کی ترویج کی جا رہی ہے، خدا اس جن کو برکت دے جس کا علم اس

۱۔صفۃ الصفوۃ ج۴ص۴۳۵ (ج۴ص۴۷۰نمبر۷۹۶)

۲۔اس نے واثق باللہ کی خلافت کے زمانے میں قرآن کے مخلوق اور نفی تشبیہ کی مخالفت کی تھی، جس کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا، اس کے کان پر ایک خط لٹکایا گیا جو اس مضمون پر مشتمل تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے جسے ہارون واثق باللہ نے قرآن کے مخلوق اور نفی تشبیہ کے سلسلے میں دعوت دی لیکن اسے قبول نہیں کیا اور خدا نے اسے جہنم میں بھیج دیا۔

۳۔صفۃ الصفوۃ ج۲ص۲۶۷ (ج۲ص۳۶۴نمبر۲۶۷)

مرتبہ پر فائز تھا کہ اس نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے کو قبول کرلیا، ہم اس بیہودہ عقیدہ کے بطلان پر خدا کے شکر گزار ہیں، آج تک کوئی ایسا نہیں ملا جو اس عقیدہ کو قبول کرے۔

۳۲۔احمد خزاعی کا سر بولتا ہوا

خطیب و ابن جوزی ''ابراہیم بن اسماعیل بن خلف'' سے روایت کرتے ہیں:

اس کا بیان ہے کہ احمد بن نصر حلنی جب قتل کیا گیا اور اسے دار پر لٹکایا گیا تو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، میں اس کے نزدیک گیا، مامورین اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، جب کچھ غور کیا تو معلوم ہوا کہ احمد کا سر اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا: ﴿الٓمٓ ، أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾ ''الم، کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا''۔(۱)

احمد بن کامل قاضی سے مروی ہے: احمد کو پھانسی دینے کے بعد اس کے سر کو پل پر لٹکا دیا گیا، جو افراد اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ راتوں میں اس کا سر قبلہ رخ ہو کر روانی کے ساتھ سورۂ یاسین کی تلاوت کرتا تھا، اس واقعہ کے راوی کو طلب کیا گیا لیکن وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔

خلف بن صالح سے مروی ہے: جب احمد بن نصر مارا گیا تو لوگوں نے خلف سے کہا: تم نے کچھ سنا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا: کیا کہہ رہے ہیں؟ کہا: کہتے ہیں کہ احمد بن نصر کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس نے کہا: یحیی بن ذکریا کا سر بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا۔(۲)

۱۔عنکبوت ر۱۔۲

۲۔تاریخ بغداد ج۵ ص۱۷۹ (نمبر ۲۶۲۳)؛ صفۃ الصفوۃ ج۲ ص۲۰۵ (ج۲ ص۴۶۴ نمبر ۲۶۷)

خطیب و ابن جوزی کو اس مضحکہ خیز روایت کے نقل پر ملامت و سرزنش نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ میری نظر میں وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ راویوں نے یہ روایت اس لئے گڑھی ہے تاکہ حضرت امام حسین کے سر کے واقعہ تلاوت کو لوگوں کے ذہن سے ختم کریں جو شہرۂ آفاق ہے اور تواتر کے ذریعہ ثابت ہے۔ اور اس طرح امام حسین کی عظمت و منزلت کو گھٹا سکیں۔

۳۴۔ ابو حنیفہ کے وجود پر پیغمبر اکرم کا افتخار

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: دوسرے انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ پر افتخار کرتا ہوں، وہ خدا کے نزدیک متقی، علم و دانش کا ہمالیہ یا انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہے، جو اس کا احترام کرے اس نے میرا احترام کیا اور جو اس سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔

آنحضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: آدم میرے وجود پر افتخار کرتے ہیں اور میں اپنی امت میں نعمان نامی انسان کے وجود پر فخر و مباہات کرتا ہوں، میں نے اسے ابو حنیفہ کی کنیت سے سرفراز فرمایا ہے، وہ میری امت کا چراغ ہے۔

ان دونوں روایتوں کو ان کے غلو سمیت پانچویں جلد میں ابو حنیفہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے، وہیں پر بیان کیا گیا کہ حنفیوں نے غلو کی انتہا کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ ابو حنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسول اسلام سے بھی بہتر و برتر ہے۔

حر بلغیش ''روض الفائق'' میں لکھتے ہیں: ابو حنیفہ کے ورع کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے زمانے میں ایک گوسفند کی چوری ہوگئی، اس کے بعد جب تک گوسفند زندہ رہے انہوں نے گوشت نہیں کھایا کہ کہیں یہ وہی گوسفند نہ ہو جسے چوری کیا گیا تھا۔(۱)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کس خرافات پر ہنسوں، کیا رسول خداؐ کے افتخار کی وجہ سے اس

۱۔ روض الفائق ص ۲۱۵

شخص پر ہنسوں جس نے دو مرتبہ کفر سے توبہ کیا۔(۱) حالانکہ خود رسول خداؐ تمام عالمین کے لئے باعث افتخار تھے اور ان کی امت میں امیر المومنین جیسے انسان موجود تھے جو ہجرت کی رات اپنی جان قربان کر کے رسول کے بستر پر سوئے تو خداوند عالم نے ان پر مباہات کیا۔

یا آیئے اور اس بات پر ہنسیں کہ ابو حنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسولؐ سے زیادہ عالم ہے؟ میں نہیں جانتا ابو حنیفہ نے یہ تمام علم اور فقہ کہاں سے حاصل کیا؟ کیا ان کا علم وفقہ وہ اسلامی فقہ تھا جو رسول خداؐ کے ذریعہ ان تک پہونچا؟

یا انہوں نے اپنے فقہ کو غیر مسلمان اور کابل، بابل، اور ترمذ(۲) کے لوگوں سے حاصل کیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے علم کو دیوار پر دے مارنا چاہئے؛ کیونکہ امت مسلمہ کو ان اسلامی فقہ وقضایا کے باوجود دوسرے فقہ کی ضرورت نہیں جو بہترین اور کامل ہیں اور فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یا گوسفند کے واقعہ میں نایاب فقاہت کے سلسلے میں ابو حنیفہ کی پرہیز گاری پر ہنسوں کہ کوئی بھی متقی فقیہ ان کے نظریہ کو نہیں مانے گا؛ کیوں کہ ہمیشہ سے اسلامی معاشروں میں گوسفند چوری ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود گوسفند کا گوشت کھانے کی ہر زمانے میں اجازت دی گئی ہے لیکن یہ فقیہ نہیں جانتا کہ اگر شک زیادہ افراد پر حاوی ہو (شبہ غیر محصورہ) اور اکثر افراد اس میں شامل ہونے سے خارج ہو رہے ہوں تو وہاں حرمت اور اس سے پرہیز کرنے کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔(مثلاً اگر ہزار گوسفند ہوں اور یہ معلوم ہو کہ ان میں سے ایک غصبی ہے تو لازم نہیں ہے کہ ان سب سے اجتناب کیا جائے)۔

شاید خود ابو حنیفہ بھی اس مسئلہ کا حکم جانتے تھے لیکن شاید یہ بھی عوام کو دھوکہ دینے کا ایک ذریعہ ہو جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے؛ ابو عاصم نبیل کہتے ہیں: میں نے ابو حنیفہ کو مسجد میں فتوی دیتے ہوئے دیکھا، لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے اور انہیں اذیت دے رہے تھے۔ ابو حنیفہ نے کہا: کیا کوئی

۱۔ اخبار الظراف ابن جوزی ص ۱۰۳

۲۔ یہ ابو حنیفہ کی اصالت کی طرف اشارہ ہے: حافظ ابو نعیم، فضل بن دکین اور دوسرے کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ دراصل کابل کے تھے۔ ابو عبد الرحمٰن مقری کہتے ہیں: وہ بابل کے رہنے والے تھے۔ حارث بن ادریس کہتے ہیں: وہ ترمذ کے رہنے والے تھے۔

پولیس کو بلانے والا نہیں ہے؟ میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! کیا کسی مامور کی حاجت ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: مجھ سے ان احادیث کو لے کر پڑھو، انہوں نے یہی کیا میں صرف ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: تم نے پولیس کو کیوں نہیں بلایا؟ میں نے کہا: آپ نے پولیس چاہا تھا لیکن میں نے لانے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر ابوحنیفہ نے کہا: انظروا انا احتال للناس منذ کذا و کذا وقد احتال علی ھذا الصبی "اے لوگو! دیکھو میں نے بارہا لوگوں کو دھوکہ دیا ہے لیکن اب یہ بچہ مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے"۔(۱)

گوسفند کے سلسلے میں ابوحنیفہ کے غلط نظریہ اور نمونے کو دیکھ کر آپ متوجہ ہو سکتے ہیں کہ ان کے نظریات مدینہ کے لوگوں کے لئے قابل قبول کیوں نہیں تھے؛ محمد بن مسلمہ مدینی سے سوال کیا گیا: ابوحنیفہ کے نظریات تمام شہروں میں موجود ہیں لیکن مدینہ میں رائج کیوں نہیں؟ کہا: کیونکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے: **علی کل ثقب من اثقابھا ملک یمنع الدجال من دخولھا** "مدینہ کے ہر سوراخ میں ایک فرشتہ کھڑا ہے اور دجال (فریبی اور جھگڑالو انسان) کے داخل ہونے میں مانع ہوتا ہے"۔ اور اس شخص کی باتیں دجال صفت اور فریبی ہوتی ہیں، اسی لئے مدینہ میں رائج نہیں ہیں۔(۲)

ابوحنیفہ کے فقہ میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو رسول خداؐ کی سنت کے مخالف ہیں، گوسفند کے گوشت کے سلسلے میں ان کا نظریہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے؛ چنانچہ وکیع بن جراح کا بیان ہے: **وجدت اباحنیفه خالف مائتی حدیث عن رسول الله** "مجھے رسول خداؐ کی دو سو حدیثیں معلوم ہیں جن کی ابوحنیفہ نے مخالفت کی ہے"۔(۳)

اس کے باوجود بھی عبداللہ بن داؤد اپنے امام "ابوحنیفہ" کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہتا ہے: **ینبغی للناس ان یدعوا فی صلاتھم لابی حنیفة لحفظه الفقه و السنن علیھم** "لوگوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کے لئے دعا کریں کیوں کہ انہوں نے لوگوں کے لئے

۱۔ اخبار الظراف، ابن جوزی ص ۱۰۳ (ص ۱۵۷)

۲۔ اخبار الظراف، ابن جوزی ص ۳۵ (ص ۴۵۔۴۶)

۳۔ الانتقاء، ابن عبدالبر مولف کتاب استیعاب ص ۱۵۰

فقہ وسنت کی حفاظت کی ہے''۔(۱)

مولف مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں:

مجھے جس پر اطمینان ہے، اس نے اپنی بعض کتابوں میں نقل کیا ہے کہ ثابت (ابوحنیفہ کے والد) دنیا سے رخصت ہوئے، ابوحنیفہ کی ماں نے امام صادق سے شادی کرلی، اس وقت ابوحنیفہ کافی چھوٹے تھے، انہوں نے امام جعفر صادق کی آغوش میں تربیت پائی اور انہیں سے علم حاصل کیا، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ابوحنیفہ کے لئے فضیلت کا عظیم گوشہ نکلتا ہے''۔(۲)

حسن بن نعمانی ''تعلیق المفتاح'' میں لکھتے ہیں:

''یہ بات قابل قبول نہیں کہ امام ابوحنیفہ چھوٹے تھے اور امام صادق کے پاس بڑے ہوئے؛ اس لئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۶۸ رسال کی عمر میں ۱۴۸ھ وفات پائی، حالانکہ امام ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی ہے، اکثر مورخین (۳) کا کہنا ہے کہ ان کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی تھی؛ بنابریں ان دونوں کی ولادت کی تاریخ ایک ہی تھی اور ان کی وفات کی تاریخ میں دو سال کا فاصلہ تھا؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہم سن وسال تھے، امام ابوحنیفہ چھوٹے یا امام جعفر صادق بڑے نہیں تھے''۔

موفق بن احمد اور حافظ کردری کی تحریروں میں اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دائرۃ المعارف میں ابوحنیفہ کی زندگی ومناقب کے سلسلے میں قلم فرسائی کی ہے، ان میں بہت سے خرافات اور جعلی واقعات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں جو لاف گزائی اور غلو بافی کے علاوہ خود عقل ومنطق سے بھی میل نہیں کھاتے اور اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بنتے ہیں؛ ابوحنیفہ کی مدح وستائش میں سب سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز بات امام ابوحسین ہمدانی نے ''خزانۃ المفتین'' کے آخر میں پیش کی ہے:

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۰۷ (ج ۱۰ ص ۱۱۴ حوادث ۱۵۰ھ)

۲۔ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۱۸۱)

۳۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ وہ (ابوحنیفہ) ۶۱ھ میں پیدا ہوئے (وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۳، انہوں نے پہلے نظریہ کو قبول کیا ہے)

''امام ابوحنیفہ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے خادموں کو بہت زیادہ روپیہ دیا تا کہ وہ اسے ان کے لئے خالی کردیں، ابوحنیفہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، اپنی نماز شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق پہلی رکعت میں داہنے پیر پر کھڑے ہوکر آدھا قرآن پڑھا پھر رکوع میں گئے، اس کے بعد دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہوکر قرآن کے دوسرے حصے کی تلاوت کی، پھر کہا: الهی عرفتک حق المعرفة لکن ما قمت بکمال الطاعة فهب نقصان الخدمة بکمال المعرفة ''خدایا! میں نے تیری معرفت کا حق ادا کر دیا لیکن جس اطاعت کا تو حقدار ہے وہ اطاعت نہیں کی، لہٰذا میری ناقص خدمت و اطاعت کو معرفت کے کامل ہونے کی وجہ سے قبول کرلے''۔ اچانک کعبہ کے ایک گوشہ سے آواز آئی: عرفت فاحسنت المعرفة و خدمت فاخلصت الخدمة غفرنا لک و لمن اتبعک و لمن کان علی مذهبک الی قیام الساعة ''تم نے پہچانا اور بہت اچھے سے پہچانا، اپنی خدمت کو خالص طریقے سے انجام دیا، میں نے تمہیں اور تمہارے چاہنے والے اور قیامت تک کے ہر شخص کو بخش دیا جو تیرے مذہب کا ماننے والا ہے''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ نماز کی دو رکعتوں میں ابوحنیفہ کا ختم قرآن کتنا طویل ہوا اور وہ بھی حج کے ان دنوں میں جب لوگوں کا خانہ کعبہ کے اردگرد اژدہام تھا؟!

خانۂ خدا کے خادموں نے اتنے بڑے مجمع کو کیسے روکا اور اتنی دیر تک ان کی خواہشوں میں رکاوٹ بنے رہے؟!

میں نہیں جانتا کہ دو پیر پر کھڑے ہوکر ایک ایک حصہ قرآن ختم کرنے میں کون سی حکمت اور کون سا فلسفہ تھا؟! کیا انہوں نے یہ حکم، قرآن سے حاصل کیا؟! یا یہ رسول خداؐ کی سنت تھی؟! یا ایسی بدعت ہے جسے صرف ابوحنیفہ نے انجام دیا؟! یا یہ ایک طرح کی ورزش تھی جسے وہ اپنے بدن اور نشاط و سلامتی کے لئے انجام دے رہے تھے؟! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

دوسری بات یہ کہ: ابوحنیفہ خدا کے سلسلے میں اپنے کمال معرفت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں، وہ بھی اس

۱۔ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۸۲ (ج ۲ ص ۱۹۲)

خدا کے بارے میں جو انسانوں کے باطن سے بھی آگاہ ہے؟! ان کے اندر ایسے دعوے کی جرأت کیسے ہوگئی کہ کسی نبی حتی رسول خداؐ نے بھی اپنے تمام تر وسعت علمی کے باوجود ایسا دعوی نہیں کیا؟! اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خداؐ کی معرفت کامل ترین اور اعلی مرتبہ پر فائز تھی، اس کے باوجود بھی ان کی کسی دعا یا مناجات میں ایسا دعوی موجود نہیں ہے، ایسا دعوی صرف وہی کرسکتا ہے جو کبر و غرور اور خود پسندی میں گرفتار ہو، اس نے خدا کی واقعی معرفت حاصل نہیں کی ہے۔

روایت کرنے والا کتنا سادہ لوح اور جاہل ہے جس نے ابوحنیفہ کے دعوی کو عالم شہود سے مربوط کرتے ہوئے ایک غیبی آواز کی بھی تصدیق کردی ہے؛ حالانکہ یہ آواز ان کثیف اور خائن ہاتھوں نے جعل کیا ہے جو لوگوں کو ابوحنیفہ اور اس کے ضعیف ترین مذہب کی طرف لے جانا چاہتے ہیں؛ اگر ابوحنیفہ کے مذہب کے ماننے والوں کے لئے اس خدائی بشارت پر مسلمان یقین رکھتے اور اسے ایک جعلی افسانہ نہ سمجھ کر اسے خدا کی طرف سے سمجھتے تو سب حنفی مذہب ہوجاتے لیکن حق تو یہ ہے کہ مسلمان اس دعوی پر یقین رکھتے، چاہے ابوحنیفہ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

اس واقعہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز علامہ برزنجی کا قول ہے:

''ابوحنیفہ کے بعض ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی اور حضرت مہدی (عج) امام ابوحنیفہ کے مذہب کی پیروی کریں گے.... شیخ علی قاری ابوحنیفہ کے بعض ماننے والوں سے اس طرح نقل کرتے ہیں: جان لو کہ خداوند عالم نے ابوحنیفہ کو کرامت و شریعت کا مالک بنایا ہے، ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت خضر پانچ سال تک ہر روز صبح کے وقت ان کے پاس آئے اور شریعت کے احکام کی تعلیم حاصل کی، جب ابوحنیفہ کی وفات ہوئی تو حضرت خضر نے خدا سے عرض کی: خدایا! اگر میں تیرے نزدیک منزلت کا حامل ہوں تو اجازت دے کہ ابوحنیفہ پہلے کی طرح مجھے قبر میں احکام کی تعلیم دیں تاکہ میں پوری طرح دین محمد سے آگاہ ہوسکوں اور حق و حقیقت مجھ پر روشن ہوجائے، چنانچہ ندا آئی: اے خضر! ان کی قبر کے پاس جاؤ اور جو چاہتے ہو اس سے حاصل کرو۔ چنانچہ خضر نے پچیس سال تک مکمل طور سے تعلیم حاصل کی...''۔(۱)

۱۔ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ، سید محمد برزنجی مدنی ص۲۲۱۔۲۲۵ (ص۲۳۶۔۲۳۹)

ان خرافاتی واقعات کو پڑھنے کے بعد حضرت محمدؐ کی امت پر گریہ کرنا چاہئے کہ وہ ایسے انسانوں کی مصیبت میں گرفتار ہے؟! جاہل اور فریب خوردہ انسانوں کو ان باطل اور بیہودہ واقعات وکلمات سے کون سی چیز بچاسکتی ہے؟!

۳۴۔ابوزرعہ ریگزاروں کو سونے میں بدلتا ہے

ذہبی خالد بن فزر سے نقل کرتے ہیں: حیاۃ بن شریح (ابوذرعہ) مصری (متوفی ۱۵۸ھ) بہت زیادہ گریہ کرنے والوں (بکائین) میں سے تھا اور بہت زیادہ تنگ دست بھی تھا، ایک مرتبہ وہ خلوت میں دعا کررہا تھا کہ میں اس کے پاس پہونچا، میں نے کہا: دعا کرو کہ خداوند عالم تمہیں وسعت رزق عطا فرمائے، اس نے اپنے داہنے بائیں نگاہ کی، کوئی نظر نہ آیا تو ایک سنگریزہ لے کر میری جانب اچھال دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ سونے میں تبدیل ہو چکا ہے، اتنا خوبصورت سونا میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اس دنیا میں صرف آخرت کے لئے بھلائی اور خیر ہے۔ پھر کہا: خداوند عالم بندوں کی صلاح وبہتری سے اچھی طرح واقف ہے۔ میں نے کہا: اس سونے کا کیا کروں؟ کہا: انفاق کرو۔ میں نے اسے راہ خدا میں انفاق کردیا۔

۳۵۔ابراہیم خراسانی کا وضو

یافعی نے ریاض الریاحین میں ابراہیم خراسانی (متوفی ۱۶۳ھ) سے نقل کیا ہے:

ایک دن مجھے وضو کی ضرورت محسوس ہوئی، اچانک میں نے جواہرات سے بھرا ہوا کوزہ اور چاندی کا ایک مسواک دیکھا جو گھاس سے بھی زیادہ نرم ونازک تھا، میں نے اسے اٹھا کر مسواک کیا پھر وضو کیا اور واپس چلا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ سیر وتفریح کے ایام میں مجھے کوئی انسان نہیں نظر آیا، پرندے اور حیوانات بھی نہیں دکھائی دیئے۔ اسی وقت ایک شخص سے ملاقات ہوئی، نہیں معلوم وہ اچانک کہاں سے

نمودار ہو گیا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اس درخت سے کہو کہ دینار پیش کرے۔ میں نے کہا: دینار پیش کرو۔ اس نے قبول نہ کیا۔ پھر اس نے کہا: اے درخت! دینار کی تھیلی پیش کر۔ میں نے دیکھا کہ شاخوں پر دینار آویزاں ہے، ابھی میں اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک محسوس ہوا وہ شخص نہیں ہے اور دینار درخت کو چھوڑ کر زمین پر موجود ہیں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: پڑھیے اور اسلام کے گذشتہ واقعات پر آنسو بہایئے، ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے تاریخ کے صفحات کو کس طرح آلودہ کر رکھا ہے۔

۳۶۔ ماجشون موت کے بعد زندہ ہوا

حافظ یعقوب ابن ابی شیبہ نے ''ابو یوسف یعقوب بن ابی سلمہ قریشی'' معروف بہ ماجشون کے حالات زندگی میں اس کے فرزند کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ماجشون کی موت کے بعد غسل وکفن کے لئے تخت پر لٹایا گیا، غسال نے جیسے ہی غسل دینا چاہا دیکھا کہ اس کے پیر کے سب سے نیچے والی رگ جنبش کر رہی ہے، اس نے واپس آ کر کہا: اس کے پیر کی رگ جنبش کر رہی ہے، میری نظر میں اس کے غسل میں عجلت کا مظاہرہ کرنا مصلحت آمیز نہیں۔ چنانچہ ہم نے تمام ماجرا لوگوں سے بیان کر دیا وہ پھر دوسرے دن آ گئے ہم غسال کے پاس گئے لیکن روز قبل کی کیفیت ملاحظہ کی ہم نے پھر لوگوں سے معذرت کی، تین روز تک یہی کیفیت برقرار رہی۔ لوگ بار بار اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے آتے۔ تیسرے دن اچانک وہ اٹھ بیٹھا، کہا: پینے کے لئے پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا اس نے اسے پی لیا۔ اس سے کہا گیا: جو کچھ دیکھا ہے ہمیں بھی آگاہ کرو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ میری روح کو میرے جسم سے جدا کر کے فرشتے آسمان کی جانب لے گئے، میں نے چاہا کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں اور وہ کھل گئے، میں اس طرح آسمان کی بلندیوں پر جاتا رہا یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون تھا؟ لیکن ماجشون کہتا رہا: مجھ سے کہا گیا کہ ابھی تیری موت کا وقت نہیں آیا ہے اور تمہارے عمر کے

اتنے سال، اتنے مہینے اور اتنے دن اور لمحے باقی ہیں۔

اس وقت میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ ابوبکر ان کے داہنے اور عمر ان کے بائیں جانب موجود ہیں اور عمر بن عبدالعزیز ان کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، جو فرشتہ میرے ساتھ تھا اس سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: عمر بن عبدالعزیز ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ رسول خداؐ سے بہت زیادہ قریب ہیں؟ کہا: انہوں نے ظلم و جور کے عہد میں حق کا بول بالا کیا ہے، یہ دو افراد بھی عہد حق میں حق پر عمل پیرا رہے۔ (۱)

تبصرۂ امینیؒ

میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ امت مسلمہ میں کوئی ایسا ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قبض روح پر مامور فرشتہ، موت کی معین تاریخ سے ناواقف تھا، حالانکہ خداوند علیم و حکیم نے اسے اسی کام پر مامور فرمایا ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ تم کو وہ ملک الموت زندگی کی آخری منزل تک پہنچائے گا جو تم پر تعینات کیا گیا ہے''۔ (۲)

کیا ملک الموت کو خود پسندی کا الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ارادۂ خداوندی سے قبل کسی کی روح قبض کر لی، حالانکہ آسمانی کتاب قرآن مجید میں ہے: ﴿اللهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ ''خداوند عالم ہنگام موت نفوس کو قبض کرتا ہے۔ (۳) ﴿هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ''زندگی اور موت اس کے دست اختیار میں ہے''۔ (۴)

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا﴾ ''کوئی موجود ارادہ خداوندی

۱۔ تاریخ ابن عساکر (مختصر تاریخ دمشق ج۲۸ ص۴۳۔۴۴)؛ تاریخ ابن خلکان ج۲ ص۴۶۱؛ مرآۃ الجنان، یافعی ج۱ ص۳۵۱؛ تہذیب التہذیب، ابن حجر ج۱۱ ص۳۸۹ (ج۱۱ ص۳۴۱)؛ شذرات الذہب ج۱ ص۲۵۹ (ج۲ ص۲۹۰ حوادث ۱۶۴ھ)؛ وفیات الاعیان (ج۶ ص۳۷۶ نمبر ۸۲۳)

۲۔ سجدہ/۱۱ ۳۔ زمر/۴۲

۴۔ مومنون/۸۰

سے قبل نہیں مرسکتا اس نظام کا وقت پوری طرح سے معین ہو چکا ہے''۔(۱) ﴿ لاإِلَـهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴾''خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا پروردگار ہے''۔(۲) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَى أَجَلًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى ﴾''ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو ایک گھڑی کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے''۔(۳) ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَيَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَيَسْتَقْدِمُونَ ﴾''ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جائے گا تو ایک گھڑی کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے''۔(۴) ﴿مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ﴾''زمین پر ایک رینگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک معین مدت تک کے لئے ڈھیل دیتا ہے''۔(۵) ﴿مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ﴾''زمین پر ایک رینگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مخصوص اور معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے''۔(۶) ﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ﴾''پھر جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لئے آزاد کر دیتا ہے''۔(۷)

جس طرح سے روح کی جدائی کے بعد بدن کے کسی حصے کی حرکت کو سمجھنے سے قاصر ہوں اسی طرح یہ سمجھنا غیر ممکن ہے کہ ماجشوں کے پیر کی رگ موت کے بعد تین دن تک حساس مرکز سے اپنے رابطہ کو منقطع کرنے کے بعد بھی کیسے حرکت کرتی رہی؟

اسی طرح سے اس عبارت ''بلند آسمان میں بند دروازے ہیں، ملک الموت اس کے پہلو میں کھڑے ہیں، آسمان پر جانے والی روح ان سے اجازت لیتی ہے اور وہ اسے کھول دیتے ہیں'' کا

۱۔سورہ آل عمران/۱۴۵

۲۔سورہ دخان/۸ ۳۔سورہ انعام/۲

۴۔سورہ اعراف/۳۴ ۵۔سورہ نحل/۶۱

۶۔سورہ فاطر/۴۵ ۷۔سورہ زمر/۴۲

مطلب بھی سمجھنے سے قطعی قاصر ہوں۔

جی ہاں! یہ تمام خرافات بنی امیہ کی ظالم حکومت کی دین ہیں جو اس زمانے میں امت مسلمہ پر پوری طرح مسلط تھے۔

۳۷۔ امام احمد بن حنبل کے لئے خدا کا خط

بشر بن حارث بیمار ہوا، آمنہ آملیہ اس کی عیادت کے لئے آئی، اسی وقت احمد بن حنبل بھی عیادت کی غرض سے داخل ہوئے۔ جب ان کی نظر آمنہ پر پڑی تو بشر سے کہا: اس سے کہو کہ ہمارے لئے دعا کرے۔ بشر نے کہا: خدا سے ہمارے لئے دعا کرو۔ اس نے اس طرح دعا کی: خدایا! بشر بن حارث اور احمد بن حنبل آتش جہنم سے امان کے خواہش مند ہیں، انہیں عذاب سے نجات عطا کر، اے بہترین مغفرت کرنے والے۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ رات کے وقت آسمان سے ایک خط میرے پاس پہونچا جس میں تحریر تھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، اس سے پہلے ہی ہم نے آمادہ کر رکھا تھا''۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں یہ روایت نقل کی ہے۔(۱)

۳۸۔ الیاس نبی کا فرستادہ اور ایک فرشتہ احمد بن حنبل کی طرف

ابی حفص قاضی سے منقول ہے:

ہندوستان سے ایک شخص احمد بن حنبل کے پاس آیا ہے اور کہا: میں ہندوستان سے آیا ہوں۔ میں چین جانا چاہتا تھا کہ ایک کشتی میرے پاس آئی، اس میں دو افراد سوار تھے، ایک نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج۲ ص۴۸ (تہذیب تاریخ دمشق ج۵ ص۳۴۰ نمبر ۱۳۶)؛ صفۃ الصفوۃ ج۴ ص۲۷۸ (ج۴ ص۳۰۵ نمبر ۸۲۸)

پسند ہے کہ تم خدا کی اجازت سے احمد کے پاس جا کر ہمارا سلام پہنچاؤ؟ میں نے پوچھا: یہ احمد کون ہے؟ اور تم لوگ کون ہو؟ اس نے کہا: میں الیاس ہوں اور یہ جزیروں کا نگہبان فرشتہ ہے، احمد بن حنبل عراق میں ہے۔ میں نے کہا: ہاں مجھے پسند ہے۔ چنانچہ دریا نے مجھے ساحل ابلہ(۱) تک پہنچایا اور اب میں تمہارا دیدار کر رہا ہوں اور ان دونوں کا سلام پہنچاتا ہوں۔ (۲)

۳۹۔ احمد کا قلم درخت خرما کو حاملہ کرتا ہے

ابو طالب علی ابن احمد سے منقول ہے: ایک دن میں ابو عبداللہ کی خدمت میں پہنچا، وہ بولتے اور میں لکھتا تھا اسی اثنا میں میرا قلم ٹوٹ گیا، انہوں نے ایک قلم اٹھا کر میرے حوالے کیا، میں اسے ابو علی جعفر کے پاس لایا۔ میں نے کہا: یہ وہ قلم ہے جسے ابو عبداللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس قلم کو درخت پر رکھ دو شاید وہ حاملہ (پھلدار) ہو جائے چنانچہ قلم اس پر رکھا گیا اور درخت حاملہ (پھلدار) ہو گیا۔ (۳)

۴۰۔ احمد کی شلوار کا ازار بند

احمد بن حنبل کو زد و کوب کرنے کے لئے باندھا گیا، اچانک اس کے شلوار کا ازار بند ٹوٹ گیا، وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں شلوار نیچے نہ گر جائے اور ان کی شرمگاہ نمایاں نہ ہو جائے، انہوں نے اپنے لبوں کو حرکت دے کر خدا سے دعا کی تو ان کی شلوار سابقہ حالت میں واپس آگئی۔ مروی ہے کہ اس نے اپنی دعا میں کہا تھا: اے پناہ دینے والوں کی پناہ اور اے دونوں جہان کے خالق بے شک تو جانتا ہے کہ میں

۱۔ ابلہ: بصرہ کی ایک جگہ ہے جو دنیا کی جنتوں میں سے ایک ہے، شیبان ابلی بھی وہیں سے منسوب ہے۔

۲۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۱۴۳ (ص ۱۹۰۔۱۹۱ باب ۱۵)

۳۔ مختصر طبقات الحنابلہ ص ۱۱ (ص ۱۵)

نے تیرے لئے قیام کیا ہے لہذا میری عزت و آبرو کو محفوظ رکھ۔ (۱)

۴۱۔ واقعہ آتش سوزی و غرق اور کرامت احمد

ابن جوزی نے فاطمہ بنت احمد سے نقل کیا ہے:

اس کا بیان ہے کہ میرا بھائی صالح جس نے جلد ہی قبیلہ عباسیہ میں شادی کی تھی اور اس نے تقریبا چار ہزار دینار بھیجا تھا، اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور سارا مال و متاع آگ کی لپیٹ میں آ کر جل گیا۔ صالح کہتا ہے: میں مال و متاع کی بربادی پر غمگین نہیں ہوں صرف اس لباس کے جلنے کا افسوس ہے جو میرے والد کی ملکیت تھی، وہ اس میں نماز پڑھتے تھے، میں اس میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرتا تھا۔ فاطمہ کا بیان ہے کہ فوراً ہی آگ خاموش ہوگئی، جب لوگ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لباس محفوظ ہے اور اس کے اطراف کی تمام چیزیں جلی پڑی ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں: قاضی القضاۃ علی ابن حسین زینبی نے اس آتش سوزی کے واقعہ کو اسی طرح نقل کیا ہے لیکن وہ لکھتے ہیں کہ گھر کی تمام چیزیں جل کر خاکستر ہوگئیں صرف احمد کی تحریر کا ایک خط محفوظ رہ گیا۔ ان کا بیان ہے کہ ۵۵۴ھ میں جب بغداد میں سیلاب آیا تو میری تمام کتابیں پانی کی زد میں آگئیں اور بہہ گئیں صرف ایک کتاب محفوظ رہ گئی جس میں احمد کی تحریر کے دو صفحات موجود تھے۔ (۲)

ذہبی اور یافعی لکھتے ہیں: ان کی کرامتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ احمد بن حنبل کا تمام مقبرہ غرق ہوگیا صرف وہ حجرہ محفوظ رہا جس میں ان کی ضریح تھی، اس حجرے میں صرف ایک بالشت تک پانی پہونچا، پھر خدا کے اذن سے ٹھہر گیا، قبر کے اطراف میں موجود بوریئے بھی محفوظ رہے۔ یہ واقعہ ہمارے یہاں صحیح

۱۔ البدایہ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۳۳۵ (ج ۱۰ ص ۳۶۸۔۳۶۹ حوادث ۲۴۱ھ)

۲۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۴۵۴ (ص ۶۰۷ باب ۹۲)

ہے، سیلاب بڑی بڑی لکڑیوں کو بہالے گیا تھا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس واقعہ کی صداقت کے سلسلے میں یہی جاننا کافی ہے کہ آج اس مرقد مطہر کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے، سیلاب نے اسے پوری طرح نابود کر کے اس کا نام ونشان تک مٹا دیا ہے، ایسا لگتا ہے جیسے وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔

۴۲۔ خدا ہر سال احمد کا دیدار کرتا ہے

ابوبکر بن مکارم ابی یعلی حربی کا بیان ہے:

ایک سال رمضان المبارک سے قبل شدید بارش ہوئی اور کئی دنوں تک جاری رہی۔ میں رمضان کی ایک رات کو سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ معمول کے مطابق احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کے لئے آیا ہوں، اچانک نظر پڑی کہ احمد کی قبر اپنی سطح سے بلند ہو چکی ہے، دل میں سوچا کہ شاید بارش کی کثرت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، اسی وقت قبر سے آواز آئی: نہیں! بلکہ حق جل شانہ کی ہیبت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، خداوند عالم میری قبر کی زیارت کیلئے آیا ہے، میں نے اس سے ہر سال اپنی قبر کی زیارت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: اے احمد! اس شرف کی علت یہ ہے کہ تم نے میرے کلام کی نصرت کی ہے، تمہاری وجہ سے آج میرا کلام محرابوں میں پڑھا جاتا ہے۔ میں نے نزدیک جا کر قبر کا بوسہ لیا، پھر کہا: اے میرے آقا! صرف آپ ہی کی قبر کا بوسہ کیوں لیا جاتا ہے؟ کہا: اے فرزند! یہ میری کرامت نہیں ہے، بلکہ رسول خداؐ کی کرامت ہے کیوں کہ آنحضرت کے چند بال میرے پاس موجود ہیں ، آگاہ ہو جاؤ کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ماہ مبارک میں میری زیارت کے لئے آئے ، اس بات کی دو مرتبہ تکرار کی۔

پانچویں جلد میں امام احمد بن حنبل کی زیارت کے غلو آمیز نمونے پیش کئے گئے ہیں، آپ ان کا

۱۔ مراۃ الجنان ج ۴ص ۲۷۳؛ شذرات الذہب ج ۶ص ۶۶ (ج ۸ص ۱۱۹ حوادث ۶ ۷۲ھ)؛ صلح اخوان، خالدی ص ۹۸

مطالعہ کر سکتے ہیں، اگر یہ خواب حقیقت پر مبنی ہوتے تو کتنے اچھے ہوتے۔

۴۳۔ احمد اور منکر و نکیر

عبداللہ بن احمد سے منقول ہے: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھ کر سوال کیا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا.؟ کہا: اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا: آپ کے پاس منکر و نکیر آئے؟ کہا: ہاں! انہوں نے سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ! شرم نہیں آتی ایسا سوال کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! ہم معذور ہیں، ہمیں اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

احمد بن حنبل قبر کے حدود میں دو معصوم فرشتوں پر کتنی جسارت و جرأت کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ دنیا کے عمومی احترام و ناموس سے کتنے بے خبر تھے کہ قبر میں بھی سوالی بن بیٹھے، حالانکہ سب کچھ خداوند عالم کے حکم سے انجام دیا جاتا ہے، یہ روایت کس فضیلت کو ثابت کرنا چاہتی ہے؟ روایت میں ہے: جب منکر و نکیر آئے تو عمر بن خطاب بہت خوف زدہ ہو گئے تھے(۲) حالانکہ بقول عکرمہ: یہی وہ عمر ہیں

۱۔ مناقب احمد بن حنبل ص۴۵۴ (ص۶۰۶ باب/۹۲)

۲ مصباح الظلام ج۲ ص۵۶ (ج۲ ص۱۳۲) پر سید جردانی لکھتے ہیں: خداوند عالم نے عالم برزخ کا علم حضرت علیؑ کو عطا فرمایا تھا، چنانچہ عمر بن خطاب کی موت کے بعد حضرت ان کے قبر کے اوپر بیٹھے تا کہ منکر و نکیر سے ان کی گفتگو سن سکیں، دونوں فرشتے عمر کے پاس آئے، دیکھتے ہی عمر پر کپکپی طاری ہوگئی۔ پھر ان کے سوالوں کا جواب دیا۔ منکر و نکیر نے کہا: سو جاؤ۔ عمر نے کہا: تمہارے خوف سے جو لرزہ طاری ہے، اس کی وجہ سے کیسے سوؤں؟ حالانکہ میں رسول خداؐ کا صحابی ہوں، خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جب بھی کسی مومن کے سامنے آؤ تو بہترین صورت کے ساتھ۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ علی بن ابی طالب نے عمر سے کہا: اے خطاب کے بیٹے! سو جاؤ، خداوند عالم مسلمانوں کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے، تم نے لوگوں کو حیات و موت دونوں میں فائدہ پہونچایا۔ پڑھیے اور ہنسیے!!

جنہوں نے جب حجام کو اپنے پاس بلایا اور اس کے پاس کھانسے تو اس کی ہیبت سے اس کی شلوار گیلی ہو گئی ، چنانچہ عمر نے اس کے عوض چالیس درہم عطا کیا۔(۱)

ان دو فرشتوں کو خدا کی بارگاہ میں جا کر شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ امام احمد بن حنبل نے انہیں طمانچہ نہیں مارا اور ان کی آنکھوں کو بے نور نہیں کیا۔ احمد بن حنبل نے وہ کام نہیں کیا جو ابو ہریرہ کے خیال میں موسی نے ملک الموت کے ساتھ کیا تھا۔(۲) چنانچہ ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں جا کر کہا: مجھے ایسے انسان کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا، پھر خدا نے ان کی آنکھوں کی بینائی واپس کی۔(۳)

طبری کے الفاظ ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آشکارا آتے تھے چنانچہ جناب موسیٰ کے پاس بھی آئے ، انہوں نے ان کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر کے اندھا کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے خدا کی بارگاہ میں آ کر کہا: خدایا! تیرے بندے موسی نے مجھے اندھا کر دیا ہے، اگر وہ تیری بارگاہ میں خصوصی احترام و اکرام کا حامل نہ ہوتے تو میں ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا اور چھترے اڑا دیتا۔ خدا نے کہا: میرے بندے موسیٰ کے پاس جا کر کہو کہ اپنی ہتھیلی کو گائے کے بدن پر رکھے، اس میں آئے ہوئے بال کے برابر اس پر عذاب کیا جائے گا، ورنہ وہ موت کے لئے تیار ہو جائے ، اسے ان دونوں میں سے کسی کا اختیار دو۔ راوی کا بیان ہے: ملک الموت نے آ کر پیغام پہنچایا، انہوں نے موت کو اختیار کیا۔ جناب موسی نے پوچھا: اس کے بعد کیا ہوگا ؟ کہا: موت۔ موسی نے کہا: تو پھر اسی وقت میری روح قبض کر لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک سانس کھینچی اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد ملک الموت

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۲۸۷) ؛ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۱۵؛ تاریخ عمر ، ابن جوزی ص ۹۹ (ص ۱۲۵ باب/۴۵)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۳۳۱ (ج ۱۲ ص ۵۶۴ ح/۳۵۶۹)

۲۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ (ج ۱ ص ۴۴۹ ح/۱۲۷۴)؛ فی ابواب الجنائز ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۳ ص ۱۲۵۰ ح/۳۲۲۶) باب وفاة موسی؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹ (ج ۴ ص ۵۲۱ ح/۲۳۷۲)؛ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵ (ج ۲ ص ۶۰۶ ح/۸۰۵۳) العرائس للثعلبی ص ۱۳۹ (ص ۲۴۷)

۳۔ سنن نسائی ج ۴ ص ۱۱۸

پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔(۱)

حکیم ترمذی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ چنانچہ جب موسیٰ کے سامنے بھی آئے تو انہوں نے ایک طمانچہ رسید کر کے اندھا کر دیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ شعرانی نے یہ روایت ''مختصر تذکرۃ القرطبی'' میں نقل کی ہے۔(۲)

جس ملک الموت کو خداوند عالم نے خصوصی قدرت سے بہرہ مند فرمایا ہے، کس میں ہمت ہے جو اسے اظہار قدرت سے روک دے۔ اور نوبت یہاں تک پہونچ جائے کہ وہ ایک انسان سے طمانچہ کھا کے اندھے ہو جائیں اور پھر خوف و وحشت اتنا بے حال و بے چارہ کر دے کہ ان کے ماتحت موجود دوسری مخلوقات سے وہ مخفی و پوشیدہ ہو جائیں اور خدا کے حکم کے بعد بھی ان پر تصرف کرنے سے قاصر رہیں؟ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ملک الموت کو بھیجنے والے خدائے سبحان نے ملک الموت کو ایسی قدرت و طاقت سے بہرہ مند کیوں نہیں کیا کہ وہ تمام مخلوقات پر مسلط رہیں تاکہ پھر کسی میں ان سے بدتمیزی کرنے کی جرأت نہ ہو، کوئی ان کی آنکھوں کو بے نور نہ کرے، ان کے چہرے پر طمانچہ نہ مارے اور خدا کا یہ فرستادہ کسی کے خوف سے خود کو نہ چھپائے۔ کیا یہ کسی قسم کی غفلت کی بنیاد پر تھا یا خداوند عالم کی قدرت کا خزانہ ختم ہو چکا تھا۔ یا پھر یہ کہ نعوذ باللہ عالم الغیب خدا اس واقعہ سے بے خبر تھا اور یہ واقعہ اچانک ظہور پذیر ہو گیا؟ ظالم و ستمگر جو کہتے ہیں خداوند عالم اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔

اب آپ میرے ہمراہ آیئے تاکہ معصوم نبی حضرت موسیٰ کے عمل پر ایک نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ملک الموت پر کتنی عظیم جرأت و جسارت کے مرتکب ہوئے ہیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ملک الموت خدائے بزرگ و برتر کا نمائندہ ہے؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ جب موت آتی ہے تو اس میں ایک لحظہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی اور طمانچہ مارنے اور اندھا کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فرض کریں کہ ملک الموت ان سے خوف زدہ ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے تو ایسی صورت میں خداوند عالم

۱۔ تاریخ طبری ج۱ ص۲۲۴ (ج۱ ص۴۳۴)

۲۔ مختصر تذکرۃ القرطبی ص۲۹ (ص۴۳)

ایک دوسرے طاقت ور فرشتے کو بھیج سکتا تھا اس لئے کہ خدا بہر حال صاحب قدرت ہے اور قضاء وقدر الٰہی سے کسی کو راہ فرار نہیں۔فرض کریں موسی ملک الموت سے بچ گئے تو کیا وہ بھیجنے والے کی قدرت سے خوف زدہ نہیں ہوئے؟ خداوند عالم اس بات سے پاک ومنزہ ہے کہ اس سے ایسی جھوٹی باتیں اور افترا پردازیاں منسوب کی جائیں، وہ ان جھوٹوں اور افترا پردازوں سے سخت انتقام لے گا۔

ان بیانات پر شرف الدین عامل کی دلیل کا بھی اضافہ کریں، وہ کتاب ابو ہریرہ میں لکھتے ہیں:

''ہم اصحاب رس، فرعون اور ابوجہل وغیرہ سے بیزاری کا اظہار کیوں کرتے ہیں اور ان پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ کیا اس لئے نہیں کہ انہوں نے حکم خدا کی تبلیغ کرنے والے انبیائے کرام کو آزار واذیت پہونچائی۔لہذا ہم انہیں اعمال وافعال کو انبیائے کرام سے کیسے منسوب کرسکتے ہیں؟ کبھی نہیں، یہ تو خدا وند عالم پر کھلا بہتان ہے۔پھر یہ کہ ہمیں معلوم ہے کہ روز قیامت تک کی تمام مخلوقات کی قدرت ملک الموت کی قدرت کا مقابلہ نہیں کرسکتی، اگر ایسا ہے تو جناب موسی انہیں طمانچہ کیسے مار سکتے ہیں؟ خود ملک الموت نے اپنا دفاع کیوں نہیں کیا؟ جب وہ خدا کی جانب سے قبض روح پر مامور تھے تو انہوں نے جناب موسی کی روح کیوں نہیں قبض کی؟ اصولی طور پر ملک الموت صاحب چشم ہی کہاں تھے کہ وہ اندھے ہوتے۔ یہ نہ بھولئے کہ کہ ملک الموت کے تضیع حق اور موسیٰ کے توسط سے طمانچہ کھانے کے واقعہ کو توریت کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ''اور ہم نے توریت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا''۔(۱)

یہ تمام باتیں امام احمد بن حنبل کی کرامتوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، اس کے اور بھی نمونے مذکور ہیں۔ایک عاقل انسان کے سامنے ان باتوں کو بیان کیا جائے تو کس حد تک انہیں قبول کرے گا؟ ہاں! جاہل، گنوار کی بات ہی کچھ اور ہے۔ یہ صرف احمد کے چمچے اور بہی خواہ ہیں جو ان بیہودہ باتوں کو پیش کرتے ہیں اور انہیں قبول بھی کرلیتے ہیں۔افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب ہم عقل ومنطق میں آنے والی ان سے

۱۔کتاب ابو ہریرہ ص ۸۶ (ص ۷۱ نمبر ۷)؛روایت کا آخری فقرہ سورۂ مائدہ ۴۵/۵ کی طرف اشارہ ہے۔

بھی کمتر کرامتوں کو اپنے معصوم اماموں اور اہل بیت رسول سے منسوب کرتے ہیں تو لوگ چیخنے چلانے لگتے ہیں، بے تابی ساتویں آسمان پر نظر آتی ہے اور ہر طرف تنقید کا بازار گرم ہوجاتا ہے کہ حیرت انگیز، یہ معقول نہیں، حدیث جھوٹی ہے، یہ شیعوں کی افتراپردازی ہے اور رافضیوں کا دعویٰ۔ وہ کہتے ہیں: اگر اس کی سند صحیح بھی ہو تب بھی اسے قبول نہیں کیا جاسکتا، دل میں چبھن سی محسوس ہوتی ہے، یہ درست نہیں...

۴۴۔امام مالک ہر رات رسولؐ کی زیارت کرتے ہیں:

حریفیش ''الروض الفائق'' میں مثنی بن سعید قصیر کا قول نقل کرتے ہیں:

میں نے امام مالک سے سنا: میں نے ہر رات خواب میں رسول خدا کی زیادت کی ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کیا جس دعویٰ کی صرف امام مالک نے خود ہی خبر دی ہے، اسے جھوٹا خیال کریں گے یا اس سعید کو جھوٹا کہیں گے جس کا نام قصیر اور حقیر ہے؟! یا اس بکواس کو نقل کرنے کے سلسلے میں حریفیش سے باز پرس کی جائے گی؟!

منکر و نکیر کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی طرح منکر و نکیر کے ساتھ امام مالک کا بھی ایک واقعہ ہے جو واقعہ احمد سے قطعی کم نہیں ہے؛ شعرانی ''المیزان'' میں لکھتے ہیں: جب شیخ ناصر الدین لقانی کی وفات ہوئی تو ایک نیک انسان نے انہیں عالم خواب میں دیکھ کر کہا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: جب دو فرشتوں نے سوال کرنے کے لئے مجھے میں بیٹھایا تو امام مالک ان کے پاس آکر بولے: تم لوگ ایسی عظیم شخصیت کے حامل انسان سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کیسے کرسکتے ہو؟ اس سے دور ہو جاؤ۔ اسی وقت وہ دونوں فرشتے وہاں سے چلے گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کون سا معبران خوابوں کی تعبیر بیان کرسکتا ہے؟! ہر معبر جانتا ہے کہ یہ سب باطل خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ؛ ہاں ! جو لوگ جھوٹے فضائل کی جمع و ترتیب میں مصروف ہیں

۱۔الروض الفائق ص ۲۷۰

انہوں نے ان خوابوں کو صحیح سمجھتے ہوئے غلو آمیز فضائل میں ان سے مدد لی ہے۔ گویا ان کے خیال میں ان دونوں فرشتوں کو معلوم نہیں تھا کہ کس سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہئے، خدا کی اجازت کے بغیر اپنی طرف سے سوال کیا۔ اس کم عقلی پر خدا ہی کی پناہ چاہتا ہوں۔

۴۵۔ خدا کے لئے ریش تراشی

حافظ ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں ابونصر سے نقل کرتے ہیں:

میں نے احمد بن محمد نہاوندی سے یہ سنا: شبلی (۱) کا غالب نامی بیٹا فوت ہوا، اس کی ماں نے غم کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے، شبلی کی ڈاڑھی طویل تھی، انہوں نے بھی حکم دیا کہ ان کی ڈاڑھی چھیل دی جائے۔ جب ان سے سوال کیا گیا: استاد! آپ نے اپنی ڈاڑھی کیوں چھلوادی؟ جواب میں کہا: **جزت هذه شعرها علی مفقود فکیف لا احلق لحیتی انا علی موجود** ''اس عورت نے اپنے بیٹے کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے ہیں، میں اپنی ڈاڑھی اس خدا کے لئے کیوں نہ چھلواؤں جو ہمیشہ موجود ہے''۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: شاباش ہے ایسے فقیہ پر جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، مرحبا ایسے اولیاء پر جو اپنے آپ کو پاگل پن کی حد تک پہونچا کر دین اسلام کے احکام سے بھی واقف نہیں ہیں، ابونعیم جیسے افراد کو سلام جنہوں نے اپنے بزرگوں کے لئے ایسی کرامتوں اور روایات کو جمع کر کے اسے لکھ مارا ہے۔

مالکی مذہب کا یہ برجستہ فقیہ اپنے مذہب کے امام ''مالک'' کے فتوی سے کیسے بے خبر ہے جنہوں نے ڈاڑھی چھیلنے کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ مالک کی طرح اس حکم کو تمام مذاہب نے قبول کیا ہے؟! کیا جس نے بیس سال تک حدیث کی تعلیم دی ہے، اس نے رسول خداؐ کی ان احادیث کو نہیں دیکھا جو آنحضرت سے ڈاڑھی چھیلنے کی حرمت کے سلسلے میں مروی ہیں؟! جیسے یہ احادیث:

۱۔ ابوبکر دلف بن جحدر، فقیہ، عالم اور محدث تھے ۳۳۴ھ یا ۳۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۷۰

ا۔ ابن عمر سے مرفوع حدیث مروی ہے: اعفوا اللحی واحفوا الشوارب خالفوا المشرکین ''مشرکوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ڈاڑھیوں کو طویل اور مونچھوں کو چھوٹی رکھو''۔(۱)

۲۔ ابن عمر کہتے ہیں: ان رسول اللہ امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی ''رسول خداؐ اپنی مونچھوں کو چھوٹی اور ڈاڑھیوں کو بڑی رکھنے کا حکم فرماتے تھے''۔(۲)

۳۔ مجوس کے متعلق عمر کی حدیث ہے: انھم یوفرون سبالھم و یحلقون لحام فخالفوھم ''وہ اپنی مونچھیں بڑی رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھی چھیل دیتے ہیں، لہٰذا تم لوگ ان کی مخالفت کرو''۔(۳)

۴۔ عمر بن شعیب نے اپنے والد اور اپنے دادا سے نقل کیا ہے: ان النبی کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا و طولھا ''رسول خداؐ اپنی ڈاڑھی چھوڑ دیا کرتے تھے اور صرف اس کے طول و عرض کو چھوٹا کیا کرتے تھے''۔(۴)

شبلی کے ہم کیشوں پر یہ کیسے مخفی رہ گیا: ڈاڑھی چھیلنا ایک طرح سے خداوند عالم کی خلقت میں دسترسی پیدا کرنا ہے، جس کی آیۂ مبارکہ ﴿لَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ﴾ ''(شیطان نے کہا:) میں ان کو حکم دوں گا کہ خداوند عالم کی خلقت میں تبدیلی کریں''۔ میں ممانعت کی گئی ہے۔

اسی آیۂ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے اہل سنت کے بعض علماء نے مبالغہ آرائی کرتے ہوئے ڈاڑھی اور مونچھ چھیلنے کو عورتوں کے لئے بھی حرام قرار دیا ہے۔(۵)

قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ڈاڑھی، مونچھ اور زیر لب بال اگر عورتوں کے چہرے پر اگ آئیں تو ان کا چھیلنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ فعل خلقت خداوندی میں تبدیلی لانے کے مترادف ہے''۔(۶)

ا۔ صحیح مسلم ج ا ص ۱۵۳ (ج ا ص ۲۸۲ ح ۲۵۹/)؛ السنن الکبری ج ا ص ۱۶ (ج ا ص ۶۶ ح ۱۳/)

۲۔ صحیح مسلم ج ا ص ۱۵۳ (ج ا ص ۲۸۲ ح ۲۵۹/)؛ سنن ترمذی ج ۱۰ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۸۸ ح ۲۷۶۴/)

۳۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱۲ ص ۲۸۹ ح ۵۴۷۶/)؛ کتاب المغنی عن حمل الاسفار (ج ا ص ۱۲۹)

۴۔ صحیح ترمذی ج ۱۰ ص ۲۲۰ (ج ۵ ص ۸۷ ح ۲۷۶۲/)

۵۔ فتح الباری، طبری (ج ۱۰ ص ۳۱۰) ۶۔ الجامع لاحکام القرآن ص ۳۹۳ (ج ۵ ص ۲۵۲)

شبلی پر ابن حزم ظاہری کی بات کیسے پوشیدہ رہ گئی جس نے ''مراتب اجماع''(۱) میں لکھا ہے کہ سب کا اتفاق ہے کہ ڈاڑھی چھیلنا، مثلہ کرنے کے مترادف ہے، خاص طور سے خلیفہ اور فاضل و دانشور کے لئے جائز نہیں ہے اور جولوگ اپنی ڈاڑھی چھیلتے ہیں ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔(۲)

اس مسئلہ میں استاد محفوظ نے اپنی کتاب ''الابداع فی مضار الابتداع''(۳) میں مذاہب اربعہ کے نظریات کو جمع کیا ہے، جو سب سے زیادہ کامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

''عہد حاضر میں لوگوں کی قبیح ترین عادت ''ڈاڑھی چھیلنا اور مونچھیں بڑھانا'' ہے، یہ بدعت غیروں کی ہم نشینی اور ان کے یہاں رفت وآمد کرنے سے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں نے دین کی زیبائش کو قبیح بنالیا ہے اور اپنے رسول کی سنت کو بدل دیا ہے...

حالانکہ مذہب اربعہ ڈاڑھی بڑھانے کو واجب اور اسے چھیلنے کو حرام قرار دیتے ہیں:

۱۔ مذہب حنفیہ: المختار کے مولف لکھتے ہیں:

ڈاڑھی چھیلنا لوگوں پر حرام ہے، کتاب نہایہ میں واضح طور سے موجود ہے کہ ڈاڑھی اتنی بڑی ہونی چاہئے کہ انسان کی مٹھی میں آجائے، عورت نما مردوں اور مغربیوں کی طرح ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی چھوٹی کرنا حرام ہے اور تمام ڈاڑھی کو چھیلنا ایسا فعل ہے جسے یہودی اور مجوسی انجام دیتے ہیں۔

۲۔ مذہب مالکی: پوری ڈاڑھی چھیلنا یا اتنی کم کرنا کہ مثلہ کا گمان ہونے لگے، حرام ہے، لیکن اتنا کم کیا جائے کہ اسے مثلہ نہ کہا جاسکے تو وہ پہلے کے مخالف یا پھر مکروہ ہے، یہ فتویٰ شرح رسالہ ابوحسن اور حاشیہ علامہ عدوی سے اخذ کیا گیا ہے۔

۳۔ مذہب شافعی: مولف شرح العباب لکھتے ہیں: فائدہ: دو شیخ کہتے ہیں: ڈاڑھی چھیلنا مکروہ ہے، ابن رفعہ نے اس پر اعتراض کیا ہے، کیونکہ شافعی نے کتاب الام میں اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ اذرعی کہتے ہیں: صحیح ترین نظریہ یہ ہے کہ سبب کے بغیر پوری ڈاڑھی چھیلنا حرام ہے۔

۱۔ مراتب اجماع ص ۱۵۷ ۲۔ مراتب اجماع ص ۵۲

۳۔ یہ کتاب جامعہ ازہر کے استاد شیخ علی محفوظ نے تالیف کی ہے، ص ۴۰۵، طبع چہارم

۴۔ مذہب حنبلی: حنبلیوں نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، بعض تو واضح طور پر کہتے ہیں کہ قابل اعتماد نظریہ یہ ہے کہ ڈاڑھی چھیلنا حرام ہے۔ ان میں سے بعض ''مولف انصاف'' نے حرمت کی تصریح کے ساتھ ساتھ اس کے برخلاف کسی نظریہ کی نشاندہی نہیں کی ہے، شرح المنتہی، شرح منظومہ آداب اور دوسری تمام کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے یہی نظریہ سمجھ میں آتا ہے۔

گذشتہ باتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دین خدا اور شریعت مقدس نے ڈاڑھی چھیلنے کو حرام قرار دیا ہے جو اسے انجام دے وہ گمراہ، جاہل، گناہگار اور رسول خداؐ کی سیرت سے بے خبر ہے''۔

جی ہاں! شبلی جس نے اپنی ڈاڑھی چھیلی، وہ حافظ جس نے اس فعل کی تمجید کرتے ہوئے اسے خدا کی محبت میں سمجھا اور وہ دوسرے افراد جنہوں نے ابوبکر صدیق کی ڈاڑھی کے بارے میں اقوال جمع کئے ہیں، انہیں ڈاڑھی کی نہیں بلکہ عقل وخرد کی ضرورت ہے، جیسا کہ سمعانی نے انساب میں مطین (۱) بن احمد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ **رایت النبی فی المنام فقلت له: یا نبی الله اشتھی لحیة کبیرة فقال لحیتک جیدة وانت محتاج الی عقل تام** ''میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھ کر ان سے عرض کی: یارسول اللہ! میں بڑی ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں؛ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا: تیری ڈاڑھی ٹھیک ہے، تجھے عقل کامل کی ضرورت ہے''۔ (۲)

۴۶۔ خداوند عالم نے ابوحامد غزالی سے گفتگو کی

مفتاح السعادۃ کے مؤلف لکھتے ہیں:

''ابوحامد غزالی اپنی بعض تحریروں میں لکھتے ہیں: ابتدائے زندگی میں مجھے عرفانی حالتوں اور نیک اور عارف انسانوں کی کرامتوں پر یقین نہیں تھا؛ یہاں تک میرے اوپر ایک حالت طاری ہوئی، میں نے خداوند عالم کو خواب میں دیکھا، مجھ سے فرمایا: اے ابوحامد! میں نے کہا: کیا شیطان مجھ سے محو گفتگو ہے؟

۱۔ انساب میں ''مطیار'' مذکور ہے۔ ۲۔ انساب (ج ۳ ص ۶۳)

کہا: نہیں، میں خدا ہوں تمام جہتوں (چھ سمتوں) سے آگاہ ہوں، پھر فرمایا: اے ابو حامد! اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو کر ان افراد کے پاس جاؤ جو زمین پر میری توجہات کے مرکز ہیں، یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے میری محبت کی راہ میں دونوں دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ میں نے کہا: تجھے تیری عزت کی قسم! ان کے خلاف میری بدگمانی کو برطرف کر۔ خدا نے فرمایا: تمہاری حاجت پوری ہوئی، ان سے دوری کا سبب، تمہاری دنیا دوستی ہے، لہذا اپنے اختیار سے دنیا کو چھوڑ دو قبل اس کے کہ اپنی ناتوانی سے مجبور ہو کر اسے چھوڑو، میں قدسی نوروں میں سے ایک نور تمہارے وجود میں ڈال رہا ہوں، لہذا اٹھو اور کہو۔ ابو حامد کا بیان ہے: میں خواب سے بیدار ہوا، اس وقت میرے پورے وجود پر خوشحالی و مسرت مسلط تھی، اپنے استاد شیخ یوسف نساج کے پاس آ کر پورا خواب بیان کیا؛ وہ مسکرا کر بولے: اے ابو حامد! ابتداء میں ہم سب کی یہی فکر تھی بعد میں ہم نے اسے ختم کیا۔ ہاں! اگر تم میرے پاس آؤ گے تو علم و آگاہی اور چشم بصیرت سے تمہیں اتنی روشنی عطا کروں گا کہ عرش اور اس میں موجود لوگوں کو دیکھ سکتے ہو، پھر تم اس مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے کہ ان باتوں کا مشاہدہ کرو گے جن کا آنکھیں مشاہدہ نہیں کرتیں، تمہارا باطن پاک ہو کر اتنا بلند ہو جائے گا کہ موسیٰ کے مانند خدا کی آواز سنو گے: ﴿انا اللہ رب العالمین﴾ ''میں عالمین کا پروردگار، خدا ہوں''۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ مغرور انسان آپ کو سلام کہہ رہا ہے! اے کاش! میں جان پاتا کہ کیا شیطان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور ہر جہت سے آگاہ ہوں؟! چنانچہ عہد قدیم میں بھی جن لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا وہ بھی ایسا کہتے تھے؟! الہذا غزالی کیسے صرف دعوے کی وجہ سے اس کی آواز لگانے والے کو خدا سمجھ بیٹھا؟! وہ مطمئن کیسے ہو گیا کہ وہ شیطان کی آواز نہیں ہو گی؟!

اگر اسے اپنے خواب کی صداقت کا یقین تھا اور یہ گمان تھا کہ خداوند عالم نے اس سے گفتگو کی ہے تو پھر خداوند عالم کے قول ''اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو جاؤ'' کے بعد بھی ان خیالات پر ثابت قدم کیوں رہا اور اسے چھوڑا کیوں نہیں؟! اے کاش! اس کے جعل ساز استاد ''نساج'' کے دوا

۱۔ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۳ ص ۳۰۲)

خانے میں ایک دوسری دوا ہوتی جو غزالی کی آنکھ اور اس کے دل کو بھی روشن کرتی ہوئی علم و آگاہی سے بہرہ مند کرتی تا کہ وہ عظیم گناہوں کی تجویز نہ کر کے اس کا اعتراف نہ کرتا ؟! جس طرح اس نے اپنی کتاب ''احیاء'' میں دین اسلام کے برخلاف حمام کے چور (۱) اور اس جیسے دوسرے واقعات کو صحیح سمجھا ہے۔ نیز لعین بن لعین (۲) اور ایسے ہی دوسرے نمونوں کے سلسلے میں اپنی بکواس پیش کرنے سے پرہیز کرتا جو سب کے سب باطل ہیں۔

نساج کی دوا میں کتنی صلاحیت تھی کہ جب غزالی کی آنکھوں میں پہونچی تو اس نے عرش اور اس پر رہنے والوں کو دیکھنے کے بعد ان چیزوں کو دیکھا جنھیں دیکھنے سے دوسرے افراد قاصر ہیں اور موسی کی طرح خداوند عالم کا یہ کلام ﴿انا اللہ رب العالمین﴾ سنا۔ (۳)

آخر میں میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ کلام خدا کو سننے والے موسیٰ کے پاس غزالی کی طرح عرش اور اس پر رہنے والے لوگوں کو دیکھنے کی صلاحیت تھی یا نہیں ؟! شاید یہ بکواس کرنے والا خود کو اس موسیٰ سے افضل سمجھتا ہے جو اولوالعزم نبی تھے اور خداوند عالم نے ان کو خطاب کر کے فرمایا تھا: ﴿لن ترانی یا موسی﴾ ''اے موسی! تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے''۔ (۴) یہ راستے سے بھٹکا ہوا اور جعل ساز مجاہد بھی ایسا ہی (موسی کی طرح) ہونا چاہئے (نہ یہ کہ وہ خدا کو دیکھ سکے اور اس کی آواز سن سکے)۔

۴۷۔ غزالی کی کتاب ''احیاء العلوم''

سبکی نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں لکھا ہے:

''ہمارے عہد میں، مصر میں ایک شخص تھا جو غزالی کی مذمت اور ان کی عیب جوئی کرتا تھا، پھر اس

۱۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۵۰ ملاحظہ کریں

۲۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۵۲ ملاحظہ کریں

۳۔ قصص/۳۰

۴۔ ﴿قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی﴾ اعراف/۱۴۳

نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا، اس وقت عمر اور ابو بکر آنحضرت کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اور غزالی بھی ان کے سامنے تشریف فرما تھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص میری مذمت کرتا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: کوڑا لایا جائے، پھر حکم دیا کہ اس شخص کو غزالی کی مذمت کی وجہ سے کوڑے لگائے جائیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس کی پشت پر کوڑے کے نشانات موجود تھے، وہ ہمیشہ گریہ کرتے ہوئے لوگوں سے پورا واقعہ بیان کرتا تھا"۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ خواب کتنا اچھا ہے، اگر خواب سچے ہوتے! میں اس کتاب کے مؤلف کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ وہ احیاء العلوم جیسی ایک کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھے جس کی مختلف جگہیں شریعت مقدس اسلام کی مخالف ہیں۔

ابن جوزی "منتظم" میں لکھتے ہیں:

اس نے قدس میں کتاب احیاء کو لکھنا شروع کیا اور شام میں انجام تک پہونچایا، اس نے یہ کتاب صوفی مذہب کی اساس پر قلمبند کرتے ہوئے فقہ کے قوانین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے؛ جیسے خود پسندی کو ختم کرنے اور جہاد بالنفس کے متعلق کہتا ہے: ایک شخص اپنے اندر سے خود پسندی کو ختم کرنا چاہتا تھا، اسی لئے وہ حمام میں داخل ہوا اور دوسرے شخص کے لباس کو اپنے لباس کے اندر پہن کر آہستہ سے اس طرح حمام سے نکلا کہ دوسرے اس کی چوری کی طرف متوجہ ہو گئے اور اسے گرفتار کر کے اس کا نام "حمام کا چور" رکھ دیا۔ اخلاق کی تعلیم کے لئے شاگردوں سے یہ داستان بیان کرنا قبیح عمل اور انتہائی مذموم ہے اس لئے کہ فقہ اسلام ایسے کاموں کی مذمت کرتا ہے، چنانچہ اگر حمام میں محافظ ہوں اور کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایسی باتیں بیان کرنا مناسب نہیں جو لوگوں کو گناہوں پر ورغلائیں۔ اس نے اپنی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے: ایک شخص نے گوشت خریدا، لیکن گھر تک لے جانے میں خجالت محسوس ہوئی، اسی لئے اس نے گوشت کو اپنی گردن پر لٹکا کر لوگوں کے درمیان راستہ طے کرنے لگا کہ یہ کام تو انتہائی قبیح اور مذموم ہے۔ ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں جن کو بیان کرنے

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۱۱۳ (ج ۶ ص ۲۱۸۔ ۲۱۹)

کی چنداں ضرورت نہیں، میں نے اس کتاب کی غلطیوں کو جمع کر کے اس کا نام ''اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء'' رکھا ہے، میں نے اس کتاب کی بعض غلطیوں کو اپنی دوسری کتاب ''تلبیس ابلیس'' (۱) میں بھی پیش کیا ہے''۔ (۲)

ابن جوزی ''تلبیس ابلیس'' میں لکھتے ہیں:

''ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ میرے بعض استاد جو ابتداء میں شب بیداری اور عبادت کے لئے کھڑے ہونے میں سستی اور تھکن کا احساس کرتے تھے، وہ پوری رات سر کے بل کھڑے رہتے تھے تاکہ یہ عادت بن جائے اور کھڑے ہونے اور شب بیداری میں آسانی ہو۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض نے روپیہ اور مال دنیا سے اپنے ارتباط کو ختم کرنے کے لئے اپنا پورا مال و متاع بیچ دیا اور اس خوف سے کہ لوگوں پر بخشش کا مظاہرہ کرنے سے عجب اور خود پسندی میں گرفتار نہ ہو جائیں، انہوں نے پورا روپیہ دریا میں بہا دیا۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض بردباری اور حلم کی عادت پیدا کرنے کے لئے ایک شخص کو کرایہ پر لیتے تھے تاکہ لوگوں کے سامنے انہیں برا بھلا کہے۔

وہ کہتا ہے: کچھ دوسرے لوگ شدید ٹھنڈک اور طوفانی ہوا میں دریا میں داخل ہوتے تھے تاکہ موجوں کے درمیان شجاعت و بہادری سیکھ سکیں۔ (۳)

پھر ابن جوزی لکھتے ہیں:

مولف کہتا ہے: ان تمام باتوں سے زیادہ عجیب و غریب یہ ہے کہ ابو حامد ان باتوں کو نقل کر کے ان کا منکر نہیں ہے؟! ہاں! وہ منکر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس نے دوسروں کی تعلیم کے لئے یہ واقعات نقل کئے ہیں؟! ابو حامد نے ان واقعات کو نقل کرنے سے قبل لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ استاد نئے آنے والے

۱۔ تلبیس ابلیس (ص ۳۵۲۔۳۶۳)

۲۔ المنتظم ج ۹ ص ۱۶۹ (ج ۱۷ ص ۱۲۵ نمبر ۳۷۹۹)

۳۔ تلبیس ابلیس ص ۳۵۲

شاگرد کی حالت ملاحظہ کرے، اگر اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ ہو تو اس سے لے کر راہ خیر میں استعمال کرے تا کہ اس کا نفس پرسکون ہو جائے اور مال دنیا شاگرد کی توجہات کو جلب نہ کرے، اگر اس پر خود پسندی مسلط ہو تو اس کو حکم دے کہ بازار میں جا کر گدائی اور فقیری کرے اور لوگوں سے کمک کا مطالبہ کرے، اگر اس پر سستی اور کاہلی مسلط ہو تو بیت الخلاء کی نظافت، گندی جگہوں پر جھاڑو دینے اور باورچی خانے کا کام سپرد کر دے۔ اگر وہ زیادہ کھانا کھاتا ہو تو اسے روزہ رکھنے کا حکم دے، اگر وہ مجرد ہے اور روزہ رکھنے سے بھی اس کی شہوت کم نہیں ہو رہی ہے تو اسے حکم دے کہ رات میں صرف پانی سے افطار کرے اور دوسری کوئی چیز نہ کھائے، اور دوسری رات صرف روٹی سے افطار کرے اور پانی نہ پیئے، اسے گوشت کھانے سے روکا جائے۔

اس کے بعد ابن جوزی لکھتے ہیں:

مجھے ابو حامد پر تعجب ہے کہ وہ ایسے افعال کا حکم کیسے دے رہا ہے جو اسلام سے میل نہیں کھاتے ؟! پوری رات سر کے بل کیسے کھڑا رہا جا سکتا ہے حالانکہ یہ عمل سر وصورت میں خون سرایت کرنے کا موجب بنتا ہے اور اس سے بیماری ہو جاتی ہے ؟! دریا میں اموال بہانا کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ رسول خدا مال کو برباد کرنے کی ممانعت فرماتے تھے ؟! کیا دشنام طرازی اور مسلمان کی آبروریزی جائز ہے ؟! کیا طوفانی ہوا میں دریا میں جانا جائز ہے ؟! حالانکہ دریا کی طوفانی ہوا میں مسافر کی گردن سے حج کا وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے اندر کام کرنے کی صلاحیت ہے، اس کے لئے فقیری اور دوسروں سے درخواست کیسے مناسب ہو سکتی ہے ؟! ابو حامد نے اپنے فقہ و دین کو کتنے سستے میں صوفی گری کے حوالے کر دیا ہے۔

اسی طرح ابن جوزی لکھتے ہیں:

ابو حامد نقل کرتا ہے: ابوتراب نے ایک ٹھنڈی رات میں اپنے مریدوں سے کہا کہ ابویزید کو ایک مرتبہ دیکھنا، ستر مرتبہ خدا کو دیکھنے سے بہتر ہے۔

ابن جوزی اس کے آگے لکھتے ہیں:

میں اس سے کہتا ہوں: و ھذا فوق الجنون بدرجات ''یہ بات پاگل پن اور دیوانگی سے بھی بالاتر ہے''۔

یہ تھے احیاء العلوم کے بارے میں ابن جوزی کے کلمات کے چند نمونے۔ جو اس کتاب کا دقت نظر سے مطالعہ کرے گا وہ اس کتاب کو ابن جوزی کی باتوں سے بھی زیادہ قبیح اور مذموم محسوس کرے گا۔ یہی جاننا کافی ہے کہ وہ گیت، گانے، لہو ولعب اور گیت گانے والی نامحرم عورتوں کی آواز، جنگ کے وسائل سے رقص وسرور کرنے وغیرہ کو حلال سمجھتا ہے، وہ اپنے ذلیل نظریہ کی تقویت اور اثبات کے لئے رسول خداؐ کی طرف ان تمام قبیح افعال کی نسبت دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح مضراب (پیانو) کی آواز حرام ہے اس طرح عورت کی آواز حرام نہیں ہے بلکہ صرف اس وقت حرام ہے جب گناہوں میں ملوث ہونے کا خوف ہو۔ لہٰذا ان قیاسوں اور صریح کلمات کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ گانا، رقص وسرور، تالی بجانا، جنگی وسائل سے کھیلنا اور خوشحالی کے وقت زنگی اور وحشی عورتوں کا ناچ دیکھنا حلال ہے جیسے عید کے دن، شادی بیاہ کے وقت، ولیمہ، عقیقہ، ختنہ اور دوسرے خوشی کے اوقات میں یہ کام انجام دیا جاسکتا ہے اسی طرح دوستوں سے ملاقات کرتے، کسی محفل میں اکٹھا ہوتے، کھانا کھاتے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرتے وقت یہ افعال جائز ہیں، ایسی جگہوں پر گانا سننے کے جواز کا گمان بھی پیدا ہوتا ہے''۔(۱)

احیاء العلوم کی ضلالتوں اور پارسائی کا دعویٰ کرنے والے اس کے مولف کی جہالت و نادانی پر دلالت کرنے والے امور میں سے لعنت کے متعلق اس کا لچر اور ذلیل نظریہ بھی ہے؛ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''خلاصہ: لوگوں پر لعنت کرنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، مثال کے طور پر شیطان پر لعنت کرنے سے پرہیز کرنے اور خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، غیر شیطان کی تو بات ہی کچھ اور ہے کہ یقینی طور پر ان پر لعنت بھیجنے سے پرہیز کرنا، خطرے سے خالی ہے۔ اگر پوچھا جائے: کیا اس یزید پر لعنت کرنا جس نے حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم صادر کیا، جائز ہے یا نہیں؟! تو میں کہوں گا:

۱۔ احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۷۶ (ج ۲ ص ۲۵۷)

یزید پر لعنت کا جواز ثابت نہیں ہے؛ اس لئے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ حسین کو یزید نے قتل کیا ہے یا اس نے قتل کا حکم دیا ہے، اس وقت تک یزید کے بارے میں یہ نہیں جا سکتا کہ وہ حسین کا قاتل ہے، اس پر لعنت کرنے کی بات تو دور کی ہے کیونکہ تحقیق و جستجو کے بغیر کسی مسلمان سے گناہ کبیرہ منسوب نہیں کیا جا سکتا''۔(۱)

پھر وہ مردوں پر لعنت کی ممانعت کے سلسلے میں چند احادیث نقل کر کے لکھتا ہے:

اگر پوچھا جائے: کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا حسین کے قاتل پر لعنت کرے یا اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جس نے حسین کے قاتل کو قتل کا حکم دیا؟! تو میں کہوں گا: بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے: اگر حسین کا قاتل توبہ کرنے سے پہلے مر گیا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو؛ اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ حسین کا قاتل توبہ کے بعد مرا ہو، کیونکہ رسول خداؐ کے چچا حمزہ کے قاتل ''وحشی'' نے کفر کی حالت میں حمزہ کو قتل کیا پھر اس نے اپنے کفر اور حمزہ کے قتل سے توبہ کر لیا؛ اور چونکہ قتل گناہ کبیرہ ہے لیکن کفر کے مرحلے تک نہیں پہونچا ہے اس لئے اس پر لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ بنابریں اگر ہم لوگوں پر ان کی توبہ کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر کلی طور سے لعنت کریں تو دو احتمال کا خطرہ پایا جاتا ہے (اس لئے کہ شاید وہ شخص لعنت کا مستحق نہیں تھا) لیکن اگر خاموش رہیں اور کسی پر لعنت نہ کریں تو کسی بھی خطرے کا احتمال نہیں ہوگا''۔

قارئین کرام! آپ نے احیاء العلوم میں بکھرے ہوئے ان باطل اور احمقانہ خیالات کا مشاہدہ کیا، اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا رسول خداؐ انہیں بہتر شمار کر کے ان کی صحت کی قسم کھا سکتے ہیں؟!(۲) کیا اس شخص نے شیطان لعین اور شیطان صفت ظالم یزید کے حوالے سے جو دفاع پیش کیا ہے وہ رسول خداؐ کی خوشحالی کا موجب بن سکتا ہے حالانکہ اس نے ریحانۂ رسول خداؐ کو شہید کر کے آل اللہ اور امت محمد کے بہترین افراد کی آنکھوں کو ابد تک اشک بار کیا ہے؟!

۱۔ احیاء العلوم الدین ج ۳ ص ۱۲۱ (ج ۳ ص ۱۲۰)

۲۔ خواب میں ایک دوسری بکواس بھی نقل کی گئی ہے کہ رسول خداؐ نے کتاب احیاء العلوم کے تمام صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا: واللہ ان ھذا شئی حسن ملاحظہ ہو: طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۱۳۲ ج ۶ ص ۲۵۹۔۲۶۰)؛ الغدیر ج ۱۱ ص ۲۱۰

جو مسلمان فقہ اور اس کی ترتیب سے باخبر ہے، تاریخ اسلام اور پست و ظالم خاندان بنی امیہ کو پہچانتا ہے، گناہگار یزید کے مظالم اور اس کے قبیح افعال واقوال اور جرائم کو جانتا ہے، کیا مناسب ہے کہ ایسا مسلمان اس خاندان کو پاک ومنزہ سمجھے؟! کیا اس صوفی، یاوہ گو اور دینی معارف سے بے خبر شخص کی طرح یزید پلید کا دفاع کیا جاسکتا ہے؟!

۴۸۔ عبدالقادر ایک رات میں چالیس مرتبہ محتلم ہوتا ہے

شعرانی ''الطبقات الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالقادر کا بیان ہے: میں نے پچیس سالوں تک عراق کے صحراؤں میں یک وتنہا عبادت کی، نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ کوئی مجھے پہچانتا تھا، کچھ غیب کے افراد اور جن حضرات میرے پاس آتے اور مجھ سے خداشناسی کے طریقے سیکھتے تھے، عراق میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے حضرت خضر میرے رفیق ہوئے حالانکہ میں ان کو نہیں پہچانتا تھا، انہوں نے مجھ سے مخالفت نہ کرنے کی شرط لگائی، مجھ سے کہا: یہیں بیٹھو۔ چنانچہ ان کی کہی ہوئی جگہ پر تین سال تک بیٹھا رہا، وہ سال میں ایک مرتبہ میرے پاس آکر کہتے تھے: جب تک تمہارے پاس نہ آؤں یہاں سے حرکت نہ کرنا۔ ایک سال مدائن کے کھنڈرات میں رہا، اس عرصے میں بہت سی سختیاں برداشت کی اور جہاد بالنفس کیا، پانی نہیں پیتا تھا اور تھوڑا سا کچھ کھا لیتا تھا، ایک سال کچھ کھائے بغیر صرف پانی پیتا تھا اور ایک سال نہ کچھ کھایا، نہ کچھ پیا اور نہ ہی ایک لحہ سویا۔ ایک مرتبہ سرد رات میں ایوان کسریٰ میں سویا ہوا تھا کہ محتلم ہوگیا، میں نے حوض میں غسل کیا پھر سویا اور محتلم ہوگیا، میں نے دوبارہ غسل کیا، اسی طرح چالیس مرتبہ اتفاق ہوا، میں ہر مرتبہ غسل کرتا تھا پھر دوبارہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: غور وفکر اور دقت نظر سے اس عارف شخص کے متعلق مطالعہ کریں جو غیب

۱۔ طبقات کبریٰ ج۱ص۱۱۰ (ج۱ص۱۲۹ نمبر ۲۴۸)

کے افراد اور جنوں کا معلم ہے، وہ اس سے خدا تک پہونچنے کے طریقے سیکھتے ہیں اور حضرت خضر اس کے شریک سفر ہیں! ایسے انسان پر حیرت ہے جو ایک سال تک کچھ نہیں کھاتا، دوسرے سال پانی نہیں پیتا اور پھر تیسرے سال نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ ہی کچھ پیتا ہے، اس کے باوجود بھی اس کے بدن کی طاقت کم نہیں ہوتی چنانچہ وہ چالیس مرتبہ محتلم ہو جاتا ہے اور خدا میں فانی ایسے شخص کی تلاش میں شیطان آتا ہے! جس زمانے میں وہ بھنے ہوئے مرغے کھاتا تھا(۱) اگر اس زمانے میں ایسا ہوتا تب بھی ناقابل قبول تھا اس لئے کہ یہ بات انسانی طبیعت وفطرت سے بعید ہے کہ وہ ایک رات میں چالیس مرتبہ محتلم ہو۔

وہ رات کتنی طویل تھی جس میں وہ چالیس مرتبہ سویا، محتلم ہوا، اور ہر بار غسل کرنے کے لئے حوض پر گیا اور پھر واپس آکر سویا۔

ان تمام کاموں کے بعد بھی رات کا اتنا حصہ باقی تھا کہ وہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا۔ ممکن ہے اگر چالیس مرتبہ محتلم ہونے کے بعد بھی سوتا تھا تو چار سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ اس حادثے کی تکرار ہوتی اور شیطان رات کے آخری حصے تک اس قدسی صفت انسان کو نہیں چھوڑتا! مرغ کی ہڈیوں کو زندہ کرنا بھی اس سے بڑی کرامت نہیں ہے۔ یہ سب وہ باطل خواب وخیال ہیں جنہیں خائن ہاتھوں نے فضائل میں غلو اور لاف گزائی کے لئے گڑھ کر رکھا ہے۔

۴۹۔ رسول خداؐ عبدالقادر کے دوش پر سوار ہوئے

شیخ سید عبدالقادر گیلانی کا بیان ہے:

۱۔ ایک جوان شیخ عبدالقادر کے پاس ریاضت اور جہاد بالنفس کا درس لیتا تھا، وہ جو کی روٹی کھاتا تھا جس کی وجہ سے لاغر اور نحیف ہوگیا تھا۔ ایک دن اس جوان کی ماں شیخ عبدالقادر کے پاس آئی، دیکھا کہ بھونے ہوئے مرغے کھا رہا ہے۔ کہا: تم مرغ کا گوشت کھا رہے ہو اور میرا بیٹا جو کی روٹی؟ شیخ نے اپنا ہاتھ اس مرغ کی ہڈیوں پر رکھ کر کہا: اٹھ جا۔ (وہ خداوند عالم کے اذن سے بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے) اچانک مرغ نے اٹھ کر بولنا شروع کر دیا۔ شیخ نے کہا: جب تمہارا بیٹا اس مقام تک پہونچ جائے تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔ ملاحظہ ہو: الغدیر ج ۱۱ص ۲۲۰

''جب شب مرصاد، میرے جد رسول خداؐ معراج پر گئے اور سدرۃ المنتہی پر پہونچے تو جبرئیل امین وہیں ٹھہر کر بولے: اے محمد! اگر مٹھی کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔ پس خداوند متعال نے میری روح کو اشرف مخلوقات سے استفادہ کرنے کے لئے وہاں بھیجا، میں بھی وہاں پہونچ کر خلافت کبری، وراثت اور عظیم نعمت سے بہرہ مند ہوا، وہاں میں براق کی طرح ہو گیا تھا، میرے جد رسول خداؐ میری پشت پر سوار ہوئے اور میری لگام پکڑ کر مقام قاب قوسین تک پہونچے اور مجھ سے فرمایا: اے میرے لال ،میرے نور نظر! میرا پیر تمہاری گردن پر ہے اور تمہارا پیر تمام اولیائے الٰہی کی گردن پر ہے''۔(۱)

۵۰۔ شیخ عبد القادر کی وفات

''بیان کیا جاتا ہے کہ جب شیخ عبد القادر گیلانی کا آخری وقت نزدیک آیا تو عزرائیل غروب کے وقت، خدا کی طرف سے مہر لگا ہوا ایک خط لائے اور ان کے بیٹے شیخ عبد الوہاب کو دیا، اس خط کی پشت پر یہ لکھا ہوا تھا: یہ ایک محبّ کی طرف سے ایک محبوب کے لئے خط ہے''۔ حالانکہ شیخ نے مرنے سے سات دن پہلے ہی اپنی موت کی اطلاع دے دی تھی، وہ اسی لئے خوش تھے اور اپنے چاہنے والوں اور مریدوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ قیامت کے دن ان سب کی شفاعت کریں گے، انہوں نے جیسے ہی سجدہ کیا، یہ آواز آئی: ﴿یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ، ارْجِعِی إِلَی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً﴾ ''اے نفس مطمئن! اپنے رب کی طرف پلٹ آ اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے''۔ (۲) ان کی موت پر عالم ناسوت (دنیا) سے گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی اور عالم ملکوت ان کی ملاقات سے خوشحال ہو گیا''۔(۳)

یہ خیال بافی کے وہ نمونے ہیں جنہیں غلو پردازوں نے شیخ عبد القادر گیلانی کی تعریف و توصیف میں پیش کئے ہیں، اگر ہم ایسی کراماتوں بلکہ یہ کہا جائے کہ ایسے خرافات جنہیں شیخ کی مدح میں نقل

۱۔ تفریح الخاطر فی ترجمۃ عبد القادر ص ۵، ۱۲، طبع مصر، مطبع عیسی البابی الحلبی و شرکاہ ۱۳۳۹ھ

۲۔ فجر / ۲۷۔ ۲۸ ۳۔ تفریح الخاطر ص ۳۸

کیا گیا ہے، ایسے مطالب جو عقل وخرد اور منطق سے بہت دور اور اسلام کی مقدس شریعت کے قطعی برخلاف ہیں، جن کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی براہین ہی ان کی تصدیق کررہے ہیں، تو بے شک ایک ضخیم دائرۃ المعارف تیار ہوجائے گا جو ایک اعتبار سے مضحکہ خیز اور دوسرے اعتبار باعث گریہ ہوگا۔

۵۱۔ اسماعیل حضرمی کے لئے سورج کا فریب

اس سے قبل (۱) اسماعیل حضرمی کے لئے سورج کے توقف کا واقعہ پیش کیا گیا کہ ایک دن سفر کے دوران اس نے اپنے نوکر سے کہا: سورج سے کہو کہ جب تک ہم گھر نہ پہونچیں وہ حرکت نہ کرے؛ اور سورج بھی ان کے گھر پہونچے تک ٹھہرا رہا۔ پھر اس نے اپنے نوکر سے کہا: کیا اس قیدی (سورج) کو آزاد نہیں کروگے؟ اور نوکر نے سورج کو حکم دیا کہ وہ ڈوب جائے، چنانچہ وہ ڈوب گیا اور آسمان تاریک ہوگیا۔ (۲)

شاید جو دین خواہشات نفس کی اساس پر عالم وجود میں آیا ہو وہ ایسے بیہودہ اور بے تکے کلمات کو زبان پر لانے کی اجازت دے دے؛ میں ذکر فضائل میں غلو اور لاف گزائی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

۵۲۔ دلاوی ایک بچے کو دودھ پلاتا ہے

یافعی ''مرأۃ الجنان'' میں لکھتے ہیں:

''سید ابو محمد عبد اللہ دلاوی (متوفی ۱۷۲ھ) کے پاس ایک بچہ تھا جس کی ماں نے اسے گم کردیا تھا اور وہ بچہ رو رہا تھا، چنانچہ اس کا سینہ دودھ سے بھر گیا، اس نے بچے کو دودھ پلایا تو وہ چپ ہوا''۔ (۳)

میں نہیں جانتا، جو تاریخی کتابیں ایسے مضحکہ خیز واقعات سے بھری ہوں ان کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے

۱۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا صفحہ ۴۲۰

۲۔ سبکی نے یہ روایت طبقات ج ۵ ص ۵۱ پر نقل کی ہے نیز یافعی نے بھی مرأت ج ۴ ص ۱۷۸؛ اور ابن عماد نے شذرات ج ۵ ص ۳۶۲ (ج ۷ ص ۶۳۱ حوادث ۶۷۸)؛ ابن حجر نے الفتاوی الحدیثۃ (ص ۳۱۶) پر نقل کی ہے۔

۳۔ مرأۃ الجنان ج ۴ ص ۲۶۵

کہ علمی اعتبار سے ان سے استناد کرتے ہوئے قابل اعتماد قرار دیا جائے؟!

۵۳۔ شیخ ایک گائے کھالیتا ہے

مناوی اپنی کتاب "طبقات" میں ابراہیم بن عبد ربہ (متوفی ۸۷۸ھ) کی زندگی کے ذیل میں لکھتے ہیں: "انہوں نے شیخ محمد غمری اور شیخ مدین سے درس لیا ہے... ایک جشن سالگرہ کے موقع پر شیخ مدین کے گھر آئے اور جشن کا پورا کھانا اکیلے کھا گئے، دوسری مرتبہ بھی ایک گائے کا پورا گوشت چٹ کر گئے اس کے بعد ایک سال تک کچھ بھی نہ کھایا۔ ان کی ایک کرامت کو شیخ امین الدین امام جماعت جامع مسجد غمری نے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے پوچھا: آپ کی موت کے بعد اپنے اہم سوالات اور ضرورتیں کس سے پوری کریں؟ کہا: اسی سے پوچھنا جس کے بھائیوں اور اس کے درمیان چند بالشت زمین کا فاصلہ ہو جائے، میں وہیں سے تمام سوالات کا جواب دوں گا۔ ایک دن شیخ کی بیٹی مریض ہوگئی، اس کے شفا کے لئے خربوزے کی ضرورت پیش آئی لیکن نہیں مل پایا، شیخ اپنے استاد کی قبر کے پاس آئے اور کہا: آج اپنا وعدہ وفا کریں! چنانچہ رات کے وقت جب وہ اپنے گھر آئے تو وہاں ایک خربوزہ پڑا ہوا پایا، انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے"۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

وصاحب لی بطنه کالهاویة   کان فی احشاءه معاویة

"میرا ایک دوست ہے جس کا پیٹ جہنم کے کنویں کی طرح ہے، ایسا لگتا ہے جیسے اس کے وجود میں معاویہ موجود ہے"۔

مجھے تین ناممکن اور محال چیزوں پر حیرت ہے: شیخ ایک مسلم گائے چٹ کر گیا، ایک سال بھوکا رہا اور کچھ نہیں کھایا نیز موت کے بعد مٹی کے نیچے سے اس نے خربوزہ عطا کیا۔ شاید اس کے اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان کوئی قریبی رشتہ داری ہوگی اور اس نے پوری گائے کھاتے وقت پرخوری کے مرض کو معاویہ سے وراثت میں حاصل کیا ہوگا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ایک سال تک بھوک برداشت کرنے کا ملکہ کس سے

۱۔ شذرات الذہب ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۹ ص ۴۸۳ حوادث ۸۷۸ھ)

وراثت میں حاصل کیا، اس لئے کہ نہ معاویہ اور نہ ہی کسی اور انسان میں اس کی طاقت ہے، اگر وہ دس گائے بھی کھالے پھر بھی ایک مخصوص مدت کے بعد بھوک اس کا تیا پانچہ کردے گی۔ شاید آپ یہ کہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے بارے میں دو دعائیں مستجاب ہوگئی ہوں گی: ایک مسلم گائے کھانے کی جو اس کے فائدے میں ہے، دوسرے ایک سال تک بھوکا رہنے کی جو اس کے نقصان میں ہے۔ پہلی کرامت میں ایک مسلم گائے کھالیا اور دوسری کرامت میں صبر کا مظاہرہ کیا اور ایک سال تک بھوک برداشت کی۔ لیکن خربوزہ کے واقعہ کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی بالکل اسی طرح جیسے یہ تمام واقعات قطعی من گھڑت اور بے اساس ہیں۔

۵۴۔ سیوطی نے عالم بیداری میں رسولؐ کو دیکھا

ابن عماد ''شذرات الذہب'' میں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر شاذلی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جلال الدین سوطی کا بیان ہے: میں نے رسول خداؐ کو عالم بیداری میں دیکھا: انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے شیخ! کچھ کہو۔ میں نے ان سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں جنت میں رہنے والوں میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: کیا عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوجاؤں گا؟ فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ (۱)

شیخ عبدالقادر کا بیان ہے: میں نے سیوطی سے پوچھا: آپ نے عالم بیداری میں کتنی مرتبہ رسول خداؐ سے ملاقات کی؟ کہا: ستر سے زائد مرتبہ۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ مشکل اس وقت تک حل نہیں ہوسکتی جب تک سیوطی کی طرح ایک دوسرے شخص سے اس دعوی کے بارے میں سوال کیا جائے جس نے رسول خدا کو عالم بیداری میں دیکھا ہو تا کہ وہ بتا سکے کہ سیوطی نے ستر سے زائد مرتبہ رسول خداؐ سے جھوٹی بات منسوب کی ہے یا اس شخص سے سیوطی کی منزلت کے بارے میں پوچھا جائے جو جنت میں ناز و نعم میں زندگی بسر کر رہا ہوتا کہ وہ بھی کہہ سکے کہ میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

۱۔ شذرات الذہب ج ۸ ص ۵۴ (ج ۱۰ ص ۷۷ حوادث ۹۱۱ھ)

اگر ان دونوں طریقوں سے سیوطی کا دعوی ثابت نہ ہو سکے تو ہم اس واقعہ کو عقل سلیم کے حوالے کرتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی عقل سلیم اس واقعہ کو نہیں مانے گی۔

یہ بیداری میں رسول خدا کو دیکھنے کا دعوی ہے، عالم خواب میں تو انہوں نے ہزاروں بار رسول خدا کو دیکھنے کا دعوی کیا ہے۔(۱)

۵۵۔ سیوطی اور طیّ الارض

شیخ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کا نوکر "محمد بن علی حباک" کہتا ہے:

میں ایک دن نماز ظہر کے بعد مصر کے قبرستان میں شیخ عبداللہ جیوشی کی قبر کے پاس تھا کہ شیخ نے مجھ سے کہا: کیا اپنی نماز عصر مکہ میں پڑھنا چاہتے ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اس راز کو میری موت تک فاش نہ کروگے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، انہوں نے ستائیس قدم راستہ چلانے کے بعد کہا: اپنی آنکھیں کھولو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ہم مکہ میں باب المعلاۃ میں ہیں.....

ہم نے یہ واقعہ اور اس کے اور بھی نمونے اس سے قبل پیش کئے ہیں (۲) اور وہیں پر تفصیل سے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

کرامات وعجائب

النور السافر کے مولف لکھتے ہیں:

"شیخ علوی بن شیخ محمد بن علی، اپنے والد کی طرح خداوند عالم کی عظیم نشانیوں میں سے ایک تھا (من آیات اللہ الکبری)؛ اس کے فضائل ومناقب یہ ہیں: اچھے اور برے انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا کرتا تھا، خدا کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا تھا، زندہ افراد کو موت دے دیتا تھا، خدا کے اذن سے اشیاء

۱۔ ملاحظہ ہو: حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص۳۴۳؛ نیل الابتہاج ص۳۲۲

۲۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا صفحہ ۴۱۹

پر تصرف کرتا تھا، ان کے علاوہ وہ دوسری عظیم کرامتوں کا بھی حامل تھا جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں''۔(۱)

یہ تھے خرافاتی حکایتوں، جھوٹے افسانوں اور بے تکی کرامتوں کے چند نمونے۔(۲) جنہیں ہم نے مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہزاروں واقعات میں سے انتخاب کیا ہے: ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء؛ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد؛ ابن جوزی کی صفۃ الصفوہ، المنتظم اور مناقب احمد بن حنبل؛ ابن عساکر کی تاریخ شام،؛ تاریخ ابن خلکان؛ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ؛ سبکی کی طبقات الشافعیۃ؛ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ؛ کردری کی مناقب ابوحنیفہ؛ شعرانی کی مرأۃ الجنان، روض الریاحین، الکواکب الدریۃ، الروض الفائق اور طبقات کبری؛ حموی کی تنبیہ المغترین؛ سیوطی کی الفتح الربانی؛ الفیض الرحمانی اور انیس الجلیس؛ حموی کی شرح الصدور؛ شیخ نورالدین شافعی کی لطائف المنن والاخلاق اور بہجۃ الاسرار؛ شیخ محمد حنبلی کی قلائد الجواھر؛ مشارق الانوار؛ النور السافر؛ تفریح الخاطر اور عمدۃ التحقیق؛ اور بھی دوسری تاریخی اور رجالی کتابیں جو ایسے جھوٹے اور حیرت انگیز واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

آخری بات

صفحہ/۵۱۲ سے لے کر یہاں تک خلفائے ثلاثہ، معاویہ بن ابی سفیان، اصحاب میں سے اس کے چاہنے والے اور دوسرے وہ افراد جنہیں ولی خدا اور امام و عالم کا نام دیا گیا ہے، کی حیات و کارناموں پر مشتمل اس تفصیلی گفتگو سے ہمارا مقصد دینی معاشرے میں غلو پردازوں اور بے تکی بکواس کرنے والوں کو پہچنوانا تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ کون اس بات کے لائق ہے کہ اسے غلو پرداز اور بکواسی کہا جائے؟!

کیا غلو پرداز وہ ہے جو اہل بیت وحی سے وابستہ اور متمسک ہے، وہ اہل بیت جو تمام مسلمانوں کی نظر میں پاکیزگی اور کمالات سے آراستہ ہیں اور جو وحی الٰہی اور رسول خداؐ کی زبان مبارک سے مدح و ستائش کئے گئے ہیں؛ وہ اہل بیت جن کے آگے سب نے سر تعظیم خم کر کے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں، وہ

۱۔النور السافر ص۳۱۳ (ص ۲۱۸)

۲۔علامہ امینی نے الغدیر ج۱۱ص ۱۳۳۔۲۵۰ پر ایسے سو نمونے درج فرمائے ہیں، ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔

کائنات کی ہر فضیلت سے آراستہ و پیراستہ ہیں؟!

یا پھر غلو پردازی ان بعض لوگوں کے آثار و کارناموں کو بیان کرنے والوں کے لئے مناسب ہے جن کی فضیلت میں جھوٹی حدیثوں اور جعلی افسانوں کے علاوہ کچھ بھی وارد نہیں ہیں، جن کی تاریخ ضلالتوں اور ذلتوں سے پر ہے، جنھیں خواہشات نفس کی ہواؤں نے اپنے اعتبار سے ادھر ادھر پھرایا ہے؟!

نیرنگیٔ زمانہ کا عالم یہ ہے کہ جن لوگوں نے عقل و منطق کے حدود سے نکل کر اپنے بزرگوں کی مدح میں فضیلتیں گڑھی ہیں اور خود بھی تسلیم کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، کو غالی اور غلو پرداز نہیں کہا جاتا، لیکن ان لوگوں کو غالی اور غلو پرداز کہا جاتا ہے جنہوں نے اپنے قلوب رسول خداؐ کے نورانی خاندان اور صاحبان وحی سے وابستہ کردیئے ہیں، خود کو ان اہل بیت سے متمسک کردیا ہے جن کی کرامتوں کو کوئی بھی زہر آلود تیر اپنا ہدف قرار نہیں دے سکتا، ان کے مقام و مرتبہ اور علم تک کسی کا طائر فکر پہونچ ہی نہیں سکتا۔ جن کرامتوں سے خداوند عالم نے انہیں بہرہ مند فرمایا ہے، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جنہیں رواۃ و حفاظ اور اہل حدیث نے ان کی فضیلتوں کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔

ان غالیوں کے لچر کلمات اور بے تکی بکواس کو ہم نے اس لئے پیش کیا تا کہ قارئین متوجہ ہو کر غلو پرداز اور غالی کو حقیقت گو سے نیز بیہودہ اور بے تکی بکواس کو دلیل و برہان سے آراستہ کلمات سے جدا کرسکیں۔

﴿ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَا مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ﴾

''تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ''(۱)

﴿أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴾

''کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے خود طے کرلئے ہیں اور خدا نے ان کے بارے میں کوئی برہان نازل نہیں کیا ہے تو اب تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں''۔(۲)

۱۔انفال/۴۲ ۲۔اعراف/۷۱

بقیہ

عندلیبان غدیر

(نویں صدی ہجری)

۱۔ضیاءالدین ہادی

۲۔حسن آل ابی عبدالکریم

۷۵

ضیاءالدین ہادی

ولادت ۷۵۸ھ
وفات ۸۲۲ھ

هـذا و مـذهبنا أنّ الإمام عقيب	المصطفىٰ حيدر الأبطال و البهم
أعني عليّاً أمير المؤمنين و من	بالعطف خص من الرحمن ذی القسم
الله انزل آيات مباركة	فی فضله عدها لی غير منتظم
و قال فيه رسول الله سيدنا	يوم الغدير بخم يوم حجهم
من كنت مولاه أی أولیٰ به فعلی	أولی به و هوا مولاهم بكلهم
قام النبیُّ خطيبا فی معكسره	بهذا الخطبة الغرا لجمعهم
و شال ضبعا كريما من أبی حسن	فی يوم حر شديد اللفح مضطرم
كی لا يقال بأن النص مكتتم	ما كان الا صريحا غير مكتتم
فهو الخليفة بعد المصطفی و له	فضل التقدم لم يسجد الی صنم
و كان سابقهم فی كل مكرمة	وكان فی كل الحرب ثابت القدم
و كان اول من صلی لقبلتهم	و أعلم الناس بالقرآن والحكم
و كان اقربهم قربی و أفضلهم	رغبی و اضربهم بالسيف فی القمم

”جان لو، ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول خداؐ کے بعد برحق امام و رہبر دشمنوں کا تیا پانچہ کرنے والے اور

پہلوانوں کے شیر ببر ہیں، یعنی امیر المومنین حضرت علیؑ جو صاحب قسم اور خدائے رحمان کی طرف سے مستحق عطوفت قرار پائے، خداوند عالم نے ان کی شان میں اتنی آیات نازل فرمائی ہیں کہ منظم طور پر انہیں کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ہمارے آقا رسول خداؐ نے حجۃ الوداع اور غدیر خم کے دن ان کے متعلق فرمایا: جس کا میں مولا ہوں (یعنی اس سے زیادہ اس کے نفس پر قادر ہوں اور ولایت مطلقہ حاصل ہے) پس یہ علی بھی اس کا مولا ہے یعنی اس کے نفس پر اس سے زیادہ بااختیار ہے اور اسے مطلقہ ولایت حاصل ہے، وہ سب کا رہبر ہے۔ رسول خداؐ نے حاضرین بزم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ بہترین خطبہ ارشاد فرمایا پھر جھلستے ہوئے دن میں جب گرمی کی شدت سے چہرے جل رہے تھے۔ آپ نے امیر المومنین حضرت علی کے بازو کو پکڑ کر بلند کیا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول نے حضرت علیؑ کی امامت کی تصریح نہیں فرمائی، بلکہ واضح طور پر سب کی آنکھوں کے سامنے ان کی جانشینی کا اعلان فرمایا۔ لہذا رسول کے بعد وہ ان کے تنہا جانشین تھے جنہیں دوسروں پر تقدم حاصل ہے اس لئے کہ انہوں نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا ہے۔ وہ ہر فضیلت اور کرامت میں دوسروں پر سبقت رکھتے ہیں، ہر جنگ میں ڈٹے رہے اور دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی وہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی، وہ قرآن اور علوم و احکام کے سب سے زیادہ جانکار ہیں۔ وہ رسول خداؐ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ رسول خداؐ سے رغبت و محبت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برتر تھے، بہترین بہادروں کے درمیان شمشیر آبدار کی حیثیت رکھتے تھے"۔

شاعر کا تعارف

سید جمال الدین ضیاء الدین ہادی بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب، یمنی صنعائی زیدی۔

یہ یمن کے ان علماء اور دانشوروں میں سے تھے جنہیں مختلف علوم و ادبیات پر تسلط حاصل تھا۔ "مطلع البدور" (۱) کے مؤلف (۲) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ مطلع البدور (ص ۳۵۹)

۲۔ احمد بن صالح محمد بن ابی رجال یمنی: یہ صنعاء میں ۱۰۲۹ھ کو پیدا ہوئے

''علامہ ابن وزیران کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ہادیؑ کی اولاد میں دنیا میں ان کے مانند کسی کو نہیں دیکھا، وہ مختلف علوم و دانش سے آگاہ تھے، نثر و نظم کے قالب میں مختلف علوم کو پھیلانے والے اور تقسیم کرنے والے ہیں، صاحب اسلوب بھی تھے، شظب میں پیدا ولادت ہوئی .....ان کی بہترین کتابیں یہ ہیں: کاشفۃ الغمۃ عن حسن سیرۃ امام الامۃ؛ کریمۃ العناصر فی الذب عن سیرۃ الامام الناصر؛ والسیوف المرھفات علی من الحد فی الصفات۔ ان کا نام تمام علماء کے یہاں، تمام شہروں میں زباں زد تھا، حتیٰ اپنی تعصبات کے باوجود مصر کے علماء کی نظر میں بھی قابل احترام تھے، وہ ان کا تذکرہ کرتے تھے؛ چنانچہ حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی مصری نے اپنی تاریخ میں ان کا اوران کے بھائی کا تذکرہ کرتے ہوئے تعریف وتوصیف کی ہے۔

یہ ۱۹/ذی الحجہ ۸۲۲ھ کو ذمار میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے، ان کی ولادت ۲۷/محرم ۷۵۸ھ میں ہوئی، ان کی وفات اہل خانہ کے لئے بڑی سنگین اور سخت تھی اس لئے کہ ان کے بعد متولیوں نے شہروں میں رہنے سے منع کر دیا تھا''۔

٧٦

حسن آل ابی عبدالکریم

و بایعه فی یوم أُحد و خیبر	لها فی حدود الحادثات فلول
و بیعة خم و النبیّ خطیبها	لها فی قلوب المسرکین نصول
و أحمد من فوق الحدائج رافع	یمین علی المرتضی و یقول
ألا فاسمعوا ثم ارشدوا کل غائب	و یصغی عزیز منکم و ذلیل
فمن کنت مولاه فمولاه حیدر	علی و عن رب السماء أقول
علی أمیر المؤمنین و من دعا	سواء بهذا مبطل و جهول
فقالوا جمیعا یا علی بخ بخ	وللقوم داء فی القلوب دخیل
فمن مثل مولانا علی الذی له	محمد خیر المرسلین خلیل
فیا رافع الاسلام من بعد خفضه	و ناصب دین الله حیث یمیل

''احد اور خیبر کے دن حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کی بیعت کی، اسی بیعت کی وجہ سے زمانے کے گرم حوادث میں کمی آئی۔ نیز غدیر خم کی بیعت، رسول خداؐ نے اپنے خطبہ کے ذریعہ اس بیعت کا اعلان کیا، ایسا خطبہ دیا کہ (اس کی وجہ سے) مشرکوں کے دلوں پر تیر پیوست ہو گئے۔ احمدؐ علی مرتضی کا داہنا ہاتھ پکڑے ہوئے ہودج کی بلندی سے فرما رہے تھے: آگاہ ہو جاؤ، غور سے سنو اور تمہارے درمیان جو نہیں ہیں ان تک پہونچا دو، تم میں سے ہر عزیز و ذلیل کو یہ سننا چاہئے: جس کا میں مولا اور رہبر ہوں حیدر کرار علی بھی

اس کے مولا اور رہبر ہیں، میں آسمانوں کے پروردگار کی طرف سے یہ پیغام پہونچا رہا ہوں۔ صرف علی مومنوں کے امیر ہیں، ان کے علاوہ جو بھی خود کو امیر المومنین کہلوائے اس نے حکم الٰہی کو پامال کیا ہے، وہ انتہائی جاہل اور گنوار انسان ہے۔ چنانچہ سب نے رسول خداؐ کی جانشینی پر حضرت علیؑ کی خدمت میں تبریک وتہنیت پیش کی حالانکہ اس واقعہ سے دشمنوں کے دل چھلنی ہو گئے تھے۔ ہمارے مولا ''علیؑ'' کے مانند کون ہوسکتا ہے، جس کے خیر الانبیاء ''محمدؐ'' دوست اور محرم راز ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے پستی کے بعد اسلام کو بلندی عطا کی، دین خدا کو کجی کے بعد استوار کیا''۔

شاعر کا تعارف

شیخ حسن آل ابوعبدالکریم مخزومی؛ آٹھویں صدی ہجری کے شیعہ شاعر ہیں۔

ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو پائی اسی لئے احتمال دیا جاتا ہے کہ یہ وہی ابن راشدی ہوں گے جنہوں ۸۳۰ھ کے بعد نویں صدی ہجری میں وفات پائی، ہم نے اسی لئے اس شاعر کے حالات زندگی کو نویں صدی تک ملتوی رکھا۔ واللہ العالم

عندلیبانِ غدیر

(دسویں صدی ہجری)

۱۔ شیخ کفعمی

۲۔ عزالدین عاملی

۷۷
شیخ کفعمی

وفات ۹۰۵ھ

هنیأ هنیأ لیوم الغدیر	و یوم الحبور و یوم السرور
و یوم الکمال لدین الاله	و اتمام نعمة رب غفور
و یوم الفلاح و یوم النجاح	و یوم الصلاح لکل امور
و یوم العمارة للمرتضی	أبی الحسنین الامام الأمیر
و یوم الخطابة من جبرئیل	بتقدیر رب علیم القدیر
و یوم السلام علی المصطفی	و عترته الأطهرین البدور
و یوم الاشتراط ولاء الوصی	علی المؤمنین بیوم الغدیر
و یوم الولایة فی عرضها	علی کل خلق السمیع البصیر
علی الوصی وصی النبی	و غوث الولی و حتف الکفور
و غیث المحول و زوج البتول	وصنو الرسول السراج المنیر
أمان البلاد و ساقی المعاد	بیوم المعاد بعذب نمیر
همام الصفوف و مقری الضیوف	و عند الزحوف کلیث هصور
و من قد هوی النجم فی داره	و من قاتل الجن فی قعر بیر

و سل عنه بدرا و أحدا ترى لهطوات شجاع جسور
و سل عنه عمرا و سل مرحبا و في يوم صفين ليل الهرير
و كم نصر الدين في معرك بسيف صقيل و عزم مرير
و ستا و عشرين حربا رأى مع الهاشمي البشير النزير
امير السرايا بأمر النبي و ليس عليه بها من أمير

''غدیر کا دن مبارک ہو، مبارک ہو، خوشحالی، مسرت اور خوبصورتی کا دن۔ دین خدا کے کامل ہونے اور خدائے رحمان کے اتمام نعمت کا دن۔ فلاح و بہبود اور کامیابی کا دن، ایسا دن جس کے وسیلے سے تمام افعال صحیح ہوتے ہیں۔ علی مرتضیٰ، حسنین کے والد گرامی اور امیر المومنین کی حکومت و بادشاہی کا دن۔ جبرئیل امین کے خطاب کرنے کا دن، جنہوں نے خدائے علیم وقدیر کا فرمان پہونچایا۔ محمد مصطفیؐ اور ان کے درخشاں خاندان کی سلامتی اور سلام کا دن۔ اپنے وصی کی ولایت کے سلسلے میں رسول خدا کا مومنوں سے شرط کرنے کا دن جو غدیر کا دن ہے۔ ایسا دن جب حضرت علیؑ کی ولایت ہر بینا و دانا مخلوق کے سامنے پیش کی گئی۔ حضرت علیؑ رسول خداؐ کے وصی، دوستوں اور چاہنے والوں کے فریادرس اور کافروں کو ختم کرنے والے ہیں۔ وہ خشکیوں کی حیات بخش بارش اور زہرائے بتول کے شوہر ہیں، وہ رسول خداؐ کے مہربان چچازاد بھائی اور درخشاں چراغ ہیں۔ سرزمینوں کو امان دینے والے اور قیامت کے دن بندوں کو خوشگوار شربت سے سیراب کرنے والے ہیں۔ وہ شجاع یگانہ اور مہمانوں کی پذیرائی کرنے والے تھے، جنگی حملوں میں شیر ببر کے مانند تھے۔ انہیں کے گھر میں ستارہ اترا اور انہوں نے کنویں میں جن سے مقابلہ کیا۔ بدر و احد میں ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے کتنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ ان کی شجاعت عمر اور مرحب سے پوچھیں، ان کی بہادری صفین کے دن اور لیلۃ الہریر میں ملاحظہ کریں۔ (۱) انہوں نے کتنی ہی مرتبہ اپنے حملوں، شمشیر آبدار اور اپنے آہنیں

۱۔ لیلۃ الہریر: اس رات کو کہتے ہیں جس رات امیر المومنین اور معاویہ کے لشکر کے درمیان شدید جنگ ہوئی، امام کے لشکر انتہائی کاری ضربیں شام کے لشکر پر لگائیں۔

ارادوں سے دین خدا کی نصرت کی ہے۔ انہوں نے چھبیس جنگوں میں بشیر ونذیر رسول خداؐ کے ساتھ رہ کر جنگ کی ہے۔ وہی رسول خداؐ کے حکم کے مطابق سریوں (۱) کے سردار تھے، جنگوں میں ان کے علاوہ کوئی سردار نہیں تھا''۔

شاعر کا تعارف

شیخ تقی الدین ابراہیم بن شیخ زین الدین علی بن ....بن شیخ اسماعیل حارثی ہمدانی خارفی عاملی کفعمی لویزی جبعی۔

یہ نویں صدی میں علم وادب کو جمع کرنے والے علماء میں سے ہیں، ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کے پرچم کو ہر جگہ لہرایا اور بہت سے نایاب اور مفید خزانوں کو حاصل کیا۔ لوگ ان کی تالیفات، ان سے منقول احادیث اور ان کے بے پناہ فضل سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک پرہیزگار، متقی اور بہترین صفات و جذبات کے حامل انسان تھے، یہ خصوصیات، طلائی گلوبند کی طرح ان کی زندگی میں درخشان تھے، انہوں نے اپنی محنتوں سے معاشرے کو درخشان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا وقیع سلسلۂ نسب نور ولایت سے روشن ہوتے ہوئے عظیم تابعی ''حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی'' تک پہونچتا ہے، یہ علوی شخصیت جو عظیم مقام و مرتبہ اور واضح برہان کی حامل تھی، شیعی فقہاء میں شمار ہوتی ہے، اس شاعر کے بھائی کی نسل میں شیخ بہائی کے والد گرامی ''شیخ حسن'' (۲) بھی ہیں، خدا ان کی مغفرت کرے، دائرۃ المعارف کی کتابوں میں ان کا تذکرہ کرکے مدح وستائش کی گئی ہے۔ (۳)

۱۔ سریہ: ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں رسول خداؐ شریک نہیں تھے۔

۲۔ ان کا تذکرہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶۷۔۱۱۶۹ پر ہوگا

۳۔ ان کے حالات زندگی ان کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں: امل الآمل (ج ۱ص ۲۸ نمبر ۵)؛ ریاض العلماء (ج ۱ص ۲۱)؛ روض الجنات ص ۶ (ج ۱ص ۲۰ نمبر ۲)

بعض گرانقدر تالیفات

۱۔المصباح؛ ۸۹۵ھ میں تالیف کی گئی۔

۲۔البلدالامین

۳۔شرح الصحیفۃ

اس شاعر کے والدگرامی ''شیخ زین الدین علی'' ہیں جو شیخ بہائی کے دادا کے دادا تھے، وہ شیعی عالم اور برجستہ فقیہ تھے،ان کے فرزند (متذکرہ شاعر) نے ان سے نقل روایت کی ہے اور عظیم اور متقی فقیہ کے عنوان سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

کشف الظنون (۱) کے مطابق: عظیم شاعر شیخ کفعمی نے ۹۰۵ھ میں کربلائے معلی میں وفات پائی ،انہوں نے اپنے خانوادے سے وصیت کی کہ انہیں عقیر (۲) نامی جگہ پر حائر مقدس میں دفن کریں۔

۱۔ملاحظہ ہو: ج ۲ ص ۶۱۷؛ طبع دوم ص ۱۹۸۲

۲۔شاید ''عقر'' کربلا کے اطراف کی کوئی جگہ ہو جیسے غاضریہ اور شط فرات۔ چنانچہ جب امام حسین نے اس جگہ کا نام پوچھا تھا تو ایک جواب یہ بھی دیا گیا تھا کہ اس کا جگہ کا نام عقر ہے اور حضرت نے فرمایا تھا: اعوذ باللہ من العقر '' میں عقر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں''۔یا عقر نام رکھنے کی علت یہ ہو کہ لغت میں عقیر کا مطلب مقتول شریف ہے۔

۷۸

عزالدین عاملی

الــی م الام و امــری شهیــر	و اشفق من کل نذل حقیـر
و حبــی الـنبـی و آل النبـی	و قول بـالـعدل نعم الخفیر
ولــی رحـم تـقتضـی حـرمة	ولـی نسبة بـولائـی الـخـطیـر
فـلـی فـی الـمـعـاد عماد بهم	ولـی فـی القیام مقام نضیـر
لانــی انـادی لـدی الـنـائبـا	ت والـخوف من أن ذنبی کبیر
أخـاالـمـصـطـفـی و أبا السیدین	و زوج البتول و نـجل الظهیر
و مـحبـوب رب حـمیـد مـجیـد	و خیـر نبـی بشیـر نـذیـر
و نـور الـظلام و کـافی العظام	و مـولـی الانـام بنص الغدیـر
مـجلـی الـکروب علیم الغیوب	نـقـی الـجیـوب بـقـول الخبیر
و اقـضـی الانـام و اقـصی المرام	و سیف السلام السمیع البصیر

''مجھے ملامت کیسے کی جاسکتی ہے حالانکہ سب ہی میرے شغل وعقیدہ سے باخبر ہیں، میں ہر پستی و ضلالت سے دور رہتا ہوں۔ رسول خداؐ اوران کے اہل بیت سے محبت ودوستی اور عادلانہ باتیں، میرے بہترین حامی ونگہبان ہیں۔ میری نسل لائق احترام ہے، ولایت عظمیٰ سے میرا ارتباط ہے اور قیامت کے دن میرا تکیہ گاہ وہی ہے۔ میں قیامت میں نیک مرتبے پر فائز رہوں گا۔ کیونکہ میں سختیوں اور پریشانیوں

میں ایسے کی نصرت چاہتا ہوں جو رسول کے بھائی، حسنین کے والد گرامی، فاطمہ کے شوہر اور رسول خداؐ کے یاور و ناصر ہیں۔ ایسی شخصیت کے حامل تھے جس کی خدا نے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے ستائش کی ہے، وہ بہترین رسول بشیر و نذیر کے محبوب تھے۔ وہ تاریکیوں کو روشن کرنے والے اور تمام عظمتوں کے حامل ہیں۔ حدیث غدیر میں رسول خدا کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں کے رہبر ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مصیبتوں کو ختم کیا، غیب سے باخبر تھے اور پاک و مطہر تھے، وہی قضاوت کے عنوان سے بہترین انسان اور لوگوں کی انتہائی آرزو اور خداوند سلام (۱)، سمیع و بصیر کی شمشیر ہیں"۔

شاعر کا تعارف

عز الدین شیخ حسین بن عبد الصمد بن شمس الدین محمد بن زین الدین علی بن بدر الدین حسن بن صالح بن اسماعیل حارثی ہمدانی عاملی جبعی۔

یہ اس خاندان کی فرد ہیں جو حضرت علیؑ کے عہد میں اہل بیت عصمت و طہارت کی دوستی و محبت کی وجہ سے عظمت و شرافت سے بہرہ مند ہوا۔ یہ بات لائق توجہ ہے کہ امیر المومنین نے وفات کے وقت ان کے جد اعلیٰ یعنی حارث بن عبد اللہ اعور ہمدانی خارفی (۲) کو صحیح عقیدہ و محبت اور خالص ایمان کی بشارت دی تھی۔

امیر المومنینؑ نے جنگ صفین میں قبیلہ ہمدان (جس میں اس شاعر کے دادا عظیم بہادر حارث بھی

۱۔ خداوند عالم کا ایک نام سلام ہے؛ سورۂ حشر کے آخر میں ہے: ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ "وہ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا، صاحب عزت، زبردست اور کبریائی کا مالک ہے، وہ ان تمام باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے جو مشرکین کیا کرتے ہیں"۔ (حشر/۲۳)

۲۔ خارفی: خارف سے منسوب ہے جو ہمدان کی ایک نسل تھی انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ حوت سے منسوب حوتی بھی ہمدان کی ایک نسل ہے

موجود تھے) کی اس طرح ستائش کی ہے: یا معشر همدان انتم درعی و رمحی ما نصرتم الا الله و ما اجبتم غیره ''اے ہمدان کے لوگو! تم لوگ میرے لئے جنگ کے نیزہ و شمشیر ہو، تم نے خدا کے علاوہ کسی اور کی مدد نہیں کی خدا کے علاوہ کسی اور کا حکم نہیں مانا''۔

اس عظیم خاندان میں عظمت و شرافت کے بانی (حارث ہمدانی) امیر المومنین کے نزدیکی ناصر اور حضرت کی ولایت میں فانی تھے، وہ عظیم شیعہ فقیہ اور یگانۂ روزگار تھے، بعض اہل سنت نے بھی ان کی مدح و ستائش کی ہے۔(۱)

ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: وہ عظیم تابعی عالم تھے۔(۲) ذہبی ایک دوسری جگہ اور ابن حجر ''تہذیب التہذیب'' میں ابو بکر بن ابی داؤد سے نقل کرتے ہیں: کان الحارث افقہ الناس و احسب الناس وافرض الناس وتعلم الفرائض من علی ''حارث بہترین فقیہ، عظیم خاندانی فضیلت کے حامل اور علم فرائض (ارث) کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، انہوں نے فرائض کا علم حضرت علی سے سیکھا تھا''۔(۳)

خلاصۃ تہذیب الکمال میں ہے: وہ شیعہ عالم تھے۔(۴)

ذہبی کی میزان الاعتدال کے مطابق: حارث ہمدانی کی وفات ۶۵ ھ ہوئی ہے۔(۵)

متذکرہ شاعر (شیخ حسین) شیعی عالم، فقہ و اصول، کلام و ریاضی و ادب میں برجستہ دانشور اور اس صدی کی بہترین شخصیت کے حامل تھے؛ ایسی چمک تھے جس نے اس عہد کی پیشانی پر نور افشانی کی، ایسی خوشبو تھے جس کے عطر نے اس زمانے کی پوری فضا کو معطر کر دیا، ان کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف علوم میں ان کی سبقت و پیش قدمی کا اعتراف کیا ہے۔(۶)

۱۔ صرف بعض لوگ، جن کے دل میں اہل بیت کی دشمنی تھی، وہ ایسی چیزوں کی تلاش میں تھے تاکہ شیعوں پر عیب لگا سکیں؛ اسی لئے انہوں نے ان کے بارے میں جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور اس عظیم شخصیت کے حامل انسان پر تہمت طرازی کی ہے جو ایک محقق انسان کے نزدیک قطعی اہمیت نہیں رکھتیں۔

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۲ (ج ۱ ص ۴۳۵ نمبر ۱۶۲۷)

۳۔ تہذیب التہذیب ص ۱۴۵ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۴۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۸۵ (ج ۱ ص ۱۸۴ نمبر ۱۱۴۲)

۵۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۴۳۷ نمبر ۱۶۲۷)

۶۔ کشکول شیخ بحرانی مؤلف کتاب حدائق (ج ۲ ص ۲۰۲)؛ بحار الانوار (ج ۱۰۹ ص ۱۶۵ نمبر ۷۹)

ریاض العلماء میں ہے: وہ مرد فاضل، عظیم عالم، اصولی، مناظر، فقیہ، محدث اور برجستہ شاعر تھے، فن معما گوئی میں مہارت حاصل تھی، اپنے بیٹے شیخ بہائی کے ساتھ ان کے مشہور معما ہیں، انہوں نے بھی اپنے والد کے معموں کا بہترین جواب دیا ہے۔ ان کے بعض مشہور معمے مجالس ادب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔(۱)

امل الآمل میں مرقوم ہے: وہ برجستہ دانشور، باریک بیں محقق اور تمام علوم میں تبحر تھے اسی طرح ایک سخن پرداز ادیب، عظیم شاعر بلند ہمت انسان اور شہید ثانی کے لائق اعتماد اور فاضل شاگرد تھے۔(۲)

ایران کے بادشاہ ''شاہ طہماسب صفوی'' اس انسان کے فضل و دانش سے باخبر تھا، وہ ان کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ان کا خصوصی احترام کرتا تھا، قزوین میں شیخ الاسلام کے مرتبہ پر فائز کیا بعد میں خراسان میں اور اس کے بعد ہرات میں اسی مرتبہ پر فائز کیا، اسی طرح اس نے تعلیم و تدریس کی کرسی ان کے حوالے کیا، وہ استاد کرکی کے بعد ان کے ہم عصر تمام علماء پر ان کو برتری دیتا تھا۔

ان کے بعض آثار و کارنامے:

۱۔شرح قواعد

۲۔الفیہ شہید پر دو شرحیں

۳۔الرسالۃ الطہماسبیۃ فی الفقۃ

۴۔الرسالۃ الوسواسیۃ

ولادت ووفات

اس عظیم شاعر نے یکم محرم الحرام ۹۱۸ھ کو دنیا میں آنکھیں کھولیں اور ۸ ربیع الاول ۹۸۴ھ کو بحرین کے ایک شہر ہجر کے مضافات میں مصلی نامی ایک دیہات میں وفات پائی مجموعی طور پر چھانچھٹ (۶۶) سال دو مہینے ساتھ دن کی عمر پائی۔

اس عظیم شاعر کے والد کے چچا ''شیخ ابراہیم کفعمی ہیں۔(۳)

۱۔ریاض العلماء (ج۲ص۱۰۹)

۲۔امل الآمل (ج۱ص۴۷، نمبر۶۷)

۳۔ان کے حالات زندگی صفحہ ۱۱۶۶ پر پیش کیے گئے۔

عندلیبان غدیر

(گیارہویں صدی ہجری)

۱۔ابن ابی شافین بحرانی

۲۔زین الدین حمیدی

۳۔شیخ بہائی

۴۔حرفوشی عاملی

۵۔ابن ابی الحسن عاملی

۶۔شیخ حسین کرکی

۷۔قاضی شرف الدین

۸۔سید ابوعلی انسی یمنی

۹۔سید شہاب ابومعتوق موسوی

۱۰۔سید علی خان مشعشعی

۱۱۔سید ضیاء الدین یمنی

۱۲۔مولی محمد طاہر قمی

۱۳۔قاضی جمال الدین مکی

۱۴۔ابومحمد بن شیخ صنعان

۷۹

ابن ابی شافین بحرانی

وفات ۱۱۰۰ھ

وسار النبی الطهر من ارض مكة | و قد ضاق ذرعاً بالذی فیه اضمروا
ولما اتیٰ نحو الغدیر برحله | تلقاه جبرئیل الامین یبشر
بنصب علی و الیاً و خلیفة | فذلک و حی الله لایتأخر
فرد من القوم الذین تقدموا | و حط اناس رحلهم قد تأخروا
ولم یک تلک الارض منزل راکب | بحر هجیر ناره تتسعر
رقی منبر الاکوار طهر مطهر | و یصدع بالامر العظیم و ینذر
فأثنی علی الله الکریم مقدساً | وثنی بمدح المرتضی و هو مخبر
بأن جاء نی فیه من الله عزمة | و ان أنا لم اصدع فانی مقصر
و انی علیٰ اسم الله قمت مبلغاً | رسالته والله للحق ینصر
علی اخی فی امتی و خلیفتی | و ناصر دین الله و الحق ینصر
و طاعته فرض علی کل مؤمن | و عصیانه الذنب الذی لیس یغفر
ألا فاسمعوا قولی و کونوا لامره | مطیعین فی جنب الاله فتوجروا
ألیست باولی منکم بنفوسکم | فمولاه بعدی والخلیفة حیدر
فقال الا من کنت مولاه منکم | فمولاه بعدی والخلیفة حیدر

''رسول پاک نے حجۃ الوداع کو انجام دیا اور سرزمین مکہ سے باہر آئے حالانکہ ان کے دل میں اہم مسئلہ موجود تھا، اسے آشکار ہونا چاہئے تھا، اس کی وجہ سے ان کا ہاتھ بندھا ہوا اور دل تنگ تھا۔ چنانچہ قافلہ غدیر کے نزدیک پہونچا جبرئیل امین یہ بشارت لے کر نازل ہوئے کہ علی کو جانشینی اور خلافت کے لئے معین کر دیں، یہ وحی الہی ہے، اس سے سرپیچی نہیں ہونی چاہئے۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلایا اور پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا۔ وہ ایسی سرزمین تھی کہ شدت حرارت کی وجہ سے ہر سوار کا اونٹ سے نیچے آنا مشکل تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ شعلہ ور ہو۔ رسول خدا پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کے اہم پیغام کو آشکار کرتے ہوئے سب تک پہونچا دیا۔ پہلے خدائے بزرگ و برتر کی مدح وثنا کی پھر مرتضی کی مدح وستائش کرتے ہوئے فرمایا: خداوند عالم نے علی کے سلسلے میں ایک واجب میری گردن پر رکھا ہے کہ اگر میں اسے بیان نہ کروں تو گویا کوتاہی کی ہے، میں نے خدا کے نام سے اپنی رسالت کو قائم رکھتے ہوئے تمام لوگوں تک پہونچا دیا، خدا ہی حق کے ابلاغ میں نصرت کرتا ہے، علی میری امت کے درمیان، میرا بھائی اور میرا جانشین ہے، وہی دین خدا کی نصرت کرتا ہے اور حق وحقیقت ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں، علی کی اطاعت ہر مومن پر واجب ہے، اور اس کی اطاعت سے سرپیچی نا قابل معافی گناہ ہے۔ ہاں! میری یہ بات سماعت کے ذریعہ دل میں اتار لو اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہو، خدا کو ملحوظ خاطر رکھو تا کہ بہرہ مند ہو سکو۔ کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ، یہ خدا کا فرمان ہے جو بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا اور رہبر ہوں یہ علی بھی اس کا رہبر ہے، میرا برحق جانشین حیدر ہے''۔

ہم نے یہ چند اشعار پانچسو اسی (۵۸۰) اشعار پر مشتمل ابن ابی شافین کے طویل قصیدے سے اخذ کیا ہے، یہ قصیدہ قدیم کے خطی نسخوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

شیخ داؤد بن محمد بن ابی طالب، ابن شافین کے نام سے مشہور تھے، جفصی بحرانی کے جد تھے، دسویں

صدی کے ممتاز افراد میں سے تھے، بہت سی خصوصیات و مفاخرات سے آراستہ تھے۔ ادبی کتابوں اور عربی کی دائرۃ المعارف میں پراگندہ طور پر ان کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، محفلوں میں ان کے اشعار زباں زد خاص و عام تھے، جہاں بھی علم کی گفتگو چھڑتی تھی، ان کی ندرت کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا، وہ شعر کی باریکیوں اور اسرار سے پوری طرح آگاہ تھے۔

سید علی خان نے ''السلافۃ'' میں ان کا تذکرہ کر کے اس طرح تعریف کی ہے:

''وہ ایسا موجیں مارتا ہوا دریا ہے جس کا پانی تلخی و آلودگی سے دور انتہائی خوشگوار ہے، وہ درخشاں اور نورانی ماہتاب ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بے باک اور دلیر شیر، طبیعت میں عظیم مرتبہ پر فائز اور عزت نفس میں مشہور و معروف ہیں، ان کی منزلت نصف النہار کے سورج سے بھی بالاتر ہے، ان کے عہد میں کوئی بھی ان کے پایہ کا نہیں تھا، علم و دانش میں ایسے فاضل ہیں کہ کوئی بھی ان سے برتر نہیں، شعر و ادب کی دنیا میں فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے کلام کی دھار کو زمانہ کند نہیں کر سکتا، اگر گفتگو کی شمشیر کو کھینچ لیں تو مقصود و مطلوب تک پہونچ جاتے ہیں، اگر ان کے سخن کی خوشبو پھیل جائے تو تمام فضا کو معطر کر دیتی ہے، ان کے اشعار نسیم صبح کی لطافت سے بھی زیادہ لطیف اور ٹھنڈی ہواؤں سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں، ان کے موزوں اور متناسب کلمات جواہر نشان کپڑوں کی طرح مرتب رہتے ہیں، ان کے کلام کی خوبصورتی شہرۂ آفاق ہے''۔(۱)

۱۔ سلافۃ العصر ص ۵۲۹ (ص ۵۲۱۔۵۲۴)

۸۰

زین الدین حمیدی

وفات/۱۰۰۵ھ

لم یملہ عن التقی زخرف اللھو	ولا مال قط للأھواء
بت زھداً طلاق دنیاہ	ما غر بأم الغرور بالاغراء
الحسیب النسیب اول لاق	من ثنیات نسبة الاقرباء
الوزیر المشیر بالصواب فی الحو	بالذی قد علا علی الجوزاء
و کفاہ حدیث من کنت مولا	ہ فخاراً ناھیک ذا من ثناء

''دنیا کی آلودگیوں اور بیہودگیوں نے انہیں تقوے الٰہی سے کبھی دور نہیں رکھا، وہ خواہشات نفس کے کبھی اسیر نہیں ہوئے، انہوں نے زہد و پارسائی کی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے اسے طلاق دیا، فریبی دنیا انہیں دھوکہ نہیں دے پائی۔ بہترین اور پاک خاندان کے حامل تھے کہ رشتہ داروں میں رسول خداؐ سے سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ داری کے حامل تھے۔ جنگوں میں رسول خداؐ کے سچے جانشین اور مشاور تھے، ان کا مقام و مرتبہ جوزاء (ایک آسمانی مخلوق) سے بھی بالاتر تھا۔ ان کی عظمت و منزلت کے لئے ''من کنت مولاہ...'' کی حدیث ہی کافی ہے۔ اس کے بعد کسی دوسری مدح و ثنا کی ضرورت ہی نہیں''۔

یہ چند اشعار اس عظیم قصیدے سے نقل کئے گئے ہیں جو ۳۳۷ اشعار پر مشتمل ہے، شاعر نے یہ قصیدہ رسول خدا کی مدح میں کہا ہے اور اس کا نام ''الدر المنظم فی مدح النبی الاعظم'' رکھا ہے،

۱۴۹ صفحات پر مشتمل ان کے دیوان میں یہ قصیدہ دیکھا جاسکتا ہے جو ۱۳۱۱ھ کو بولاق میں شائع ہوا، صفحہ ۵۔۲۲ پر یہ قصیدہ موجود ہے۔

شاعر کا تعارف

زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد (۱) بن علی حمیدی۔ مصر کے عظیم کتاب نویس (خطاط) تھے، شہاب خفاجی نے اپنی کتاب ''ریحانۃ الالباء'' میں ان کی توصیف کی ہے۔ (۲)

۱۔ ریحانۃ الادب وخلاصۃ الاثر میں احمد کی جگہ محمد مذکور ہے۔

۲۔ ریحانۃ الالباء ص ۲۷۰ (ج ۲ ص ۱۱۴ نمبر ۱۱۲)

۸۱

بہاء الملة والدین (شیخ بہائی)

ولادت/۹۵۳ھ

وفات/۱۰۳۱ھ

علی امیری و نعم الامیر مجیری غداً من لھیب السعیر
و کان لأحمد نعم النصیر وواخاہ أمراً غدلة الغدیر
من اللہ نصا بہ و اختیاراً

علی امامی و الا فلا و من خصہ اللہ رب العلا
تولیتہ و ھو عقد الولا أعز الوری و أجل الملا
محلاً و أزکی قریش نجاراً

''علیؑ میرے رہبر ہیں اور کتنے اچھے رہبر ہیں، کل قیامت کے دن مجھے آتش جہنم سے نجات دلائیں گے، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین ناصر تھے، غدیر خم کے دن خدا کے حکم و انتخاب سے اپنی جانشینی کے لئے منتخب فرمایا۔ صرف علیؑ میرے رہبر اور امام ہیں کوئی دوسرا نہیں، ان کو خداوند عظیم نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میرے دل میں ان کی ولایت و محبت موجود ہے۔ وہ ولایت کے موتی اور بہترین مخلوق ہیں، مخلوقات میں بلند ترین مرتبہ کے حامل ہیں، خاندان قریش میں ان کا خاندان پاک و پاکیزہ ہے''۔

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن حسین بن عبد الصمد حارثی عاملی جبعی ۔شیخ الاسلام، بہاء الملۃ والدین اور استاد الاساتذہ ومجتہدین تھے ۔مختلف علوم وفنون میں ان کی مہارت اور فضل ودانش اور دینداری میں ان کی مسلم حیثیت شہرۂ آفاق تھی؛ اسی لئے ان کے مقام ومرتبہ کے سلسلے میں مدح وستائش اور گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں، جن لوگوں کو انہیں پہچاننا چاہئے وہ پہچانتے ہیں، وہ ایک فقیہ محقق، خداشناس حکیم، کامل واکمل عارف، ندرت پسند مؤلف، نکتہ سنج اور برجستہ مناظر، ادیب شاعر اور تمام علوم وفنون کے مالک تھے، امت مسلمہ میں نابغہ روزگار اور دانشوروں اور علم ودین کے پہلوانوں کے درمیان انگوٹھی میں نگینہ کی حیثیت رکھتے تھے ۔چنانچہ محبی نے اپنی کتاب ''خلاصہ'' ان کی مدح وستائش کرتے ہوئے لکھا ہے:

شیخ بہائی کی بہت سی کتابیں اور تحقیقات ہیں، ان کی شخصیت اس قابل ہے کہ ان کے حالات زندگی قلمبند کیئے جائیں اور ان کی فضیلتوں کو منتشر کر کے دنیا کو ان کی فضیلتوں اور عظمتوں سے آشنا کیا جائے، وہ تنہا ایک امت تھے، اس لئے کہ انہوں نے تمام علوم کو حاصل کیا تھا اور تمام علوم وفنون کے باریک نکات پر بھی مسلط تھے، میری نظر میں زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے ۔مختصر یہ کہ ان کے حالات کی حیرت انگیز باتیں ابھی سماعت تک نہیں پہونچی ہیں'' ۔(۱)

ان کا سلسلۂ نسب بزرگ علوی مذہب تابعی ''حارث ہمدانی تک پہونچتا ہے، شیخ بہائی کے والد محترم (شیخ حسین) کے حالات کے ذیل میں حارث ہمدانی کے متعلق قدرے گفتگو کی گئی ۔(۲)

ان کے حسب حال حالات زندگی اور مدح وستائش بہت سی ان کتابوں (۳) میں دیکھی جاسکتی ہیں جو علماء کے حالات زندگی کے سلسلے میں لکھی گئیں ہیں۔

۱۔خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج ۳ ص ۴۴۰

۲۔اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶۷۔۱۱۶۹ پر

۳۔امل الآمل ص ۲۸۹ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۱۵۸)؛ ریحانۃ الالباء، شہاب الدین خفاجی ص ۱۰۳۔۱۰۷ (ص ۲۰۷۔۲۱۴)؛ جامع الرواۃ، مقدسی اردبیلی (ج ۲ ص ۱۰۰)؛ اجازات البحار ص ۱۲۳ (بحار الانوار ج ۱۰۹ ص ۱۰۸ نمبر ۲۶)

اساتذہ اور مشائخ

شیخ بہائی نے اپنی عمر کا اکثر حصہ کسب علوم کے لئے سفر کرتے ہوئے گذارے ہیں، اپنے گمشدہ کی تلاش میں دور دراز علاقوں کو روندتے ہوئے اپنی آرزو کی تکمیل کے سلسلے میں بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے اور دین و مذہب کے علماء و رؤساء، مختلف علوم وفنون کے استادوں اور دانشوروں نیز نابغہ روزگار شخصیتوں سے ملاقات کی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علوم وفنون اور قرأت کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں ان کے اساتذہ نیز ان کے مشائخ روایت بہت زیادہ ہیں؛ ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ ان کے والد گرامی؛ شیخ حسین بن عبدالصمد

۲۔ شیخ محمد بن محمد بن ابی لطیف مقدسی شافعی

۳۔ شیخ ملا عبداللہ یزدی، صاحب حاشیہ (متوفی ۹۸۱ھ)

شیخ بہائی کے تلامذہ اور رواۃ

بہت سے بزرگ علماء نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوئے ان سے علوم دین اور فلسفہ وادب حاصل کیا ہے؛ اسی طرح بہت سے مشہور دانشوروں نے ان سے روایت کی ہے۔ علامہ امینیؒ نے الغدیر میں ان کے شیعہ وسنی شاگردوں میں سے ۹۷ر افراد کا نام حروف الف باء کی ترتیب سے درج کیا ہے۔(۱)

شیخ بہائی کی گرانقدر تالیفات

موت سب کا مقدر ہے چنانچہ موت نے شیخ بہائی کو بھی نگاہوں سے اوجھل کر دیا لیکن ان کے بے پناہ علمی کارنامے اور قیمتی تحریریں، انہیں عرصہ گیتی پر زندہ رکھیں گے؛ یہاں آپ کی خدمت میں مختلف علوم

۱۔ الغدیر ج۱۱ص ۳۳۱۔۳۴۳

میں ان کی بعض گرانقدر کتابوں کا نام پیش کیا جارہا ہے:

۱۔العروۃ الوثقیٰ (علم تفسیر میں، مطبوعہ)
۲۔جامع عباسی (علم فقہ میں، مطبوعہ)
۳۔تشریح الافلاک (مطبوعہ)
۴۔حبل المتین (مطبوعہ)
۵۔زبدۃ الاصول (مطبوعہ)
۶۔خلاصۃ الحساب (مطبوعہ)
۷۔الفوائد الصمدیۃ (مطبوعہ)

ولادت

شیخ بہائی کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں سب سے معتبر نظریہ ریاض العلماء کے مولف کا ہے، وہ ان کے حالات زندگی میں، ان کے والد گرامی شیخ حسین کے خطی نسخے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''یہ مبارک مولود ۳ر صفر ۹۵۰ھ کو دوشنبہ (سوموار) کی رات کو پیدا ہوا، اس کا بھائی ابوالفضائل محمد بہاء الدین (خدا اسے ہمیشہ صالح اور ہدایت یافتہ قرار دے) ۷ر ذی الحجہ ۹۵۰ھ کو چہارشنبہ (بدھ) کے دن غروب کے وقت پیدا ہوا''۔(۱)

وفات

علماء کی نظر میں شیخ بہائی کی معتبر تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ ہے، انہوں نے اصفہان میں وفات پائی، وصیت کے مطابق مشہد مقدس میں، ان کو ان کے گھر میں ان کی آرامگاہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

۱۔ریاض العلماء (ج ۲ ص ۱۱۰)

۸۲

حرفوشی عاملی

وفات/۱۰۵۹ھ

مـن یـلـتـوی قـرضـابـه	فیـه الـتـواء الافـوانـه
حتـی یـرویـه ویـر	وی من دم الـجـانـی سنانه
و یـنـکـص الـرایـات تـع	ثـر بـالـجـمـاجم من جبانه
و اسـأل بـخـم کـم لـه	الـمـخـتـار من فـضـل أبـانـه
و اهلاً لـه اطـلـقـت	اعـداؤه شـوطـاً عـنـانـه

''جس نے پیچ وتاب کھاتے ہوئے نرسانپ کو اپنے شمشیر آبدار سے نچایا۔

تا کہ اسے سیراب کر سکیں، وہ گذشتہ افراد کے مظالم کے خون سے اس کی نوک کو سیراب کرتے تھے۔

دشمنوں کے پرچم کو واپسی اور فرار پر مجبور کر دیتے تھے، حالانکہ یہ پرچم ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ صحرا میں نبرد آزما ہیں۔

ان کے مقام و مرتبہ کے متعلق خم کی سرزمین سے سوال کریں کہ رسول خداؐ نے ان کے بہت سے فضائل و مناقب کو واضح و آشکار کیا۔

اگر ان کے دشمن ان سے جنگ وجدال کو ایک لمحہ بھی ترک کر دیتے تھے تو کیا ہوتا''۔

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن علی بن احمد حرفوشی (۱) حریری شامی عاملی۔

ایسی برجستہ شخصیت کے حامل تھے جسے بہت سے علمائے علم و ادب پر تقدم حاصل تھا، وہ نایاب دانشوروں میں سے ایک تھے، وہ ہر فضیلت کی طرف مشتاقانہ طریقے سے آگے بڑھے اور ہر کرامت کو اعلی مرتبہ پر حاصل کیا، ایسا لگتا ہے جیسے تمام فضائل و مناقب دائرے کی طرح ان کا حصار کئے ہوتے تھے۔

شیخ حر عاملی ان کی زندگی کے متعلق امل الآمل میں لکھتے ہیں:

''وہ فاضل دانشور، باریک بین، برجستہ، ماہر، محقق، مدقق، شاعر، ادیب مولف، حافظ اور اپنے عہد میں عربی علوم سے سب سے زیادہ آشنا تھے''۔ (۲)

علامہ مجلسی نے بھی بحار الانوار میں مولف ''السلافۃ'' کے حوالے سے ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۳)

مستدرک کے مطابق شہید ثانی کے پوتے ''شیخ علی زین الدین'' نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہے اور سید ہاشم احسائی نے ان سے روایت کی ہے۔ (۴)

ان کے بعض گرانقدر کارنامے یہ ہیں:

۱۔ شرح قواعد شہید
۲۔ شرح الزبدہ (اصول میں)
۳۔ شرح صمدیہ (نحو میں)
۴۔ مختلف النحاۃ (نحو میں)

۱۔ حرفوش کے خاندان سے منسوب ہے، وہ اپنے پردادا یعنی امیر خرفوش خزعی سے منسوب ہیں، جب ابو عبیدہ ابن جراح نے بعلبک پر حملہ کیا تھا تو وہ (امیر خرفوش) فرقہ کے لشکر میں پرچم دار تھے، ان کی اصالت عراق کے خزاعہ سے ہے؛ ملاحظہ ہو: اعیان الشیعۃ ج ۵ ص ۳۴۸ (ج ۲ ص ۲۱۶)

۲۔ منہج المقال ص ۳۵۲ (ج ۱ ص ۱۶۲ نمبر ۱۶۷)

۳۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۱۲۴ (ج ۱۰۹ ص ۱۱۵)

۴۔ مستدرک ج ۳ ص ۴۰۶

۸۳

ابن ابی الحسن عاملی

وفات/۱۰۶۸ھ

و نص علیہ فی الغدیر بانہ	امام الوری بالمنطق الصادع الفصل
فأودعتموھا غیر اھل بظلمکم	و ابعدتموھا ای بعد عن الاھل
فاذوا رسول اللہ فی منع بنتہ	تراثاً لھا یا ساء ذلک من فعل
و کم رکبوا غیاً و جاؤوا بمنکر	و کم عدلوا عن جانب الرشد و العدل

''رسول خدا نے غدیر کے دن واضح انداز میں صریحی طور پر حضرت علیؑ کو تمام لوگوں کے رہبر کی حیثیت سے نشاندہی فرمائی۔ تم لوگوں نے اس مقام کو نالائقوں کے حوالے کر کے جو شخصیت اس کے لائق تھی اس سے دوری اختیار کی۔ انہوں نے رسول خداؐ کی بیٹی کو ان کے میراث سے محروم کر کے آنحضرت کا دل دکھایا، انہوں نے کتنا برا اور قبیح عمل انجام دیا۔ وہ ضلالت و گمراہی کے مرکب پر سوار اور قبیح افعال انجام دینے میں کتنے ثابت قدم تھے۔ وہ عدل و ہدایت سے کتنے دور تھے''۔

اس قصیدہ کو سید احمد عطار نے الرائق کی دوسری جلد میں نقل کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید نورالدین علی (دوم) بن سید نورالدین علی بن حسین بن ابی الحسن، موسوی عاملی جبعی۔

یہ مذہب تشیع کی ان برجستہ شخصیتوں اور علماء میں سے تھے جنہوں نے علم و ادب کو باہم جمع کیا اور

زہد و پارسائی کے زیور سے آراستہ تھے۔

چنانچہ ان کے والد بھی خاندان وحی کے بزرگوں، علم و فضیلت کی نایاب شخصیتوں اور شہید ثانی کے مشہور شاگردوں میں سے ایک تھے۔

متذکرہ شاعر نے اپنے والد سید شریف اور اسی طرح دو عظیم شخصیتوں سے درس لیا جن میں سے ایک ان کے پدری بھائی صاحب مدارک تھے اور دوسرے ان کے مادری بھائی، شہید ثانی کے فرزند شیخ حسن تھے، انہوں نے ان سے اجازۂ روایت لی ہے۔

جن کتابوں میں علماء کے حالات زندگی مرقوم ہیں، ان میں وقیع شاعر (نور الدین) کا تذکرہ انتہائی عزت و احترام، تعریف و توصیف اور مدح و ثنا سے بھرپور انداز میں کیا گیا ہے۔(۱)

۱۔ ملاحظہ ہو: بحار الانوار ج ۲۵ ص ۱۲۴ (ج ۱۰۹ ص ۱۱۲)؛ روضات الجنات ص ۵۳۰ (ج ۷ ص ۱۵ نمبر ۵۹۸)

۸۴

شیخ حسین کرکی

وفات/۱۰۷۶ھ

فخاض امیر المؤمنین بسیفه	لظاها و املاک السماء له جند
و صاح علیهم صیحة هاشمیة	تکاد لها الشم الشوامخ تنهد
غمام من الاعناق تهطل بالدما	و من سیفه برق و من صوته رعد
وصی رسول الله وارث علمه	و من کان فی خم له الحل و العقد
لقد ضل من قاس الوصی بضده	و ذوالعرش یأبی أن یکون له ند

"امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی تلوار کو آگ (جنگ) کے دہانے میں ڈال دیا۔ انہوں نے دشمنوں پر ایسا تیز ہاشمی نعرہ بلند کیا کہ قریب تھا پہاڑ اس کی ہیبت سے اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ کافروں کی گردن سے خون کی بارش ہونے لگی، ایسی بارش جس کی چمک حضرت علی علیہ السلام کی تلوار اور جس کی گھنگرج ان کا بلند بانگ نعرہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کے وصی و جانشین اور ان کے علم کے وارث ہیں، غدیر خم کے واقعہ میں انہیں کے حوالے حل وعقد کے امور کیے گئے۔ جو حضرت علیؑ کا ان کے دشمن سے مقایسہ کرے وہ واقعاً گمراہ ہے۔ وہ بے نظیر ہیں بالکل اسی طرح جیسے عرش کا پروردگار کوئی مثل و نظیر اور شریک نہیں ہے"۔(۱)

۱۔ اس قصیدہ کو امل الآمل (ج ۱ ص ۷۲ نمبر ۶۶) سے انتخاب کیا گیا ہے

شاعر کا تعارف

شیخ حسین بن شہاب الدین بن حسین بن خاندار (۱) شامی کرکی عاملی ۔جبل عامل کے بہترین انسان اور ان دانشوروں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کر کے ان پر مہارت حاصل کر لی تھی، وہ ادبیات میں استاد کی حیثیت رکھتے تھے؛ جب وہ شعر کہتے تو انسان سمجھ نہیں پاتا تھا کہ وہ موتی پرو رہے ہیں یا سونے کا زیور آمادہ کر رہے ہیں۔

ان کے ہم عصر عالم ''الامل الآمل'' میں ان کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں:

''وہ ہمارے عہد میں قدر تمند عالم و دانشور، ادیب و شاعر اور مؤلف تھے، انہوں نے چند کتابیں لکھی ہیں کہ جن میں بعض یہ ہیں: شرح نہج البلاغہ، عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر، حاشیہ مطول و....انہوں نے ۱۰۷۶ھ کو ۶۸ ر سال کی عمر میں وفات پائی''۔(۲)

۱۔خلاصۃ الاثر (ج ۲ص ۹۰) پر جاندار مذکور ہے

۲۔امل الآمل (ج ۱ص ۷۰ نمبر ۶۶) : ان کے حالات زندگی اجازات بحار ص ۱۲۵ (بحار الانوار ج ۱۰۹ ص ۱۱۹) پر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں

۸۵

قاضی شرف الدین

وفات/۱۰۷۹ھ

ولاه احمد فی الغدیر ولایة	اضحت مطوقة بها الاعناق
حتی اذا اجری الیها طرفه	حادوه عن سنن الطریق وعاقوا
ماکان أسرع ما تناسوا عهده	ظلماً و حلت تلکم الاطواق
سهدوا بها یوم الغدیر لحیدر	اذعم من انوارها الاشراق

''احمد نے غدیر خم کے دن، ان کو اپنی جانشینی اور ولایت کے مسند پر براجمان کیا، ایسی ولایت جو طوق کی طرح ان کی گردن پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن جب حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان سے دشمنی کر کے سنت رسول اور واقعی اسلام کو نافذ کرنے میں ان کے رکاوٹ بنے، انہوں نے کتنی جلدی اپنا وعدہ بھول کر اپنا عہد و پیمان توڑ دیا۔ یہ لوگ غدیر کے دن گواہ تھے کہ کس طرح حضرت علیؑ کی ولایت کے نور سے پورا عالم روشن و منور تھا''۔(۱)

شاعر کا تعارف

قاضی شرف الدین حسن بن قاضی جمال الدین بن ....بن عمر بن حنظل بن مطہر بن علی ہبلی (۲)

۱۔ یہ قصیدہ نسمۃ السحر فیمن تشیع وشع ج ۱ (مجلد ۷ ج ۱ ص ۱۷۲) پر دیکھا جا سکتا ہے

۲۔ ھا پر زبر اور اس کے بعد ب ہے خولان کا برا خاندان ہے

خولانی یمنی صنعانی۔ یمن کے مشہور ادیب و عالم، دانشور مولف اور شاعر تھے، ان کا ''قلائد الجواھر'' کے نام کا ایک دیوان بھی تھا۔

نسمۃ السحر میں ہے:

یمن نے آغاز تاریخ سے لے کر ان کے زمانے میں ان سے زیادہ برجستہ شاعر نہیں دیکھا تھا۔

اس شاعر نے عالم جوانی میں صفر ۱۰۷۹ھ کو وفات پائی، ان کے والد اور دوسروں نے ان کا مرثیہ کہا ہے۔

خلاصۃ الاثر کے مولف نے ان کا تذکرہ کر کے ان کی مدح و ستائش کی ہے اور ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔(۱)

۱۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، محبی، ج۲ ص۳۰

۸۶

سید ابو علی انسی

وفات/۱۰۷۹ھ

و حدیث الغدیر یکفیہ مما　　قال فیہ محمد و استقالا

غیر أن الضغائن القرشیا　　ت بھا کانت اللیالی حبالا

''حدیث غدیر میں حضرت محمدؐ نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہی کافی ہے اور سب کا جواب ہے لیکن افسوس! راتیں قریش کی نفرتوں کا مرکز بن گئیں''۔(۱)

شاعر کا تعارف

سید ابو علی احمد بن محمد حسنی یمنی انسی (۲) یمن کے مولف و عالم تھے، جارودیہ کے رہنے والے تھے۔ نسمۃ السحر نے ان کی مدح و ستائش کی ہے۔(۳) عقائد کے سلسلے میں ان کے بہت سے اشعار ہیں، متوکل ان کی زبان سے ہراساں تھا۔ چنانچہ ایک دن جب وہ سودہ میں متوکل کے پاس آئے اور ان کی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں تو متوکل کی مذمت کرنے لگے۔ متوکل نے حکم دیا کہ ان کی تمام ضرورتیں پوری

۱۔ نسمۃ السحر ج۱ص (مجلد۶ ج۱ص۹۰) پر یہ اشعار نقل کئے ہیں

۲۔ الف پر زبر اور نون پر زیر ہے، یہ یمن کے مشہور شہر مخلاق انس سے منسوب ہے، (شاید مخلاف ہو)

۳۔ نسمۃ السحر (مجلد۶ ج۱ص۹۰)

کردی جائیں، اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ہر حاجت پوری ہو۔ سید نے کہا: جس ہندوستانی تکیہ پر بیٹھے ہو، مجھے اس کی ضرورت ہے۔ متوکل فوراً اٹھا اور سید نے اسے اٹھالیا پھر اپنے چند اشعار میں اس کی مدح کی۔ وہ ۱۰۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند سید احمد نے شعر و ادب کا ذوق اپنے والد سے میراث میں پایا تھا، چنانچہ بارہویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔(۱)

۱۔ اسی کتاب کا صفحات ۱۱۹۱۔۱۱۹۲ ملاحظہ کریں

۸۷

سید شہاب موسوی

ولادت ۱۰۲۵ھ

وفات ۱۰۸۷ھ

"نورٌ مبینٌ" قد أنار دجی الهدی　　ظلم الضلالة فی ضیاء سراجه

و غدیر خم بعد ما لعبت به　　ریح الشکوک و آض من لجلاجه

امطرته بسحابة سمیتها　　(خیر المقال) وضاق فی امواجه

و أبنت فی (کنت البیان) عن الهدی　　فأریتنا المطموس من منهاجه

و کذاک (منتخب من التفسیر) لم　　تنسج یدا أحد علی منساجه

''ان کے چراغ ''نور مبین'' (۱) کی روشنی میں ہدایت کی تاریکی اور ضلالت کے اندھیرے روشن ومنور ہو گئے۔ غدیر (حوض) پر، مخالفین اور دشمنوں کے تمام تر شک وتردید کے بعد وہ حوض متلاطم ہوا۔ تم ''خیر المقال'' نامی کتاب کے بادل کے ذریعہ برسے، اس وقت وہ حوض (پانی سے سرشار ہوا اور) پانی کی موجوں میں تنگی آ گئی۔ تم نے ''نکت البیان'' نامی کتاب میں ہدایت سے پردہ اٹھایا اور جس راہ ہدایت کے نام ونشان مٹ رہے تھے، اس کی نشاندہی کی۔ اسی طرح کتاب ''منتخب التفسیر'' بھی ہے کہ کوئی اور ایسے اچھوتے انداز میں تحریریں پیش نہیں کر سکتا''

۱۔ النور المبین، خیر المقال، نکت البیان اور منتخب التفاسیر سید علی خان کی چار کتابوں نام ہیں؛ ملاحظہ ہو: الغدیر ج ۱۱ ص ۳۱۵

متذکرہ اشعار چالیس اشعار پر مشتمل شاعر کے قصیدہ سے منتخب کئے گئے ہیں جنہیں ان کے دیوان (۱) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ انہوں نے یہ قصیدہ ۱۰۸۷ھ میں سید علی خان مشعشعی (بعد والے شاعر) کی مدح میں کہا ہے، شاعر نے ان اشعار میں سید علی خان کی کتاب ''خیر المقال'' کا تذکرہ کیا ہے جو امامت کے موضوع پر مشتمل ہے جس میں حدیث غدیر کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ شاعر نے اپنے اشعار میں حدیث غدیر کو ثابت کیا اور اس کی دلالت کے سلسلے میں تمام تر شکوک وشبہات کو برطرف کیا ہے؛ اسی لئے ہم نے انہیں شعرائے غدیر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید شہاب بن احمد بن ناصر بن حوزی بن ...بن امام موسی کاظمؑ ۔ یہ اہل بیت رسولؐ کے برجستہ شاعر تھے۔ ان کے اشعار سلیس، فصیح بہترین معانی پر مشتمل الفاظ کے حامل ہوتے تھے، کافی قوی اور سلیس اشعار کہتے تھے۔

سید ضامن بن شدقم نے اپنی کتاب ''تحفۃ الازہار'' میں ان کے متعلق لکھا ہے:

وہ بزرگ سید، بہترین اخلاق کے مالک، عظیم خاندان کے حامل اور فصیح وادیب وشاعر تھے۔ (۲)

وبستانی ''دائرۃ المعارف'' میں لکھتے ہیں:

وہ گیارہویں صدی کے علماء میں سے تھے جو ۱۰۸۲ھ میں فوت ہوئے، ان کے اشعار سلیس اور مقفع ہوتے تھے۔ (۳)

۱۔ دیوان سید شہاب موسوی ص ۱۴۰

۲۔ تحفۃ الازہار ج ۳

۳۔ دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۵۸۹ (ج ۱۰ ص ۵۹۳)

۸۸

سید علی خان مشعشی

وفات ۱۰۸۸ھ

و فی یوم خم أبان النبی　　موالاته برفیع الندا

فأولهم کان سالماً له　　وفادیه بالنفس لیل الفدا

و ناصره یوم فر الصحاب　　عنه فراراً کسرب القطا

''رسول خداؐ نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کی دوستی وولایت کو بلند بانگ بیان فرمایا، علیؑ ہی سب سے پہلے اسلام لائے اور فدا کاری کی رات میں رسول خداؐ کے لئے اپنی جان قربان کردی۔ وہ ان ایام میں رسول کے ناصر ومددگار تھے جن ایام میں اصحاب، رسول خداؐ سے اسی طرح فرار کررہے تھے جس طرح پرندے پراگندہ ہوتے ہیں''۔

یہ بہترین قصیدہ ایک سو بیس اشعار پر مشتمل ہے۔

شاعر کا تعارف

سید علی خان بن سید خلف بن سید عبد المطلب بن ....بن امام موسی بن جعفر (علیہما السلام) مشعشی حویزی۔(۱)

۱۔ریاض العلماء کے مولف نے نے ان کا نسب اسی طرح قلمبند فرمایا ہے ج ۴ ص ۷۷

وہ حویزہ کے ایسے حاکم تھے جو علم کے نورانی لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

شیخ حر عاملی نے امل الآمل میں ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:

وہ فاضل دانشور اور بلند مرتبہ ادیب و شاعر تھے، اصول اور امامت وغیرہ کے سلسلے میں ان کی کتابیں بھی ہیں۔(۱)

مستدرک کے مولف کے بقول: شیخ حسین بن محی الدین بن عبداللطیف بن ابی جامع نے ان سے روایت نقل کی ہے، خود انہوں نے بھی شہید ثانی کے نواسے شیخ علی زین الدین سے روایت نقل کی ہے۔(۲)

۱۔امل الآمل (ج۲ص۱۸۷نمبر۵۵۴)

۲۔مستدرک ج۳ص۴۰۶،۴۰۸

۸۹

سید ضیاء الدین یمنی

وفات ۱۰۸۸ھ

امام اجراه الله من طينه العلا	همام له نهج من المجد لازب
له الشرف الأعلى له نقطة السما	هو البدر والال الكرام الكواكب
بهم قام دين الله في الارض واعتلت	لامة خير المرسلين المذاهب
ليهنك ذالعيد الذى انت عيده	و عيدى و من تحنو عليه الاقارب
و يوماً اقام الله للال حقهم	به و رسول الله في القوم خاطب
به قلد الله الخلافة اهلها	و زحزح عنها الابعدون الا جانب
فكان أمير المؤمنين على الوصى	بنص الله فالأمر واجب
و حسبك نفس المصطفى و وليه	و هارونه الندب الهمام المحارب

"وہ ایسے امام ہیں جن کو خداوند عالم نے بہترین فطرت پر خلق فرمایا ہے، وہ ایسے آقا ہیں کہ ثابت واستوار طریقہ زندگی انہیں سے مخصوص ہے، برترین شرافت و بزرگی کے حامل تھے، آسمان کی روشنی و چمک انہیں کی وجہ سے ہے، وہ ماہتاب ہیں اور ان کا عظیم خاندان ستارے۔ انہیں کے وجود کی برکت سے خدا کا دین زمین پر قائم ہوا اور خیر الانبیاء کی امت کے عقائد مقدس ہوئے، یہ عید(۱) آپ کو مبارک

۱۔ یعنی عید غدیر

ہو، آپ ہی اس عید کی علت ہیں میری اور ان افراد کی عید کے سبب ہیں جنہوں نے اپنا دل آپ سے وابستہ کر دیا ہے۔ جس دن خداوند عالم نے علیؑ کی برکت سے آل رسولؐ کے حق کو ان کے لئے قائم کیا پھر رسول خداؐ نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا۔ خدا نے اس دن خلافت کو بہترین انسان کے سپرد کیا اور غیر اس سے دور ہو گئے۔ لہذا علیؑ خدا کی تصریح کے مطابق مومنوں کے امیر اور رسول خداؐ کے جانشین ہیں، ان کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ تمہارے لئے نفس رسول، ان کے ولی و ہارون، پاک و پاکیزہ آقا اور ثابت قدم شجاع کی دوستی و محبت ہی کافی و وافی ہے''۔

شاعر کا تعارف

سید ضیاء الدین جعفر بن مطہر (۱) بن محمد حسین، جرموزی حسنی یمنی۔ یمن کے بزرگ، ادیب و شاعر اور مؤلف تھے، منصور کے بیٹے متوکل نے ابوالحسن اسماعیل بن محمد کی وفات کے بعد سرزمین عدین (۲) کا حاکم بنا دیا، وہ وہیں پر حکومت کرتے رہے، پھر امیر سید فخر الدین عبداللہ یحیی بن محمد، موید بن متوکل کے آغاز میں وہاں کا حاکم ہو گیا۔ انہوں نے شہر عدین میں ۱۰۹۶ھ کو وفات پائی۔

۱۔ یہ اپنے عہد کے برجستہ علمی و ادبی شخصیت تھے، ۱۱۰۷ء میں وفات پائی، ان کے حالات زندگی خلاصۃ الاثر ج ۴ ص ۴۰۶ پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ یمن کے ایک شہر کا نام ہے: معجم البلدان (ج ۴ ص ۹۰) ملاحظہ ہو: نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۱۵۵)

۹۰

ملا محمد طاہر قمی

وفات ۱۰۹۸ھ

ولاية المرتضى فى خم قد ثبتت بنص أفضل خلق الله و الرسل
نص النبى عليه فوق منبره عليه أشهد أهل الدين و الدول

''علی مرتضی کی ولایت، بہترین مخلوق خدا اور برترین رسول کی تصریح کے ذریعہ خم کی سرزمین پر سب پر ثابت ہوگئی ہے، رسول خدا نے منبر کی بلندی پر واضح طور سے اس ولایت کا اعلان فرمایا اور تمام اہل دین و دولت نے اس کی گواہی دی''۔

شاعر کا تعارف

ملا محمد طاہر بن محمد حسین، شیرازی پھر نجفی اور پھر قمی۔ ان معدودے چند شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، یہ روایت کرنے والے مشائخ اور ان افراد میں سے ہیں جن کی سندوں کا سلسلہ امام سے متصل ہوتا ہے، وہ فقہ کے ساتھ ساتھ صحیح اور عالی علم فلسفہ کے بھی حامل تھے، ان کی بات لائق اعتماد اور علم ادبیات میں کامل تھے، انہوں نے اپنے بے پناہ علوم کو مفید نصیحتوں اور بلیغ موعظوں سے مخلوط کر کے اپنے کلام میں بہت سی حکمتیں پیش کی ہیں، بہت سے اشعار کہے ہیں جن کے آگے موتیوں کے دانے ہیچ نظر آتے ہیں۔

امل الآمل کے مولف لکھتے ہیں:

وہ ہمارے عہد کے دانشور اور بہترین شخصیت ہیں، ایک صاحب تحقیق اور قابل اعتماد عالم، فقیہ اور مناظر و متکلم ہیں اس کے علاوہ جلیل القدر محدث بھی تھے۔(۱)

محدث نوری نے مستدرک میں ان کی اس طرح ستائش کی ہے:

وہ جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ عالم دین اور شیعیت کی معتبر شخصیت، بہت سی مفید کتابوں کے مالک ہیں۔

مولانا محمد طاہر نے سید نور الدین علی (۲) جن کا تذکرہ اس سے قبل کیا گیا، سے روایت کی ہے۔ علامہ مجلسی نے ۱۰۸۶ھ کے اجازہ (۳) کے مطابق، شیخ حر عاملی امل الآمل (۴) کے مطابق، شیخ نور الدین اخباری اور ملا محمد محسن فیض کاشانی (۵) نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ مختلف علوم میں ان کی گرانقدر کتابیں بھی ہیں۔

۱۔ امل الآمل (ج ۲ ص ۲۷۷ نمبر ۸۱۹)

۲۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۲۶۴ (ج ۱۱۰ ص ۱۳۰ نمبر ۱۰۳)؛ مستدرک الوسائل ج ۳ ص ۴۰۹

۳۔ اجازات بحار ص ۱۶۴ (ج ۱۱۰ ص ۱۲۹ نمبر ۱۰۳)

۴۔ امل الآمل (ج ۲ ص ۲۷۸ نمبر ۸۱۹)

۵۔ مستدرک ج ۳ ص ۴۲۱

۹۱

قاضی جمال الدین مکی

وفات بعد از ۱۰۱۲ھ

أنت نعم النصیر فی کل زاد	أنت نعم المولی لکل العباد
ذوالایادي والاید أنت لعمری	سید الناس اوحد العباد
و لک الارث فی الولاء بحق	فی رقاب الوری لیوم التناد
لمقال النبی فی ماء خم	أنت مالی للمؤمنین والمنقاد
فتهادی بالطوع قوم ففازوا	و تمادی الغبی فی الانتقاد
ثم قال النبی وال علیاً	یا الهی ومن یعادیه عاد
و تفضل برحمة للموالی	و یلعن و نقمة للمعادی

''آپ سختیوں میں بہترین نصرت کرنے والے اور زادراہ ہیں، آپ تمام بندوں کے بہترین مولا ہیں۔ میری جان کی قسم! آپ بہترین نعمتوں اور قدرتوں کے مالک ہیں، لوگوں میں سب سے اچھے اور بندگان خدا میں یگانہ روز تھے۔ آپ ولایت کے برحق وارث تھے، قیامت تک سب کی گردن پر آپ کا حق ہے کیونکہ رسول خداؐ نے آپ کو ہر مومن ومطیع کا مولا وآقا قرار دیا ہے۔ بعض لوگ آپ کی اطاعت کے ذریعہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوئے، جاہل اور بے خبر انسان آپ کی مخالفت کو آخر تک جاری رکھا۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! علیؑ کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، ان کے دوستوں کو اپنی

رحمت و مہربانی کا محور قرار دے اور ان کے دشمنوں پر عذاب نازل فرما''۔
سلافۃ العصر اور سلوۃ الغریب کی جانب رجوع کریں، یہ دونوں سید علی خان مدنی کی کتابیں ہیں۔

شاعر کا تعارف

قاضی جمال الدین (۱) محمد بن حسن بن دراز مکی۔ وہ خوش سخن ادیب، صاحب فضیلت، شعر کے نقاد، نابغہ قضات اور خلاق تھے۔

سید نے ''سلافۃ العصر'' میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ان کی اس طرح ستائش کی ہے:

''وہ علوم و معارف میں درخشاں صورت اور ان کے وسیع سایہ سے بہرہ مند تھے، ان کے فضائل کے آفتاب و ماہتاب نے ہر جگہ کو روشن و منور کر رکھا تھا، انہوں نے علم کے سمندر اور اس کی موجوں کو متلاطم کیا اور علم و دانش کی آواز کو ہر جگہ پہونچایا، ان کا نام اور یاد ہر سرزمین پر پھیلا ہوا تھا''۔(۲)

متذکرہ شاعر جمال الدین کے حالات زندگی محبی کی کتاب ''خلاصۃ الاثر''(۳) میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، وہ السلافۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں اس شخصیت کی تاریخ وفات کے متعلق جستجو کی لیکن کچھ معلوم نہ ہوسکا، بس اتنا علم ہے کہ وہ ۱۰۲۱ھ میں زندہ تھے، اس کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے، خدا ان کی مغفرت کرے''۔

۱۔ خلاصہ ج ۳ ص ۴۲۰ پر اسی طرح مذکور ہے لیکن کتاب سلافۃ العصر ص ۱۰۷ پر یہ مرقوم ہے: جمال الدین بن محمد
۲۔ سلافۃ العصر ص ۱۰۷
۳۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج ۳ ص ۴۲۰۔۴۲۷

۹۲

ابومحمد بن شیخ صنعان

قدر الذی بصفاته و سماته	ممسوس ذات الله فی الآثار
مصباح نور الله مشكاة الهدى	فتاح باب خزائن الأسرار
صنو الرسول و كان اول مؤمن	عبد الاله كصنوه المختار
و به أقام الله دين نبيه	و أتم نعمته على الأخيار

''وہ اپنے اسماء اور صفات کی وجہ سے بلند مرتبہ ہیں، روایات میں ان کا نام ''ممسوس ذات الٰہی'' (۱) ہے۔ وہ نور خدا کے چراغ، ہدایت کے چراغ دان اور اسرار کے خزانوں کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ علیؑ رسول خدا کے بھائی، وہ پہلے ایمان لانے والے تھے جنہوں نے اپنے منتخب بھائی (رسول) کی طرح خدا کی عبادت کی۔ خداوند عالم نے اپنے رسول کے دین کو ان کے وسیلے سے استوار کیا اور اپنی نعمتوں کو نیک بندوں پر کامل کیا''۔ (۲)

۱۔ یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس ابونعیم نے بطور مرفوع حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۶۸ پر نقل کیا ہے: لا تسبوا علیا فانه ممسوس فی ذات الله ''علی کو گالی نہ دو کیونکہ وہ خدا کی ذات میں منغمر ہو چکے ہیں'' ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۹۱۴

۲۔ آیہ مبارکہ ﴿ اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى ﴾ کی طرف اشارہ ہے جو غدیر خم کے دن امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۶۸ ۔ ۷۰ پر تفصیل سے اس سلسلے میں گفتگو کی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابو محمد بن شیخ صنعان ۔ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو پائے ،لیکن متذکرہ اشعار ہی فن شاعری میں ان کی قدرت ،نظم میں ان کی مہارت اور میدان ادب میں ان سبقت کی دلیل ہیں چنانچہ امام پاک امیر المومنین کے متعلق ان کی خالص محبت وولایت کی دلیل ہیں۔

عندلیبان غدیر

(بارہویں صدی ہجری)

۱۔ شیخ محمد حر عاملی

۲۔ شیخ احمد بلادی

۳۔ شمس الادب یمنی

۴۔ سید علی خان مدنی

۵۔ شیخ عبدالرضا مقری کاظمی

۶۔ علم الہدی محمد

۷۔ شیخ علی عاملی

۸۔ ملا مسیحا فسوی

۹۔ ابن بشارۃ غروی

۱۰۔ شیخ ابراہیم بلادی

۱۱۔ شیخ ابومحمد شویکی

۱۲۔ سید حسین رضوی

۱۳۔ سید بدرالدین یمنی

۹۴

شیخ حر عاملی

ولادت ۱۰۳۳ھ

وفات ۱۱۰۴ھ

و انت منه فی علی نصوص	لم یحم حول ربعها الاحصاء
قال فیه هذا ولیی وصیی	وارثی هکذا روی العلماء
وزعمتم بان کل نبی	لم یرث منه ماله الاقرباء
هو مولی من کان مولاه نصاً	منه فلیترک الهوی والمراء
ودعا بعدها دعاء مجابا	وبه قد تواتر الانباء

یہ قصیدہ ۴۵۴ ر اشعار پر مشتمل ہے۔

''حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں رسول خداؐ کی طرف سے صریح اور واضح ارشادات ہم تک پہونچے کہ جس کو کوئی بھی شمار نہیں کرسکتا۔ علماء کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وہ میرا ولی، وصی اور وارث ہے۔ حالانکہ تم سوچتے ہو کہ انبیاء اپنے رشتہ داروں کے لئے اموال کی میراث نہیں چھوڑتے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشاد کے مطابق: حضرت ہر اس شخص کے رہبر ہیں جس کے رسول خداؐ رہبر ہیں۔ لہذا اس مسئلے میں خواہش نفس اور جنگ و جدال کو چھوڑ دینا چاہئے اس کے بعد آنحضرت نے ایسی دعا فرمائی جو یقیناً مستجاب ہے، یہ مطلب متواتر روایات میں منقول ہے''۔

شاعر کا تعارف

محمد بن حسن بن علی بن ...بن حر ریاحی جو سبط رسول امام حسین شہید کے ہمراہ عاشور کے دن شہید ہوئے۔

یہ حر جو عاشور کے دن اور رسول خداؐ کے ہمراہ شہید ہوئے، یہ اپنے خاندان کے لئے عظیم شرافت و بزرگی کے بانی قرار پائے، ایسا خاندان جس میں علمائے دین، مذہبی شخصیتیں، نقادان سخن، فکر وفن کے رہبر، نابغۂ خطابت وتالیف، ماہر فقہاء، نقل حدیث کے ائمہ، فضل وادب کے مالک اور برجستہ شعراء ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور متذکرہ شاعر شیخ حر عاملی ہیں جن کے محفوظ کارنامے صفحۂ تاریخ پر ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ ان کی وقیع اور گرانقدر کتاب ''وسائل الشیعہ'' ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے، یہ کتاب اسلامی شریعت کی چکی میں قطب کی حیثیت رکھتی ہے، علمائے شیعہ نے اپنے بہت سے فتوؤں میں اس سے استفادہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اگر محدث نوری کی گرانقدر کتاب ''مستدرک الوسائل'' کو اس کے ساتھ رکھ دیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ دو دریا آپس میں مل گئے ہیں۔ بہت سے محققین ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی فتوی صادر نہیں کرتے۔ جی ہاں! اہل استنباط کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں میں موجود احادیث کی سندوں میں غور وفکر کریں۔ جس کتاب رجال میں بھی شیخ حر عاملی کی سوانح حیات مرقوم ہے اس میں مدح وستائش کے جملوں کے ذریعہ ''وسائل الشیعہ'' کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔

ان کی گرانقدر کتابوں کے نام ہمیشہ باقی رہیں گے، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ امل الآمل فی علماء جبل عامل: یہ کتاب جبل عامل اور دوسرے علماء کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

۲۔ اثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات: دو جلدوں میں یہ کتاب بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

شیخ حر عاملی نے اپنے والد شیخ حسن بن علی (متوفی ۱۰۶۲ھ)، اپنے چچا شیخ محمد بن علی (متوفی ۱۰۸۱ھ)، اپنے نانا شیخ عبدالسلام بن محمد حر، اپنے والد کے ماموں شیخ علی بن محمود عاملی، شیخ زین الدین بن

محمد بن حسن (صاحب معالم)، شیخ حسین ظہیری اور دوسروں علماء سے درس لے کر ان کے سامنے قرأت کی ہے۔

انہوں نے ابو عبداللہ حسین بن حسن بن یونس عاملی اور علامہ مجلسی سے نقل روایت کے اجازے لئے ہیں۔(۱) اور جیسا کہ ان کے اجازہ میں موجود ہے، علامہ مجلسی وہ آخری انسان ہیں جنہوں نے ان کو روایت کی اجازت دی ہے۔

جن لوگوں نے ان سے اجازۂ روایت (۲) لئے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: خود حر عاملی، شیخ محمد فاضل (۳) بن محمد مہدی مشہدی، سید نورالدین بن سید نعمت اللہ جزائری (۱۰۹۸ھ کو)، شیخ محمود بن عبد السلام بحرانی؛ جیسا کہ مستدرک میں مذکور ہے۔(۴)

شیخ حر عاملی شب جمعہ ۸ رجب المرجب ۱۰۳۳ھ شہر مشغر (۵) میں پیدا ہوئے، چالیس سال تک اپنے بہترین خانوادے کے سائے میں تربیت پائی، وہاں سے دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے، پھر ائمہ کی زیارت کے لئے عراق کا سفر کیا پھر ابوالحسن الرضا کی زیارت کی توفیق ہوئی اور مشہد ہی میں مقیم ہو گئے، مشہد میں اقامت کے دوران دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے اور دو مرتبہ ائمہ عراق کی زیارت بھی کی۔ مشہد میں انہیں شیخ الاسلام اور منصب قضاوت عطا کیا، یہاں تک کہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۰۴ھ کو وفات پائی، امام رضاؑ کے روضہ کے صحن عتیق میں مدرسہ میرزا جعفر کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، ان کی قبر مشہور و معروف اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، خدا ان کی روح کو شاد اور ان کے مزار مقدس کو نورانی فرمائے۔(۶)

۱۔ انہوں نے ۱۰۹۰ھ کو اجازت مرحمت فرمائی جیسا کہ اجازات بحار ص ۱۶۰ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۹ نمبر ۱۰۰) پر موجود ہے، یہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس عظیم شخصیت کو اجازت دی ہے۔

۲۔ شیخ حر عاملی کے ذریعہ ان کا جازہ بحار ج ۲ ص ۱۵۹ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۳ نمبر ۹۹) پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، یہ ۱۰۸۵ھ کی بات ہے

۳۔ ۱۰۸۵ھ میں چنانچہ اجازات بحار ص ۱۵۸ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۷ نمبر ۱۰۰) پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۴۔ مستدرک ج ۳ ص ۳۹۰

۵۔ جبل عامل کا ایک شہر ہے معجم البلدان (ج ۵ ص ۱۳۴)

۶۔ ملاحظہ ہو: امل الآمل ص ۴۴۸ (ج ۱ ص ۱۴۱ نمبر ۱۵۴)؛ روضات الجنات ص ۵۴۴ (ج ۷ ص ۹۶ نمبر ۶۰۵)

۹۴

شیخ احمد بلادی

ونست عهوداً بالحمی سلفت ولن تعباً بنصبیها ق نزیرها

یا للرجال لامة ملعونة لم یکفها ما کان یوم غدیرها

بئس العصابة من بغت و تنکبت عن دینها و تسارعت لفجورها

یہ قصیدہ ۱۶۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

''جو عہد و پیمان اس سے قبل کئے گئے تھے، انہیں فراموش کر دیا گیا، رسول خدا کے گفتار اور سفارشات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی، یہ امت کے کتنے لائق مذمت ونفرین افراد ہیں جن کے لئے غدیر کے دن کا پیغام کافی نہیں تھا، یہ کتنے قبیح اور نابکار افراد تھے، جنہوں نے ظلم کئے اور دین حق سے منحرف ہوکر فسق وفجور کی طرف چلے گئے''۔

شاعر کا تعارف

شیخ احمد بن حاجی بلادری۔ فاضل وادیب دانشور اور اہل بیت کے ممدوح وشاعر ہیں، انھوں نے بہت سے مراثی کہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ شہید کربلا امام حسین کی شان میں ہزار مراثی کہے ہیں، ان کو دو جلدوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ انوار البدرین سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔(۱)

۱۔ انوار البدرین (ص ۱۶۶۔۱۶۷ نمبر ۷۴)

٩٥

شمس الادب یمنی

وفات ۱۱۱۹ھ

اذا مـاالبـرق سـل عـليـه سيفـا	رأيـت لـه الـغـديـر الـسـابـريـا
عـلـى ذلک الـغـديـر غـديـر دمعى	جـرىٰ مـن اجـلـهـم بحـرواً أذيـا
غـديـر طـاب لـى ذكـراه شوقـاً	الـى مـن ذكـره يـروى الـصديـاً
غـديـر قـد قـضـى الـمـختـار فيـه	ولايتـه والبسـاهـا عـليـاً
و قـام عـلـى الأنـام بـذا خطيباً	و ذاک الـيـوم سـمـاه الـوصـيـاً
و انـى تـارک فيـکـم حـديـث	لـقـد تـركـوه ظهـريـاً نسيـاً
فـمـن أهـل الـسـقـيـفة ليـس يلقىٰ	فتـىً عـن قتـل أبـنـاه بـريـاً
فهـم سبب لـسفک دمـاء زيـد	و يـحـى والـذيـن حـل الـغـريـا
فـلـولا سـل سيف الـبـغـى منهـم	ونـكـث الـعـهـد لا تـلـقـى عصيـا
أبـا الـحـسنيـنـا رجـومنک نهلا	مـن الحوض الذى يروى الظمياً
اذا مـاجئـت يـوم الـحشـر فـى مـن	غـدا بـالـبـعـث بـعـد الـموت حياً

''جب (گمراہی) کے برق نے اپنی تلوار اس پر کھینچی، تو غدیر نے محکم زرہ کی طرح اسے اپنے اوپر لے لیا۔ اس غدیر کی (مظلومیت) کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بحر مواج کی طرح جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ غدیر جس کا تذکرہ میرے لئے شیریں اور حیات بخش ہے کیونکہ یہ اس انسان کے عشق و محبت اور

اشتیاق کو دل میں زندہ کرتا ہے جس کا تذکرہ پیاسوں کو سیراب کرنے والا ہے۔ وہ غدیر کہ خدا کے منتخب رسول اسلامؐ نے اپنے جانشین کی نشاندہی کرتے ہوئے لباس ولایت علی کو پہنایا۔ آنحضرت لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ کے ضمن میں علی کو اپنا وصی قرار دیا۔ فرمایا: تمہارے درمیان اس حدیث کو یادگار کے طور پر چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسے بھول گئے۔ اہل سقیفہ میں کوئی ایسا جوان نہیں دکھائی دیتا جس کا ہاتھ رسول پاک کے فرزندوں کے قتل میں رنگین نہ ہوں۔ وہ زید (بن علی) اور یحیٰی (بن زید) کے خون بہانے کا سبب ہیں۔ یہ لوگ سرزمین نجف میں مدفون ہیں۔ اگر وہ ظلم کی تلوار ان کی جانب نہیں کھینچتے اور عہد شکنی نہیں کرتے تو پھر گناہ باقی نہیں ہوتا۔ اے حسنین کے والد گرامی! حوض کوثر کا ایک جام مجھے پلایئے، اس پانی سے پلایئے جس سے پیاسے مشتاقوں کو آپ سیراب کرتے ہیں۔ اسکے بعد میں محشر کے دن موت کے بعد زندہ ہونے والوں کے درمیان وارد ہوں گا''۔ (۱)

شاعر کا تعارف

سید شمس الادب احمد بن احمد بن محمد حسنی انسی۔ (۲) یمن کے دانشور، ادیب اور عالم تھے، کافی دنوں تک یہی کیفیت رہی پھر امام المہدی لدین اللہ ان سے ناراض ہوگیا اور حکم دیا کہ حبشہ کے ابتداء میں واقع ایک جزیرہ ''زیلع'' میں جلاوطن کر دیا جائے، وہ وہاں پر قید رہے پھر ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

۱۔ یہ اشعار نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۶۷) سے نقل کیا ہے جسے مؤید اللہ محمد بن متوکل یمنی کی مدح وستائش میں کہا ہے
۲۔ اس شاعر کے والد ''سید احمد'' کے حالات زندگی کے متعلق اس سے قبل گفتگو کی گئی ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۶ پر

۹۶

سید علی خان مدنی

ولادت ۱۰۵۲ھ

وفات ۱۱۲۰ھ

و غدیر خم و هو أعظمها	من نال فیه ولایة الامر
واذکر مباهلة النبی به	و بزوجه وابنیه للنفر
و قرآ وأنفسنا و انفسکم	فکفی بها فخرا مدی الدهر
هذی المفاخر المکارم لا	قعبان من لبن ولا خمر

''امیر المومنین کے لئے سب سے عظیم افتخار غدیر خم میں نصیب ہوا جب امر ولایت (جانشینی رسولؐ) کا مرتبہ ان کے سپرد کیا گیا۔

یاد کریں اس دن کو جب رسول خدا چند لوگوں یعنی علی، ان کی زوجہ اور ان کے دونوں فرزندوں کے ہمراہ مبارزہ آرائی (مباہلہ کی شکل میں) تشریف لے گئے۔ اور آیۂ مباہلہ ﴿انفسنا و انفسکم﴾ (۱) کی تلاوت کی اور اس میں علی علیہ السلام کو اپنا نفس قرار دیا، یہی افتخار آخر زندگی تک کے لئے کافی ہے۔ یہ سب حضرت علی علیہ السلام کے افتخارات اور ان کی کرامتیں ہیں، دودھ و شراب کے جام نہیں''۔ (۲)

۱۔ آل عمران/۶۱

۲۔ ۶۱ اشعار پر مشتمل اس قصیدہ کو ان کے خطی دیوان سے حاصل کیا۔

شاعر کا تعارف

صدر الدین سید علی خان مدنی شیرازی، ابن نظام الدین احمد بن ......بن زید شہید بن امام سجاد زین العابدینؑ۔

یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس میں سبھی علم و شرافت اور سیادت سے منسوب تھے، اس پاک درخت سے ہیں جس کی شاخ آسمان کی بلندی پر ہے اور جو ہمیشہ اپنے ثمرات پیش کرتا ہے، اس درخت کی شاخیں دنیا کی تمام جگہوں میں حجاز سے عراق و ایران تک پھیلی ہوئی ہیں، آج تک اس کے ثمرات سے استفادہ کیا جا رہا ہے، دیکھنے والے اسے دیکھ کر خوش اور بہرہ مند ہوتے ہیں۔

متذکرہ شاعر ''صدر الدین'' زمانے کے خزانے، عالم اور برجستہ افراد میں سے تھے جو ہر فن میں استاد اور ہر فضیلت کے علمبردار تھے، ان کے رشحات قلم میں غور وفکر کرنے کے بعد اس دعوی کی دلیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے، پھر اس کے اثبات کے لئے دوسرے دلائل پیش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں؛ ان کے بعض کارنامے یہ ہیں:

۱۔ ریاض السالکین شرح صحیفہ کامل سجادیہ
۲۔ الکلم الطیب والغیث الصیب (وہ دعائیں جو اہل بیت سے مروی ہیں)
۳۔ الحدائق الندیۃ فی شرح الصمدیۃ مولف شیخ بہائیؒ
۴۔ صمدیہ کی دو دوسری شرحیں (ایک متوسط اور دوسرے چھوٹی)
۵۔ رسالۃ فی اغالیط الفیروزآبادی فی القاموس
۶۔ سلافۃ العصر (اپنے ہم عصر علماء کے حالات زندگی)

اس دانشور نے علم و دانش کو علمائے دین اور فضلاء سے حاصل کیا اور مختلف علوم میں ان کی مہارت سے استفادہ ہوتا ہے کہ تحصیل علم اور نقل روایت کے سلسلے میں ان کے بہت سے اساتذہ اور مشائخ تھے۔ بحار الانوار کے مولف علامہ مجلسیؒ سے انہوں نے روایت کی ہے خود علامہ مجلسی نے بھی ان سے روایت کی ہے، اسی طرح صاحب معالم اور شہید ثانی کے فرزند ''شیخ علی بن فخر الدین محمد بن شیخ حسن'' (متوفی

۱۱۰۰ھ) نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

ولادت اوران کی زندگی

سید علی خان مدنی ۱۵؍جمادی الاول ۱۰۵۲ھ جمعہ کی رات کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر علم ودانش کے حصول میں مشغول ہو گئے پھر ۱۰۶۸ھ کو حیدر آباد ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور ۱۰۸۱ھ کو سلافۃ العصر کی تالیف کا کام شروع کیا، نسمۃ السحر میں ان کے ہم عصر دانشور کے بقول: وہ اڑتالیس سال تک ہندوستان میں مقیم رہے(۱) ۱۰۸۶ھ تک اپنے والد گرامی کے زیر سرپرستی میں رہے پھر اپنے والد کی وفات کے بعد برہان پور اورنگ زیب بادشاہ کے پاس منتقل ہو گئے۔ اورنگ زیب نے انہیں ایک ہزار تین سواروں کا سرپرست مقرر کیا اور خان کا لقب عطا کیا۔ جب بادشاہ احمد نگر جاتا تھا تو انہیں اورنگ آباد کا حاکم بنا دیتا تھا، اس اعتبار سے وہ کچھ دنوں تک وہاں مقیم رہے، اس کے بعد ان کو لاہور اور اس کے اطراف کا حاکم بنا دیا۔ پھر برہان پور کے دیوان کی سرپرستی حاصل کر کے دو سال تک وہاں حکومت کی، ۱۱۱۴ھ میں ہندوستان کے لشکر میں تھے پھر انہوں نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور حج اور زیارت امام رضا سے مشرف ہوئے۔ سلطان حسین کے زمانے میں ۱۱۱۷ھ کو اصفہان پہونچے اور کئی سالوں تک وہاں مقیم رہے، پھر شیراز واپس آکر وہیں پر زعامت وتدریس کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ذی القعدہ ۱۱۲۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے اور مدرسۂ منصوریہ (۲) کے بانی غیاث الدین منصور کے پہلو میں اور چراغ احمد بن امام موسیٰ بن جعفر کے حرم میں مدفون ہوئے۔

۱۔ نسمۃ السحر (مجلد ۸ ج ۲ ص ۳۹۷)

۲۔ ان کے حالات زندگی امل الآمل (ج ۲ ص ۱۷۶ نمبر ۵۲۹) اور ریاض العلماء (ج ۳ ص ۳۶۳) پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

۹۷

شیخ عبدالرضا مقریٔ کاظمی

وفات تقریباً ۱۱۲۰ھ

فــاضــاعـوا وصية يـوم خـم	بـعـلـي وصـي وهـم شهـداء
عـن لسـان الـروح الأمين عن	الـلـه تـعـالـى ألا لـه الالاء
بــعـلــي بـلـغ والافـمـا	بلغتو اللـه من عداك وقاء
بعـد مـا بخبخوا و قالوا أصبحت	لـكـم دينكـم و حـق الهـنـاء
ثـم قـالـوا بـأن احـمـد لـم يو	ص و هـذا منهـم عليـه افتراء

''غدیر خم میں حضرت علیؑ کی جانشینی کے متعلق رسول خداؐ کی تاکید کو لوگ بھول گئے حالانکہ وہ خود اس کے گواہ تھے۔ خداوند عالم کی طرف سے جبرئیل امین کی زبانی تمام نعمتیں اور قدرتیں انہیں سے مخصوص ہیں، یہ خطاب ہوا کہ اے رسولؐ! علیؑ کو اپنے جانشین کی حیثیت سے نشاندہی کر دیں، اگر آپ نے یہ اہم کام انجام نہ دیا تو اپنی رسالت کو انجام نہیں دیا، خداوند عالم آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے تبریک و تہنیت پیش کی اور کہا کہ اے علیؑ! آپ ہمارے رہبر ہیں اور حقیقی ولایت آپ سے مخصوص ہے۔ حضرت علیؑ کے متعلق واضح آیت نازل ہوئی: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی﴾ اور خوشحالی و مسرت محقق ہوئی۔ پھر لوگوں نے کہا: رسول خداؐ نے ان کی جانشینی کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ہے لیکن یہ افتراپردازی ہے جسے دشمنوں نے رسول سے منسوب کر دیا ہے''۔

شاعر کا تعارف

شیخ عبد الرضا بن احمد بن خلیفہ ابوالحسن مقری کاظمی ۔ بارہویں صدی کے بے مثال اور ان دانشوروں میں سے ہیں جنہوں نے علم وادب کو ایک ساتھ جمع کیا ہے۔ سید ابومحمد حسن نے تکملۃ الامل میں ان کے حالات زندگی لکھ کر ان کے علم و دانش اور فضیلت کی مدح و ستائش کی ہے، وہ لکھتے ہیں :انہوں نے ۱۱۲۰ھ وفات پائی، ائمہ کی مدح میں ایک دیوان بھی ان سے منسوب ہے جو حروف الفبا کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

۹۸

علم الہدیٰ محمد

ضیـــاء الـــرشـــاد بهـــاء الهـدی　　　　امـــام الـعبـــاد رواه الـنـــدی

ولـــی الانـــام بـنـص الـغـديـر　　　　أميـــر الـكـرام و نـعـم الأميـــر

''وہ راہ راست کی روشنی، ہدایت کے نور، تمام بندوں کے امام اور دعا کی طراوت ہیں، حدیث غدیر کی دلیل اور رسول خداؐ کے واضح ارشاد کے مطابق وہ سب کے رہبر ہیں، وہ مہربانوں کے رہبر ہیں اور کتنے اچھے رہبر ہیں''۔

شاعر کا تعارف

علم الہدیٰ محمد بن ملا محمد محسن مرتضیٰ کاشانی۔ برجستہ علمی اور ادبی شخصیتوں میں سے ہیں، شریفانہ خاندان تھا، انہوں نے کمالات وفضائل کو اپنے اجداد سے میراث میں اور اپنی سعی وکوشش سے بھی حاصل کیا، یہ محقق فیض کاشانی کے فرزند ہیں جو فقہ وحدیث کے علمبردار، فلسفہ کی چوٹی، عرفان کے خزینہ، اخلاق کے مستحکم پہاڑ اور علوم ومعارف کے سمندر تھے۔ یہ اس نابغۂ روزگار انسان کے فرزند ہیں جو اپنے زمانے میں بے مثل ونظیر تھا، مائیں ایسا فرزند پیدا کرنے سے قاصر وعاجز ہیں۔

متذکرہ شاعر نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر قدم رکھا، ان کے محفوظ کارنامے، مختلف علوم وفنون پر ان کی مہارت کی دلیل ہیں؛ ان کے کارناموں میں یہ کتابیں شامل ہیں: کتاب مواعظ (بیس ہزار

اشعار پر مشتمل ہے)؛ فہرس الوافی (وافی ان کے والد گرامی نے تحریر کی ہے)؛ وافی پر حاشیہ؛ اپنے والد کی کتاب مفاتیح الشرائع پر تعلیقہ۔

ہمیں ان کی تاریخ ولادت ووفات معلوم نہ ہوسکی۔(۱)

(۱) آقای طہرانی نے طبقات اعلام الشیعہ فی القرن الثانی عشر ص ۴۸۸ پر ان کے حالات زندگی، کتابیں اور ان کے بعض فرزندوں اوران کے حالات کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ ولادت ۱۰۹۳ اور وفات ۱۱۱۵ھ قرار دی ہے۔

۹۹

شیخ علی عاملی

۱

و قال فی یوم خم حین قال له	جبرئیل بلغ مقالا غیر مردود
من کنت مولاه حقاً فالوصی له	مولٰی علی شاهد منهم و مشهود
القائد الخیل فی الهیجاء مقرنة	من النجائب بالمهریة القود

''جب جبرئیل امین نے رسول خداؐ کو آواز دی کہ اس پیغام کو لوگوں تک پہونچا دیجئے تو آنحضرت نے غدیر خم میں فرمایا: جس کا میں رہبر ہوں وہ جان لے کہ یہ علی میرا وصی اور جانشین ہے اور ہر شاہد و مشہود اور حاضر و غائب کا مولا و آقا ہے، ان بہادروں کا حاکم ہے جنہوں نے اپنے اندر نیک خصلتیں جمع کر لی ہیں اور میدان کارزار میں تیز گھوڑے پر سوار پر ہو کر اسلام کے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں''۔

شاعر کا تعارف

شیخ علی بن احمد فقیہ عادلی عاملی غروی۔ جبل عامل (۱) کی اہم شخصیت تھے جو عراق میں سکونت پذیر ہوئے، وہاں علم و ادب اور فضیلت میں کافی معروف و مشہور تھے۔
برجستہ استاد ''سید نصر اللہ حائری'' کے یہاں درس لیا اور انہیں کے حکم سے اپنا شعری دیوان مرتب کیا۔

۱۔ جبل عامل کو عاملہ بھی کہا جاتا ہے، عاملہ بن سبا سے منسوب ہے

اس شاعر کا دیوان ایک مقدمہ، چند ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

انہوں نے بہت زیادہ سفر کیا ہے اور گذارش کے سلسلے میں ایران کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے شیراز اور اصفہان گئے اور وہیں پر مقیم ہو گئے، ۱۱۲۰ھ میں ایران کو ترک کیا اور نجف اشرف منتقل ہو گئے۔

شیخ علی عاملی نے امیر المومنین حضرت کی مدح میں طویل قصیدے اور شہید کربلا امام حسین کی شان میں مرثیے کہے ہیں۔

۱۰۰

مولا مسیحا فسوی

ولادت ۱۰۳۷ھ

وفات ۱۱۲۷ھ

من کان نص رسل اللہ عینہ — لامرۃ الشرع تبلیغا بالان

یوم الجماھیر فی بیداء قد ملئت — بکل من کان من أعقاب عدنان

و قال صحب رسول اللہ قاطبۃ — بخ لذاک و کان الاول الثانی

من بعد ما شدد الرحمن امرتہ — علی الرسول اللہ باحکام و اتقان

و قال بلغ والا فادر انک ما — بلغت حق رسالتی و تبیانی

تقدمتہ اناس لیس عینھم — نص الالہ والا منطوق برھان

لا أضحک اللہ سن الدھر ان لہ — قواعداً عدلت عن کل میزان

نصفو حبک قد احییت مھتدیاً — فدتک نفسی یا دینی و ایمانی

و در فیضک ما دار السما وجری — وادام ظلک ما کر الجدیدان

''جس شخص کی دینی رہبری کو رسول خداؐ نے معین کرتے ہوئے اس موضوع کو سب تک پہونچا دیا اس دن تمام گروہ اور قبیلے اور نسل عدنان کا ہر شخص اس وسیع صحرا میں موجود تھا۔ رسول خداؐ کے تمام اصحاب نے اسی لئے حضرت علیؑ کو تہنیت پیش کی اور جس نے سب سے پہلے مبارک باد پیش کیا وہ خلیفہ دوم

تھے(۱) جب خدا وند عالم نے امت کی رہبری اور جانشینی کے سلسلے میں رسول خدا کو تاکید فرمائی تو آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا: اس معاملہ کو تمام لوگوں تک پہونچا دیں ورنہ جان لیں کہ رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ لیکن جن لوگوں نے (ان کا حق غصب کیا اور) ان پر مقدم ہوئے، ان کے متعلق خدا کی طرف سے کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور ان کے تقدم پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں تھی۔ خدا زمانے کو ہنسی سے محروم رکھے اس لئے کہ اس میں ایسے قوانین رائج ہو گئے جس سے عدالت کا مفہوم ہی بدل گیا اور کسی بھی ترازو سے سازگار نہیں ہے۔ آپ نے اپنی خالص محبت کے ذریعہ، ہدایت کے تمام متلاشی کو زندہ کیا۔ اے میرا دین وایمان، میری جان آپ پر قربان ہو۔ جب تک آسمان ہے، آپ کے فیضان کی بارش ہوتی رہے، جب تک گردش لیل ونہار ہے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر برقرار رہے''۔

پورا قصیدہ ۹۱ ر اشعار پر مشتمل ہے علامہ سید احمد عطار کی کتاب ''الرائق'' کی دوسری جلد میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

ملا محمد مسیح، معروف بہ مسیحا، ابن ملا اسماعیل فدشکویی فسوی، فارسی شعروں میں ان کا تخلص ''معنی'' اور عربی اشعار میں ''مسیح'' ہوتا تھا۔

وہ فلسفی عالم، برجستہ حکیم، متبحر فقیہ، ادیب شاعر اور بہترین خطیب ومولف تھے، ان کے شاگرد شیخ علی حزین نے اپنی کتاب ''سوانح'' میں ان کی تعریف وتوصیف کی ہے، اسی طرح ''نجوم السماء'' (۲)، ''فارسنامہ ناصری'' (۳) اور دوسری تمام کتابوں میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

انہوں نے استاد کل'' آقا حسین خوانساری سے علم ودانش حاصل کیا اور بہت سے علماء نے بھی ان

۱۔ عمر بن خطاب وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کو مبارک بادپیش کی اور وہی دوسرے انسان تھے جنہوں نے ناحق لباس خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا

۲۔ نجوم السماء ص ۱۹۵ ۳۔ فارسنامہ ناصری ج ۲ ص ۲۳۰

کے سامنے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

سلیمان اور سلطان شاہ حسین کی حکومت کے زمانے میں شیراز کے شیخ الاسلام تھے، ان دونوں بادشاہوں کی حکومت کے زمانے میں بہت سے بلیغ خطبے بھی دیئے ہیں۔

نوے (۹۰) سال کی عمر میں ۱۱۲۷ھ کو وفات پائی، ان کے گرانقدر کارنامے یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔

۱۰۱

ابن بشارۃ غروی

وفات بعد از ۱۱۳۸ھ

صهـر النبي أبو الائمة خيرهـم | و بـه الـخـلافة قـد سـما مقدارها
بـغـديـر خـم للولاية حـازهـا | حقـاً و لـيـس بـممكن انكـارهـا
و اذا رقـي لـلـوعـظ صهـوة منبر | يـصـغـي لـزاجـر وعـظـه جبـارها
و بـراحتيـه تـفـجـرت عين الندى | فـالـواردون جـمـيـعـهم يمتـارهـا
و لـه العلوم الفائضات على الورى | فيـضـي الـغـمـائم اذهما مهمارها
نهـج البلاغة من جواهـر لـفـظـه | فيـه الـعـلوم تبينـت أسـرارهـا
لـولاه مـا عبـد الالـه بـأرضـه | يـومـاً ولا بـخـعـت لـه كفارها (۱)

''وہ رسول خداؐ کے داماد اور ائمہ کے والد محترم ہیں، انہیں کے وسیلے سے خلافت نے اہمیت حاصل کی۔ غدیر خم میں رسول کی ولایت و جانشینی ان کے حوالے کی گئی، یہ ان کا حق تھا، اس کا انکار قطعی ممکن نہیں پھر حضرت علیؑ نصیحت کے لئے منبر پر تشریف لے گئے، حتی دشمنوں اور کینہ توزوں نے بھی ان کی نصیحت اور موعظہ کو سنا، ان کے دو ہاتھوں سے ایسا پاکیزہ چشمہ جاری ہوا کہ جو بھی اس چشمہ میں داخل ہوا اس سے بہرہ مند اور سیراب ہوا۔ وہ ایسے علوم و معارف کے مالک ہیں کہ ان کے بادل ہمیشہ سب پر اپنے

۱۔ ان اشعار کو نشوۃ السلافۃ میں نقل کیا گیا ہے، قصیدہ پچاس اشعار پر مشتمل ہے

فیضان کی بارش کرتے ہیں۔ نہج البلاغہ ان کے کلمات کا ایسا گوہر ہے جس نے علوم کے راز کو آشکار کیا ہے ۔اگر وہ نہ ہوتے تو ایک دن بھی زمین پر خدا کی عبادت نہ ہوتی اور کافر حق کا اقرار نہ کرتے''۔

شاعر کا تعارف

ابو رضا شیخ محمد علی حیقانی نجفی، موحی خاندان میں بشارۃ کے فرزند ہیں، وہ نابغہ روزگار تھے۔

یہ دنیائے فضیلت کی نادر شخصیت اور شعر و ادب میں ماہر استاد تھے، جنہوں نے فضل و ادب کو اپنے شاعر والد علامہ شیخ بشارۃ سے میراث میں حاصل کیا تھا، وہ بہت سے نابغہ علم اور اساتذہ بیان کے ہم عصر تھے، انہوں نے ان سے استفادہ کیا اور پھر علم و دانش اور فضیلت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے، چنانچہ سب نے اپنی تحسینی زبان سے ان کی تعریف و توصیف کی ہے، ان کا شمار علم و دانش کے عظیم افراد میں ہوتا ہے، ان کے شعر و ادب ان کا نام زندہ رکھیں گے، ان کے گرانقدر علمی اور ادبی کارنامے تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہیں جس کی وجہ سے ان کی ہمیشہ مدح و ستائش ہوتی رہے گی؛ ان میں سے بعض کارنامے یہ ہیں: نشوۃ السلافۃ ومحل الاضافۃ؛ شرح نہج البلاغۃ؛ کتاب ریحانۃ النحو۔

۱۰۲

شیخ ابراہیم بلادی

و أشهد انه ولي علياً	ولي الله للدين اهتماماً
و صيره الخليفة يوم خم	بأمر الله عهداً و التزاما
و نص على الأئمة من بينه	هناك على المنابر حين قاما
فواخاه النبي و في البرايا	بحكم الله صيره اماماً
و عظمه و لقبه بوحي	أمير المؤمنين فلن يراما
و زوجه البتول لها سلام	من الله الوصول ولا انصراما
فكان لها الفتي كفواً كريما	فأولدها أئمتنا الكراما

''گواہی دیتا ہوں کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی قرار دیا، انہوں نے خدا کے ولی بن کر دین کی راہ میں خدمت کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ رسول خدا نے غدیرخم میں خدا کی تاکید اور اس کے حکم سے، ان کو اپنا جانشین منتخب فرمایا، رسولؐ منبر کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور علیؑ کے فرزندوں میں سے تمام ائمہ کی تصریح فرمائی، آنحضرت نے انہیں اپنا بھائی کہا اور خدا کے حکم سے انہیں تمام لوگوں کا رہبر بتایا۔ ان کو اہمیت دیتے ہوئے وحی خدا کے مطابق امیر المومنین کا لقب عطا فرمایا، ان کے علاوہ کوئی بھی اس لقب کے لائق نہیں تھا اور نہ ہوگا۔ آنحضرت نے زہرائے بتول کو ان کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا۔ علیؑ زہرا کے مثیل تھے جن کی نسل میں کریم ائمہ پیدا ہوئے ہیں''۔(۱)

۱۔ یہ اشعار ان کے خطی دیوان سے حاصل کئے گئے ہیں، اسی دیوان میں غدیر سے متعلق دوسرا قصیدہ بھی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابو ریاض شیخ ابراہیم بلادی بحرانی، ابن شیخ علی بن شیخ حسن بن شیخ یوسف بن شیخ حسن بن شیخ علی بحرین کے دانشور اور عالم تھے، ادبیات اور شعر گوئی میں کافی مشہور و معروف تھے۔

بعض کتابوں کے مطابق وہ انوار البدرین کے مولف کے جد اعلی ہیں، الاقتباس والتضمین من کتاب اللہ المبین'' نام کا ایک منظومہ ہے جو خالص استدلالی ہے اور دین کے عقائد کے اثبات کے لئے لکھا گیا ہے، ان کی دوسری کتاب جامع الریاض ہے جس کے ہر روضہ اور حصے میں کسی معصوم امام کی مدح وستائش ہے، اسی لئے ان کو''ابو ریاض'' کی کنیت دی گئی، اسی طرح ان کا شعری دیوان بھی ہے حروف الفبا کی ترتیب سے کئی قصائد پر مشتمل ہے، اس میں اصول پنجگانہ''توحید، نبوت، امام، ائمہ، عدل اور معاد'' کے سلسلے میں ایک سو بتیس دو بیتی قصیدے اور ایکسو آٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ سیمیہ بھی ہے۔

۱۰۳

شیخ ابو محمد شویکی

فلـه الشـان علی کـاسـمـه	صاحب الاحسان غوثی فی مالی
حـجة الـلـه بـنـص ثـابـت	یـوم خـم فهـو مـن الاه و الـی
و أمیـر امـؤمـنیـن الـمرتـضی	مـن الـه الـعرش ربی ذی الجلال
فی فـراش الـمـصـطفی بات ولـم	یـخـش مـن أعـدائـه أهل النکال

''حضرت علیؑ کا مقام ومرتبہ ان کے نام کی طرح بلند وبالا ہے، وہ صاحب احسان قیامت کے دن میرے پناہ گاہ اور میرے فریاد رس ہیں۔ غدیر خم میں رسول خدا کے صریح اور ناقابل تغییر ارشاد کے ذریعہ حجت خدا کی حیثیت سے پہنچوائے گئے، جو انہیں دوست رکھتا ہے خدا اسے دوست رکھتا ہے، خدائے بزرگ وبرتر اور خالق عرش کی طرف سے امیر المومنین ہوئے، وہی رسول خداؐ کے بستر پر ان کی جگہ سوئے اور ڈرپوک دشمنوں سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوئے''۔

اور اسی طرح کہتے ہیں:

فـولاه الـنـبـی لـلـعـبـد درع	عن نبـال الـردی و لـلنصـر آلـه
و ولائ مـن بـعـد ہ لـعـلـی	حیـث أن قبـل موتـه أوصـی لـه
و ارضـاه الامـام فـی یوم خـم	فهـو لـلـخـصـم قـاطـع أو صـالـه

''رسول خداؐ کی ولایت ایسی زرہ ہے جو بندوں کو ہلاکت وبدبختی کے تیروں سے محفوظ رکھتا ہے

اور وہ کامیابی کا وسیلہ ہے۔ رسول کے بعد علی میرے ولی ہیں کیونکہ آنحضرت نے اپنی وفات سے قبل ان سے متعلق یہ تاکید فرمائی ہے، رسول نے غدیر خم میں ان کو امام بنایا، انہوں نے دشمنوں کا قلع قمع کیا''۔

شاعر کا تعارف

ابو محمد عبداللہ شو یکی خطی، ابن محمد بن حسین بن محمد۔ ادبیات، ان کے کہے ہوئے اشعار اور اس سلسلے کی فنی مہارت میں انہوں نے قابل قدر پیش قدمی کی، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے اشعار متوسط ہوتے تھے، ائمہ معصومین کی زندگی کے متعلق انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، رسول خدا اور ان کے اہل بیت کی مدح وستائش میں جواہر النظام نامی ان کا ایک دیوان بھی ہے، اسی طرح اہل بیت کے مراثی پر مشتمل ان کا ایک دوسرا دیوان بھی ہے جو ''مسبل العبرات ورثاء السادات'' کے نام سے مشہور ہے۔

۱۰۴

سید حسین رضوی

وفات بعد از ۱۱۵٦ھ

صانو النبی أمیر المؤمنین أبو السبطین باب العلوم المرتضی الشیم

فی السر والجهر سواه و کان له ردء أیصدقه فی الحکم والحکم

و فیه جاء عن المختار منقبة من کنت مولاه فهو الحق فاعتصم

''وہ رسول خداؐ کے بھائی، امیر المومنین، حسنین کے والد گرامی، اور تمام علوم کے دروازہ ہیں، ان کے اخلاق و کردار خدا کی نظر میں قابل قبول ہیں، پوشیدہ اور آشکار رسول کے مانند ہیں، ان کے لئے ایسے ناصر تھے جو احکام اور حکمتوں میں ان کی تصدیق کرتا تھا، خدا کے منتخب رسول نے ان کے بارے میں یہ فضیلت بیان فرمائی کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا برحق مولا و رہبر ہے، لہذا ایسے برحق رہبر سے متمسک ہو جاؤ''۔

شاعر کا تعارف

سید حسین رضوی ہندی نجفی حائری، ابن امیر رشید بن قاسم۔ ایسے برجستہ انسان تھے جنہوں نے اپنے علم کو ادب ناب کے ساتھ جمع کیا، ایسے نابغہ تھے جو اپنے بلند و پاکیزہ خاندان کے ساتھ اپنے بے پناہ علم اور شعر کے ذریعہ صدف میں موتی کی طرح چمکے، وہ بلند مرتبہ عالم، ادیب و ناقد اور ایسے انسان تھے

جس کی ایک فضیلت اسے دوسرے فضائل ومناقب اور کرامتوں کی جستجو سے باز نہیں رکھتی تھی۔

ان کے والد ہندوستان سے نجف لائے، وہیں پر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے، کئی سالوں بعد امام شہید اور کربلائے معلی کی زیارت کی غرض سے نجف کو ترک کیا اور منفرد استاد سید نصر اللہ حائری سے کسب فیض کیا۔
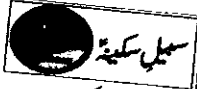
انہوں نے کربلائے معلی میں ۱۱۵۶ھ اور ۱۱۶۰ھ کے درمیان وفات پائی۔

اس شاعر کی زندگی کے بعض گوشے اور ان کے متعلق علمائے دین کے ستائشی جملے اعیان الشیعہ کی ۲۶ ویں جلد میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔(۱)

۱۔ اعیان الشیعہ ج۲۶، ۴۶، ۵۷ (ج۶ ص۱۵۔۱۸)

۱۰۵

سید بدرالدین

ولادت ۱۲۱۰ھ

بالله یا ورق ان شدوت علی	سفوح سلع فدونا السجف
و ان رأیت السحاب هامیة	فقل مرام المولع النجف
ففیه رمس مطهر هبطت	علیه أملاک من له الصحف
فیه الامام الوصی حیدرة	مولی البرایا و من له الشرف
فیه شقیقالرسول شافعا	و نفسه ان توسط الطرف
فیه أخوه و من فداه علی	فراشه ان رووا و ان حرفوا
فیه الذی فی الغدیر عینه	و بخبخ القوم فیه واعترفوا

''اے کبوتر! اگر چاہتا ہے تو پہاڑوں کے شگاف میں آواز لگا، میں تمہیں ان کے مقابل پردہ کھینچنے کے سلسلے میں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ اگر دیکھو کہ بادل اشک بارانی کر رہے ہیں تو کہہ دو کہ انہیں ایسے انسان کی زیارت کی آرزو ہے جو نجف کی سرزمین میں آرام فرمارہے ہیں۔ وہاں ایسی پاکیزہ مٹی ہے جہاں اس خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جس کے لئے آسمانی کتابیں ہیں۔ وہاں شیر خدا، شریف انسان اور ایسا امام آرام کر رہا ہے جو رسول کا وصی اور تمام مخلوقات کا رہبر ہے، وہاں دوست، بھائی اور

نفس رسول سو رہا ہے، یہی گوشہ چشم سے ہماری شفاعت کریں گے، وہاں بھائی اور وہ انسان مدفون ہے جس نے اپنی جان رسول پر قربان کردی، چاہے اس فضیلت کو بیان کیا جائے یا تحریف کی جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں وہ انسان ہے جسے رسول خداؐ نے غدیر کے دن اپنا جانشین مقرر فرمایا، اس دن تمام لوگوں نے تبریک وتہنیت پیش اور ان کے منصب کا اقرار کیا''۔

شاعر کا تعارف

بدر الدین محمد بن حسین بن حسن بن منصور باللہ قاسم بن محمد حسنی صنعانی۔ یمن کے عظیم دانشور اور نیک انسان تھے، انہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، علم کلام، طب اور ادب وشعر پر مکمل مہارت حاصل تھی، ان کی کئی گرانقدر کتابیں ہیں جن میں سے ایک علم کلام میں ایک رسالہ ہے، ان کے اساتذہ میں علامہ شیخ صالح بحرانی مقیم ہندوستان اور فاضل حکیم محمد بن صالح جیلانی مقیم یمن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ صفر ۱۰۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ہم نے ان کے حالات زندگی اور اشعار کا خلاصہ نسمۃ السحر سے نقل کیا ہے۔(۱)
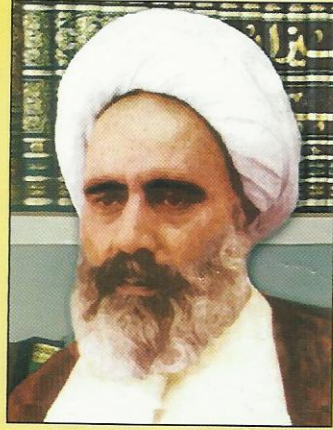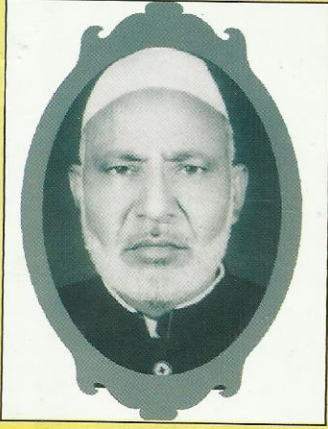
۱۔نسمۃ السحر (مجلد، ج ۲ ص ۴۸۶)

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵رصفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸ر ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

"الغدیر" گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہوجاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے "کتاب الغدیر" افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶رذیقعدہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۰رفروری ۲۰۰۲ء

کتاب "الغدیر" زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے "نہیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہوگئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہوگئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند "مولانا سید شاہد جمال رضوی" نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)